بسم اللہ الرحمن الرحیم

اردو

جواہر البحار

فی

فضائل النبی المختار

مصنف

علامہ محمد یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

حضرت علامہ احمد دین توگیروی لاہور

ضیاء القرآن پبلی کیشنز ۰ لاہور

جواہر البحار (اردو)
فی
فضائلِ النبی المختار ﷺ
جلد سوم

مصنفہ

حضرت علامہ امام محمد یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

حضرت علامہ احمد دین توگیروی، لاہور

ضیاء القرآن پبلی کیشنز ○ لاہور

marfat.com

جملہ حقوق بحق ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور محفوظ ہیں

نام کتاب	جواہر البحار فی فضائل النبی المختار (جلد سوم)
مصنف	حضرت علامہ محمد یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ
مترجم	حضرت علامہ احمد دین توگیروی
سال اشاعت	نومبر 1999ء
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور۔ فون: 7221953
مطبع	ایل جی پرنٹرز، لاہور
قیمت	-/150روپے

خصوصی گزارش

کتاب "جواہر البحار جلد سوم" اس ایڈیشن سے قبل مکتبہ حامدیہ، داتا گنج بخش روڈ، لاہور شائع کرتا رہا ہے۔ اب اس کتاب کے مترجم حضرت علامہ احمد دین توگیروی نے ادارہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور کو جملہ حقوق برائے اشاعت دائمی منتقل کر دیئے ہیں۔ اب کوئی ادارہ یا پبلشر اس کتاب کو چھاپنے کا مجاز نہیں ہے۔

العارض

محمد حفیظ البرکات شاہ

marfat.com

فہرس

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱	امام قسطلانی قدس سرہٗ کا کیف آگیں خطبہ	۲۵
۲	حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم جمیع اجناس کی جنس عالی ہے	۳۲
۳	سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے گرامی	۳۴
۴	شمائل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	۳۶
۵	صحت رسالت پر دلائل وبراہین	۴۲
۶	بعثت کے وقت عربوں کی حالت	۴۴
۷	قرآن کریم مُردوں کے زندہ کرنے سے بھی بڑھ کر معجزہ ہے۔	۴۶
۸	سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم علی الاطلاق ساری مخلوق سے زیادہ دانا ہیں	۴۷
۹	سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص۔	۵۵
۱۰	انبیاء سابقین کے رُوپوش ہونے کی وجہ	۵۶
۱۱	فضائل مشترکہ	۵۸
۱۲	فضائل وکرامات	۶۰
۱۳	برکات ولادت وبعثت	۶۷
۱۴	کلام ورؤیت کی خصوصیت۔	۶۸
۱۵	معیت ملائکہ کی خصوصیت۔	"
۱۶	وجوبِ صلوٰۃ وسلام کی خصوصیت	"
۱۷	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب کی خصوصیات۔	[illegible]
۱۸	محافظت قرآن کی کیفیت	۷۱
۱۹	ہبوط اسرافیل علیہ السلام	۷۸

marfat.com

۲۰ حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پڑھنے، پڑھانے اور سننے کے آداب ۸۵
۲۱ قرأت حدیث کے لیے امام مالک رضی اللہ عنہ کا ادب ″
۲۲ بے مثل ادب کی ایک نادر مثال ۸۷
۲۳ صحابہ کرام کی خصوصیت ۸۸
۲۴ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والا واجب القتل ہے۔ ۹۱
۲۵ تبصرہ نبہانی قدس سرہٗ ۱۰۰
۲۶ اُمّتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص ۱۰۴
۲۷ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی شریعت کے پابند نہ تھے ″
۲۸ ازالہ شبہ ۱۰۵
۲۹ نصیحت ۱۰۶
۳۰ فیصلہ صاحبِ مواہب ۱۰۹
۳۱ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا امتی ہونے کی تمنا کرنا ۱۱۰
۳۲ تبصرہ امام قسطلانی قدس سرہٗ ۱۱۵
۳۳ معراج نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲۲
۳۴ رفعتِ ذکرِ مصطفےٰ ۱۲۳
۳۵ آپ تمام انبیاء کے صفات کے جامع ہیں ۱۲۴
۳۶ رحمتِ عالم ۱۲۷
۳۷ اتباعِ رسول و محبتِ رسول ۱۲۹
۳۸ محبت کی علامات ۱۳۱
۳۹ اقتداء ″
۴۰ شریعت پر رضامند ہونا ۱۳۲
۴۱ قول و فعل سے دین مصطفےٰ کی حمایت ۱۳۴
۴۲ ذکر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت تعظیم اور تواضع و انکساری کا اظہار ″

marfat.com

۴۳	کثرتِ شوق دیدار مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۱۳۵
۴۴	محبتِ قرآن	〃
۴۵	سنت سے محبت اور احادیث مبارکہ کا پڑھنا	〃
۴۶	آپ کے ذکر کرنے اور نام سننے سے لطف اندوز ہونا	〃
۴۷	اہلِ بیت وصحابہ کرام اور مدینہ منورہ سے محبت	〃
۴۸	آپ کا غیب کی خبریں دینا۔	۱۳۶
۴۹	کیا اسلام سے قبل آپ کسی نبی کی شریعت کے مطابق عبادت گذارتے تھے یا نہیں	۱۳۷
۵۰	آپ کی ادعیہ مستجابات	〃
۵۱	انبیاءعلیہم السلام اپنی موت میں با اختیار ہیں	۱۳۸
۵۲	پیر کے دن وصال شریف	۱۴۵
۵۳	آخرت میں فضیلت وشان مصطفےٰ	۱۴۷
۵۴	آپ عرش کے داہنی طرف کھڑے ہوں گے	۱۴۸
۵۵	حوض	۱۴۹
۵۶	فضیلت شفاعت اور مقام محمود	۱۵۲
۵۷	سب سے قبل آپ گفتگو کریں گے	۱۵۳
۵۸	انبیاءعلیہم السلام کے ذنوب	۱۵۵
۵۹	ذکر مقام وسیلہ، درجہ رفیعہ فضیلہ	۱۵۶
۶۰	وسیلہ جنت کا اعلیٰ مقام ہے	〃
۶۱	مقام فضیلت	۱۵۷
۶۲	طوبیٰ الھم وحسن مآب کی تفسیر	〃
۶۳	امام عارف باللہ سیدی الشیخ عبدالوہاب رضی اللہ عنہ کے فرمودات گرامی	۱۶۰
۶۴	رسالتِ محمدیہ کتاب وسنت اور اجماع سے ثابت ہے	۱۶۱
۶۵	آپ کو علم دو مرتبہ دیا گیا	۱۶۵

marfat.com

٦٦ قرآن کریم کا نزول آپ پر دو مرتبہ ہوا ١٦٥

٦٧ معراج شریف ١٦٧

٦٨ خاتم المرسلین ١٧٠

٦٩ حضرت عیسٰی علیہ السلام امتی بن کر اتریں گے ١٧١

٧٠ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آمر و ناہی ہیں ١٧٢

٧١ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے افضل الرسل ہونے پر دلیل "

٧٢ آپ جن و انس کے رسول ہیں ١٧٣

٧٣ آپ حیوانات و نباتات و جمادات و حجر و شجر کے رسول ہیں ١٧٤

٧٤ حضور علیہ السلام کے احکامات پر اعتراض جائز نہیں ١٧٦

٧٥ یہ کہنا حرام ہے کہ اگر حضور کے وقت یہ کام ہوتا تو آپ منع کر دیتے ١٧٧

٧٦ تمام مباحات میں امت کے لیے مصلحت اور فائدہ ہے "

٧٧ آپ عالم ارواح و اجسام دونوں میں رسول ہیں ١٧٤

٧٨ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شافع یوم النشور ہیں ١٧٧

٧٩ ہمارے سکون و آرام کے لیے حدیث شفاعت بیان فرمائی۔ ١٧٨

٨٠ ولا فخر کا مطلب "

٨١ شفاعت مصطفٰے علیہ السلام کی آٹھ اقسام ١٧٩

٨٢ میلاد کی خوشی کا کافروں کو فائدہ پہنچتا ہے ١٨٠

٨٣ ارحم الرحمین، انبیاء، مؤمنین اور ملائکہ کی شفاعت الگ الگ مخصوص جماعتوں کے لیے ہوگی ١٨١

٨٤ آپ افضل الخلق ہیں ١٨٣

٨٥ افضلیت مصطفٰے پر کثیر تصنیف ہوئی۔ ١٨٥

٨٦ ایک اور منکر افضلیت مصطفٰے کا ذکر "

٨٧ آقا علیہ السلام کا تشریف لانا "

٨٨ خصائص مصطفٰے علیہ السلام ١٨٦

marfat.com

۸۹ تعظیم رسول پر کوئی دلیل طلب کرنا اور بحث کرنا ناجائز ہے ۱۸۶
۹۰ خصائص کی اقسام ۱۸۷
۹۱ القسم الاوّل ″
۹۲ سب سے پہلے بلیٰ آپ نے کہا ″
۹۳ تمام مخلوق آپ کی وجہ سے پیدا ہوئی۔ ″
۹۴ کتب سماویہ میں آپ کا اور آپ کی امت کا ذکر موجود ہے ۱۸۸
۹۵ آپ تمام مخلوق سے حسین ترین ہیں ″
۹۶ قرآن کریم باقی کتب سے تین خصائص کے لحاظ سے افضل ہے ۱۸۹
۹۷ آپ اُمورِ خمسہ کے عالم ہیں ۱۹۱
۹۸ ملک الموت آپ کے پاس اجازت لے کر آیا ۱۹۲
۹۹ قبرِ انور کعبہ سے افضل ہے ″
۱۰۰ آپ کی قسم اٹھانا جائز ہے ″
۱۰۱ آپ کے اسما توفیقی ہیں ۱۹۳
۱۰۲ دنیا میں شریعت اور امت کے بارے میں خصوصیات ″
۱۰۳ حملہ آور کا دفاع جائز ہے ۱۹۷
۱۰۴ امت محمدیہ کی چار کرامتیں ۱۹۸
۱۰۵ امت مصطفےٰ سے اقطاب و ابدال ہیں ۱۹۹
۱۰۶ آپ کا امتی عیسیٰ کی امامت کرے گا ″
۱۰۷ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو یاایھا الذین اٰمنو کہہ کر پکارا ۲۰۰
۱۰۸ تشدید و تسہیل کے مابین احکام ۲۰۱
۱۰۹ وہ خصوصیات جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے ساتھ آخرت میں مخصوص ہیں ″
۱۱۰ اہل بیت جنتی ہیں ۲۰۲
۱۱۱ سیدہ فاطمہ کی عظمتِ شان ″

marfat.com

۱۱۲ آپ صاحب وسیلہ ہیں ۲۰۲
۱۱۳ جنت کا ٹکڑا ״
۱۱۴ قیامت کے روز آپ کے سوا تمام حسب ونسب ختم ہو جائیں گے ״
۱۱۵ اہل فترہ سے آپ کے متعلق امتحان لیا جائے گا۔ ۲۰۳
۱۱۶ آپ کے اجداد اطاعت کریں گے ״
۱۱۷ درجاتِ جنت بحساب آیات قرآن ہیں ״
۱۱۸ جنت میں صرف قرآن کی تلاوت ہوگی ״
۱۱۹ جو آخرت میں آپ کی امت کے لیے مخصوص ہیں ״
۱۲۰ نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا ۲۰۴
۱۲۱ امت محمدیہ کو حاکم عادل کا مقام حاصل ہوگا ״
۱۲۲ اہل جنت کی صفوف ״
۱۲۳ حضور کی پوری امت جنت میں داخل ہوگی ״
۱۲۴ وہ واجبات جو آپ کے ساتھ مخصوص ہیں اور بعض میں تو دیگر انبیاء بھی شریک ہیں ۲۰۵
۱۲۵ نبی علیہ السلام کو نماز، روزہ معاف نہیں ״
۱۲۶ روزانہ ستر مرتبہ استغفار کرتے ۲۰۶
۱۲۷ آپ کے نوافل زیادتی اجر کے لیے ہیں ״
۱۲۸ آپ فرائض کے علاوہ سو رکعت ادا کرتے ״
۱۲۹ آپ کی شرافت وبزرگی کی وجہ سے جو اشیاء آپ پر حرام ہیں ״
۱۳۰ شراب قبل از بعثت بھی آپ پر حرام تھی ۲۰۷
۱۳۱ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق نے کبھی شراب نہیں پی ״
۱۳۲ مباحات جو آپ کے ساتھ مخصوص ہیں ״
۱۳۳ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اجنبیات کو دیکھ سکتے ہیں ۲۰۸
۱۳۴ چار سے زائد عورتوں سے آپ نکاح کر سکتے ہیں ״

marfat.com

۱۳۵ مالِ غنیمت سے تقسیم سے پہلے بھی آپ اپنے لیے رکھ سکتے ہیں ۲۰۸
۱۳۶ اپنی شہادت خود بھی دے سکتے ہیں ۲۰۹
۱۳۷ بلا شہادت حد زنا جاری کر سکتے ہیں ″
۱۳۸ فضائل و کرامات جو آپ کے ساتھ مخصوص ہیں ″
۱۳۹ ازواج و مطہرات و بنات رسول کو نماز مکان کی چھت پر پڑھنا منع ہے ۲۱۰
۱۴۰ ازواج مطہرات حضور علیہ السلام کے بعد نکاح نہیں کر سکتیں ″
۱۴۱ نمازی کو نماز کی حالت میں بھی جواب دینا واجب ہے ″
۱۴۲ رسول کے پیچھے ضحک سے بھی نماز ٹوٹ جاتی ہے ″
۱۴۳ حضور علیہ السلام کو گھر سے بلانا حرام ہے ۲۱۱
۱۴۴ آپ کے فضلات طیب ہیں ″
۱۴۵ آپ کی بنات پر دوسری عورت سے نکاح منع ہے ″
۱۴۶ رشتہ صہر ذریعہ نجات ہے ″
۱۴۷ محرابِ رسول میں نماز کے لیے کھڑا نہ ہو ″
۱۴۸ انگشتری پر محمد رسول نقش نہیں کرا سکتا ″
۱۴۹ غضب و رضا کی حالت میں آپ سے کلمہ حق ہی نکلتا ہے ″
۱۵۰ انبیا کو اغما و جنون نہیں ہو سکتا ۲۱۲
۱۵۱ انبیا عیوب و نقائص سے پاک ہیں ″
۱۵۲ احکام کو کسی کے لیے مخصوص کرنے کا آپ کو حق ہے ″
۱۵۳ آپ ہر طرف اور روز و شب میں یکساں دیکھتے ″
۱۵۴ آپ کا قلبِ صمیم ہر وقت بیدار رہتا ۲۱۳
۱۵۵ چلتے ہوئے ہر ایک سے بلند نظر آتے ″
۱۵۶ آپ کا سایہ نہ تھا ″
۱۵۷ آپ میں قوتِ جماع ″

marfat.com

۱۵۸	آپ کے بزار کو زمین نگل جاتی	۲۱۳
۱۵۹	آپ کے آباؤ اجداد میں کوئی سفاح نہیں	۲۱۴
۱۶۰	آپ کی ولادت کے وقت بُت گر گئے	"
۱۶۱	آپ کی والدہ کو بوقت ولادت شام کے محلات نظر آئے۔	"
۱۶۲	آپ کی تمام رضاعی مائیں مسلمان ہیں	"
۱۶۳	آپ کا جھولا فرشتے جھولتے	"
۱۶۴	چاند آپ کا کھلونا تھا	"
۱۶۵	پہلی گفتگو	"
۱۶۶	رُوح قبض ہونے کے دوبارہ واپس کی گئی	۲۱۵
۱۶۷	اسماعیل فرشتہ	"
۱۶۸	اسماعیل فرشتہ رونے لگا	"
۱۶۹	آپ کی نماز جنازہ	"
۱۷۰	دفن	"
۱۷۱	حیاتِ نبی علیہ السلام	"
۱۷۲	احادیث کا پڑھنا عبادت ہے	"
۱۷۳	فضیلتِ حدیث	"
۱۷۴	آپ کے صحابہ کرام عادل تھے	۲۱۶
۱۷۵	مزار انور کا احترام	"
۱۷۶	امام ایک ہوگا	"
۱۷۷	آلِ رسول کا مخلوق میں کوئی کفو نہیں	"
۱۷۸	آلِ رسول کون ہیں	"
۱۷۹	شانِ سیدہ فاطمہ	"
۱۸۰	سیدہ کی بھوک ختم ہو گئی	"

marfat.com

۱۸۱ سیدہ کی موت کے وقت خود غسل دیا ۲۱۶
۱۸۲ آپ کے تبسم سے روشنی ہو جاتی ۲۱۷
۱۸۳ کان کی قوت سماعت ″
۱۸۴ عظمتِ صحابہ ″
۱۸۵ حضور جس راہ چلتے خوشبو آتی ″
۱۸۶ امام الشیخ الشہاب احمد بن حجر الہیتمی کے فرموداتِ گرامی ۲۱۸
۱۸۷ قرآن سب سے بڑا معجزہ ہے ۲۲۰
۱۸۸ حضور معزز ترین مخلوق ہیں ۲۲۳
۱۸۹ بحیرا راہب سے روایت ۲۲۴
۱۹۰ فضیلت انبیأ پر آئمہ مسلمین کا اتفاق ہے ۲۲۵
۱۹۱ انبیأ کو ایک دوسرے پر فضیلت دینا جائز ہے ″
۱۹۲ انبیأ کی تعداد ۲۲۷
۱۹۳ سریانی انبیأ کی تعداد ″
۱۹۴ عرب کے نبی ″
۱۹۵ بنی اسرائیل کے پہلے نبی ″
۱۹۶ آپ کے آباؤ اجداد طیب وطاہر ہیں ۲۲۸
۱۹۷ حضرت حوا کے بطن سے اولاد ۲۲۹
۱۹۸ آدم علیہ السلام کی وصیت ″
۱۹۹ اللہ نے آپ کے نسب کو سفاح سے محفوظ رکھا ۲۳۰
۲۰۰ حضور علیہ السلام کے نسب میں یکصد مائیں ہیں جو سب پاک تھیں ″
۲۰۱ ابن حجر کا حضور علیہ السلام کے آباؤ اجداد کے متعلق نظریہ ۲۳۱
۲۰۲ اہل فترہ مومنین کے حکم میں ہیں۔ ۲۳۲
۲۰۳ آپ کے والدین مسلمان اور جنتی ہیں ″

marfat.com

۲۰۴ انبیا سے میثاق لینے میں حکمت ۲۳۸
۲۰۵ شرح ہمزیہ میں اس شعر کے تحت ابن حجر کا کلام ۲۴۱
۲۰۶ روز شب میلاد کی عظمت 〃
۲۰۷ دونوں روایات میں ابن حجر کی تطبیق 〃
۲۰۸ مکان ولادت ۲۴۳
۲۰۹ شب میلاد شب قدر سے افضل ہے ۲۴۲
۲۱۰ کون سے ماہ میں پیدا ہوتے 〃
۲۱۱ زمانے کو آپ سے شرافت ملی 〃
۲۱۲ عظمت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا ۲۴۳
۲۱۳ نورِ محمدی کے شکم مادر میں منتقل ہونے کی برکات ۲۴۴
۲۱۴ ولادت مبارک ۲۴۵
۲۱۵ ابن حجر نے امام بوصیری کے اس شعر کی تشریح کی ۲۴۷
۲۱۶ ابن حجر کے جواہر میں سے بوصیری کے اس شعر کی تشریح ۲۵۱
۲۱۷ حسنِ ظاہری حسن باطنی کی دلیل ہے 〃
۲۱۸ آپ کا چہرہ انور ۲۵۲
۲۱۹ چشم مبارک ۲۵۳
۲۲۰ خلقت کے لحاظ سے چشم مبارک ۲۵۵
۲۲۱ گوشہائے مبارک 〃
۲۲۲ بالوں کا رنگ ۲۵۶
۲۲۳ لحیہ شریف 〃
۲۲۴ سر کے بال حج و عمرہ کے علاوہ کبھی نہ منڈواتے ۲۵۷
۲۲۵ سرمہ سنت رسول ہے 〃
۲۲۶ پیشانی مبارک 〃

marfat.com

۲۲۷	مواحب شریف بھنویں	۲۵۷
۲۲۸	بینی شریف	۲۵۸
۲۲۹	دہن شریف	″
۲۳۰	بیان و فصاحت شریف	۲۶۰
۲۳۱	آواز مبارک	″
۲۳۲	تبسم مبارک	۲۶۱
۲۳۳	زیادہ ہنسنا مکروہ ہے	″
۲۳۴	گریہ مبارک	″
۲۳۵	آپ نے جماہی نہ لی	۲۶۲
۲۳۶	دستِ مبارک	″
۲۳۷	معجزات دستِ مبارک	″
۲۳۸	بغل مبارک	۲۶۳
۲۳۹	سینہ کے موئے مبارک	″
۲۴۰	بطن اطہر و پشت شریف	″
۲۴۱	قلبِ انور	۲۶۴
۲۴۲	ازدواجی زندگی مبارک	″
۲۴۳	آپ احتلام سے محفوظ تھے۔	″
۲۴۴	قدم مبارک	۲۶۵
۲۴۵	قامت مبارک	″
۲۴۶	رفتار مبارک	۲۶۶
۲۴۷	بے سایہ و سائبانِ عالم	۲۶۷
۲۴۸	رنگ مبارک	″
۲۴۹	پسینہ و فضلات کی خوشبو	″

marfat.com

۲۵۰	بوقت قضائے حاجت زمین کا شق ہو جانا	۲۶۸
۲۵۱	پیشاب مبارک	〃
۲۵۲	آپ کے فضلات طیب و طاہر ہیں	〃
۲۵۳	نیند مبارک	〃
۲۵۴	خُلقِ عظیم	۲۶۹
۲۵۵	آپ کا بے مثل عقل مبارک	۲۷۰
۲۵۶	شرافت و بزرگی میں تمام انسان آپ کے گداگر ہیں	۲۷۱
۲۵۷	اگر جناب ابوالبشر ہیں تو آپ ابوالانبیاء ہیں	۲۷۲
۲۵۸	جامع کمالات انبیاؑ	〃
۲۵۹	کلیم و حبیب میں فرق	〃
۲۶۰	داؤد علیہ السلام اور آپ کے معجزات میں تقابل	۲۷۴
۲۶۱	کمالات سلیمان علیہ السلام اور آپ میں تقابل	۲۷۵
۲۶۲	کمالات عیسٰی اور محمد رسول اللہ علیہما السلام میں فرق	〃
۲۶۳	خلقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	۲۷۶
۲۶۴	آپ کا حُسن مستور رہے	〃
۲۶۵	وجوب و کتابت نبوت کا مطلب	۲۷۷
۲۶۶	ایک غلط تفسیر	۲۷۹
۲۶۷	سن ولادت	۲۸۲
۲۶۸	ماہ ولادت	〃
۲۶۹	آپ ماہ ربیع الاول اور پیر کے دن کیوں تشریف لائے۔	〃
۲۷۰	مُدت استقرار حمل	۲۸۳
۲۷۱	آپ کے والد ماجد کا انتقال	〃
۲۷۲	والدہ ماجدہ کا مدفن	〃

marfat.com

۲۷۳ والدہ محترمہ کے وصال کے وقت آپ کی عمر شریف ۲۸۳

۲۷۴ آپ کی کفالت ״

۲۷۵ سیدہ خدیجہ کے مال سے تجارت ۲۸۴

۲۷۶ تعمیر کعبہ کا واقعہ ״

۲۷۷ بعثت ۲۸۵

۲۷۸ آپ کے پسینہ مبارک اور جسم مقدس سے خوشبو ״

۲۷۹ ایسے کلمہ کا آپ پر اطلاق جائز نہیں جو لوگوں میں اوصاف ضعف میں شمار ہوتا ہو ۲۹۴

۲۸۰ آپ کی تواضع ۲۹۵

۲۸۱ ابن حجر کا ایک فتویٰ جو ان کی کتاب فتاویٰ حدیثیہ میں مذکور ہے ۲۹۷

۲۸۲ ابو یحییٰ انصاری کا فتویٰ ۳۰۲

۲۸۳ زیادتِ شرف کی طلب کے فوائد ۳۰۳

۲۸۴ ابن حجر کا افضلیت و ولایت مصطفیٰ وغیرہا پر آٹھ سوالات کے متعلق فتویٰ ۳۰۴

۲۸۵ اول سوال کا جواب کہ آپ افضل الخلق ہیں ۳۰۵

۲۸۶ فضیلت کی دوسری آیت ۳۰۶

۲۸۷ دوسرے سوال کا جواب کہ ولایت مخصوصہ نبوت میں ہے یا نہیں ۳۰۸

۲۸۸ آپ کی قبل از بعثت کیفیت عبادت معلوم نہیں ۳۱۲

۲۸۹ چوتھا سوال کیا آپ تمام مخلوق کی طرف رسول ہیں کا جواب۔ ״

۲۹۰ پانچواں سوال کہ خلفاء اربعہ کے مابین افضلیت قطعی ہے یا نہیں کا جواب ۳۱۴

۲۹۱ چھٹا سوال کہ اہل فترت کو توحید پر ایمان لانا فرض تھا۔ یا نہیں ۳۱۵

۲۹۲ ساتواں سوال کہ بندہ اپنے افعال کا خالق ہے یا نہیں کا جواب ״

۲۹۳ آٹھواں سوال کہ کافر کو ثواب اور مومن کو عذاب دینے کو عقل جائز سمجھتی ہے کا جواب ۳۱۶

۲۹۴ ابن حجر کے فتاویٰ حدیثیہ سے ایک فتویٰ ۳۱۷

۲۹۵ کیا صالحین فرشتوں سے افضل ہیں ۳۱۸

marfat.com

٢٩٦	زمخشری کے نزدیک جبریل افضل ہیں اور اس کی تردید	٣٢٦
٢٩٧	باقلانی اور حلیمی کے قول کی ترجیح	٣٢٧
٢٩٨	امام ابوحنیفہ کے قول لا اوری کی توجیح	"
٢٩٩	احناف کا معتمد علیہ قول	"
٣٠٠	ایک مغالطہ کا ازالہ	"
٣٠١	امام شافعی کا مسلک	"
٣٠٢	رسالہ تعریف اہل الاسلام والایمان	٣٣١
٣٠٣	امام العلامہ الشیخ علی نورالدین حلبی صاحب السیرت کے فرمودات	٣٣٠
٣٠٤	تمہیدی مقدمہ	٣٣٢
٣٠٥	دوسرا مقدمہ	٣٣٣
٣٠٦	انبیاء اولیاء سے توسل جائز ہے	٣٣٤
٣٠٧	یہ سوال کیا آپ اپنی قبر انور میں موجود ہیں	"
٣٠٨	سلام کا جواب پانا	٣٣٦
٣٠٩	سید احمد رفاعی کا واقعہ	٣٣٧
٣١٠	مقام وعظمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم	٣٣٨
٣١١	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بجد و روحہ زندہ ہیں	"
٣١٢	خوش بخت لوگوں کو زیارت بھی ہوتی ہے	٣٣٩
٣١٣	آپ ہر جگہ موجود ہیں	٣٣٩
٣١٤	آقا علیہ السلام کے ہر جگہ موجود ہونے پر دلائل	٣٤٠
٣١٥	حکایت	٣٤١
٣١٦	کاملین حضور علیہ السلام سے ایک لحظہ کے لیے بھی غائب نہیں ہوتے	٣٤٤
٣١٧	قضیب البان کا واقعہ	"
٣١٨	شیخ تاج الدین کا کمال	٣٤٥

marfat.com

۳۱۹	ارواحِ مومنین جہاں چاہیں جاسکتی ہیں	۳۵۰
۳۲۰	ملائکہ ہر روز اعمال امت آپ پر پیش کرتے ہیں	۳۵۲
۳۲۱	عام مومنین سے اولیا کی معرفت زیادہ ہوتی ہے	۳۵۱
۳۲۲	انبیا حج وعمرہ کرتے ہیں	〃
۳۲۳	حاضر وناظر ہونے پر ایک اور دلیل	۳۵۳
۳۲۴	انبیا کائنات میں لوگوں کو نفع پہنچانے کے لیے سیر کرتے ہیں	۳۵۶
۳۲۵	حکایت	۳۵۷
۳۲۶	**امام علامہ شیخ عبدالرؤف مناوی کے فرموداتِ گرامی**	۳۵۹
۳۲۷	حضور علیہ السلام کے بعد خاتونِ جنت جنت میں داخل ہوں گی۔	۳۶۳
۳۲۸	آپ کی عبادت	۳۶۴
۳۲۹	تکیہ لگا کر کھانا تناول کرنا مکروہ ہے	〃
۳۳۰	ام المومنین عائشہ جو اس حدیث کی راوی ہیں	〃
۳۳۱	سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کا رفعتِ ذکر	۳۶۵
۳۳۲	آپ صلی اللہ علیہ وسلم حبیب اللہ ہیں	۳۶۶
۳۳۳	رسولِ خدا آگے پیچھے یکساں دیکھتے ہیں	۳۶۸
۳۳۴	آپ کو خزائن ارض کی چابیاں دی گئیں	۳۶۹
۳۳۵	حدیث شریف اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ کی تشریح	〃
۳۳۶	اپنی اولاد کو تین چیزوں کی تعلیم دو	۳۷۲
۳۳۷	نبی پاک کے پسندیدہ اسمأ	۳۷۳
۳۳۸	اذان سن کر دعائے وسیلہ مانگنے والا مستحق شفاعت مصطفٰے علیہ السلام ہے	〃
۳۳۹	جس شخص کا نام محمد ہو اس کی توہین ممنوع ہے	۳۷۴
۳۴۰	نبی علیہ السلام روز حشر خطیب الانبیا ہوں گے	۳۷۵
۳۴۱	جوامع الکلم کا مطلب	〃

marfat.com

۳۴۲ اعطیت سورۃ البقرہ من الذکر الاول کی تشریح ۳۷۶

۳۴۳ فضیلت آیۃ الکرسی ۳۷۷

۳۴۴ پانچ خصوصیات کا ذکر 〃

۳۴۵ اعطیت فواتح الکلم وجوامع کی شرح ۳۷۹

۳۴۶ سبع طوال کا ذکر 〃

۳۴۷ اعطیت ہذا الآیات من آخر سورۃ البقرہ کی تشریح ۳۸۰

۳۴۸ حدیث اعطیت ثلاث خصائل کی توضیح 〃

۳۴۹ پانچ خصائل کا ذکر ۳۸۱

۳۵۰ شفاعت کی پانچ اقسام ۳۸۲

۳۵۱ امتِ محمدیہ سے ستر ہزار بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے ۳۸۳

۳۵۲ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زمین وآسمان میں امین ہیں ۳۸۴

۳۵۳ حضرت ابو بکر خلیل رسول ہیں 〃

۳۵۴ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے اشرف نسب ہیں 〃

۳۵۵ بنی ہاشم تمام عرب وعجم سے افضل ہیں ۳۸۵

۳۵۶ فضیلتِ قرآن ۳۸۷

۳۵۷ حضور علیہ السلام کے چار وزیر ہیں 〃

۳۵۸ حضور علیہ السلام عبدِ کریم ہیں 〃

۳۵۹ آپ لحان نہیں ۳۸۸

۳۶۰ حضور علیہ السلام سب سے زیادہ متقی ہیں 〃

۳۶۱ تقویٰ کی تین اقسام ۳۸۹

۳۶۲ علم باللہ کی اقسام 〃

۳۶۳ آپ کے اسمائے گرامی ۳۹۰

۳۶۴ آپ فاتح وخاتم ہیں ۳۹۱

marfat.com

۳۶۵	آپ صلی اللہ علیہ وسلم بمنزلہ باپ کے ہیں	۳۹۲
۳۶۶	حضور علیہ السلام رحمت مہداۃ ہیں	۳۹۳
۳۶۷	آپ تکمیل مکارم اخلاق کے لیے تشریف لائے۔	"
۳۶۸	آپ رحمت بن کر تشریف لائے نہ زحمت بن کر	۳۹۵
۳۶۹	اِنَّمَا بَعَثَنِیْ مُبَلِّغًا کی تشریح	"
۳۷۰	اِنَّہٗ لَیُغَانُ عَلٰی قَلْبِیْ کی تشریح	۳۹۶
۳۷۱	انی لم ابعث لعانا کی تشریح	۳۹۷
۳۷۲	آپ روز حشر زمین کی تمام اشیائے سے زیادہ شفاعت کریں گے۔	۳۹۹
۳۷۳	اِنِّیْ لَا اَشْھَدُ عَلٰی جَوْرٍ کی تشریح	"
۳۷۴	انی لا اخیس بالعھد کی تشریح	۳۹۸
۳۷۵	آپ کے آباؤ اجداد کا ذکر	۴۰۰
۳۷۶	عبدالمطلب کا خواب	"
۳۷۷	انا النبی لا کذب کی تشریح	۴۰۴
۳۷۸	انا ابن العواتك من سلیم کی تشریح	۴۰۵
۳۷۹	آقا علیہ السلام کی عظمتِ شان کا بیان	۴۰۶
۳۸۰	نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم قاسم خیرات ہیں	۴۰۷
۳۸۱	تمام امم سے امتِ محمدیہ کی روز حشر تعداد زیادہ ہو گی	۴۰۸
۳۸۲	انا اول الناس حدیث کی توضیح	"
۳۸۳	آپ محشر میں جنتی لباس پہنے ہوں گے۔	۴۱۰
۳۸۴	آپ اولادِ آدم کے سردار ہیں	۴۱۱
۳۸۵	آپ تمام مخلوق کے سردار ہیں اور تمام لوگوں کے شفیع	۴۱۲
۳۸۶	شفاعت کی اقسام	۴۱۴
۳۸۷	آپ نے صبر و شکر کا حق ادا کر دیا	"

marfat.com

۳۸۸	حضور علیہ السلام سب سے زیادہ عربی اور اطہر النسب ہیں	۴۱۵
۳۸۹	انا فرطکم علی الحوض کی تشریح	۴۱۶
۳۹۰	سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے چھ اسمائے گرامی	۴۱۷
۳۹۱	آپ کی آمد کی انبیاء علیہم السلام نے بشارت دی	۴۱۸
۳۹۲	انا اولی الناس بعیسی بن مریم فی الدنیا والآخرۃ کی تشریح	۴۱۹
۳۹۳	حضور علیہ السلام مومنین کی جانوں سے زیادہ قریب ہیں	۴۲۱
۳۹۴	آپ کا زمانہ خیر القرون ہے	۴۲۲
۳۹۵	جوامع الکلم اور نصرت بالرعب کی تشریح	؍؍
۳۹۶	پانچ انبیاء سب سے برتر ہیں	۴۲۳
۳۹۷	قرن رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قرن صحابہ افضل ہے	؍؍
۳۹۸	حضور علیہ السلام کے قرن کے بہتر ہونے کی وجہ	۴۲۴
۳۹۹	بوقت ولادت آپ کی والدہ نے بصریٰ کے محلات دیکھے	۴۲۶
۴۰۰	آپ کو بطحا مکہ کے سونا بنانے کا اختیار دنیا و آخرت کا اسے قبول نہ کرنا	۴۲۷
۴۰۱	عرضت علی الجنۃ والنار آنفا کی تشریح	۴۲۸
۴۰۲	خصائص میں مختلف عدد والی احادیث میں تطبیق	؍؍
۴۰۳	آپ کو گیارہ خصلتیں عطا کی گئیں	۴۲۹
۴۰۴	آقا علیہ السلام کے بے نظیر ہونے پر جبریل کی شہادت	۴۳۱
۴۰۵	حضور علیہ السلام کا نسب و صہر روز حشر بھی قائم رہے گا	۴۳۲
۴۰۶	آپ کے اول خلق اور آخری نبی ہونے کی تشریح	۴۳۳
۴۰۷	شمائل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے تحت امام مناوی کے اہم فوائد میں سے کچھ کا تذکرہ	۴۳۴
۴۰۸	سر اقدس	۴۳۵
۴۰۹	جسد مبارک	۴۳۶
۴۱۰	قدم مبارک	؍؍

marfat.com

۴۱۱	حسین خلق مبارک	۴۳۶
۴۱۲	آپ حسین، فیاض اور بہادر تھے	۴۳۷
۴۱۳	جسد اقدس کا اعتدال اور خوبصورتی	۴۳۹
۴۱۴	حیاء	۴۴۰
۴۱۵	لوگوں کے گناہوں پر آپ بہت صابر تھے	"
۴۱۶	دندان مبارک	۴۴۱
۴۱۷	قتادہ بن نعمان کی چھڑی نور بن گئی	"
۴۱۸	آپ نور ہیں	"
۴۱۹	لحیہ مبارک	۴۴۲
۴۲۰	خاتم نبوت	"
۴۲۱	قد مبارک	"
۴۲۲	بازو مبارک	۴۴۳
۴۲۳	بال شریف	"
۴۲۴	آپ کے کلام میں ترتیل تھی	۴۵۰
۴۲۵	آپ کو پسینہ بہت آتا	"
۴۲۶	آپ کا کلام صاف اور واضح ہوتا	"
۴۲۷	آپ کا رخ انور مستدیر اور روشن تھا	۴۵۱
۴۲۸	آپ کذب کو بہت قبیح خیال کرتے	"
۴۲۹	جب مال آتا تو آپ اسے فوراً تقسیم کر دیتے	۴۵۲
۴۳۰	جب کوئی خوش کن بات سنتے تو سجدہ شکر ادا کرتے	"
۴۳۱	سجدہ شکر مستحب ہے	"
۴۳۲	آپ کی آواز دوران خطبہ بلند ہو جاتی	۴۵۳
۴۳۳	آپ ازواج مطہرات کے ساتھ میانہ روی سے پیش آتے	"

marfat.com

۴۳۴	حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی سہیلیوں کا خیال فرماتے	۴۵۴
۴۳۵	بوقت تبسم آپ کا چہرہ چاند کی مانند چمکتا	″
۴۳۶	مدینہ منورہ کے بچے نماز فجر کے بعد حصول تبرک کے لیے پانی لاتے	″
۴۳۷	اگر کوئی شخص تین دن تک نظر نہ آتا تو اس کے متعلق دریافت فرماتے	۴۵۵
۴۳۸	سفر سے واپسی پر اہل بیت کے صبیان سے پہلے ملتے	۴۵۶
۴۳۹	آپ آنے والے صحابی سے مصافحہ کرتے	۴۵۸
۴۴۰	امام مالک کے نزدیک معانقہ مکروہ ہے	″
۴۴۱	آپ بچوں اور اپنی عیال کے ساتھ نہایت رحیم تھے	″
۴۴۲	آپ ایفائے عہد کرتے	۴۵۹
۴۴۳	آپ نے کبھی لا نہیں کہا	۴۶۰
۴۴۴	کئی رات تک آپ رات کو کچھ نہ کھاتے	۴۶۱
۴۴۵	آپ کا دروازہ بالکل آہستہ کھٹکھٹایا جاتا	″
۴۴۶	آپ کی آنکھیں سوتی تھیں اور دل بیدار رہتا تھا۔	۴۶۲
۴۴۷	آپ کا خلق قرآن تھا	″
۴۴۸	آپ سخت گیر تھے	۴۶۳
۴۴۹	آپ بہت کم تبسم فرماتے	۴۶۴
۴۵۰	آپ کا بستر اُون کے سخت کپڑے کا تھا	″
۴۵۱	آپ کا تکیہ چمڑے کا تھا	۴۶۵
۴۵۲	آپ صرف تبسم فرماتے	۴۶۷
۴۵۳	آپ تہمت قبول نہ فرماتے	″
۴۵۴	رسولِ خدا تکیہ لگا کر کچھ تناول نہ فرماتے	۴۶۸
۴۵۵	آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدفالی نہ نکالتے	″
۴۵۶	آپ کوئی چیز ذخیرہ نہ فرماتے	۴۶۹

marfat.com

۴۵۷ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اپنے سے دور کرتے ۴۶۹
۴۵۸ آپ سب لوگوں سے زیادہ نمازی اور ذاکر ہیں ۴۷۰
۴۵۹ آپ غریب اور کمزور مسلمانوں کی عیادت فرماتے ۴۷۱
۴۶۰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سر اقدس اور ریش مبارک پر کستوری لگاتے ۴۷۲
۴۶۱ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ تناول فرماتے اور صدقہ قبول نہ کرتے ۴۷۳
۴۶۲ آپ کمزوروں کو اپنے پیچھے سوار کر لیتے ۴۷۴
۴۶۳ کبھی جانور کی ننگی پشت پر سواری فرماتے ۴۷۵
۴۶۴ اپنا جوڑا خود گانٹھتے اور قمیص کو پیوند لگاتے 〃
۴۶۵ آپ گفتگو ٹھہر ٹھہر کر فرماتے ۴۷۶
۴۶۶ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھریلو کاج بھی کرتے تھے ۴۷۷
۴۶۷ آپ بچوں کو سلام کہتے تھے 〃
۴۶۸ حضور علیہ السلام عورتوں کو سلام کہتے ۴۷۸
۴۶۹ آپ بلی کے بچے ہوتے پانی سے وضو کر لیتے تھے۔ ۴۷۹
۴۷۰ حسنین کریمین حالتِ نماز میں آپ کی پشت پر سوار ہو جاتے تھے ۴۷۹
۴۷۱ آپ راستہ سے گذرتے اس سے خوشبو آتی ۴۸۰
۴۷۲ آپ قوم کے شریر کے ساتھ نرمی سے گفتگو کرتے 〃
۴۷۳ آپ راتوں کو اتنا طویل قیام کرتے کہ پاؤں مبارک پھٹ جاتے 〃
۴۷۴ بچیوں سے کھیل کی باتیں کرتے ۴۸۱
۴۷۵ آپ کا آخری کلام ۴۸۲
۴۷۶ ولی کے قرب میں مسجد بنانا جائز ہے ۴۸۳
۴۷۷ آپ نے بہت زیادہ مصائب برداشت کیے ۴۸۵
۴۷۸ نکتہ فضیلت مدینہ ۴۹۰
۴۷۹ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہر سلام بھیجنے والے کے سلام کا جواب دیتے ہیں ۴۹۱

marfat.com

۴۸۰	حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم	۴۹۲
۴۸۱	گنبد خضریٰ کی زیارت سے آپ کی شفاعت لازم ہو جاتی ہے	〃
۴۸۲	صوفیاٗ کے نزدیک زیارت روضۃ النبی فرض ہے	۴۹۳
۴۸۳	**جواہرات الامام الربانی** مجدد الف ثانی الشیخ احمد الفاروقی السرہندی النقشبندی۔	۴۹۵
۴۸۴	فضیلتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۴۹۶
۴۸۵	حضور علیہ السلام باعث ایجاد و کون و مکان ہیں	۴۹۷
۴۸۶	آپ تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے نبی تھے	〃
۴۸۷	فضیلتِ امتِ محمدیہ علی صاحبہا التسلیم	〃
۴۸۸	حقیقتِ محمدیہ علی صاحبہا التسلیمات	۴۹۹
۴۸۹	**جواہرات الامام العلامۃ الشیخ محمد المہدی الفاسی** شارح دلائل الخیرات	۵۰۲
۴۹۰	خاتم الانبیاٗ	۵۰۳
۴۹۱	آپ کا دین دائمی ہے	〃
۴۹۲	خاتم کی تشریح	۵۰۴
۴۹۳	خاتم الانبیا کا دوسرا معنی	۵۰۵
۴۹۴	اسم گرامی الداعی کی شرح	۵۰۶
۴۹۵	آپ کا اسم گرامی مدعو پہلا معنی	۵۱۰
۴۹۶	اسم رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم مُفضل	۵۱۱
۴۹۷	ملائکہ اور انبیاٗ و رسلانِ عظام سے افضل ہونے کی دلیل	۵۱۲
۴۹۸	صوفیاٗ کے نزدیک افضلیت پر دلیل	۵۱۳
۴۹۹	آپ کی افضلیت مسلمہ اور متفق علیہ ہے	۵۱۵
۵۰۰	اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی صَاحِبِ الْمَکَانِ وَالْمَشْھُوْدِ۔	〃
۵۰۱	والسبب فی کل موجود	۵۲۲
۵۰۲	ابو عبداللہ بن سلطان کا خواب میں سرورِ عالم علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہونا۔	۵۲۴

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امام قسطلانی قدس سرہٗ کا کیف آگیں خطبہ

الحمد لله الذی اطلع فی سماء الازل شمس انوار معارف النبوة المحمدية واشرق من افق اسرار الرسالة مظاهر تجلی الصفات الاحمدية، احمده وان وضع اساس نبوته علی سوابق ازليته، ورفع دعائم رسالته علی لواحق ابديته، واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له الفرد المنفرد فی فردانيته بالعظمة والجلال، الواحد المتوحد فی واحدانيته

سبھی خوبیاں اس اللہ جل مجدہٗ کو ہیں جس نے انوارِ علوم نبوتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آفتاب کو آسمانِ ازل (قدم) پر ظاہر فرمایا اور جس نے رازہائے رسالت کے افق سے تجلی صفاتِ احمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مظاہر کو منور فرمایا۔ میں اس کی حمد اس طور پر کرتا ہوں کہ اس نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی اساس نبوت اپنے ازلی سوابق پر رکھی ہے اور یہ کہ اس نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے ستونوں (یعنی معجزات و دلائلِ نبوت) کو اپنے ابدی لواحق پر اٹھایا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ عزوجل کے سوا معبود برحق کوئی نہیں جو (اپنی ذات وصفات میں) یکتا ہے، جس کا کوئی شریک نہیں۔ جو اپنی فردانیت میں بوجہ (اپنی عظمت وکبریائی کے فرد منفرد ہے) اور جو اپنے کمالِ استحقاق کی بنا پر اپنی وحدانیت میں ہر ترکیب سے مستغنی اور تمام موجودات سے مخالف ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے سردار اور ہمارے حبیب

marfat.com

باستحقاق الکمال، و اشھد ان سیدنا وحبینا محمدا (صلی اللہ علیہ وسلم) عبدہٗ و رسولہٗ اشرف نوع الانسان، و انسان عیون الاعیان المستخلص من خالص خلاصۃ ولد عدنان الممنوح ببدائع الآیات، المخصوص بعموم الرسالۃ و غرائب المعجزات، السر الجامع الفرقانی، المخصص بمواھب القرب من نوع الانسانی، مورد الحقائق الازلیۃ ومصدرھا وجامع جوامع مفرداتھا ومنبرھا وخطیبھا اذا حضر حظائر قدسھا ومحضرھا، بیت المعمور

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو اللہ جل مجدہٗ کے عبد، اور اس کے رسُول ہیں۔ نوع انسانی میں سب سے برتر ہیں اور جو چشمائے لعیان کی پتلی ہیں اور جو بنو عدنان کے چنے ہوئے افراد سے منتخب ہوئے ہیں جنھیں نادر آیات مرحمت فرمائے گئے اور جو عموم رسالت، اور غرائب معجزات سے مخصوص ہیں جو سر فرقانی کے جامع ہیں اور جو نوع انسانی میں قرب (الٰہی) کی بخششوں سے مختص ہیں جو ازلی حقیقتوں کا مورد و مصدر ہیں جن کا منصب عالی یہ ہے کہ جب وہ حقائق کے حظائر قدس اور اس کے محل میں فروکش ہوتے ہیں تو وہاں کل حقائق ان کی ذات میں مجتمع ہوتے ہیں جو ان حقائق کا منبر ہیں اور جو ان حقائق کا خطیب ہیں۔ جو اللہ عزوجل کا وہ بیت معمور ہیں جسے اللہ جل مجدہٗ نے اپنے آپ کے لیے پسند فرمایا ہے، اور جن کو اللہ جل مجدہٗ نے اپنے حقائق قدس کا ناظم مقرر فرمایا ہے جو نقطۂ اکوان کی روشنائی (سیاہی) کی اصل ہے۔ جو چشمہائے علم وعرفان کا منبع ہیں جو اپنی عطایا سے مدد و وفا کے دریا سے اس شاعر کی مدد فرمانے والے ہیں جو اہل علوم و گروہ اصفیا سے ہے وہ شاعر

الذی اتخذہٗ لنفسہٖ،
وجعلہٗ ناظماالنفسیہ الحقائق
قدسہٖ، مدۃ مداد نقطۃ
الاکوان، و منبع
ینابیع الحکم و
العرفان، المفیض
من بحر مدد الوفا،
علی القائل من اھل
المعارف والاصطفا،
(ھو سیدی محمد
وفا) حیث خاطب
ذاتہ الاقدسیۃ،
بالمنح الانفسیۃ
فقال (اشعار)

فانت
رسول اللّٰہ اعظم کائن
وانت لکل الخلق
بالحق مرسل
علیك مدار الخلق
اذانت قطبہٗ و
انت مدالحق تعدو
تعدل فوائدلہ
بیت اللّٰہ دار علومہٖ
وباب علیہ منہ

سیدی محمد وفا قدس سرہٗ ہیں سبحانی قدس سرہٗ)
جب اس شاعر نے ان کی ذاتِ اقدس کو بخششِ
النفسیہ سے مخاطب کرتے ہوئے یوں عرض کیا
ہے۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ
علیہ وسلم ہونے والی ہر شے سے ہر لحاظ سے
برتر ہیں اور آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی دعوت
رسالت مطابق بالواقع تمام مخلوق کے لیے
ہے یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ساری مخلوق
کا مرجع آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ تمام
مخلوق کا محور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔
اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حق کا وہ مینارہ نور ہیں
کہ جس کی وجہ سے سب پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم
کی فوقیت ہے اور معاملات مخلوق میں آپ
صلے اللہ علیہ وسلم ہی منصفی فرماتے ہیں۔ یارسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ صلی اللہ علیہ وسلم
کا قلب منور اللہ جل مجدہٗ کے علوم کا گھر ہے
اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس گھر کا دروازہ
اسی گھر سے اللہ جل مجدہٗ کے لیے یوں ہیں کہ
حق جل مجدہٗ اسی دروازہ سے نزولِ اجلال
فرماتا ہے اللہ جل مجدہٗ کے چشمہائے علم
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر سے جاری
ہیں اسی لیے ہر قبیلہ میں آپ صلے اللہ علیہ
وسلم کے قلب اقدس سے اللہ جل مجدہٗ

marfat.com

للحق يدخل نيابيع
علم الله منه تفجرت
ففي كل حي منه لله
منهل منحت بفيض
الفضل كل مفضل
فكل له فضل به
منك لفضل نظمت
نثار الانبياء
فتاجهم لديك
بانواع الكمال مكل
نبيا مدة الامداد
نقطة خطه ويا ذروة
الاطلاق اذ تسلسل
محال يحول القلب
عنك انتي وحقك
لا اسلو ولا اتحول
عليك صلوٰة الله منه
تواصلت صلوٰة
اتصال عنك
لا تنفصل شخصت
ابصار بصائر
مكان سدرة المنتهى
لجلال جماله

کے علم کا ایک چشمہ جاری ہے۔ ہر صاحبِ فضیلت
آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہی فیضِ فضل کا بخشش
یافتہ ہے پس ہر فضیلت یافتہ شخص آپ صلی
اللہ علیہ وسلم سے ہی فضیلت پاتا ہے۔ یا
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم، آپ صلی اللہ علیہ
وسلم نے ہی انبیاء علیہم السلام کی جواہر پراگندہ
کی مانند شرائع کو منظم فرمایا ہے اور ان کی
شریعتوں کا تاج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے
پاس ہی انواع کمال سے مرصع ہوا ہے سلے
وہ برتر ذاتِ گرامی، مدتوں کی انتہا جن کے
خط کا ایک نقطہ ہے، اور اے وہ برگزیدہ
ذاتِ اقدس جو تسلسل مراتبِ اطلاق کی چوٹی
ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا دل آپ
صلے اللہ علیہ وسلم سے منہ پھیر لے، یہ محال ہے
جب کہ میں ایسی حالت میں آپ صلی اللہ
علیہ وسلم کے حق کی قسم کھاتا ہوں کہ مجھے نہ ہی تو
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر قرار ہوگا اور نہ
ہی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روگردانی
کروں گا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم،
آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ جل مجدہٗ کی رحمتِ
کاملہ متواصلہ ہوتی رہے، اور وہ رحمتِ کاملہ
ایسی متصل ہو جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی
بھی علیحدہ نہ ہو۔ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے

marfat.com

وحنت ارواح رؤسآ
الانبیاء الی مشاهدة
کماله وتلتفت لفات
انفس الملاء الاعلی
الی نفائس نفحاته،
وتطاولت اعناق
العقول الی اعین
لحاته ولحظاته
فعرج به الی المستوی
الاقدس، واطلعه
علی اسرار الانفس
فی احاطته الجامعه
وحضرات حظیرة
قدسه الواسعة، فوقفت
اشخاص الانبیاء
فی حرم الحرمة علی
اقدام الخدمة و
قامت اشباح الملائکة
فی معارج الجلال،
وهامت ارواح العشاق
فی مقامات الاشواق،
اشتاق القمر لمشاهدته
فانشق، فشق مرائر

جمال کی کبریائی سے سدرۃ المنتہٰی کے باسیوں کی
چشمائے بصیرت کھلی کی کھلی رہ گئیں اور اکابر
انبیاء علیہم السلام کے تشخصات آپ صلی اللہ علیہ
وسلم کے مشاہدۂ کمال کے مشتاق ہوئے، اور
ذواتِ مقربین، آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی لوائح
نفیسہ کی جانب متوجہ ہوئیں۔ اور عقل والوں
کی گردنیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چشمائے
لامحۂ، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گوشہ
ہائے چشم مقدس کی طرف دراز ہوتیں۔ پھر
اللہ جل مجدہٗ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مستوئ
اقدس میں ٹھہرادوں، اور اپنے احاطۂ جامعہ،
اور اپنے قدس کے خطیرۂ واسعہ میں اپنے رُوبرُو
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سرِّ انفس (یعنی عالم
ارواح) پر مطلع فرمایا۔ پس انبیاء علیہم السلام
کے اجسام، حرم تعظیم میں خدمت کے قدموں
پر کھڑے ہو گئے۔ اور جلال کے معارج میں فرشتوں
کے اشخاص، اجلال کے قدموں پر استادہ ہو
گئے اور عشاق کی روحیں، شوق کے مقامات
میں بے اختیار نکل پڑیں۔ (جب) ماہتاب
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشاہدہ کا مشتاق ہوا۔
تو شق ہو گیا، اور دشمنی کرنے والے بدبختوں کے
پتے (بھی) اس نے چیر ڈالے، اور آپ صلے
اللہ علیہ وسلم کی مفارقت میں درخت کے تنا

marfat.com

الاشقياء المنافقين، وحن
لمفارقته الجذع
فتصدع فانصدعت
قلوب الاغبياء المنافقين،
وبرقت من مشكاة
بعثته بوارق طلائع الحقائق
وانقادت لدعوته العامة
خاصة خلاصة الخلائق،
ولم يزل يجاهد في سبيل الله
بصادق عزماته، وينظم
شتات الاسلام بعد
افتراق جهاته حتى
كملت كمالات دينه
وحججه البالغة،
وخُيّر فاختار الرفيق
الاعلى، وآثر الآخرة
على الاولى، فنقله الله تعالى
قائما على قدم السلامة،
الى دار الكمال وفردوس
الكرامة، وبوأه اسنى
مراقي التكريم في
دار المقامة، ومنحه
اعلى مواهب الشرف

نے جب نالہ وگریہ کیا تو (انتہائی حزن وملال کی
وجہ سے) پارہ پارہ ہوگیا، اور پھر اس کے ٹکڑے
ہونے سے جاہل منافقوں کے دل بھی پھٹ
گئے، اور حقائق کے لشکروں کی تلواریں، آپ
صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی قندیل سے چمکنے
لگیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ عامہ
سے مخلوق کے سربرآوردہ لوگوں میں سے خاص
خاص مطیع بن گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم
اللہ جل مجدہٗ کے راستہ میں سچے عزائم کے ساتھ
مسلسل کوشاں رہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم
اسلام کے افتراقات کو اس کے پراگندہ جہات کے
بعد منظم فرماتے رہے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ
علیہ وسلم کے دین کے کمالات، اور آپ صلی اللہ علیہ
وسلم کے روشن دلائل مکمل ہوگئے، اور آپ صلی اللہ
علیہ وسلم کی متکاثرہ نعمتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم
کی تمام ناخواندہ امت پر پوری ہوگئیں۔ اور جب
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو موت وحیات کے مابین
(ایک کے اپنانے کا) اختیار دیا گیا تو آپ صلی اللہ
علیہ وسلم نے رفیقِ اعلیٰ کو اختیار فرمایا، اور آخرت
کو دنیا پر ترجیح دی۔ اور پھر اس حال میں کہ آپ
صلی اللہ علیہ وسلم (ظاہراً و باطناً) قدم سلامت
پر قائم تھے کہ اللہ جل مجدہٗ نے آپ صلی اللہ علیہ
وسلم کو دارالکمال اور فردوس کرامت کی طرف

marfat.com

فی الیوم المشهود، فهو
بالشاهد المشهود، المحمود
بالحامد التي يلهمها
للحامد المحمود، ذو المنزلة
العلية، والدرجة
السنية، في حظائر
القدس الاقدسية،
والمشاهد الانفسية،
واصل الله عليه
فواضل الصلوٰت
وشرائف التسليم
ونوامي البركات،
وعلی آله الاطهار،
واصحابه الابرار،
صلوٰة وسلامًا
لا ينقطع عنهما امدا لامد
ولا يحصرهما
العدد ابدا لابد،

منتقل فرما دیا اور تکریم کے دار الاقامت میں (تنظیم کے) بلند پایہ زینوں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھہرایا۔ اور قیامت کے دن شرف کی اعلیٰ بخششیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی شاہد و مشہود ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے محمود ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان محامد سے اللہ جل مجدہٗ کی حمد فرمائیں گے۔ جو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو الہام فرمائے گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی حظائر قدس اقدسیہ (جنت) اور عالم ارواح میں بلند مرتبہ، اور اعلیٰ درجے والے ہیں۔ اللہ جل مجدہٗ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل اطہار، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اخیار پر، فواضل، صلوات، شرائف تسلیمات اور زوائد برکات پہنچائے۔ اور وہ صلوٰۃ و سلام ایسے ہوں جن سے زمانۂ انتہا منقطع نہ ہو اور ان کی کثرت کے باعث ابد الآباد تک اعداد و شمار ان کا احاطہ نہ کرسکیں۔

امام قسطلانی قدس سرہ کی کتاب "المواہب اللدنیہ" کا خطبہ منیفہ یہاں ختم ہوگیا۔ پھر (اس کے بعد) امام قسطلانی قدس سرہ نے اس کتاب کی ترتیب و تالیف کی کیفیت بیان فرمائی ہے اور یہ ذکر فرمایا ہے کہ انہوں نے اس کتاب کو دس مقاصد پر مرتب فرمایا ہے۔

marfat.com

حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم جمیع اجناس کی جنس عالی ہے

امام قسطلانی رضی اللہ عنہ (المتوفی ۹۲۳ھ) کے فرمودہ جواہر سے پہلے مقصد میں ان کا یہ فرمان ہے۔

جان لے! اے عقل سلیم کے مالک، اور اوصافِ کمال و تتمیم کے حامل، اللہ جل مجدہٗ مجھے اور تجھے سیدھی راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے!!

جب اللہ جل اسمہٗ کا ارادہ اپنی مخلوق کی ایجاد سے متعلق ہوا، اور اپنی مخلوق کے رزق کا اندازہ فرمایا تو حضرت احدیت میں انوار صمدیت سے حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ظاہر فرمایا۔ پھر اللہ جل مجدہٗ نے اپنے خطابِ ازلی میں — "جیسا کہ اس کے علم و ارادہ میں پہلے سے موجود تھا —— حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام عوالم علوی اور سفلی کو پیدا فرمایا۔ ازاں بعد اللہ جل مجدہٗ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی اطلاع فرمائی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اس وقت مژدہ سنایا جب کہ حضرت آدم علیہ السلام جیسا کہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہنوز جسم و روح کے مابین تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ارواح کے چشمے پھوٹ پڑے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقربین میں اس وقت ظہور فرمایا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکمل ظہور کے منظر میں تھے گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام مقربین کے لیے شیریں چشمہ تھے۔

اسی لیے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم (پیدائش کے تقدم کی وجہ سے) تمام موجودات کی جمیع اجناس کی جنس عالی (جوہر) ہیں۔ اور تمام انسانوں اور تمام کائنات کے لیے والد اکبر ہیں۔

جب کہ وہ زمانہ جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اسم باطن کے سبب (عالم ملکوت میں تھا اور) اس نہایت کو پہنچ گیا، جہاں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اقدس عالم وجود میں آیا۔ اور اس وجود سے روح اقدس مرتبط ہوئی تو اس زمانہ

marfat.com

کا حکم اسم ظاہر کی طرف منتقل ہوگیا۔ پس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جسم و روح کی مجموعی حالت میں ظہور فرمایا۔

سید عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلقت اگرچہ متاخر ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر و قیمت معروف تھی۔

اسی لیے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سرِ الٰہی کا خزانہ ہیں۔

اور ہر امر الٰہی کا نفاذ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذاتِ گرامی سے وقوع پذیر ہوتا ہے۔

اور ہر خیر آپ صلے اللہ علیہ وسلم سے ہی منتقل ہوتی ہے۔

«سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں کہا یہ اشعار کہنے والے کی بھلائی ہو، یہ اشعار کہنے والے سیدی محی الدین ابن العربی رضی اللہ عنہ ہیں "نبہانی"»

الا بابی من کان ملکا و سیدا و آدم بین الماء والطین واقف	ہاں، ہاں سنتے ہو! میرا باپ اس شخص پر فدا ہو جو اس وقت بھی بادشاہی اور سروری میں تھا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام ابھی تک جسم بے روح تھے۔
فذاک الرسول الابطحی محمد له فی العلی مجد تلید و طارف	اور وہ رسولِ بطحا محمد مصطفےٰ ہیں ان کو رفعتِ شان میں قدیم و جدید بزرگی حاصل ہے۔
اتی بزمان السعد فی آخر المدی و کان لہٗ فی کل عصر مواقف اتی لانکسار الدهر یجبر صدعهٗ فاثنت علیه السن و عوارف	وہ رسولِ بطحا صلے اللہ علیہ وسلم آخیر زمانہ بوقتِ ہمایوں تشریف لائے، جبکہ ہر دور میں ان کے بہت سے احوال تھے۔ وہ رسولِ ابطحی صلی اللہ علیہ وسلم اس لیے تشریف لائے تاکہ دینِ الٰہی میں زمانہ کی شکست و ریخت کا نقصان پورا فرمائیں جس پر مخلوق کی زبانوں نے، اور شرائع انبیاء علیہم السلام کی بھلائیوں نے آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی ثناخوانی کی۔

marfat.com

اذا رام امرا لا یکون خلافہٗ
ولیس لذالک الامر فی الکون صارف

اس رسولِ بطحا صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت کسی امر کا ارادہ فرمالیا تو اس کا خلاف نہیں ہوا اس لیے کہ عالم وجود میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے امر کا مانع کوئی نہیں ہے۔

سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے گرامی

نیز امام قسطلانی قدس سرہٗ کے فرمودہ جواہر سے (مواہب لدنیہ کے) مقصد ثانی میں سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے شریفہ کی شان بیان کرنا ہے۔

علمائے کرام کی ایک جماعت نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے گرامی کی تعداد گنوائی ہے۔ اور انہیں مخصوص عدد تک پہنچایا ہے۔

ان میں سے کچھ تو وہ ہیں جنہوں نے حدیث شریف میں مروی" اللہ جل مجدہٗ کے اسمائے حسنٰی کی موافقت سے ننانوے تک تعداد پہنچائی ہے۔

قاضی عیاض قدس سرہٗ نے فرمایا اللہ جل مجدہٗ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خصوصیت عنایت فرمائی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اسمائی حسنٰی میں سے تقریباً تیس ۳۰ اسمائے موسوم فرمایا ہے۔

ابن دحیہ قدس سرہٗ نے اپنی کتاب "المستوفی" میں ذکر فرمایا کہ اگر کتب متقدمہ، اور قرآن کریم و حدیث شریف کا تتبع کیا جائے تو سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائی مبارکہ تین سَو کی تعداد کو پہنچ جائیں گے۔

امام قسطلانی قدس سرہٗ نے فرمایا، میں نے قاضی ابوبکر ابن العربی قدس سرہٗ کی کتاب "احکام القرآن" میں دیکھا ہے کہ بعض صوفیہ کرام نے فرمایا۔ اللہ جل مجدہٗ کے ایک ہزار نام ہیں اور اسی طرح سیّد عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے بھی ایک ہزار نام ہیں ان سے مراد اوصاف ہیں۔ پس تمام وہ اسمائ جو روایت میں آگئے وہ (سب کے سب) اوصاف مدح ہیں۔

marfat.com

جب معاملہ یوں ہے تو پھر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر وصف ایک اسم ہی ہے پھر ان اوصاف کریمہ سے کچھ تو وہ ہیں جو سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے مخصوص ہیں اور کچھ وہ ہیں جو اسم پر غالب ہیں اور کچھ وہ ہیں جو مشترک ہیں اور یہ تمام مشاہدہ سے واضح ہیں جس میں خفا نہیں۔

اور جب ہم سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے اوصاف سے ہر ایک وصف کو یک اسم ٹھہرائیں گے تو پھر آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے اوصاف (اسماء) نہ صرف یہ کہ ابن دحیہ قدس سرہٗ کی ذکر کردہ تعداد کو پہنچ جائیں گے بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ تعداد کو پہنچ جائیں گے۔

امام قسطلانی قدس سرہٗ نے فرمایا۔ وہ اسمائے گرامی جو میں نے اپنے شیخ مکرم حافظ عبدالرحمٰن) سخاوی قدس سرہ کے کلام "القول البدیع" میں، اور قاضی عیاض قدس سرہٗ کی "شفا شریف" میں، اور امام ابن عربی قدس سرہٗ کی "القبس والاحکام" میں اور امام ابن سید الناس قدس سرہٗ وغیرہ آئمہ (سیر) کی تصانیف میں دیکھے ہیں وہ تعداد میں چار صد سے بھی زیادہ بنتے ہیں۔ پھر میں نے ان کو حروفِ معجم پر مرتب فرمایا ہے،

(تبصرہ امام نبہانی قدس سرہٗ) ان اسمائے شریفہ کی اکثریت کو امام قسطلانی قدس سرہٗ کے استاذ محترم حافظ سخاوی قدس سرہٗ نے "القول البدیع" میں جمع فرمایا ہے اور امام قسطلانی قدس سرہٗ نے دوسروں سے جو زیادتی نقل کی ہے وہ بہت کم ہے۔ پھر اس مذکورہ تعداد پر حافظ سیوطی قدس سرہٗ کے تلمیذ حافظ شامی قدس سرہٗ نے اپنے اندازہ میں دُوگنی تعداد بڑھائی ہے۔ امام زرقانی قدس سرہٗ نے "مواہب لدنیہ" کی شرح میں انہی سے اسی طرح نقل فرمایا ہے۔

چنانچہ میں نے ان تمام اسماء کو یکجا کر دیا ہے اور میں نے ان ائمہ کی تعداد سے بھی زیادہ تک تعداد بڑھائی ہے۔ جو کہ آٹھ سو تیس سے کچھ اوپر تک پہنچتی ہے اور پھر میں نے ان اسمائے مبارکہ کو "احسن الوسائل فی نظم اسماء النبی الکامل" صلے اللہ علیہ وسلم" نام کے ایک منظوم رسالہ میں ذکر کیا ہے۔ ازاں بعد میں نے حروف تہجی کی ترتیب پر

ان اسمار کو علیحدہ ایک مستقل کتاب میں بیان کیا ہے جن کا میں نے "الاسمٰی فیما لسیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم من الاسمار" نام رکھا ہے۔ پھر ان اسمائیں سے جن کی شرح ضروری تھی وہ بھی کر دی ہے۔ علاوہ بریں میں نے ان اسمار شریفہ سے متعلق اہم فوائد بھی ذکر کر دیئے ہیں۔

شمائل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

نیز امام قسطلانی قدس سرہٗ کے فرمودہ جواہر سے "مواہب لدنیہ" کے تیسرے مقصد میں ان کا یہ قول ہے معلوم رہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر کامل ایمان رکھنے میں سے ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ ایک مومن کے لیے اس پر بھی ایمان رکھنا ضروری ہے کہ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے کمال خلق کی طرح کمال خلقت میں بھی اللہ جل مجدہٗ نے کسی مخلوق کو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل پیدا نہیں فرمایا اور نہ فرمائے گا، سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا ظاہری بدن مبارک جو مشاہدہ میں آتا ہے، اس کی عظیم خلقت پر بے شمار دلائل ہیں۔

اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مقدس میں جس سر کا تحقق ہے، — آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق سے اس کا اظہار —— یہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نفسِ کریمہ کے عظیم اخلاق پر دلیل ہے۔

اللہ جل مجدہٗ کی بھلائی امام بوصیری قدس سرہٗ کے لیے ہے جب کہ انہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں فرمایا۔

فھو الذی تم معناہٗ وصورتہٗ ثم اصطفاہ حبیبا باریٔ النسم	پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ ہیں جن کا ظاہر و باطن مکمل ہے۔ اور جن کو خالق ارواح نے اپنی محبوبیت کے لیے منتخب کیا۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی

marfat.com

منزہٌ عن شریک فی محاسنہ
فجوھر الحسن فیہ غیر منقسم

خوبیوں میں کسی نظیر سے بالاتر ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جوہر حسن تقسیم ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں ملا۔[1]

یعنی حسن کامل کی حقیقت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہے۔ اس لیے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسرا کوئی بھی ظاہری کمالات، اور باطنی ترقیوں میں مکمل نہیں ہے۔ باطنی کمالات کی جامع صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی شخصیت ہے اور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے حسن کی حقیقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسروں کے درمیان تقسیم شدہ نہیں ہے ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن کامل نہ ہوتا۔ کیونکہ جب وہ تقسیم ہو گیا تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے کچھ حصہ ملے گا۔ تو اس صورت میں وہ کامل نہ ہوا۔

اور آثارِ صحابۂ کرام میں سے ایک اثر میں مروی ہے کہ:

ان خالد بن الولید خرج فی سریۃ من السرایا، فنزل ببعض الاحیاء فقال لہٗ سید ذالک الحی، صف لنا محمدا صلی اللہ علیہ وسلم، فقال اما انی افصل فلا، فقال الرجل اجمل، فقال رضی اللہ عنہٗ الرسول

جب ایک مرتبہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہٗ ایک فوجی دستہ کے ہمراہ تشریف لے گئے تو آپ (اور دوسرے لشکری) ایک قبیلہ کے مہمان بنے، تو آپ رضی اللہ عنہ سے اس قبیلہ کے سردار نے عرض کیا، آپ ہمیں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی وصف سنائیں۔ تو حضرت

---

[1] در محاسن ذات والاتش مبرا از نظیر
بار قسمت بر نتابد نقد حسن آں نگار
وہم شرکت سے بری ہے جو ہر حسن نبی
آپ کی خوبی سے حصہ لے یہ کس میں ہے تواں
(مولانا سید محمود علی صاحب)
(نمبر ۲ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

marfat.com

علی قدر المرسل ۔
ص ۵ ۔

خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا جہاں تک سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مفصل اوصاف کا تعلق ہے تو وہ تو میں بیان نہیں کر سکتا ۔ چنانچہ قبیلہ کے سردار نے عرض کیا، تفصیلاً نہ سہی تو اجمالاً ہی بیان فرما دیجیے تو اس پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا دا چھا) تو پیغام بھیجنے والے اور رسول، مرسل کے مرتبہ کے موافق ہی ہوتا ہے ۔

امام قرطبی قدس سرہٗ (المتوفی ۶۵۶ھ) نے کتاب الصلوٰۃ میں بعض ائمہ سے روایت کیا کہ انھوں نے فرمایا ۔

لم يظهر تمام حسنه
صلی اللہ علیہ وسلم
لانه لو ظهر لنا تمام
حسنه لما اطاقت
اعيننا رؤيته ۔ (ش)

ہمارے لیے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن کامل ظاہر نہیں ہوا ۔ کیونکہ اگر وہ ظاہر ہو جاتا تو ہماری آنکھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کی تاب نہ لا سکتیں ۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کے بیان میں جو تشبیہات وارد ہوتی ہیں

(حاشیہ نمبر ۲ صفحہ گزشتہ)
یعنی حقیقت حسن مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حصص و اجزا نہیں کیے گئے بلکہ مادہ حسن، عدم انقسام میں مثل جزء لایتجزیٰ کے ہے ۔ جو عند المتکلمین جوہر فرد سے تعبیر ہے
(مترجم غفرلہ و لوالدیہ)

marfat.com

وہ صرف برسبیل تقریب وتمثیل (یعنی لوگوں کے سمجھانے کے لیے حسبِ عُرف، وعادتِ شعراء وبلغاء وغیرہ استعمال ہوئی) ہیں۔ ورنہ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کہیں برتر، اور آپ صلے اللہ علیہ وسلم کا مجد وشرف گراں بہا ہے۔ (کیونکہ حقیقت میں موجودات میں سے کوئی شے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفاتِ خلقیہ وخُلقیہ کے معادل نہیں ہے۔

سراپا مقدس

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا قد مبارک نہ تو بہت دراز، اور نہ ہی بہت مختصر، (بلکہ درمیانہ تھا)۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک بڑا تھا۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑھ کر خوش خو تھے۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور سب لوگوں سے بڑھ کر خوبرو تھا۔

قال ابو هريرة (رضی اللہ عنہٗ) ما رأيت شيئًا احسن من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان الشمس تجری فی وجهه۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوبرو کسی چیز کو نہیں دیکھا۔ روئے اقدس اس قدر تاباں تھا کہ گویا آفتاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے اقدس میں گردش کر رہا ہے۔

بخاری شریف میں مروی (حدیث شریف) ہے کہ کسی نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے پوچھا، کیا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور تلوار کی طرح چمکتا تھا؟ تو حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا نہ، نہ بلکہ ماہتاب کی مانند چمکتا تھا۔

اور مسلم شریف کی ایک روایت میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہٗ سے حدیث مروی ہے کہ آپ سے ایک آدمی نے پوچھا، کیا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم

marfat.com

کا چہرہ انور تلوار کی مانند تھا تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہ، بلکہ چمک نورانیت، اور گولائی میں آفتاب و ماہتاب کی مانند تھا۔

اور بہت سے صحابہ کرام علیہم الرضوان نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس طرح توصیف فرمائی ہے۔

بان وجهه الشريف مثل القمر و احسن من القمر۔	کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا روئے تاباں چاند کی طرح تھا، یا چاند سے بھی بڑھ کر حسین تھا۔
ويتلألؤ وجهه تلألؤ القمر ليلة البدر	اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا روئے انور چودھویں شب کے چاند کی مانند چمکتا تھا۔
وكانه قطعة قمر۔	اور چہرۂ اقدس گویا ماہتاب کا ایک ٹکڑا تھا۔

اور بنے انتہا صفائی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا روئے منور گویا آئینہ تھا۔

اور گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور آفتاب تھا اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسا کہ آفتاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے جہاں تاب میں گردش کر رہا ہے۔

اور جب تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے ایمان افزا پر نگاہ ڈالے گا تو تجھے یوں محسوس ہوگا گویا کہ آفتاب طلوع ہو رہا ہے۔

علاوہ بریں اور بہت سے صحابہ کرام علیہم الرضوان اسی طرح کا اظہار خیال فرماتے رہتے تھے۔

اس بارہ میں امام قسطلانی قدس سرہٗ امام بخاری و امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ وغیرہ، سے تمام صحیح روایات ذکر فرمائی ہیں۔ اور سید عالم کے شمائل شریفہ پر لمبی چوڑی گفتگو فرمائی ہے۔

پھر امام قسطلانی قدس سرہٗ نے فرمائی ہے۔ جو شخص سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم

marfat.com

کی اس عمدہ تدبیر پر غور کرے گا" جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بھٹکے ہوئے وحشی صفت، اجنبی اور نفرت انگیز طبیعت کے مالک، عربوں کے لیے فرمائی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی سختیوں کو جھیلا، اور ان کی اذیت ناکیوں پر صبر کیا، اور پھر ان سے ایسی حکمت عملی اختیار فرمائی کہ ازاں بعد وہ سبھی کے سبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطیع ہو گئے اور پھر نہ صرف یہ کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقہ بگوش ہی بن گئے بلکہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت میں اپنے اہل و عیال اور اپنے آباء و اجداد سے پوری طرح لڑائی بھی مول لے لی، اور انہوں نے آپ صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے آپ پر ترجیح دی اور آپ کی محبت رضا میں اپنے ملک و وطن، اور اپنے احباب تک کو خیرآباد کہہ دیا۔ واضح رہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی با صلاحیت تدابیر کا وقوع پذیر ہونا سراسر اعجاز ہے کیونکہ حکومت و سیاست کا نہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی سابقہ تجربہ تھا، اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گذشتہ لوگوں کی سیرت کا کبھی کسی کتاب میں مطالعہ فرمایا تھا" تو اسے معلوم و محقق ہو جائے گا کہ سب جہاں والوں سے بڑھ کر عقلمند، ذاتِ گرامی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل شریف تمام عقول سے وسیع تر ہے تو پھر یہ امر بھی لا محالہ خود بخود ثابت ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ بھی اتنے ہی وسیع ہیں کہ جس میں کسی قسم کی تنگی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق عظیم کی وسعت کا اسی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقام کی قدرت رکھنے کے باوجود حلم و بردباری سے کام لینا، اور ایذا پہنچنے پر صبر و تحمل کو اختیار فرمانا۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلم و عقل، اور قوتِ برداشت کا تیرے لیے یہی ایک سبق کافی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑنے بھڑنے والے کافروں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زبردست تکالیف پہنچائیں کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید کئے گئے، اور غزوۂ احد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا روئے تاباں

marfat.com

اتنا مجروح کر دیا کہ خونِ مبارک چہرۂ انور سے ٹپکنے لگا۔ یہی وجہ تھی جس کی بنا پر صحابہ کرام علیہم الرضوان کو یہ بات سخت ناگوار گزری، اور سبھی دبیک زباں بولے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کاش ان پر دعائے بد ہی فرما دیتے۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

انی لم ابعث لعانا ولکنی بعثت داعیاً ورحمۃ، اللھم اغفر لقومی واھد قومی فانھم لا یعلمون

میری بعثت کا مقصد کوئی لعن کرنا، یا بد دعا دینا نہیں ہے بلکہ میں تو سراپا رحمت اور داعی (الی اللہ) بن کر مبعوث ہوا ہوں (پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) الٰہی میری قوم کو ہدایت دے اور میری قوم سے درگذر فرما کیونکہ یہ جاہل ہیں۔

صحت رسالت پر دلائل و براہین

نیز امام قسطلانی قدس سرہٗ کے فرمودہ جواہر سے (مواہب کے) چوتھے مقصد میں ان کا یہ فرمان ہے۔

معلوم رہے کہ ہمارے نبی کریم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلائل کثیرہ (شاہد) ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کے ظہور پر اخبار مشہورہ موجود ہیں۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے کچھ دلائل وہ ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پاک اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت شریف اور (اسی طرح) عرب شریف میں آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کی بابت توراۃ شریف وانجیل مقدس اور دوسری کتبِ سماویہ میں پائے جاتے ہیں۔

اور (یونہی) یوم ولادت اور یوم بعثت کے وقت امور عجیبہ وغریبہ (جو سبھی کے سبھی خارق عادت تھے) کا ظاہر ہونا۔

marfat.com

مثلاً آثار کفر کا مٹنا، عربوں کے شیون، اور چہ میگوئیاں، وغیرہ کا واضح ہونا۔
اور اصحابِ فیل، اور ان کا ذلیل وخوار ہونا۔
اور اسی طرح آتش کدہ فارس کا بجھ جانا، ایوان کسری کے کنگروں کا گر پڑنا۔
دریائے ساوہ کے پانی کا خشک ہو جانا اور موبذانؒ کا خواب دیکھنا۔ (دلائل نبوت سے ہے)

اور (اسی طرح) سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف وکمالات کی بابت غائبانہ طور پر نداؤں کا سُنا جانا اور پوجے جانے والے بتوں کا سرنگوں ہونا اور ان کا اپنی اپنی جگہ سے بغیر کسی کی مداخلت کے اوندھے منہ گر پڑنا۔

علاوہ بریں، سیّد عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی (حقانیت) نبوت کی بابت آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے ایام ولادت، اور دورانِ پرورش، اور اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب نبوت پر فائز ہونے تک جو جو خوارقِ عادات امور عجیبہ ظہور پذیر ہوئے، وہ سبھی کے سبھی احادیثِ مشہورہ میں منقول ومروی ہیں۔

حالانکہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مال ودولت (وغیرہ) کا کوئی ایسا ذریعہ نہ تھا کہ جس کی طمع میں لوگوں کے دل اُدھر کو کھچتے چلے جاتے۔ اور نہ ہی کوئی ایسی

ؒ ورأى الموبذان ابلا صعابا تقود خيلا عرابا قد قطعت دجلة و انتشرت في بلادها۔

موبذان (قوم مجوس کے ایک بڑے عالم) نے خواب دیکھا کہ شتر بے مہار عربی گھوڑوں کو دھکیل رہے ہیں یہاں تک کہ دریائے دجلہ تک پہنچ گئے، اور پھر کئی شہروں میں پھیل گئے۔ (الوفا باحوال المصطفےٰ لمحدث ابن جوزی قدس سرہ)

(مترجم غفرلہٗ)

marfat.com

نوت تھی کہ جس کی بدولت لوگوں کو مطیع و منقاد بنایا جا سکتا۔

اور جس دین کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہر فرمایا، اور جس کی طرف آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو دعوت دی، اس کو غالب کرنے کے لیئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ (ہی تو کوئی) لاؤ لشکر تھا۔ (اور نہ ہی مال و زر)

بعثت کے وقت عربوں کی حالت

جب کہ (عربوں کی اخلاقی پستی کا یہ عالم تھا کہ) وہ لوگ سب کے سب تعظیم ازلام (یعنی جاہلی زمانہ کی رسوم و عادات) اور تعبد اصنام (بُت برستی) پر متفق تھے۔

اور جاہلی عصبیت و حمیت طبیعت میں راسخ تھی، اور باہمی عداوت و سرکشی، اور خون ریزی و ڈاکہ میں منہمک تھے، اور امر خیر میں اتفاق ناپید تھا اور اپنے ان گھٹیا افعال میں عاقبت کی طرف نظر ڈالتے ہی تھے۔ نہ تو انہیں کسی عذاب و سزا کا خوف تھا اور نہ ہی کسی ملامت و پشیمانی کا ڈر۔

ایسے حالات میں ایسے لوگوں کے احوال و افعال کی مصلح کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اصلاح فرمائی اور) ان کے دلوں میں باہمی محبت و الفت کی لہر دوڑا کر انہیں ایک کلمہ پر اکٹھا فرما دیا۔ یہاں تک کہ ان کی آراء متفق اور ان کے قلوب مجتمع ہو گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پھر وہی مختلف لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت میں ایک دل ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطیع و حلقہ بگوش بن گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جمالِ جاں افزا کی ایک جھلک کے شیدا بن گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اپنے شہروں اور اپنے وطنوں کو چھوڑ دیا اور اپنی قوم اور قبیلہ سے منہ موڑ لیا اور آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی حمایت میں اپنے دل و جان اور اپنے مال و منال تک کو قربان کر دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمہ کے اعزاز میں اپنے آپ کو تلواروں کے مقابل لا کھڑا کیا۔

اور اس پر طرفہ یہ کہ وہ بے سر و سامان تھے، (اولاً) نہ ہی تو ان پر مال لٹایا گیا،

marfat.com

اور (ثانیاً) نہ ہی کوئی مال و منال تھا کہ جس کے حصول کے طمع میں انہیں جد ڈال دیا جاتا۔ اور نہ ہی دنیا میں ایسی کوئی مملکت تھی جس کی بادشاہی و سرداری کا انہیں مالک و متصرف بنایا جاتا بلکہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان میں خود تصرف فرماتے کہ) غنی کو فقیر بنا دیتے اور شریف کو برابر و متواضع فرما دیتے۔

کیا ایسی جملہ باتیں، (اور ایسے تمام احوال) کسی ایسے شخص میں جمع ہو سکتے ہیں اور اسے ان کا اتفاق پڑسکتا ہے جو اختیار عقلی اور تدبیرِ فکری سے ان سب کو انجام دے سکے۔

قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان جملہ امور کو مسخر و گردیدہ بنا لیا۔ یہ جملہ باتیں وہ ہیں جن میں کوئی عقل مند شک نہیں کرسکتا۔ (اور بیقین کامل یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ) یہ امرِ الٰہی، وحی غالب، اور فیض سماوی ہے۔ قوت بشری کے ساتھ اتنی رسائی پانا از روئے عادت کے محال ہے پروردگار تبارک و تعالیٰ کی عطا کے بغیر کوئی انسان اس پر قادر نہیں ہے۔

اس کے بعد امام قسطلانی قدس سرہٗ نے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے معجزات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دلائل نبوت کا ذکر فرمایا ہے۔ اور ان کی ابتدا قرآن کریم سے کرتے ہوئے فرمایا، ان معجزات میں سے (ایک) قرآنِ کریم ہے۔ جس کے اعجاز پر سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تحدی فرمائی اور انہیں اس کے معارضہ کی دعوت دی اور اس کے ہم مثل مقابلہ یہ صرف ایک سورت ہی لانے کا چیلنج فرمایا چنانچہ وہ لوگ اس کے معارضہ و مقابلہ میں کچھ پیش کرنے سے عاجز ہو گئے۔

قرآنِ کریم مُردوں کے زندہ کرنے سے بھی بڑھ کر معجزہ

قال بعض العلماء ان الذی	بعض علماکرام نے فرمایا کہ سیدِ عالم
اورده علیه الصلوٰۃ والسلام	صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل عرب پر
علی العرب من الکلام الذی	جو کلام پیش فرمایا و رجس کی مثل

اعجزهم عن الاتيان بمثله،
اعجب في الآية واوضح
في الدلالة من احياء الموتى
وابراء الاكمه والابرص،
لانه صلى الله عليه وسلم
اتى اهل البلاغة، وارباب
الفصاحة، ورؤساء البيان،
والمتقدمين في اللسن
بكلام مفهوم المعنى
عندهم، فكان عجزهم
عنه اعجب من عجز من
شاهد المسيح عليه السلام
عند احياء الموتى لانهم
لم يكونوا يطمعون فيه ولا
في ابراء الاكمه والابرص
ولا يتعاطون علمه، وقريش
كانت تتعاطى الكلام الفصيح،
والبلاغة والخطابة، فدل
على ان العجز عنه انما كان
ليصير علما على رسالته
وصحة نبوته، وهذه

وہ لانے سے عاجز ہے، وہ کلام
دلالت وعلامت میں مردوں کے
زندہ کرنے، اور مادرزاد اندھوں،
اور کوڑھیوں کے تندرست کردینے
سے بھی بڑھ کر عجیب اور واضح تر
ہے۔ اس لیے کہ سید عالم صلی
اللہ علیہ وسلم نے اہل بلاغت، ارباب
فصاحت، اور اقلیم سخن کے مالک،
میدان فصاحت وبلاغت کے
شہسواروں پر جو کلام پیش فرمایا،
وہ مطلب ومفہوم، اور لفظ ومعنی
کے لحاظ سے ان کا جانا پہچانا تھا
(اس کے باوجود وہ اس کی
مثل لانے سے مجبور ہے۔)
لہٰذا ان کا یہ عجز اس سے کہیں
اچنبھا ہے جس نے حضرت مسیح
علیہ السلام کو مردے زندہ کرتے
ہوئے دیکھا ہے۔ کیونکہ وہ ان
باتوں کے خواہشمند نہ تھے (اور نہ
دیکھنے والوں کے لیے اس میں
کوئی چیلنج تھا۔)

marfat.com

حجۃ قاطعۃ، وبرہان واضح۔

اور نہ ہی اس تک پہنچنے کا انہیں کوئی علم تھا جب کہ کلام فصیح، اور خطابت وبلاغت قریش کا اپنا فن تھا۔ اور اس میں وہ غلبہ و مقابلہ کے خواہاں تھے (اور اس ہنر میں وہ "لمن الملک الیوم" کا نقارہ بجا رہے تھے) پس اس میں ان کا عاجز رہ جانا اس لیے تھا تاکہ ان کا یہ عجز سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحت رسالت ونبوت پر ایک علامت بن جائے (اور ان کا مقابلہ میں نہ آنا) یہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحت رسالت پر قاطع حجت اور واضح برہان ہے۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم علی الاطلاق ساری مخلوق سے زیادہ دانا ہیں

قال ابوسلیمان الخطابی قد کان صلی اللہ علیہ وسلم من عقلاء الرجال عند اهل زمانہ بل هو اعقل خلق اللہ علی الاطلاق۔

(صفحہ)

علامہ امام ابوسلیمان خطابی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے زمانہ کے لوگوں میں سب سے زیادہ دانا تھے یہی نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (قطعی طور پر) علی الاطلاق

marfat.com

اللہ جل مجدہٗ کی ساری مخلوق سے
زیادہ عقل مند تھے۔

وہ لوگ اس کی مثل لا ہی نہ سکتے تھے کیونکہ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار جل مجدہٗ کی طرف سے خبر دیتے ہوئے حتمی اور قطعی تحدی فرماتے ہوئے فرمایا۔

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا ؎ | پھر اگر نہ لاسکو اور ہم فرمائے دیتے ہیں کہ ہرگز نہ لاسکو گے۔

فلولا علمہٗ صلی اللہ علیہ وسلم بان ذالک من عند اللہ علام الغیوب وانہٗ لا یقع فیما اخبر عنہٗ خلف۔

لہٰذا اگر سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ایسا نہ ہوتا بایں طور کہ یہ اللہ جل مجدہٗ دانائے غیوب کی طرف سے ہے، تب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خبر دینے میں یہ خلافِ واقعہ نہ ہوتا (بلکہ یہ خبر دینا واقعی اور نفس الامری ہوتا۔

ورنہ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل شریف اکسی نہ ہونے والی شئی میں، قطعی طور پر اس کے ہوجانے کی (خبر دینے کی) اجازت نہ دیتی۔

اس کے بعد امام قسطلانی قدس سرہٗ نے فرمایا۔ اس میدان میں یہ جو کچھ کہا گیا ہے۔ یہ (نہ صرف) اکمل واحسن ہے۔ (بلکہ) نہایت عجیب تر و واضح ترین ہے کیونکہ سیدعالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے معارضہ میں سامنے آنے سے پہلے ہی ان کے عجز کا اعلان فرمادیا۔ اور (ساتھ ہی ساتھ) بلاغت میں (بھی) ان کے قاصر رہنے کا حتمی اور (آخری) چیلنج برقرار رکھا۔ حتیٰ کہ انھیں علی رؤس الاشہاد للکارا مگر ان میں سے

؎ پ ۱ سورۃ بقرہ ۔ آیت ۲۴

ایسا کوئی بھی نہ تھا جو باوجود، وافر دواعی اور باہمی کوشش کے معارضہ کے میدان میں اترا چنانچہ اللہ تعالیٰ علیم وخبیر نے ان کے عجز کی خبر دیتے ہوئے فرمایا۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ	تم فرماؤ اگر آدمی اور جن سب اس بات
وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ	پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن
هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ	کی مانند لے آئیں تو اس کا
بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ	مثل نہ لا سکیں گے۔

لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا[1]

چنانچہ (حقانیتِ قرآن کریم کا اعتراف کرنے کی بجائے) ان کی عمدہ ہمتوں اور اچھی وخود دار طبیعتوں نے خون ریزیوں، اور عزتوں کی پائمالی کو ہی پسند کیا۔

پھر امام قسطلانی قدس سرہٗ نے اعجاز القرآن کے وجوہ کے متعلق بہت سے فوائد نقل فرمائے ہیں۔ اور اس کے آخر میں فرمایا کہ قرآنِ کریم کی نظم وتالیف، اور اس کے شیریں اسلوب، اور اس کے صحتِ معانی، اور اس میں مذکورہ وہ امثال وعلامات و اشیاء جو کہ یوم آخرت پر دال ہیں۔ اور اس کی ماکان ومایکون سے متعلق خبریں دینا، اور اس میں ذکر کردہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے متعلق احکام، اس میں مذکورہ خون ریزیوں سے متعلق امتناعی حکم، اور رشتہ داریاں قائم رکھنے پر توجہ دلانا وغیرہا۔ (بے شمار امور) کی مثل لانے پر نہ ہی تو کوئی شخص سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں قادر ہوسکا اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی قادر ہوسکتا ہے۔

اس کی مثل لانے پر کوئی قادر بھی کیسے ہوسکتا ہے جب کہ اس کی مثل لانے سے عرب کے فصحاء وبلغاء (جو کہ فصاحت وبلاغت کی تمام صنعتوں کے حاذق وماہر تھے) اور قریش کے خطباء وشعراء وفہماء وغیرہ (جو کہ اہل بیان، ماہرینِ زبان، ائمۂ بلاغت اور شہسوارِ خطابت تھے۔) عاجز وبے بس رہے۔

---

[1] پ ۱۵ س الاسراء آیت ۸۸۔

حالانکہ وہ اس امر سے بخوبی آگاہ تھے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ادائے رسالت و نبوت سے قبل چالیس برس تک نہ ہی تو لکھنا، پڑھنا سیکھا اور نہ ہی حساب دانی کے جھمیلاں میں پڑے اور نہ ہی شعر پڑھنے، اور سحر سیکھنے کا مشغلہ اپنایا، اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی خبر کو محفوظ رکھتے تھے اور نہ ہی کوئی اثر روایت فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ جل مجدہٗ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی منزل اور کتاب مفصل سے سرفراز فرمایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس کی طرف دعوت دی اور اس کے ذریعہ ان پر حجت قائم فرمائی۔

اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا۔

قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ [1]	ترجمہ: تم فرماؤ اگر اللہ چاہتا تو میں اسے تم پر نہ پڑھتا، نہ وہ تم کو اس سے خبردار کرتا، تو میں اس سے پہلے تم میں ایک عمر گزار چکا ہوں، تو کیا تمہیں عقل نہیں۔

اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اپنی کتاب میں اس کی شہادت دی۔ چنانچہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا۔

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ [2] -	ترجمہ: اور اس سے پہلے تم کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے، اور نہ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھتے تھے، یوں ہوتا تو باطل والے ضرور شک لاتے۔

دسطور بالا سے معلوم ہو چکا ہے کہ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے اعظم و اجل معجزہ قرآن کریم ہے، رہے قرآنِ کریم کے علاوہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] پ ۱۱ س یونس آیت ۱۶ -
[2] پ ۲۱ س عنکبوت آیت ۴۸ -

marfat.com

کے معجزات "جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے چشمہ کا جاری ہونا، اور آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی برکت سے (تھوڑے) کھانے کا زیادہ ہو جانا، چاند کا شق ہونا، جمادات کا بولنا وغیرہ" تو ان میں سے کچھ تو وہ ہیں جو تحدی سے ظہور پذیر ہوئے یعنی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے معارضہ طلب کرنے پر واقعہ میں آئے۔ اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر بلا تحدی دال تھے۔ مگر (ثانی الذکر) معجزات کی یہ تمام قسمیں بھی (اسی طرح) مفید قطعیت ہیں۔ اس لیے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر خوارقِ عادات کئی باتوں کا ظہور ہوا ہے (اور وہ اسی طرح) مشہور و معروف و یقینی ہیں) جس طرح کہ شجاعت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور سخاوت حاتم (طائی) مشہور و قطعی امر ہے۔

پھر امام قسطلانی قدس سرہ نے فرمایا۔ جب تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ساطعہ، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دلائل قاہرہ اور کرامات ظاہرہ میں غور و خوض کرے گا تو تجھے معلوم ہو جائے گا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات (کائنات کی ہر ایک شئے پر حاوی ہیں چنانچہ وہ) علوی ہو یا سفلی، صامت ہو یا ناطق، متحرک ہو یا ساکن، مائع ہو یا جامد، سابق ہو یا لاحق، موجود ہو یا غیر موجود، ظاہر ہو یا باطن، جلد ہو یا بدیر سب کو شامل ہیں۔ علاوہ بریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اگر حساب کئے جائیں تو ریت کے ذروں سے بھی بڑھ جاتیں۔

اور (اسی طرح) آسمانی باتوں کے چرانے سے شیاطین کا رک جانا۔

پتھر و درخت کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرنا۔ نیز شجر و حجر کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دینا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیادت کے ساتھ مخاطب کرنا۔

تنے کا گریہ کرنا، آفتابے، پیالے اور چھاگل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی مبارک سے پانی کا پھوٹ پڑنا۔

چاند کا شق ہونا، نابینائی کے بعد بینائی کا بحال کر دینا، شتر ناشاد کا فریادی

marfat.com

ہونا، اگرگ وشتر ماده کا بولنا۔

اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد (حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ) کی پیشانی تک مسلسل ومتوارث آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور انور چمکتے رہنا۔

اور ان کے علاوہ وہ معجزات جن سے کتب متداولہ پُر ہیں، اور جو ناقلین کی روایت میں آچکے اگر ہم انھیں گننے لگ بیٹھیں تو ان کی گنتی میں عمریں بیت سکتی ہیں اور اگر سب اگلے پچھلے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مناقب اکٹھے کرنے شروع کر دیں تو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کمالات کے شمار سے عاجز رہ جائیں جو اللہ جل مجدہٗ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے منتخب فرمائے ہیں۔ حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بحر اوصاف وکمالات کے ساحل تک پہنچ جانے والا بھی چند مفاخر کا ہی احاطہ کر سکے گا۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک محب کا یہ کہنا بہت درست ہے۔

وَعَلٰی تَفَنُّنِ وَاصِفِیْهِ بِوَصْفِهٖ — اور حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصف کے متعدد ومختلف
یَفْنَی الزَّمَانُ وَفِیْهِ مَا لَمْ یُوْصَفٖ — فنون اور بے شمار خوبیاں بیان کرنے والے پر زمانہ ختم ہو جائے
گا لیکن حضور پُرنور میں ایسی صفات رہیں گی جو ابھی تک بیان کرنا باقی رہیں گی۔

اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں یوں کہنا بالکل بجا ہے۔

فَمَا بَلَغَتْ کَفُّ امْرِیٍٔ مُتَنَاوِلٍ — حضور پُرنور کی مجد وعظمت کو کسی شخص نے نہیں پایا، اگر کسی نے
مِنَ الْمَجْدِ اِلَّا وَالَّذِیْ نَالَ اَطْوَلُ — اس کی جھلک بھی پائی ہے تو یہ اس سے بڑھ کر اور عظیم تر ہے
وَلَا بَلَغَ الْمُهْدُوْنَ فِی الْقَوْلِ مِدْحَةً — ہے، اور نہ ہی بلاغت یافتہ لوگ حضور پُرنور کی کما حقہ مدح
وَلَوْ حَدَّ قُوْا اِلَّا الَّذِیْ فِیْهِ اَفْضَلُ — کر سکے اگر انھوں نے انتہائی حذق ودانش سے بھی کام
لیا تو حضور کے فضائل ومناقب اس سے بھی بڑھ کر ہیں۔

امام العارفین سیدی محمد وفا قدس سرہٗ کے اس ارشادِ گرامی پر ان کے لیے خیر کثیر ہے۔

"مَاشِئْتَ قُلْ فِیْهِ فَاَنْتَ مُصَدَّقٗ" — تم جو چاہو حضور پُرنور کی صفت ونعت میں کہو کیونکہ تم اس طرح
"فَالْحُبُّ یَقْضِیْ وَالْمَحَاسِنُ تَشْهَدُ" — سچ کہو گے کیونکہ محبت کا تقاضا اور محاسن اس کے شاہد ہیں۔

marfat.com

اور امام ادیب شرف الدین بوصیری قدس سرہٗ نے تو نہایت ہی بدیع اور عمدہ تخیل پیش فرماتا ہے ۔جب کہ امام موصوف نے فرمایا ۔

دَعْ مَا ادَّعَتْهُ النَّصَارٰی فِی نَبِیِّهِمْ
وَاحْکُمْ بِمَا شِئْتَ مَدْحًا فِیهِ وَاحْتَکِمْ

وہ بات چھوڑ دو جو عیسائی اپنے نبی حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بارہ میں دعویدار ہیں (یعنی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں شان الوہیت ماننا) اور اس کے سوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت جو چاہو فیصلہ کرو اور جو چاہو حکم لگاؤ ۔

وَانْسُبْ اِلٰی ذَاتِهٖ مَا شِئْتَ مِنْ شَرَفٍ
وَانْسُبْ اِلٰی قَدْرِهٖ مَا شِئْتَ مِنْ عِظَمٍ

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کی طرف اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر عالی کی جانب جو شرف وعظمت چاہو منسوب کرو ۔

فَاِنَّ فَضْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَیْسَ لَهٗ
حَدٌّ فَیُعْرِبَ عَنْهُ نَاطِقٌ بِفَمٖ

کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی کی ایسی کوئی حد ہے ہی نہیں کہ جس کو کوئی فصیح البیان (شخص) ظاہر کر سکے ۔

(مطالب اشعار کا خلاصہ) مقصد یہ کہ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی غایت درجہ تعریف کرنے والے جس قدر بھی چاہیں تعریف کریں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر محدود فضل وشرف تک ان کی رسائی نہیں ہو سکتی ۔

چنانچہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت شیخ المشائخ عمر بن فارض رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو خواب میں دیکھا تو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا گیا کہ جناب! آپ نے سید عالم

marfat.com

صلے اللہ علیہ وسلم کی (بطریقِ نظم) تعریف و توصیف کیوں نہ فرمائی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

اَرٰی کُلَّ مَدْحٍ فِی النَّبِیِّ مُقَصِّرًا۔ وَاِنْ بَالَغَ الْمُثْنِیْ عَلَیْهِ وَاَکْثَرَا۔ اِذَا اللّٰهُ اَثْنٰی بِالَّذِیْ هُوَ اَهْلُهٗ۔ عَلَیْهِ فَمَا مِقْدَارُ بِالْمَدْحِ الْوَرٰی۔

میرے نزدیک حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و توصیف جس قدر بھی کی جائے وہ کم اور معمولی ہے خواہ واصف اور مدح کرنے والے انتہائی مبالغہ اور بکثرت مدح کرے۔ جب اللہ نے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس طرح مدح فرمائی کہ جس کے آپ اہل تھے تو کائنات اور مخلوق کی کیا طاقت اور قدر کہ وہ حضور پرنور کی مدح و توصیف کریں۔

شیخ الاسلام بدر الدین زرکشی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے شعراء متقدمین، جیسے ابو تمام، بحتری اور ابن رومی وغیرہا میں سے کسی نے بھی سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح و توصیف میں خیال آفرینی کی کوشش نہیں کی۔ اس لیے کہ ان شعراء کے نزدیک سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی توصیف و تحمید ان کے مقصود سے کہیں زیادہ پیچیدہ و مشکل ہے۔ کیونکہ (مدح پر محمول ہونے والے) معانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ عُلیا سے کہیں فروتر ہیں اور جملہ) اوصاف (جہاں تک تصور میں آسکتے ہیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصف سے کمتر ہیں۔ اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں تمام مبالغے کم ہی ہیں اسی لیے ایک بلیغ شخص پر میدانِ نظم تنگ ہو جاتا ہے۔

اور یہ امر پایۂ تحقیق تک پہنچا ہوا ہے کہ اگر کسی شخصیت کے بارہ میں تمام مبالغہ آمیز تعریفیں اختیار کر لی جائیں تو پھر بھی وہ سب کی سب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں صادق ہی آئیں گی۔ حتی کہ بھی شعراء سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات پر ہی اعتماد کرتے ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امداح کو ہی اپنے مقصود کا موضوع بناتے ہیں

اس کے بعد امام قسطلانی قدس سرہٗ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے معجزات پر کلام فرمایا ہے۔

marfat.com

سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص

نیز امام قسطلانی قدس سرہٗ کے فرمودہ جواہر سے کتاب کے اسی چوتھے مقصد میں ان کا یہ فرمان ہے۔

معلوم رہے کہ اللہ جل مجدہٗ میرے اور تیرے قلب وجگر کو مقدس ومنور فرماتے، اللہ تعالیٰ وتقدس نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چند ایسی اشیاء سے مخصوص فرمایا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل کسی بھی نبی علیہ السلام کو نہ مل سکیں اور جو کوئی شی کسی نبی محترم کی خصوصیت قرار پائی تو (اس کا ظہور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور طریقہ سے ہوا یعنی) اس شی کی مانند سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دی گئی (جیسے احیاء موتیٰ و تسخیر کائنات وغیرہ۔

(انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ) سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جامع کلمات دیئے گئے۔

اور (انہی خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ) سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی پیغمبر تھے جب کہ حضرت آدم علیہ السلام ہنوز جسم و روح کے مابین تھے۔

جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوّت فقط ان کے زمانۂ رسالت و نبوت تک ہی محدود رہی۔ اور جب سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ مرتبہ و مقام عطا کیا گیا۔ تو اسی سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کامل، اور ہر انسان آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے فیض یافتہ ہے۔

اللہ جل مجدہٗ امام ادیب شرف الدین بوصیری قدس سرہٗ کے درجات بلند فرمائے انہوں نے کیا ہی عمدہ فرمایا ہے۔

وکل آیٍ اتی الرسل الکرام بہا فانما اتصلت من نورہٖ بھم۔	تمام معجزے جو الوالعزم پیغمبر لائے وہ ان کو سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے نور سے حاصل ہوتے۔
فانہٗ شمس فضل ھم کواکبھا	کیونکہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم

marfat.com

يظهرون انوارها للناس في الظلم ۔

بزرگی کے خورشید تاباں ہیں اور تمام انبیاء علیہم السلام اس آفتاب جہاں تاب سے نور لینے والے سیارے ہیں۔ جو لوگوں کو اپنی تابانیاں تاریکی میں دکھاتے ہیں۔

انبیاء سابقین کے روپوش ہونے کی وجہ

(تشریح) علامہ ابن مرزوق قدس سرہٗ نے فرمایا: کہ (مذکورۃ الصدر اشعار کا) مطلب یہ ہے کہ پیغمبرانِ کرام علیہم السلام میں سے جس کسی کو بھی کوئی معجزہ ملا تو وہ انہیں سید عالمیان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے ہی حاصل ہوا۔ امام ادیب بوصیری قدس سرہ کا یہ مصرعہ کتنا ہی عمدہ ہے۔ "فانما اتصلت من نوره بهم" (جس کا مطلب یہ ہے) کہ جب سے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نور ازلی کا فیضان ہوا تو وہ اس وقت سے مسلسل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بلا کم وکاست ساتھ رہا (اور اس سے کوئی شے گھٹی نہیں)، یہی وجہ ہے کہ سب پیغمبروں کے معجزات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی نور کا پرتو تھے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فضل و شرف کا آفتاب ہیں۔ اور سب انبیائے کرام علیہم السلام اس آفتاب نبوت کے جگمگاتے ستارے ہیں۔ یعنی ظلمتوں میں لوگوں کو اپنی تابانیاں دکھانے والے یہ درخشندہ ستارے اسی آفتاب کے انوار کا مظہر ہیں۔

اور یہ امر بھی واضح ہے کہ بالذات ستارے روشن نہیں ہوتے بلکہ روشنی دینے میں یہ آفتاب کے محتاج ہوتے ہیں اور آفتاب کے چھپنے کے بعد اسی کے نور کے مظہر ہوتے

آفتابِ فضل وعظمت آپ اسیارے وہ سب
نور سیاروں کا تاریکی میں ہوتا ہے عیاں

marfat.com

ہیں۔

پس (اسی طرح سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود گرامی کے ظہور سے پیشتر سب انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل و شرف کے ہی مظہر تھے۔ یعنی سب انبیاء کرام علیہم السلام ستارہائے درخشاں کی مانند سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور انور سے منوّر ہو کر عالمِ ظہور میں جگمگاتے رہے۔ اور ان حضرات سے جتنے بھی انوار و (برکات) ظہور پذیر ہوتے رہے تو وہ سب سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی نور کا فیضان اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وسیع مدد کا ثمرہ تھے (اسی لیے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے آفتاب نے طلوع اجلال فرمایا تو وہ حضرات روپوش و مخفی ہو گئے، اور علماء و اولیاء جو اس آفتاب نبوت کے ذرے ہیں" چمک اٹھے، کیونکہ جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو ستارے چھپ جاتے ہیں اور ذرے چمک اٹھتے ہیں) اور (اس پر طرّہ یہ کہ) اس فیضان کے دینے میں کسی شئی کی کمی بھی واقع نہیں ہوتی۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فیضان کا ظہور سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام میں اس وقت ہوا جب کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ جل مجدہٗ نے اپنا خلیفہ منتخب فرمایا اور آپ علیہ السلام کو جمیع اسماء کا علم عطا فرمایا، اور آپ علیہ السلام کا یہ وصف سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصف "جامع کلمات" کا مظہر ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے وہ تمام اسماء ان فرشتوں پر ظاہر فرما دیئے جو یہ کہتے تھے۔

اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ[1]

کیا ایسے کو (نائب) کرے گا جو اس میں فساد پھیلائے گا اور خون ریزی کرے گا۔

پھر مسلسل زمین میں خلفاء آتے رہے۔ یہاں تک کہ سلسلہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم شریف کی صورت میں موجود ہوا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی منزلت کا اظہار ہو پھر

---

[1] پ ۱ س بقرہ آیت ۳۰۔

marfat.com

جب سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا آفتاب کی طرح بروز ہوا تو ہر ایک کا نور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور میں چھپ گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دیگر انبیائے کرام علیہم السلام معجزات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کے تحت گم ہو گئے اور سب کی رسالتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صُلبِ نبوت میں شامل ہو گئیں اور سبھی کی نبوتوں کے پرچم رسالت کے تحت ہیں۔

فلم یعط احد منھم کرامۃ او فضیلۃ الا وقد اعطی صلی اللّٰہ علیہ وسلم مثلھا۔ (صنا)

انبیاء علیہم السلام میں سے جس کسی کو بھی کوئی فضیلت یا کرامت دی گئی تو اس کی مثل (بلکہ اس سے دگنی) سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی عطا فرمائی گئی۔

فضائلِ مشترکہ

حضرت آدم علیہ السلام اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت آدم علیہ السلام کو یہ کرامت دی گئی کہ اللہ جل مجدہٗ نے انہیں اپنے دستِ مبارک سے پیدا فرمایا۔

لیکن ہمارے حضور اکرم سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کمال عطا کیا گیا کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کا شرح صدور فرمایا اور اللہ جل مجدہٗ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شرح صدور کا متولی بنا، اور صدرِ انور میں ایمان و حکمت کو پیدا فرمایا اور یہی خلق نبوی ہے۔

اور اس طرح اللہ جل مجدہٗ حضرت آدم علیہ السلام کے خلق وجودی کا، اور ہمارے رسول محتشم سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق نبوی کا متولی ہوا۔

چونکہ حضرت آدم علیہ السلام کی پشت میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جوہر نورانی تھا، اور اسی مقصود کی تخلیق کی خاطر حضرت آدم علیہ السلام کو خلافت

marfat.com

سے سرفراز فرمایا گیا۔

تو حضور اکرم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم (گویا) مقصودِ تخلیق ہیں۔ اور حضرت آدم علیہ السلام وسیلۂ تخلیق، اور (یہ بات واضح ہے کہ مقصود وسیلہ سے پہلے ہوتا ہے۔

امام فخرالدین رازی قدس سرہٗ نے اپنی تفسیر میں روایت فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کا سجود ملائک ہونا بدیں وجہ سے تھا کہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں تاباں تھا۔

خیر کثیر ہے یہ فرمانے والے کے لیے۔

"تجلیتَ جلّ اللّٰہُ فِی وجہ آدم — اللہ بزرگ و برتر ہے آپ نے آدم کے چہرۂ انور میں تجلی فرمائی اور جب فرشتوں
فصلی لہٗ الا ملاکُ حین توسلوا" نے وسیلہ پکڑا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام عرض کیا۔

امام فاکہانی قدس سرہٗ سے حکایت کرتے ہوئے ابوعثمان الواعظ قدس سرہٗ نے روایت کیا کہ انہوں نے کہا میں نے امام سہل بن محمد قدس سرہما کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اس عظمت و شرافت سے سرفراز فرمایا جو اِنَّ اللّٰہ وملائکتہٗ یصلون علی النبی الآیہ" میں مذکور ہے، وہ اس عظمت سے کہیں بڑھ کر جامع و تام ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کے مسجود ملائکہ ہونے میں ہے کیونکہ (اللہ تعالیٰ سجدہ کرنے میں فرشتوں کے ساتھ شامل نہ تھا) یہ جائز نہیں کہ اللہ جل مجدہٗ بھی سجدہ کرنے میں فرشتوں کے ساتھ شامل ہو، لیکن سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام بھیجنے میں اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ہمراہ ہے۔ لہٰذا ایسی شرافت و عظمت جو اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور مسلمانوں کے اشتراک سے صادر ہو وہ اس شرافت سے کہیں بڑھ کر بلیغ ہے، جس کے ساتھ صرف فرشتگاں مختص ہیں[1]

اس کے بعد امام قسطلانی قدس سرہٗ نے لکھا اور انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات و

---

[1] لازماً یہ عظمت و فضیلت اور رفعت و کمال اتم، اجمع، اکمل و اعلیٰ و اشرف ہے۔

(مترجم غفرلہٗ)

marfat.com

فضائل ذکر فرمائے ہیں اور پھر ان میں سے ہر ایک کے مقابل، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ معجزات و فضائل ذکر فرماتے ہیں جو یا تو ان کے مماثل ہیں یا ان سے بڑھ کر ہیں۔ لیکن میں نے وہ فضائل اس کتاب میں اس سے پہلے حافظ ابو نعیم قدس سرہٗ کے فرمودات میں ذکر کر دیئے ہیں (جو کہ "جواہر البحار" حصہ اول میں ہیں) اس لیے اب اس جگہ میں نے ان کا ذکر کرنا "مواہب" سے ضروری نہیں سمجھا۔

فضائل و کرامات

امام قسطلانی قدس سرہٗ کے فرمودہ جواہر سے "مواہب لدنیہ" کے چوتھے مقصد میں ان کا وہ فرمان ہے جو انہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مخصوص فضائل و کرامات کا ذکر فرمایا ہے۔

(چنانچہ امام قسطلانی قدس سرہٗ نے ذکر فرمایا کہ) سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تخلیق کے لحاظ سے اولین پیغمبر ہیں۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی نبی تھے جب کہ حضرت آدم علیہ السلام ہنوز مابین روح و جسد تھے۔ اسے امام ترمذی قدس سرہٗ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ اول ہیں کہ جنہوں نے "روزِ الست" میں عہد و پیمان باندھا اور اس روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے سب سے پہلے "الست بربکم" کے جواب میں "بلیٰ" (ہاں) فرمایا۔ (یعنی اس روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار فرمانے والے ہیں) اسے امام "ابو سہل القطان" قدس سرہٗ نے روایت کیا ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور جمیع عالم کی آفر کا مقصود اصلی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا وجود اقدس ہے۔ اسے امام بیہقی قدس سرہٗ وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

جیسا کہ علامہ ابن عساکر قدس سرہٗ نے حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے

marfat.com

روایت کیا کہ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی اللہ جل مجدہٗ نے عرش معلیٰ اور ہر ایک آسمان پر ایک جنت اور ہر ایک جنتی شئے پر مکتوب فرمایا ہے۔

انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر مابعد تک تمام پیغمبروں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کرنے کا عہد لیا۔ جس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں مذکور ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ۔[1]

اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا۔ جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں۔ پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔

حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر بعد تک جتنے بھی پیغمبر مبعوث فرمائے تو ان میں سے ہر ایک سے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت یہ عہد لیا کہ اگر اس کی زندگی میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوں تو وہ ان کی نصرت و اعانت کے ساتھ ساتھ ان پر ایمان بھی لائیں۔ پھر ہر ایک رسول (اپنے اپنے وقت میں) اپنی قوم سے بھی یہ عہد لیتا تھا۔ کہ جب بھی نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوں تو وہ ان پر ایمان لائیں اور ان کی تائید کریں۔

---

[1] پ ۳ س آل عمران آیت ۸۰۔

marfat.com

انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ گذشتہ تمام (آسمانی) کتابوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بشارتیں واقع ہیں۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب شریف میں (از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ) تا حضرت آدم علیہ السلام کبھی بھی کوئی خلافِ حیا شے واقع نہیں ہوئی۔ اسے امام بیہقی قدس سرہٗ وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ کے وقت تمام بت سرنگوں ہو گئے[1] اسے امام خرائطی نے روایت کیا ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ختنہ شدہ، ناف بریدہ، اور غیر آلودہ، پاک وصاف تولد ہوئے۔ اسے امام طبرانی، امام ابن سعد قدس سرہما نے روایت کیا ہے۔

انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدا ہوتے ہی سجدہ کیا بایں طور کہ انگشتِ شہادت اٹھی ہوئی تھی، اور نظر مبارک بسوئے آسمان بلند تھی اسے امام ابونعیم قدس سرہٗ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے روایت کیا ہے

انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ بوقت ولادت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک ایسا نور ملاحظہ فرمایا جس سے شام کے تمام محلات روشن ہو گئے۔ اسی طرح دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کی ماؤں نے بھی اسی طرح کے انوار ملاحظہ فرمائے۔ اسے امام الائمہ احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے۔

ابن سبع قدس سرہٗ نے خصائص میں ذکر کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گہوارے کو فرشتے جھلایا کرتے تھے۔

---

[1] فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے فرمایا ؎

تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجرے کو جھکا
تیری ہیبت تھی کہ ہر بُت تھرتھرا کر گر گیا

marfat.com

ابن طغرل بیگ نے "نطق المفہوم" وغیرہ میں روایت کیا کہ مہد میں چاند آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کیا کرتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جدھر اشارہ فرماتے چاند اُدھر ہی جھک جاتا تھا۔ ؎

ابن سبع اور علامہ واقدی نے روایت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گہوارے میں کلام فرمایا ہے۔

انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دھوپ میں بادل سایہ فگن رہا کرتے تھے ۔ اسے امام ابونعیم اور امام بیہقی قدس سرہما نے روایت کیا ہے۔

انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ جب کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی درخت کی جانب متابعت فرماتے تو اس کا سایہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھک جاتا تھا اسے امام بیہقی قدس سرہٗ نے روایت کیا ہے۔

امام مسلم قدس سرہٗ وغیرہ (محدثین) نے روایت کیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدر شریف کا شق ہونا ہے۔

انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ہر عضو مبارک کو قرآنِ کریم میں ذکر فرمایا ہے۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر کا ذکر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے۔

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ ؎

دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔

نیز اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی میں بھی قلب منور کا ذکر ہے۔

نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ اسے روح الامین لے کر اترا تمھارے دل پر۔

؎ مجدد مائتین اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہٗ نے اس روایت کی کیا ہی نفیس ترجمانی فرمائی ہے۔

چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

؎ پ ۲۷ س نجم آیت ۱۰۔

marfat.com

عَلٰی قَلْبِكَ [۱]۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک کا ذکر ان آیتوں میں ہے ۔

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی [۲]۔ — اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے ۔

فَاِنَّمَا یَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ [۳]۔ — تو ہم نے اسی قرآن کو تمہاری زبان آسان کیا ۔

چشم اقدس کا بیان اس ارشادِ گرامی میں ہے ۔

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی [۴]۔ — آنکھ کسی طرف نہ پھری اور نہ حد سے بڑھی ۔

چہرۂ انور کا ذکر اس آیت میں ہے ۔

قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ [۵]۔ — ہم دیکھ رہے ہیں تمہارا بار بار آسمان کی طرف منہ کرنا ۔

دستِ اقدس اور گردن مبارک کا ذکر اس آیت کریمہ میں ہے ۔

وَلَا تَجْعَلْ یَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰی عُنُقِكَ [۶]۔ — اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ ۔

پشت اقدس اور صدر منور کا ذکر اس آیت میں ہے ۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِیْ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ [۷]۔ — کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا ، اور تم پر سے تمہارا وہ بوجھ اتار لیا جس نے تمہاری پیٹھ توڑی تھی ۔

---

[۱] پ ۱۹ س شعرا آیت ۱۹۲

[۲] پ۲۷ س نجم آیت ۳ ۔

[۳] پ۲۵ س دخان آیت ۵۸ ۔

[۴] پ۲۷ س نجم آیت ۱۸

[۵] پ۲ س بقرہ آیت ۱۴۴

[۶] پ۱۵ س بنی اسرائیل آیت ۲۹ ۔

[۷] پ۳۰ س انشراح آیت ۱ ، ۲ ، ۳

marfat.com

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اسم "محمود" سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی "محمد" صلی اللہ علیہ وسلم "مشتق فرمایا ہے۔ جیسا کہ امام بخاری قدس سرہ نے اپنی "تاریخ صغیر" میں علی ابن یزید سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا "ابو طالب" (اکثر) یوں کہا کرتے تھے۔

"وشق له من اسمه ليجله فذو العرش محمود وهذا محمد صلى الله عليه وسلم"	عزت افزائی کے طور اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی اپنے نام نامی سے نکالا ہے۔ عرش والا تو "محمود" ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم "محمد" ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

نوٹ: مشہور یہ ہے کہ یہ شعر حضرت حسان ابن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا ہے۔

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی "احمد" صلے اللہ علیہ وسلم بھی خصائص سے اور اس نام کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل کوئی بھی موسوم نہ تھا۔

انہی خصائص میں سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شب باشی تو بن کھائے پیئے فرماتے مگر صبح کو سیر ہوتے ہوئے تشریف فرما ہوتے۔ (وجہ یہ ہے کہ) اللہ جل مجدہٗ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنتی کھانا، پینا، کھلاتا، پلاتا تھا۔

انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پس پشت بھی ایسا ہی دیکھتے تھے جس طرح سامنے سے دیکھتے تھے۔ اسے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کی تاریکی میں بھی ایسا ہی دیکھتے تھے جیسا کہ دن کی روشنی میں۔ اسے امام بیہقی قدس سرہٗ نے روایت کیا ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب مبارک کھاری پانی کو شیریں بناتا اور شیر خوار بچے کو دودھ سے بے نیاز کر دیتا تھا۔ اسے امام ابونعیم قدس سرہٗ اور امام بیہقی قدس سرہٗ نے روایت کیا ہے۔

انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی پتھر پر چلتے تو آپ صلی

marfat.com

اللہ علیہ وسلم کے دونوں قدم مبارک (کے نشان) پتھر میں نقش ہو جاتے تھے۔

اور انہی خصائص میں سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز مبارک اتنی دور تک سنائی دیتی تھی جہاں تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کی آواز نہیں پہنچ سکتی تھی۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں تو سوتی تھیں مگر قلبِ اطہر بیدار رہتا تھا۔ اسے امام بخاری قدس سرہٗ نے روایت کیا ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی جماہی نہیں لی (اور نہ ہی کبھی انگڑائی لی) اسے امام ابن ابی شیبہ قدس سرہٗ اور دوسروں نے روایت کیا ہے۔

واضح رہے کہ یہ خصوصیت سب انبیاء کرام علیہم السلام میں مشترک ہے۔

بروایت امام طبرانی قدس سرہٗ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی بھی احتلام نہ ہوا اور نہ ہی کسی اور پیغمبر علیہ السلام کو۔

امام ابو نعیم قدس سرہٗ نے روایت کیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ مبارک مشک (و عنبر) سے زیادہ خوشبودار تھا۔

امام بیہقی قدس سرہٗ نے روایت کیا کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب دراز قامت لوگوں کے درمیان چلتے (یا بیٹھتے) تو ان سب سے دراز تر معلوم ہوتے تھے۔

ولم یقع لہٗ ظل علی الارض ولم رُدی لہٗ ظل فی شمس ولا فی قمر۔ (ص ۱۲)

اور انہی خصائص سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا اور نہ ہی کبھی دھوپ اور چاندنی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ دیکھا گیا۔

امام فخر الدین رازی قدس سرہٗ نے نقل فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں پر کبھی بھی مکھی نہ بیٹھتی تھی

نہ مکھی جب کپڑوں پر نہیں بیٹھ سکتی تھی تو لامحالہ جسم اقدس پر بھی نہ بیٹھتی ہوگی۔ (مترجم غفرلہٗ)

marfat.com

حجازی، ابن سبع، وسبتی، وغیرہ قدست اسرارہم نے نقل کیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے کہ مچھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خون مبارک نہ چوس سکتا تھا۔ اور نہ ہی جوں (کھٹمل، پسو وغیرہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی گزند پہنچاتے تھے۔

برکات ولادت وبعثت

سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت کہانت کا منقطع ہونا، اور شیاطین کا (چوری چھپے) خبریں سننے سے (باز رہنا اور) آسمانوں کا محفوظ ہو جانا، اور شیاطین کا شہاب ثاقب سے مرجوم ہونا، بھی انہی خصائص میں سے ہے (جیساکہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ شیاطین آسمانوں سے محجوب نہ تھے (یعنی ان کی آمد ورفت جاری رہتی تھی) اور وہ آسمانوں میں گھس جاتے تھے، اور وہاں سے خبریں لے آکر کاہنوں کو بتا دیا کرتے تھے۔ (اور پھر کاہن ان میں اپنی طرف سے جھوٹ وافتراء ملا کر لوگوں کو سنایا کرتے تھے) پھر جب حضرت عیسے علیہ السلام پیدا ہوئے تو (آپ کی ولادت کی برکت سے) شیاطین کو تین آسمانوں سے روک دیا گیا۔ لیکن سید عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی برکت سے انہیں سبھی آسمانوں سے روک دیا گیا جب بھی کوئی شیطان آسمانی باتیں چرانے کی کوشش کرتا ہے تو شہاب سے اسے مارا جاتا ہے۔ یعنی آگ کی چنگاریوں سے، اور وہ شہاب کبھی ضائع نہیں جاتا۔

اور انہی خصائص سے یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے شب اسریٰ میں زین ولگام سے (مرصع) براق لایا گیا۔ جب کہ دیگر انبیاء علیہم السلام براق کی برہنہ پشت پر ہی سوار ہوئے ہیں۔

اور انہی خصائص سے یہ ہے کہ راتوں رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد حرام سے مسجد اقصےٰ تک لے جایا گیا، اور وہاں سے مقام اعلیٰ تک عروج دیا گیا۔ اور (وہاں) اللہ جل مجدہٗ کی بڑی بڑی نشانیاں دکھائی گئیں، اور معراج میں چشم اقدس کو ماسوا سے محفوظ رکھا گیا۔ حتیٰ کہ آنکھ مبارک نہ جھپکی اور نہ بے راہ ہوتی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سب انبیاء کرام علیہم السلام کو حاضر کیا گیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اور

marfat.com

فرشتگان کی امامت فرمائی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت و دوزخ کا معائنہ کرایا گیا یہ تمام روایات امام بیہقی قدس سرہٗ کی طرف منسوب ہیں۔

کلام و رؤیت کی خصوصیت

انھیں خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچشم سر اللہ جل مجدہٗ کا دیدار کیا اور اللہ جل مجدہٗ نے آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے کلام و رؤیت دونوں کو جمع فرمایا اور ہمکلامی بھی مقام رفیع و اعلیٰ میں ہوئی جب کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ شرف ایک پہاڑ (یعنی طور) پر حاصل ہوا۔

معیت ملائکہ کی خصوصیت

اور انھی خصائص میں سے یہ ہے کہ جس جگہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سیر فرماتے تو فرشتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک کے پیچھے پیچھے چلتے تھے۔ نیز (یہ خصوصیت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے کہ) فرشتوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں غزوۂ بدر و حنین میں قتال بھی کیا ہے۔

وجوب صلوٰۃ و سلام کی خصوصیت

اور انھی خصائص میں سے یہ ہے کہ ہم پر سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام پڑھنا واجب ہے جیسا کہ آیت ان اللہ وملائکتہٗ الخ اس کی شاہد ہے جب کہ یہ کہیں بھی منقول نہیں کہ پہلی اُمتوں پر بھی یہ لازم تھا کہ وہ اپنے انبیاء علیہم السلام پر صلوٰۃ و سلام پڑھیں۔

اور انھی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتاب عزیز دی گئی حالانکہ (یہ امر مسلم ہے کہ) کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم امی تھے۔ نہ تو آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی سے کچھ پڑھا لکھا اور نہ ہی آپ کسی مدرسہ میں گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب کی خصوصیات

اور انھی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب کو تبدیل و تحریف سے محفوظ رکھا گیا ہے۔ حالانکہ بے شمار زندیقوں، ملحدوں اور معطلہ نے خاص کر قرامطیوں نے اس سلسلہ میں تبدیلی و تغیر کی (سر توڑ) کوشش کی مگر اس کتاب کے نور میں سے کسی شئے کے مٹانے میں کامیاب نہ ہو سکے اور نہ ہی اس کے احکام میں سے کسی کلمہ میں تغیر پیدا کر سکے،

marfat.com

اور نہ ہی اس کے حروف میں سے کسی حروف کے بارہ میں مسلمانوں کے اندر اشتباہ پیدا کر سکے جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:۔

لَا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ[1] — باطل کو اس کی طرف راہ نہیں نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے۔

(نیز) سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب (عزیز) ان تمام چیزوں پر مشتمل ہے جن پر تمام آسمانی کتابیں تھیں، اور یہ گزرے ہوئے زمانوں کی خبروں، گذشتہ مٹی ہوئی اُمتوں کی حالتوں، اور ان احکام و شرائع کی جامع ہے جن کا آج کل نام و نشان تک نہیں اور اہلِ کتاب کے علماء میں سے صرف چند ایک ہی ایسے ہیں جنہوں نے پڑھنے پڑھانے میں ساری عمر یں ختم کر کے ان کا تھوڑا۔ بہت حال معلوم کیا ہو۔ (ورنہ اہل کتاب کی اکثریت، علوم الٰہیہ، اور شرائع سابقہ سے نابلد تھی) اور اللہ تعالےٰ نے اس کے سمجھنے والے کے لیے بھی اس کو قریب الفہم بنا دیا ہے۔ (بشرطیکہ عربی سمجھنے کی تھوڑی بہت سوجھ بوجھ رکھتا ہو) جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا ہے۔

وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ[2] — اور بے شک ہم نے آسان کیا قرآن یاد کرنے کے لیے۔

یعنی قرآنِ کریم حفظ کے لحاظ سے آسان کیا گیا ہے) جب کہ دوسری امتوں میں سے کوئی ایک بھی اپنی کتاب کو حفظ نہ کر سکا چہ جائیکہ ایک جم غفر یاد کرے۔ برسہا برس گزر نے کے باوجود آج بھی قرآنِ کریم بچوں (جوانوں، بوڑھوں) تک کو اس قدر آسان ہے کہ تھوڑی سی مدت میں حفظ کر لیتے ہیں۔

نیز ہماری آسانی اور سہولت کے لیے اور ہماری شرافت وشفقت کی خاطر اور ہماری عزت افزائی کے لیے اسے "سات حروف" پر نازل کیا گیا۔

---

[1] پ ۲۴ س حم سجدہ آیت ۴۲ [2] پ ۲۷ س قمر آیت ۱۷

(۳ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

marfat.com

قرآن کریم (کی ہی یہ خصوصیت ہے کہ یہ) ہمیشہ رہنے والا معجزہ ہے اور یہ تا ابد رہے گا۔
اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب کی حفاظت و نگہداشت
کی ذمہ داری خود اللہ جل مجدہٗ نے اپنے ذمہ لی ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ
وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ [1]

بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔

مطلب یہ کہ تحریف یا کمی بیشی سے اس کی محافظت فرمائی گئی ہے۔
قرآنِ کریم کی صفت میں اس کی نظیر اللہ جل مجدہٗ کا یہ ارشادِ گرامی ہے۔

لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ
يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ [2]

باطل کو اس کی طرف راہ نہیں نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے، (یعنی کسی طرح اور کسی جہت سے بھی باطل اس تک راہ نہیں پا سکتا، اور تغیر و تبدیلی کمی و زیادتی سے محفوظ ہے، شیطان

(حاشیہ صفحہ گذشتہ سے)

فقیر مترجم غفرلہٗ نے حضرت عارف باللہ تعالیٰ سیدی ابوالبرکات سید احمد قادری قدس سرہٗ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ابنِ ہشام نامی ایک بزرگ "شام" میں ہو گزرے ہیں جنہوں نے صرف "تین دن" کے اندر قرآنِ کریم حفظ کیا ہے۔

نیز مجدد ملت اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے صرف "ایک ماہ" کے اندر قرآنِ کریم حفظ فرمایا ہے۔

نیز فقیر مترجم غفرلہٗ نے بتائید ایزدی صرف "چھ ماہ ستائیس" دن میں قرآنِ عزیز حفظ کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔

[1] پ ۱۴ س حجر آیت ۹

[2] پ ۲۴ س حم سجدہ آیت ۴۲۔

اس میں تصرف کی قدرت نہیں رکھتا۔)

اور مجمل مجدہٗ کا یہ ارشاد گرامی ۔

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ	"اور اگر وہ غیر اللہ کے پاس سے ہوتا تو ضرور
لَوَجَدُوا فِيْهِ اخْتِلَافًا	اس میں بہت اختلاف پاتے"۔
كَثِيْرًا ۝ لے	

محافظت قرآن کی کیفیت

قرآنِ کریم کی محافظت کی کیفیت میں محققین کا اختلاف ہے۔ بعض نے فرمایا کہ قرآنِ کریم کی محافظت کے لیے اسے انسان کے کلام سے بالکل مبائن و معجز بیان کیا گیا ہے۔ تاکہ لوگ اس میں کمی بیشی سے عاجز رہیں۔ یہاں تک کہ اگر کوئی ذرہ برابر بھی اس میں زیادتی یا کمی کرتا ہے تو قرآنِ کریم کا نظم (و اسلوب فوراً) بدل جاتا ہے۔ جس سے ہر ایک سمجھ دار پر واضح ہو جاتا ہے کہ یہ کلمہ قرآن کریم کا نہیں ہے۔

اور بعض فرماتے ہیں کہ لوگ قرآن کریم سے کسی قسم کا فتور پیدا کرنے، اور اس کے ابطال سے عاجز ہیں بلکہ اختتامِ دنیا تک لوگوں میں ایک جماعت ہمیشہ اس کی تدریس و حفاظت پر کمر بستہ رہے گی ۲؎

اور بعض فرماتے ہیں (اس کا حفظ کرنا بھی اسباب حفاظت میں سے ہے) کہ اگر کوئی اس کے کسی حرف اور نقطہ میں بھی تبدیلی کرتا ہے تو اہلِ دنیا فوراً پکار اٹھتے ہیں کہ یہ غلط ہے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی بارعب بزرگ بھی ایک حرف یا ایک نقطہ تک میں تبدیلی و کمی بیشی کر دے تو بچے تک اس کی غلطی کو پکڑ لیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں اے شیخ تو نے غلط کہا ہے اور صحیح اس طرح ہے (اسی لیے) اس کی مثل دوسری کتابوں میں ایسی کوئی مثال نہیں پائی جاتی۔ بلکہ ایسی سابقہ کوئی کتاب ہے ہی نہیں کہ جس میں تصحیف و تحریف و تغیر موجود نہ ہو (تو غلطی کا پکڑنا کیا،) جب کہ قرآنِ عزیز کو اللہ تعالےٰ نے ان آفات سے محفوظ فرما دیا ہے۔ باوجودیکہ

لے پ ۵ س نساء آیت ۸۲

۲؎ جیسے علماء و مشائخ اہلِ سنت کی جماعتِ کثیرہ۔

یہودیوں، عیسائیوں، اور دیگرے دینوں نے اس کے ابطال وفتور میں کوششِ بسیار وسعی بلیغ کی ہے۔ اور اب جب کر ۸۹۸ھ سال گزر چکے ہیں یعنی "مؤلف مواہب" امام قسطلانی قدس سرہٗ کے وقت تک اور اب جب کر ۱۳۲۵ھ سال گزر چکے ہیں، مگر قرآنِ کریم الحمد للہ حفظ وحفاظت میں (دن بدن) ترقی وزیادتی پر ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو آیت الکرسی سورۂ فاتحہ، سبع طوال، اور مفصل سورتوں کے ساتھ مخصوص فرمایا۔ جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ان الفاظ کے ساتھ روایت موجود ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے سورۂ بقرہ کی آخری آیات دی گئیں جو عرش کے خزانوں میں سے (ایک خزانہ) ہیں۔ ان کے ساتھ میں ہی مخصوص ہوں کسی اور پیغمبر کو اس کی مثل نہیں دی گئیں اور مجھے "تورات" کے قائم مقام "سبع مثانی" اور "انجیل" کے قائم مقام دو سو آیتوں والی سورتیں، اور "حوامیم" "زبور" کے قائم مقام دی گئیں۔ اور مفصل سورتوں کے ساتھ مجھے برتری دی گئی۔ اسے امام ابو نعیم قدس سرہٗ نے دلائل میں ذکر کیا ہے۔

اور "ام القرآن" یعنی سورۂ فاتحہ ہی "سبع مثانی" ہے جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے امام بخاری قدس سرہٗ نے روایت کیا ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو (تمام) خزانوں کی کنجیاں عطا فرمائی گئی ہیں۔

بعض (ائمہ) نے فرمایا کہ خزائن سے مراد اجناسِ عالم ہیں۔ (کہ تمام رزق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ اقتدار کے سپرد فرمایا اور ظاہر و باطن کی تربیت و قوت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرحمت فرمائی) جس طرح غیب کی کنجیاں علم الٰہی کے دستِ قدرت میں رہیں کر

لہ یعنی مولفِ جواہر البحار، امام نبہانی قدس سرہٗ کے وقت تک، اور اب ۱۴۰۲ھ سال ہو رہے ہیں مگر قرآنِ کریم کی آن و شان میں روز افزوں اضافہ ہی ہو رہا ہے۔

(مترجم غفرلہٗ)

marfat.com

ذاتی علم غیب اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اسی طرح ان کے رزق و قسمت کے خزانے حضور سید کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں عطا فرماتے۔ اس لیے کہ اللہ جل مجدہٗ نے قانون یہ بنا دیا ہے۔ کہ جسے جو بھی ملے گا وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہی ملے گا جن کے دستِ اقدس میں اجناسِ عالم کے خزائن ہیں۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جامع کلمات دیئے گئے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں کی طرف مبعوث ہوئے ہیں اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت سب لوگوں کو شامل ہے پس جو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سنے گا تو اس کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا واجب ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ جب اجنہ نے قرآنِ کریم تلاوت ہوتے ہوتے سنا تو فوراً بول اٹھے۔

يَا قَوْمَنَا أَجِيبُوا دَاعِيَ اللهِ وَآمِنُوا بِهِ الآیہ ۔[1] — اے ہماری قوم اللہ کی منادی کی بات مانو اور اس پر ایمان لاؤ۔

معلوم ہوا کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت جن و انس سب کے لیے عام ہے۔ (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم رسول الثقلین ہیں) اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ رحمت "کہ جس کے ساتھ آپ صلے اللہ علیہ وسلم سارے عالم کی طرف بھیجے گئے ہیں" بھی عام ہے۔ اس لیے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت سے کوئی حصّہ نہ پائے تو وہ اس کا اپنا قصور ہوگا اور یہ قابل کی جہتِ قابلیت پر محمول ہے جس طرح آفتاب کی روشنی، کہ ان کی کرنیں زمین پر ہی پڑتی ہیں (مگر) اب جو آدمی آفتاب کی روشنی سے کسی کھوہ یا کسی سایۂ دیوار میں چھپ جائے تو (یہ امر اسی پر محمول کیا جائے گا کہ) اس شخص نے اپنے پر خورشید جہانتاب کی کرنوں کو قبول نہیں کیا۔ اور اس کے نور سے اعراض کیا ہے۔ لہٰذا اس کے اس طرزِ عمل سے آفتاب پر کوئی اعتراض لازم نہیں آئے گا۔

---

[1] پ ۲۶ س احقاف آیت ۳۱

marfat.com

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ماہ کی مسافت میں رعب (دبدبہ و خوف و ہیبت) سے مدد فرمائی گئی۔ اور یہ بھی واضح رہے کہ مہینہ نام ہے حرکتِ قمر کی اس مقدار کا جو فلکِ محیط کے درجات کو شامل ہو۔ جب کہ سیدِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے دشمنوں کے دلوں میں آپ نے عموم رعب کی وجہ سے قطعِ مسافت کے اعتبار سے قطع منازلِ قمر سے بڑھ کر کہیں تیز رفتار ہیں۔

انما جعلت الغاية شهر الان لم يكن بين بلده عليه الصلوٰة والسلام و بين احد من اعدائه اكثر من شهر۔ ص۱۴۲	ایک ماہ کی مسافت تک مدد کی تخصیص اس لیے کی گئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر مقدس اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعداء کے شہروں کی مسافت ایک ماہ سے زیادہ نہ تھی۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے غنائم کو حلال فرمایا گیا حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی کے لیے بھی غنائم حلال نہ تھیں۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لیے تمام روئے زمین سجدہ گاہ اور ذریعہ طہارت (اس سے تیمم مراد ہے) بنا دی گئی۔ یعنی ہر جگہ نماز ادا کرنا درست ہے اور کسی خاص جگہ کو سجدہ کے لیے مخصوص نہیں کیا گیا۔

اور حضرت عمرو ابن شعیب قدس سرہٗ کی روایت کے یہ الفاظ زائد ہیں۔

وكان من قبلی انما كانوا يصلون فی كنائسهم۔	اور مجھ سے پہلے لوگ اپنے اپنے کلیساؤں میں نماز پڑھا کرتے تھے۔

دائمی معجزہ

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک دائمی معجزہ ہے جو قیامت تک رہے گا۔ جب کہ دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزے وقتی تھے۔ (جو ان کی حیاتِ دُنیوی تک رہے) اور پھر ختم ہو گئے۔ اب ان کے معجزات صرف روایات میں باقی رہ گئے ہیں۔ (وہ بھی اگر قرآن کریم تصدیق نہ کرتا تو اخبار و سیر میں بھی ان کا وجود ناپید ہوتا) جب کہ قرآن کریم ایک ایسا (سراپا) معجزہ ہے کہ جس کی

marfat.com

حجت قاہرہ اور معارضہ ممتنعہ ہمیشہ تک ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات سے بڑھ کر تھے۔ قاضی عیاض مالکی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا اکثر ہونا (اظہر واشہر ہے اور اس پر دلیل) یہ قرآن کریم ہے جو سراسر معجزہ ہے اور اس میں کم از کم جو اعجاز ہے وہ اس کی چھوٹی سے چھوٹی سورۃ کوثر ہے اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۔ ہے یا اس کی مقدار کوئی اور آیت (اب جائے غور ہے کہ قرآن کریم میں چھوٹی سے چھوٹی آیت سورۃ کوثر ہے) جس میں دس سے کچھ اوپر کلمات ہیں اور قرآن کریم میں ستتر ہزار سے کچھ اوپر کلمے ہیں پس اگر سورۃ کوثر کی مقدار کلمات قرآن کریم کے اجزاء بنائے جائیں تو قریباً سات ہزار ہوں گے جن میں سے ہر ایک جزء فی نفسہٖ معجزہ ہوگا پھر اگر اس کی بلاغت اور اس کا اسلوب واخبار غیب وغیرہا، وجوہ اعجاز پر غور کیا جائے تو سات ہزار کی تضعیف ہو جائے گی تو پھر حساب کر لیا جائے کہ ایک قرآن کریم میں کتنے معجزے ہوں گے۔ لہٰذا براہین واعداد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات پر حاوی نہیں ہو سکتے۔ (اور نہ ہی ان کے افراد کا احاطہ انسانی طاقت سے ہو سکتا ہے)

اور انہی خصائص میں سے، چاند کا پھٹنا، پتھروں کا سلام کرنا، اور تنے کا فراق میں گریہ کرنا ہے۔ جیسا کہ ابن عبد السلام قدس سرہٗ وغیرہ نے ذکر فرمایا۔

اور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے پانی کا پھوٹنا بھی خصائص سے ہے اور اس کی مثل اور انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی کے لیے بھی ثبوت نہیں ہے۔

انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں و رسولوں علیہم السلام کے خاتم ہیں۔ (یعنی آخری ہیں) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت دائمی ہے جو قیامت تک رہے گی اور دوسرے سارے نبیوں کی شرائع کی ناسخ ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی اُمّتوں سے زیادہ ہیں۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ اگر انبیاء کرام علیہم السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پاتے تو ان سب پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع واجب ہوتی۔

marfat.com

جنات کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرسل ہونا بالاتفاق خصائص سے ہے۔
دو قولوں میں سے ایک کی بنا پر آپ صلے اللہ علیہ وسلم فرشتوں کے بھی رسول ہیں۔
اور امام سبکی قدس سرہٗ نے اسی کو ترجیح دی ہے ۔ (اور وجہ ترجیح میں یہ آیت پیش کرتے ہوئے فرمایا ۔ اللہ تعالے نے فرمایا ۔

تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ	بہت ہی بابرکت ہے جس نے اپنے بندے
عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ	پر قرآن نازل فرمایا تاکہ اہل حال کو
لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا [۱]	ہدایت کرے ۔

اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ یہاں "عبد" سے مراد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے ، اور ماسوی اللہ عالم ہے جو تمام مکلفین کو شامل ہے لہٰذا اس میں جن وانس اور فرشتے بھی داخل ہیں ۔ (اس لیے آپ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رسول الثقلین کے علاوہ رسول الملائکۃ بھی ہیں ۔)
اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالے نے قرآن کریم میں انبیاء کرام علیہم السلام کو ان کے ناموں سے مخاطب فرمایا ہے (مثلاً) یاآدم ، یانوح ، یا ابراھیم ، یا داؤد ، یازکریا ، یایحییٰ ، یا عیسےٰ (علیہم السلام وغیرہا) مگر سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو (کنایہ سے خطاب فرمایا) اس طرح خطاب نہ فرمایا (بلکہ یوں خطاب فرمایا ہے) یاایہاالرسول ، یاایہاالنبی ، یاایہاالمزمل ، یاایہاالمدثر ، صلی اللہ علیہ وسلم ۔
اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ امت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی لے کر پکارنا حرام قرار دیا گیا ہے ۔ جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا :

لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ	مومنو! پیغمبر کے بلانے کو ایسا خیال
بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ	نہ کرنا جیسا تم آپس میں ایک دوسرے
بَعْضًا [۲]	کو بلاتے ہو ۔

---

[۱] پ ۱۸ سورۃ الفرقان آیت ۱ [۲] پ ۱۸ سورۃ نور آیت ۶۳ ۔

marfat.com

یعنی سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح نام لے (مثلاً یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم) مت بلاؤ جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کو مکانوں کے پیچھے بلند آواز سے پکارتے ہو۔

ولکن قولوا یا رسول ، یا نبی اللہ ، مع التوقیر والتواضع وخفض الصوت ۔ (ص۱۵)

بلکہ (آپ صلے اللہ علیہ وسلم کو کسی صفتی نام سے پکارو اور یوں) کہو "یا رسول اللہ"، یا نبی اللہ"، (یا حبیب اللہ"، وغیرہ) صلے اللہ علیہ وسلم" (نہایت) ادب وانکسار اور نیچی آواز سے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بلند آواز سے گفتگو کرنا حرام ہے۔ جیساکہ اللہ تعالے نے فرمایا :

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ [1]

اے اہلِ ایمان ! اپنی آواز پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کرو اور جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو (اس طرح) ان کے روبرو زور سے نہ بولا کرو (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ جب اللہ جل مجدہٗ کا یہ ارشاد "لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ"، نازل ہوا تو حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے اس قدر آہستہ کلام فرمایا کرتے تھے کہ جس طرح کوئی اپنے محرم راز سے سرگوشی کر رہا ہو۔

اور مروی ہے کہ حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہٗ اس قدر آہستہ

---

[1] پ ۲۶، س حجرات، آیت ۲،

marfat.com

کلام عرض کیا کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دوبارہ دریافت کرنا پڑتا تھا۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حجرۂ مبارک کے باہر سے آواز دینا بھی حرام تھا۔

جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُنَادُوۡنَكَ مِنۡ وَّرَآءِ الۡحُجُرٰتِ اَکۡثَرُهُمۡ لَا یَعۡقِلُوۡنَ [1]

جو لوگ تم کو حجروں کے باہر سے آواز دیتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں۔

کیونکہ عقلاً حسنِ ادب اور مراعاتِ حشمت کا مقتضا یہی ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ جل مجدہٗ کے حبیب ہیں اور محبت و خلت (اور کلام و رویت) کے جامع ہیں۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگانی، رسالت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے اور شہر کی قسم فرمائی ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے ہے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے وحی کی تمام اقسام کے ساتھ کلام کیا گیا ہے۔

ہبوط اسرافیل علیہ السلام

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور نیچے آئے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی بھی پیغبر کے پاس نہ آئے تھے۔

امام طبرانی قدس سرہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میرے پاس آسمان سے وہ فرشتہ آیا جو مجھ سے پہلے کسی نبی کے پاس نہ آیا تھا اور نہ میرے بعد آئندہ کسی کے پاس آئے گا۔" اور وہ فرشتہ حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں۔" پھر انہوں نے عرض کیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردگار کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف فرستادہ

---

[1] پ ۲۶، س حجرات آیت ۴۔

marfat.com

ہوں۔ اس نے مجھے یہ پیغام دے کر بھیجا ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ جل مجدہٗ کی طرف سے یہ بتا دوں کہ اللہ تعالٰے فرماتا ہے۔) میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے ساتھ عبدیت اپنائیں یا نبوت کے ساتھ بادشاہت پسند کریں۔ پھر میں نے حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف (بطور مشورہ لینے کے) دیکھا تو انہوں نے مجھے متواضع رہنے کا اشارہ کیا۔ پس اگر میں کہہ دیتا کہ میں نبی و بادشاہ بن کر رہنا چاہتا ہوں تو سونے کے پہاڑ میرے ہمراہ چلا کرتے۔ٓ

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن تمام اولادِ آدم علیہ السلام کے سردار ہیں۔ (جیساکہ) امام مسلم قدس سرہٗ نے بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ "انا سید ولد آدم یوم القیامۃ" میں قیامت کے دن اولادِ آدم علیہ السلام کا سردار ہوں گا" کے الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے۔

اور امام ترمذی قدس سرہٗ نے بروایت حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ نقل کیا کہ فرمایا۔

انا سیّد ولد آدم یوم القیامۃ ولا فخر، وبیدی لواء الحمد ولا فخر۔	میں قیامت کے روز اولادِ آدم علیہ السلام کا سردار ہوں گا، اور یہ فخر نہیں ہے اور میرے ہاتھ میں حمد کا پرچم ہوگا" اور یہ فخر نہیں۔

اور یہ اس لیے فرمایا تاکہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالٰی کی جانب سے جو سیادت و فضیلت کرامۃً حاصل ہے، اللہ تعالٰی اس نعمت کو بیان فرما دے، (نیز اس میں) اُمّت

ٓ یہاں شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ نے اتنا اور تحریر فرمایا کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام ایک یا دو بار ہی نہیں آتے بلکہ وہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک کے ہمیشہ حاضر باشیوں میں سے تھے۔ (مدارج تشریف)

(مترجم غفرلہٗ)

marfat.com

کے یلے بھی اطلاع ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسب و مرتبہ پر ایمان رکھے۔ اسی یلے آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ولا فخر" یعنی میری یہ خصلت اپنی حاصل کردہ نہیں ہے بلکہ یہ فضل و کرامت اللہ جل مجدہ کی جانب سے ہے میں اسے از خود نہ پاؤں گا، اور نہ ہی ایسی قوت از خود مجھے حاصل ہوگی کہ جس پر میں فخر کر سکوں۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے طفیل تمام اولین و آخرین کے ذنوب کو بخشا۔

شیخ عزالدین بن عبدالسلام قدس سرہما نے فرمایا کہ یہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی خصوصیت ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے (دنیا میں) آپ صلے اللہ علیہ وسلم کو آمرزش کی خبر دے دی جب کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام میں سے کسی اور کے یلے اس قسم کی بشارت منقول نہیں ہے۔ اسی پر دلیل، ان حضرات کا محشر میں نفسی نفسی کہنا ہے۔

علامہ ابن کثیر نے "سورۂ فتح" کی اس آیت "ماتقدم من ذنبک وما تاخر" کی تفسیر میں فرمایا۔ اس وصف میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور کوئی دوسرا شریک نہیں ہے (یعنی اس وصف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی منفرد ہے۔)

امام ابو یعلیٰ، امام طبرانی، امام بیہقی قدست اسرارہم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہٗ سے روایت کیا کہ آپ رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا۔

بے شک اللہ جل مجدہٗ نے سید عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام آسمان والوں اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر برتری عطا فرمائی ہے۔ (حاضرین جن سے آپ رضی اللہ عنہٗ ہمکلام تھے۔) بولے! آسمان والوں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برتری کیا ہے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا (وہ یوں کہ) آسمان والوں کے یلے اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا ہے:

وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّیْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ۔[۱] — ان میں جو کوئی کہے کہ میں اللہ کے سوا معبود ہوں تو اسے ہم جہنم کی سزا دیں گے۔

---

[۱] پ ۱۷، سورۂ انبیاء آیت ۲۹

marfat.com

جب کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت فرمایا۔

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۔ بے شک ہم نے تمہارے لیے روشن فتح فرما

لِّيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ ۔ دی تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے

مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ[1] ۔ اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔

جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے برأت کا اعلان فرما دیا۔

(حاضرین پھر) بولے! انبیاء کرام علیہم السلام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فوقیت کیا ہے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ انبیاء کرام کے بارے فرماتا ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ[2] ۔ اور ہم نے ہر رسول اس کی قوم ہی کی زبان میں بھیجا۔

(یعنی ان کی رسالت عالمگیر نہ تھی، بلکہ مخصوص قوم اور مخصوص بستی کی طرف ہوا کرتی تھی)

اور سید عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت فرمایا:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ[3] ۔ اور اے محبوب ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے، (جس میں واضح فرما دیا کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت و بعثت عالمگیر ہے)

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ جل مجدہٗ کے نزدیک اکرم الخلق (علی الاطلاق) ہیں۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں اور رسولوں اور مقرب فرشتوں (اور کل ملائکہ) سے افضل ہیں۔

---

[1] پ ۲۶ سورۃ الفتح آیت ۱ [2] پ ۱۳ سورۃ ابراہیم آیت ۱۱، ۲، [3] پ ۲۲۔ سورۃ سبا آیت ۲۸،

امام مسلم قدس سرہٗ نے حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہٗ سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرین (یعنی ہمزاد) کا اسلام لے آنا بھی انہی خصائص میں سے ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے (بر تقدیر تسلیم وقوع) خطا جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ اسے ابن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ماوردی قدس سرہٗ نے روایت کیا ہے۔

اور ایک جماعت نے کہا کہ (امورِ اجتہادی میں) نسیان بھی جائز نہیں "بشرح مسلم" میں امام نووی قدس سرہٗ نے اسے بیان کیا ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ قبر میں میت سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سوال ہوتا ہے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رہا فتنۂ قبر! تو وہ میری ہی بابت آزمائش و پرسش ہوگی۔ پس جب مردِ صالح کو اس کی قبر میں بٹھایا جائے گا۔ تو پھر اس سے پوچھا جائے گا کہ یہ شخص جو تم میں مبعوث ہوئے کون ہیں؟ تو وہ کہے گا، یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ "الحدیث" اسے امام الائمہ احمد و امام بیہقی قدس سرہما نے روایت کیا ہے۔

انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات سے نکاح حرام ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ[1] اور اس کی بیبیاں اُن کی مائیں ہیں۔

یعنی حرمت میں وہ ماؤں کی طرح ہیں۔ اُمت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان سے نکاح حرام قرار دیا گیا۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم و خصوصیت کے سبب سے ہے اور اس لیے بھی کہ ازواج مطہرات آخرت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج ہوں گی۔

---

[1] پ ۲۱ س الاحزاب آیت ۶۔

marfat.com

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ازواجِ مطہرات کی حرمت کا سبب، آپ صلے اللہ علیہ وسلم کا قبر شریف میں زندہ ہونا ہے۔

اور انہی خصائص میں سے وہ بھی ہے جسے ابنِ عبدالسلام قدس سرہما نے شمار کیا ہے۔ کہ یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھائی جائے۔ جب کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کے ساتھ قسم کھانا جائز نہیں۔ ابن عبدالسلام قدس سرہما نے فرمایا۔ لازم ہے کہ یہ جواز صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی مخصوص، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی مقصود ہو کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمیع اولادِ آدم علیہ السلام کے سردار ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی قسم دوسرے انبیاء کرام، اور فرشتگان، اور اولیاء عظام کے ساتھ کھانا روا نہیں۔ کیونکہ ان میں سے اور کوئی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درجہ میں نہیں ہے۔ لہٰذا یہ جواز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علو مرتبہ و درجہ کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی مخصوص ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادیوں کی اولاد کی نسبت آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف کی جاتی ہے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے بارے میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "ان ابنی ھذا سید" "بے شک میرا یہ فرزند سید ہے"

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ قیامت کے دن ہر ایک کا سبب و نسب غیر مفید ہوگا۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کل سبب و نسب ینقطع یوم القیامۃ الا سببی و نسبی۔	میرے سبب و نسب کے سوا قیامت کے دن ہر ایک کا سبب و نسب ختم ہو جائے گا۔

(واضح رہے کہ) نسب سے اولاد مراد ہے اور سبب سے سسرالی رشتہ مراد ہے۔

اور انہی خصائص سے یہ ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاجزادیوں کی موجودگی میں کسی اور سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

marfat.com

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ جس محراب کی طرف حضورِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اس میں اجتہاد سے دائیں بائیں ہونا جائز نہیں۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ جس نے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اس نے یقیناً بلا شک و شبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی دیکھا کیونکہ شیطان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں متمثل نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ مسلم شریف کی حدیث میں ہے:

من رآنی فی المنام فسیرانی فی الیقظۃ۔ — جس نے مجھے بحالت خواب دیکھا تو وہ عنقریب مجھے بیداری کی حالت میں دیکھے گا۔

اس کے بعد امام قسطلانی قدس سرہٗ نے "مواہب" میں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بحالت بیداری و خواب کی رویت پر لمبا چوڑا کلام کیا ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی پر نام رکھنا، مبارک اور دنیا و آخرت میں سودمند ہے (جیسا کہ) ہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (قیامت کے دن) دو بندے بارگاہِ ایزد تعالیٰ کے سامنے کھڑے کئے جائیں گے جب اللہ جل مجدہٗ انھیں جنت میں داخل فرمانے کا حکم فرمائے گا۔ تو وہ دونوں عرض کریں گے۔ اے پروردگار! ہمیں جنت کا مستحق کس چیز نے بنایا؟ جب کہ استحقاقِ جنت کے لیے ہم نے کوئی عملِ خیر نہیں کیا۔ اس پر اللہ جل شانہٗ فرمائے گا تم داخلِ جنت ہو جاؤ اس لیے کہ میں نے اپنی ذات کی قسم کھائی ہوئی ہے کہ جس شخص کا نام "احمد" اور "محمد" (صلے اللہ علیہ وسلم) ہوگا اسے دوزخ میں داخل نہیں کروں گا۔

سیدِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی کنیت ابوالقاسم "صلے اللہ علیہ وسلم" پر کنیت رکھنا کسی کے لیے بھی جائز نہیں۔ اس کا نام محمد ہو یا کوئی اور۔

اور بعض ائمہ نے اسم مبارک اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت دونوں کو اکٹھا کر کے نام رکھنے کو مکروہ خیال کیا ہے۔ اور ایک ایک کر کے رکھنے کو جائز کہا ہے۔ یہی

marfat.com

قول زیادہ صحیح ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اس مسئلہ میں کئی مذہب ہیں۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے مطلقاً ممنوع فرمایا ہے۔

اور امام مالک رضی اللہ عنہ نے مطلقاً جائز فرمایا ہے۔

اور تیسرا مذہب یہ ہے کہ ابوالقاسم نام رکھنا اس شخص کے لیے جائز ہے جس کا نام محمد نہیں ہے۔

اور جو حضرات مطلقاً جائز کہتے ہیں وہ ممانعت کو (حیاتِ طیبہ کی حالت کے ساتھ) مخصوص مانتے ہیں۔

حدیث رسول اللہ صلی علیہ وسلم، پڑھنے پڑھانے اور سننے کے آداب

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے وقت (غسل کرنا اور) خوشبو استعمال میں لانا مستحب ہے۔ نیز حدیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھتے وقت آواز کو بلند نہ کیا جائے بلکہ پست رکھا جائے جس طرح کہ حیاتِ طیبہ میں جب گفتگو ہوتی تو آواز پست رکھی جاتی تھی۔ اور (حدیثِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آدابِ قرات میں سے یہ ہے کہ) اونچی جگہ پر پڑھی جاتے۔

قرائت حدیث کے لیے امام مالک رضی اللہ عنہ کا ادب

ہم نے حضرت مطرت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے روایت فرمایا جب لوگ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کے پاس آتے تو آپ رضی اللہ عنہ پہلے نوکرانی کو باہر بھیج کر دریافت کرواتے کہ شیخ سے کیا (پوچھنا) چاہتے ہو؟ آیا حدیث شریف یا مسائلِ (شرعیہ)؟ اگر آنے والے مسائل کہتے تو فوراً باہر تشریف لے آتے۔ (اور انھیں مسائل تعلیم فرما دیتے) اور اگر لوگ حدیث شریف سننے کی استدعا کرتے تو پہلے آپ رضی اللہ عنہ غسل خانے میں جا کر غسل فرماتے، نیا لباس پہنتے، خوشبو لگاتے، سر پر عمامہ باندھتے، چادر اوڑھتے،

marfat.com

کرسی بچھائی جاتی، پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ باہر تشریف لاتے اور کرسی پر جلوس فرماتے، اور خشوع و وقار کے ساتھ حدیث مبارک پڑھتے، اور حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فراغت تک مسلسل "عود" کی دھونی لگتی رہتی۔ (اور آپ کے ادب کی ایک یہ بھی خصوصیت تھی کہ) حدیث شریف پڑھانے کے سوا آپ کرسی پر نہ بیٹھا کرتے تھے۔

ابن ابی اویس قدس سرہٗ نے فرمایا اس بارہ میں جب آپ سے کہا گیا تو آپ اللہ عنہ نے فرمایا۔ یہ مجھے بہت پسند ہے کہ حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت برقرار رہے۔ اسی لیے میں باوضو اور باوقار طریقہ سے حدیث بیان کرتا ہے۔

کہا گیا ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ادب کا یہ طریقہ حضرت سعید ابن مسیب رضی اللہ عنہٗ سے اخذ فرمایا ہے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ، اور حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ، اور بزرگوں کی ایک اور جماعت بے وضو قرأتِ حدیث کو مکروہ جانا کرتے تھے۔

اور حضرت امام اعمش رضی اللہ عنہ کی تو یہ عادت مبارکہ تھی کہ جب آپ بے وضو ہو جاتے تو تیمم کر لیتے تھے۔

اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پاک، حدیثِ پاک، اسم گرامی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ پاک کے سننے کے وقت، ویسا ہی احترام، تعظیم، اور توقیر لازم ہے جیسی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک کی حاضری میں تھی۔

قرأتِ حدیث شریف کے وقت کسی کے لیے (بطورِ تعظیم) کھڑا ہونا مکروہ ہے۔

امام ابن الحاج قدس سرہٗ نے "المدخل" میں فرمایا کہ یہ اس لیے ہے کہ اس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب و احترام پر دوسرے کو ترجیح ملتی ہے، اور یہ کہ غیر کی طرف توجہ کرنے سے آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف میں رکاوٹ لازم آتی ہے جو کہ قلت ادب و احترام کی مشعر ہے۔ خاص کر بدعتی (اور فاسق و فاجر) کے لیے قیام (سخت ہی) سوئے ادبی ہے۔ جب کہ سلف صالحین کی یہ عادت تھی کہ احترام

marfat.com

حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر نہ تو حدیث شریف چھوڑتے، اور نہ ہی کسی قسم کی حرکت کیا کرتے تھے حتی کہ اگر ان کے جسم پر کوئی تکلیف پہنچ جاتی تو وہ اس تکلیف رسی پر مکمل تحمل و برداشت کا مظاہرہ کرتے :

بے مثل ادب کی ایک نادر مثال

اور تیرے لیے امام الائمہ مالک رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہی کافی ہے جب کہ آپ رضی اللہ عنہ کے جسم شریف پر (قراءتِ حدیث کے دوران) سترہ مرتبہ بچھو نے ڈنک مارا مگر آپ رضی اللہ عنہ نے جنبش تک نہ فرمائی اور حدیثِ رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کی خاطر بچھو کے کاٹنے کی تکلیف کو برداشت فرماتے رہے۔ حالانکہ (شرعاً) آپ معذور تھے، اگر دورانِ قراءت جنبش فرما بھی لیتے تو کوئی حرج نہ تھی۔ مگر توقیر حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر آپ (برابر) صبر و تحمل فرماتے رہے۔

اب (اسی سے یہ بھی واضح ہوا کہ ان حضرت سے) یہ کیسے متصور ہو سکتا تھا کہ بلا ضرورت یا کسی مبتدع کے لیے قیام فرماتے، یا کسی مبتدع کے لیے قطع حدیث کرتے ہوئے کوئی حرکت کرتے خصوصاً جب کہ غیر معتاد اور غیر مناسب کلام کی صورت حال پیشِ نظر ہوتی۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ جس شخص نے ایک لمحہ کے لیے بھی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی (یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں بیٹھ گیا) تو اس کے لیے (شرفِ) صحابیت ثابت ہے[1] بخلاف تابعی کے کہ اس کی تابعیت اس وقت تک ثابت نہ ہوگی جب تک کہ وہ عرصۂ دراز تک مصاحبت اختیار نہ کرے۔ اہلِ اصول کے نزدیک یہی قول صحیح ہے۔ اور یہ فرق اس لیے ہے تاکہ منصب نبوت کی عظمت و

---

[1] جب کہ عرف و عادت میں عرصۂ دراز تک ہم نشینی اختیار کرنے کو مصاحبت کہتے ہیں مگر یہاں ایک نظر بھی میسر آجائے تو صحابیت حاصل ہو جاتی ہے۔

(مترجم غفرلہٗ)

marfat.com

نورانیت کا امتیاز برقرار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک نگاہِ پاک اگر اجڈ اعرابی پر پڑ جائے تو (اس کی تاثیر یہ ہے کہ) وہ حکمت و دانائی کی باتیں کرنے لگتا ہے۔

محدثین کی خصوصیت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف پڑھانے والوں کے چہرے ہمیشہ چمکتے دمکتے رہیں گے۔[1]

صحابہ کرام کی خصوصیت

سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عادل ہیں۔ (جیسا کہ) کتاب و سنت کی ظاہری نصوص ان کے عدل پر شاہد (عادل) ہیں۔ اسی لیے ان کی عدالت میں کسی اور کے بارہ میں بھی کسی طرح کی بھی، بحث و تمحیص نہیں ہے جائے گی۔ جیسا کہ حدیث شریف کے دیگر رُواۃ کی بابت ہر ایک کے بارے میں بحث کی جاتی ہے جس طرح اللہ جل مجدہٗ نے اس وقت کے موجودین سے خطاب فرماتے ہوئے فرمایا۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا ۔[2] اور بات یونہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب اُمتوں سے افضل۔

(اس آیت میں) "وَسَطًا" بمعنی "عدولاً" (یعنی عادل) ہے۔

نیز سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لا تسبوا اصحابی فو الذی	میرے صحابہ کو بُرا مت کہو، مجھے قسم
نفسی بیدہٖ لو انفق	ہے اس ذات کی جس کے دستِ
احدکم امثل احد	قدرت میں میری جان ہے۔ اگر

---

[1] جیسے حضرت جیلانی میاں صاحب بریلوی قدس سرہٗ اور حضرت محدثِ اعظم سید محمد سردار احمد صاحب قدس سرہٗ اس خصوصیت کی زندہ مثال تھے۔ یہی حال اہلِ سنت کے دیگر محدثین کا بھی ہے۔ (مترجم غفرلہٗ)

[2] پ، سورۃ البقرہ، آیت ۱۴۳۔

marfat.com

ذهبا ما بلغ مد احدهم ولا نصیفہ۔	تم میں سے کوئی ایک احد پہاڑ کے برابر، سونا خرچ کرے تو وہ ان کے ایک مُد (جو) بلکہ نصف مد کی بھی (ثواب میں) برابری نہ کر سکے گا۔

نیز سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"سب سے بہتر لوگ میرے زمانہ کے ہیں۔ پھر وہ جو ان سے متصل ہیں۔ پھر وہ جو ان سے متصل ہیں"۔[1]

صحابہ کرام علیہم الرضوان کی عدالت پر بہت سی آیات (قرآنیہ) اور کثیر احادیث (نبویہ صلے اللہ علیہ وسلم) دال ہیں۔ اسی لیے (اہلِ سنّت وجماعت کا) تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عادل ہونے پر اجماع (واتفاق) ہے۔ اگرچہ ان میں سے بعض پر فتنوں وغیرہ میں ابتدا کی نسبت ہے۔ مگر پھر بھی ان کے بارہ میں حسنِ ظن رکھنا واجب ہے کیونکہ شورشیں اور فتنے، ان کے اجتہاد وتاویل میں خطا واقع ہونے کی بنا پر ہوئے ہوں گے۔[2]

کیونکہ ان حضرات کا سیّد عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے اوامر (ونواہی) کو غایت درجہ بجا لانے، ممالک کے فتح کرنے، اور (وہاں کے) باشندوں میں کتاب وسنت (کی روشنی) پھیلانے، اور لوگوں کو احکام پہنچانے، اور ہدایت کرنے، اور نماز و، روزہ، وزکوٰۃ اور دیگر عبادات وغیرہ میں ہمیشہ مشغول رہنے میں کوئی اشتباہ نہیں پایا جاتا۔

نیز حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان میں جرأت وشجاعت، جود وکرم، اور ستودہ اخلاق کے ایسے عمدہ صفات تھے جو گذشتہ امتوں میں سے کسی بھی امتی کو حاصل نہ تھے۔ (جب پہلے والے نہ تھے) تو ان کے بعد والوں میں سے کوئی ایک بھی

---

[1] یعنی صحابہ کرام، تابعینِ عظام، و تبع تابعین علام رضی اللہ عنہم کے زمانے (مترجم)

[2] اور مجتہد، مخطی بھی لائق ثواب ہوتا ہے۔ ورنہ ان کے فضائل وبرکات اور کرامات وکمالات میں کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ (مترجم غفرلہٗ)

marfat.com

ان کے (مذکورہ صفات میں) کسی مرتبہ ومقام تک نہیں پہنچ سکتا۔[1]

اور یہ سب خوبیاں صرف اور صرف سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نظرِ مبارک کی بدولت تھیں۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ نمازی (تشہد میں) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں خطاب کرتا ہے۔ "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِىُّ" جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کو (بحالتِ نماز) اس طرح خطاب نہیں کرسکتا۔ (اگر کرے گا تو نماز جاتی رہے گی)

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ جس شخص کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پکاریں تو اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دینا واجب ہے۔ خواہ وہ نماز میں ہی ہو۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنا (یعنی غلط اور من گھڑت روایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا) ایسا نہیں جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر پر ہے۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنا عظیم ترین بدی، اور گناہِ کبیرہ ہے۔

اور بعضوں کے نزدیک سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر (عمداً) جھوٹ باندھنا کفر ہے، اور اس کی توبہ غیر مقبول ہے (البتہ) امام نووی قدس سرہٗ نے اس کی قبولیت توبہ کو صحیح مانا ہے، اور (آپ کے نزدیک) ایسا شخص اس وقت تک کافر نہیں ہوتا، جب تک کہ اسے حلال نہ جانے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر دیوانگی اور طویل بے ہوشی کی نسبت جائز نہیں۔ اس لیے کہ یہ (منجملہ) نقائص ہیں۔

اور اسی طرح تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام پر بھی یہ جائز نہیں۔ (جیسا کہ) حدیث پاک

---

[1] اسی لیے جمہور ائمہ کا مسلک یہ ہے کہ جمیع صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، خیارِ اُمّت، اور افاضلِ ملت ہیں۔ لہٰذا بعد والے ان کے کمالات علمی وعملی میں کسی طرح بھی ان پر فوقیت وبرتری نہیں لے سکتے۔ (مترجم غفرلہٗ)

marfat.com

میں وارد ہوا کہ ان کی آنکھیں تو محوِ خواب ہوتی ہیں نہ کہ ان کے دل، جب ان کے دلوں کو نیند سے جو کہ بے ہوشی سے بہت ہی خفیف تر ہے "محفوظ و معصوم رکھا گیا ہے تو بیہوشی سے بدرجۂ اولیٰ محفوظ ہوں گے۔

علامہ سبکی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی طرف نابیناتی کی نسبت کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ کیونکہ نابینا ہونا بھی عیب ہے، اور کوئی بھی پیغمبر کبھی بھی نابینا نہیں ہوئے۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی نسبت جو کہا گیا ہے کہ وہ نابینا تھے۔ سو وہ ثابت نہیں ہے[1]

رہے حضرت یعقوب علیہ السلام تو ان کی آنکھوں پر پردہ آگیا تھا (جس نے روشنی کو ڈھانپ لیا تھا) اور پھر وہ پردہ دور ہو گیا تھا۔

سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والا واجبُ القتل ہے

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ جو بھی حضورِ انور صلے اللہ علیہ وسلم کو دُشنام دے، یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی (کسی بھی وجہ سے، صراحۃً یا کنایۃً) توہین کرے۔ تو ایسے شخص کو قتل کر دیا جائے گا (اور اس کا قتل بالاتفاق واجب ہے) اور (وہاں) اس میں اختلاف ہے کہ اس کا قتل فی الفور لازم ہے یا اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا۔

اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ آیا اس سے توبہ کا مطالبہ ضروری بھی ہے یا نہیں؟

اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ یہ قتل کرنا بطریق حد ہے۔ (کہ بالفعل مار ڈالنا چاہیے) یا بطریق ردت ہے (کہ اس سے توبہ طلب کی جائے)

---

[1] اور بر تقدیرِ ثبوت، وہ نابینائی منصب نبوۃ کے لیے مضر نہیں ہے کیونکہ وہ تحقق نبوت کے بعد طاری ہوئی ہو گی۔ مترجم۔

marfat.com

مالکیہ کا مذہب یہ ہے کہ ایسا شخص بطریق حد قتل کیا جائے گا نہ کہ بطریق ردت اور نہ ہی اس کی توبہ قابلِ قبول ہوگی۔ اور نہ ہی کسی قسم کا عذر قبول کیا جائے گا اگرچہ اس کا یہ ادعا سہواً ہو یا خطاً۔

مالکیوں کے شیخ علامہ خلیل قدس سرہٗ کی اپنی "مختصر" عبارت یوں ہے۔

"اگر کسی پیغمبر یا فرشتے کو گالی دی گئی، یا ان پر تعریض (چوٹ) کی گئی، یا ان پر لعنت کی گئی، یا انہیں کسی عیب سے متصف کیا، یا ان پر بہتان باندھا، یا ان کے حق کو ہلکا جانا یا انہیں کسی غیر صفت سے موصوف کیا، یا ان میں کوئی نقص نکالے، وہ نقص چاہے ان کے دین میں ہو یا ان کی سیرت میں، یا ان کے مرتبہ، اور ان کے وفورِ علم وزہد سے اغماض کرے (یعنی ان کے مراتبِ رفیعہ کو گھٹیا تصور کرے) یا ان کی طرف وہ شے منسوب کی جس کی نسبت ان کی طرف کرنا جائز نہ ہو، یا بصورت مذمت اس چیز کو ان کی طرف منسوب کرنا، جو ان کے منصب کے لائق نہ ہو، یا اس سے (جب) یوں کہا جائے کہ بحق رسول اللہ (یہ کام کر یا نہ کر) تو وہ گالی گلوچ پر اتر آئے، یا (کسی پیغمبر و فرشتہ کا ذکر کر کے) کہے میری مراد تو بچھو ہے" تو (ان سب صورتوں میں) ایسا شخص قتل کر دیا جائے گا۔ اور بطریق حد اس سے توبہ کا مطالبہ نہ ہوگا۔ اگرچہ یہ واضح ہی کیوں نہ ہو جائے کہ جہالت، نشہ یا غلبہ غضب کی وجہ سے، ایسے شخص کی (مذکورہ گفتگو سے) مراد مذمت کرنا نہ تھی۔ (یعنی یہ تینوں عذر نا قابلِ قبول ہوں گے۔) ہاں نو مسلم سے (زمانۂ کفر کی گستاخیوں کا) مطالبہ توبہ نہ ہوگا۔

یہ فیصلہ قاضی عیاض قدس سرہٗ نے "شفا" وغیرہ میں ذکر فرمایا ہے۔ اور اس پر جو انہوں نے کتاب وسنت اور اجماع امت سے استدلال کیا ہے۔

امام قسطلانی قدس سرہٗ نے "مالکیہ" کے دلائل ذکر کرنے اور "شافعیہ" کا مسلک بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ ارتداد ہے، جو مسلمان کو کافر بنا دیتا ہے۔ لہٰذا ہمارے جمہور ائمہ کے نزدیک اس میں کوئی نزاع (وخلاف) ہے ہی نہیں کہ ایسا شخص قطعی کافر ومرتد ہے۔ اور (یہ امر مسلّم ہے کہ) مرتد سے توبہ کا مطالبہ کیا جاتا ہے اگر توبہ کر لے تو فبہا ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا۔

marfat.com

اس مسئلہ کے استدلال میں امام قسطلانی قدس سرہٗ نے لمبا چوڑا کلام کیا ہے۔

اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ اگر کوئی ظالم آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے قتل کا قصد کرے، تو جو مسلمان (اس وقت) موجود ہو، اس پر واجب ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں اپنی جان دینے سے گریز نہ کرے۔

اسے امام نووی قدس سرہٗ نے "زیادۃ الروضہ" میں اپنی جماعت کے چند اصحاب سے روایت کیا ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جس شخص کے لیے جس حکم کی تخصیص چاہیں فرما دیں۔

اس کی مثالیں

چنانچہ حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے لیے یہ تخصیص فرمائی کہ ان کی ایک شہادت دو شہادت کا درجہ رکھتی ہے۔ (جس کا واقعہ یہ ہے جیسا کہ) امام ابوداؤد قدس سرہٗ نے حضرت عمارا بن خزیمہ ابن ثابت رضی اللہ عنہما سے، اور انہوں نے اپنے چچا رضی اللہ عنہ سے "جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں"، روایت کیا کہ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک روستائی سے ایک اسپ خرید فرمایا۔ پھر اسے اپنے ساتھ بایں غرض لے لیا تاکہ اسے قیمت ادا فرما دیں۔ چلنے میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار مبارک تیز تھی۔ جب کہ روستائی آہستہ چل رہا تھا۔ اسی اثنا میں اس بدوی سے کچھ آدمیوں کا آمنا، سامنا ہو گیا، اور اس سے گھوڑے کا بھاؤ کرنا شروع کر دیا۔ مگر لوگوں کو معلوم نہ تھا کہ اس گھوڑے کو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم خرید فرما چکے ہیں۔ حتیٰ کہ بعض خریداروں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیمت خرید سے بھی بھاری قیمت پر خریدنے کا ارادہ کر لیا (الحدیث) ازاں بعد امام قسطلانی قدس سرہٗ پوری نے پوری حدیث کرتے ہوئے پھر بقیہ حدیث کا حصہ بیان فرماتے ہوئے فرمایا، اعرابی نے کہنا شروع کر دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے فروخت کر دینے اور اپنے خریدنے پر کوئی گواہ پیش فرمائیے۔ اس دوران جو بھی مسلمان آتا وہ بدوی سے کہتا ارے یہ کیا کہتے ہو؟ تجھ پر افسوس ہے، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو کبھی غلط بیانی سے کام لیا

marfat.com

ہی نہیں ۔ اتنے میں حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ آگئے اور انہوں نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ تونے فروخت کیا ہے ۔ "الحدیث"

امام قسطلانی قدس سرہٗ نے فرمایا ۔ بنابریں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی گواہی کو دو گواہوں کے برابر قرار دیا ۔

پھر امام قسطلانی قدس سرہٗ نے بروایت حضرت نعمان ابن بشیر رضی اللہ تعالے عنہٗ ایک اور حدیث شریف ذکر فرماتی جس میں یوں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے خزیمہ ! تم گواہی کیسے دیتے ہو حالانکہ میں نے تمہیں گواہ بنایا ہی نہیں ۔

قال انا اصدقک علی خبر السمآ الا اصدقک علی خبر ذا الاعرابی ۔	(اس پر) انہوں نے عرض کیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آسمانی باتوں کی توصدیق کرتا ہوں تو کیا میں اس بدوی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق نہ کروں ۔

اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی گواہی کو دو گواہوں کے برابر قرار دیا ۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہٗ کے علاوہ اور کوئی شخصیت ایسی نہیں کہ جس کی گواہی ، دو گواہوں کے مساوی ہو ۔ (اس خصوصیت میں حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ منفرد ہیں)

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کو (جو فضلا ئے صحابیات سے ہیں مبایعتِ نسأ والی آیت کے نزول کے بعد) نیاحت (نوحہ گری) میں رخصت دی ۔

اور اسی طرح حضرت اسمأ بنت عمیس رضی اللہ عنہا کو (یہ موصوفہ بھی اہلِ علم وکمال ، فضلا ئے صحابیات ، و بے مثل اسلامی و تاریخی شخصیت ہیں ۔) رخصت دی کہ وہ اپنے شوہر حضرت جعفر رضی اللہ عنہٗ کی شہادت پر صرف تین دن تک (ربطہ ، سوگواری) کرے ۔ (ازاں بعد جو چاہے کرے یعنی متوفی عنہا زوجہا کی طرح چار ماہ دس دن تک انتظار

marfat.com

کی ضرورت نہیں)

اور اسی طرح حضرت ابوبردہ ابن نیار رضی اللہ عنہ کو رخصت دی کہ تمہارے لیے قربانی میں ایک سال سے کم کا بزغالہ کافی ہے۔ اسے امام بخاری و مسلم قدس سرہ نے روایت کیا ہے۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کا نکاح ایک مرد سے، اس چیز کے مقابلہ میں جو وہ قرآن سے رکھتا تھا، کر دیا۔ (یعنی تعلیم قرآن اس عورت کا مہر قرار پایا)

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو دو آدمیوں کے برابر بخار چڑھتا تھا، تاکہ ثواب دوچند ملے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ مرضِ وصال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عیادت اور پرسشِ حال شریف کے لیے جبریلِ امین تین دن تک حاضرِ خدمت ہوتے رہے۔ اسے امام بیہقی قدس سرہٗ وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ مسلمانوں نے گروہ ہا گروہ ہا الگ الگ بغیر امامت، اور بغیر دعائے جنازہ معروف کے پڑھی۔ (یعنی محض صلوٰۃ وسلام عرض کیا گیا) اسے بھی امام بیہقی وغیرہ قدس سرہٗ نے روایت کیا ہے۔

اور یہ کہ وفات کے تین دن بعد دفن کیا گیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لحد شریف میں مخملی چادر بچھائی گئی۔ جب کہ یہ دونوں باتیں ہمارے حق میں ناروا ہیں۔

یہ بھی خصائص میں سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد زمین تاریک ہو گئی۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مقدس کو زمین نہیں کھا سکتی۔ یہی حال تمام پیغمبروں کا ہے۔ علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ اسے امام ابو داؤد اور امام ابنِ ماجہ قدس سرہما نے روایت کیا ہے۔

marfat.com

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت نہیں ہے اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ترکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ملکیت ہے، اور بعض فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ترکہ صدقہ ہے۔ یہی حکم سب انبیاء علیہم السلام کا ہے کہ ان کی میراث نہیں ہوتی جیساکہ امام نسائی قدس سرہٗ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا (کہ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) "ہم جماعتِ انبیاء علیہم السلام کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے"۔

رہا یہ امر جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی بابت مروی ہے کہ آپ حضرت داؤد علیہ السلام کے وارث بنے، تو اس وراثت سے، نبوت و علم کی وراثت مراد ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مرقد منور میں (بحیات حقیقی) زندہ ہیں، اور اذان و اقامت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔ یہی حال تمام انبیاء علیہم السلام کا بھی ہے۔ (جیساکہ) ابنِ نجار قدس سرہٗ وغیرہ نے بیان کیا کہ ایام حرہ کے موقعہ پر مسجد نبوی شریف میں تین دن تک اذان نہ ہوئی اور لوگ مدینہ طیبہ چھوڑ کر باہر چلے گئے۔ اس وقت حضرت سعید ابن مسیب رضی اللہ عنہما مسجد نبوی شریف میں ہی رہے۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ظہر کا وقت آیا تو میں پریشان و خوفزدہ ہوکر قبر شریف کے قریب چلا گیا، اور قبر انور سے اذان کی آواز سن کر میں نے نمازِ ظہر ادا کی اس کے بعد میں ہر نماز کے وقت قبر شریف سے اذان و اقامت کی آواز سنتا رہا یہاں تک کہ تین راتیں گزر گئیں۔ بعدہٗ جب دوسرے لوگوں کے ہمراہ موذن بھی لوٹ آئے تو میں نے ان سے وہی اذان سُنی جو میں قبر اطہر سے سنتا رہا تھا۔

اور یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچا ہوا ہے کہ انبیاء علیہم السلام حج فرماتے ہیں اور تلبیہ کہتے ہیں۔

سوال: اگر کوئی کہے کہ انبیاء علیہم السلام کا تعلق دار الآخرۃ سے ہے اور وہ جگہ دار العمل نہیں ہے تو نمازیں حج اور تلبیے کس لیے کرتے ہیں؟۔

جواب: انبیاء علیہم السلام شہداء کی طرح ہیں۔ بلکہ شہداء سے بھی کہیں افضل ہیں۔

marfat.com

اور شہداء (کی شان یہ ہے کہ وہ) پروردگار جل مجدہٗ کے ہاں مرزوق زندگی رکھتے ہیں۔
(اور یہ امر بھی مسلم ہے کہ) بسا اوقات مکلف ہوئے بغیر علی سبیل تلذذ و شوق اعمال رونما ہوتے رہتے ہیں وہاں بھی یہی ہے۔
لہٰذا انہی کے بارے میں وارد ہوا کہ وہ تسبیح کرتے ہیں اور قرآن کریم تلاوت فرماتے ہیں۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے مرقد منور پر فرشتے مقرر ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے والوں کا درود شریف آپ صلے اللہ علیہ وسلم کو پہنچاتے ہیں۔ اس حدیث کو امام الائمہ احمد و نسائی و حاکم قدست اسرارہم نے روایت کیا ہے۔ اور امام حاکم قدس سرہٗ نے اس حدیث کو ان لفظوں کے ساتھ صحیح بتایا ہے:

ان للہ ملائکۃ سیاحین فی الارض، یبلغونی عن امتی السلام	کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو زمین میں گشت لگاتے رہتے ہیں۔ وہ میری اُمت کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں۔

اور اصبہانی قدس سرہٗ کے نزدیک بروایت حضرت عمارہ رضی اللہ عنہ الفاظ حدیث یہ ہیں۔ "بے شک اللہ تعالےٰ کا ایک فرشتہ ایسا ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے سب بندوں کی قوت و سماعت عطا فرمائی ہے۔ جو کوئی بھی (جہاں بھی) مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے تو وہ فرشتہ اس کو مجھ تک پہنچا دیتا ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر اُمت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔ اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے طلب آمرزش فرماتے ہیں۔
ابن مبارک قدس سرہٗ نے حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔

لیس من یوم الا و تعرض علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم	کہ کوئی دن ایسا نہیں مگر یہ کہ صبح و شام امت کے اعمال نبی کریم صلی اللہ

marfat.com

اعمال امته غدوة وعشیا،	علیہ وسلم پر پیش کیے جاتے ہیں پس
فیعرفهم بسیماهم و	آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ان کی
اعمالهم ۔	پیشانیوں اور ان کے اعمال سے پہچانتے ہیں ۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر منصب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض کے اوپر ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے ۔

اور ایک روایت میں یوں آیا ہے :

منبری علی ترعة من ترع الجنة ۔	کہ میرا منبر جنت کے "ترعوں" میں سے ایک "ترعہ" ہے

اور ترعہ کی تفسیر باغ کے بلند جگہ پر ہونے سے، کی گئی ہے ۔خصوصاً جب کہ وہ ہموار جگہ میں ہو۔ اور (لغتہً) یہی "روضہ" کہلاتا ہے ۔

تبصرہ امام قسطلانی قدس سرہٗ نے فرمایا۔ علماءِ کرام میں سے کسی نے بھی اس ارشادِ گرامی کو اپنے ظاہر (مفہوم) پر محمول کرنے میں اختلاف نہیں کیا ہے اور یہی حق ہے کہ وہ محسوس وموجود ہی مراد ہے کیونکہ قدرت یہ صلاحیت رکھتی ہے جس میں کوئی استحالہ نہیں ۔

نیز تمام وہ امورِ غیب جن کی مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے خبریں دی ہیں، ان پر ایمان رکھنا واجب ہے ۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر منیف اور قبر انور کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے

اسے امام بخاری قدس سرہٗ نے "ما بین بیتی ومنبری" کے لفظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور (مذکورۃ الصدر خصوصیت کی طرح) یہ بھی حقیقت ومجاز (دونوں) کی محتمل ہے ۔

حقیقتاً اس طرح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام شریف حقیقت اور اپنے

marfat.com

ظاہر پر محمول ہے۔ کہ یہ جگہ حقیقتاً جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے۔ (جسے وہاں سے دنیا کے اس مقام پر اتارا گیا ہے) جیسا کہ حجرِ اسود (اور مقام ابراھیم علیہ السلام) جنت سے ہے۔ اور اسی طرح دریائے نیل و فرات جنت کی نہروں میں سے ہیں۔ اور جس طرح ہندوستان کے وہ (خوشبودار) پھل (اور درخت) جو جنت کے ان پتوں سے ہیں جنہیں حضرت آدم علیہ السلام جنت سے لائے تھے۔ لہٰذا اس دنیا میں جنت کے پانیوں کا اور وہاں کی مٹی کا اور پتھر و پھلوں کا ہونا باقتضائے حکمت آلہیہ ہے[1]۔

اور مجازی احتمال یہ ہے کہ یہاں مسبب کا اطلاق سبب پر کیا گیا ہے بایں طور کہ اس جگہ مجالست و ملازمت، نماز و عبادت کے لیے جنت حاصل کرنے کا سبب ہے۔ (لہٰذا فیصلہ یہی ہے کہ) وہ بقعہ حقیقتاً جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہی منتقل ہوا ہے۔

ابن ابی جمرہ قدس سرہٗ نے فرمایا، واضح تر یہی ہے کہ معاً دونوں وجہوں میں (تطبیق و) جمع جائز ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سب سے پہلے قبر انور شق ہو گئی۔

مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) "وہ شخص میں ہوں آپ کے لیے زمین سب سے پہلے کھلے گی" اور یہ کہ زلزلہ قیامت کے بعد سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوش سنبھالیں گے۔ (جیسا کہ) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نفخۂ (اولیٰ) کے سب سے پہلے جو شخص اپنا سر اٹھائے گا وہ میں ہی ہوں (پھر) ناگاہ (میں کیا دیکھوں گا کہ) حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کے پائے تھامے ہوئے ہوں گے اب میں نہیں کہہ سکتا کہ آیا (آپ علیہ السلام بھی بے ہوش ہونے والوں

---

[1] بنا بریں وہ بقعۂ مبارک فی نفسہ جنت کے باغوں میں سے ہی ایک باغ ہے جو بعد از قیام قیامت اپنے اصلی مقام میں لے جایا جائے گا۔ (از شیخ محقق قدس سرہٗ)

(مترجم غفرلہٗ)

marfat.com

میں سے تھے یا) آپ مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے تھے یا بے ہوشی سطور آپ کی مکافات بن گئی۔ (اور اللہ جل مجدہٗ نے آپ کو مستثنیٰ فرما دیا تھا) اسے امام بخاری قدس سرہٗ نے روایت کیا ہے۔

تبصرۂ نبہانی قدس سرہٗ امام قسطلانی قدس سرہٗ نے "مواہب" میں فرمایا۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ ارشادِ گرامی (یعنی سب سے پہلے محشور ہونے اور سب سے اوّل افاقہ میں آنے کا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا ہو جب کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کو ابھی تک اس کا علم نہ تھا۱؎، حتیٰ کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیا کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات گرامی کی جانب سے فرما دیا کہ "سب سے پہلے جس کے لیے قبر کھلے گی وہ میں ہی ہوں" صلی اللہ علیہ وسلم۔

امام بخاری قدس سرہٗ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہٗ کی حدیث روایت فرمائی۔ کہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ پہلے شخص ہوں گے جو پُل صراط سے گزریں گے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ستر ہزار فرشتوں کے جلو میں محشور ہوں گے۔ جیسا کہ حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے مروی ہے کہ ہر روز ستر ہزار فرشتے، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کو گھیر لیتے ہیں، اور اپنے بازوؤں کو ہلاتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ شام کو وہ آسمان پر چلے جاتے ہیں، اور ستر ہزار اور حاضر ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر انور سے باہر تشریف لائیں گے تو ستر ہزار فرشتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توقیر بجا لاتے ہوئے ہمراہ ہوں گے۔ "الحدیث"۔ اسے امام بخار قدس سرہٗ نے "تاریخ مدینہ" میں روایت کیا ہے۔

۱؎ مگر بعد میں قبل از وصال، جو کچھ دینا ہوا، یا ہوگا، یعنی از زمانہ حضرت آدم علیہ السلام، تا قیامِ قیامت، سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر منکشف کر دیا گیا، حتیٰ کہ اگلوں، پچھلوں کے تمام احوال اور تمام علوم الٰہیہ بتا دیئے گئے تھے، اور ہر قسم کے علوم سے بہرہ ور فرما دیا گیا تھا۔

(مترجم غفرلہٗ)

marfat.com

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم براق پر محشور ہوں گے۔ اسے "حافظ سلفی" نے "امام طبری" کی طرح روایت کیا ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو موقف میں جنت کے حلوں کی سب سے بڑی خلعت عطا ہو گی۔

اسے امام بیہقی قدس سرہٗ نے اس لفظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔ مجھے جنت کا ایسا (نفیس واعلیٰ) حُلہ پہنایا جائے گا جو اور کسی انسان کے لائق نہ ہو گا۔

اور کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ان لفظوں کے ساتھ ہے۔ قیامت کے دن لوگ محشور ہوں گے۔ اس وقت میں اور میری اُمت ایک بلند مقام پر ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ مجھے سبز حلہ پہنائے گا۔ اسے امام طبری قدس سرہٗ نے روایت کیا ہے۔ نیز امام طبرانی قدس سرہٗ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث ان لفظوں کے ساتھ روایت کی ہے۔ پھر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت لوگوں سے اوپر ایک بلند ٹیلے پر چڑھیں گے"۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم عرش کی داہنی طرف وہاں کھڑے ہوں گے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا دوسرا کوئی بھی نہیں کھڑا ہو گا۔ (اس وقت) آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام اگلے پچھلے رشک وغبطہ کریں گے۔

اور انہی خصائص سے یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو (قیامت کے دن) "مقام محمود" عطا ہو گا۔

حضرت امام مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو کہ ائمہ تفسیر سے ہیں) نے فرمایا اس سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا "عرش" پر جلوہ افروز ہونا ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہٗ کے نزدیک اس سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کرسی پر جلوس فرمانا ہے ان دونوں روایتوں کو امام بغوی قدس سرہٗ نے ذکر فرمایا ہے۔

marfat.com

اس مسئلہ پر مزید گفتگو انشاء اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان فضائل کے ضمن میں آئے گی جو مقام محمود" کی فضیلت سے متعلق ہیں۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو "اہل موقف" کے درمیان فصل قضا کے لیے شفاعت عظمیٰ دی جائے گی" جس وقت کہ وہ تمام انبیاء کے پاس حاضری دینے کے بعد گھبرائے ہوئے آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں گے" اور پھر کسی جماعت کو بلا حساب جنت میں داخل کروائیں گے، اور کسی کے درجات بڑھانے کی سفارش فرمائیں گے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ قیامت کے دن سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم "لوائے حمد" کے مالک ہوں گے۔ حضرت آدم علیہ السلام اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماسوا سبھی اسی کے تلے ہوں گے۔ اسے امام بزار قدس سرہٗ نے روایت کیا ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ پہلے شخص ہوں گے۔ جو جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے۔ (جیسا کہ) امام مسلم قدس سرہٗ نے مختار بن فلفل رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق، حضرت انس رضی اللہ عنہٗ سے روایت کیا کہ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "میں قیامت کے دن اپنے پیروکاروں کے لحاظ سے سب سے بڑھ کر ہوں گے۔ اور باب جنت سب سے پہلے میں ہی کھٹکھٹاؤں گا"!

نیز امام مسلم قدس سرہٗ نے انہی حضرت انس رضی اللہ عنہٗ سے (ایک اور) روایت بیان کی کہ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں قیامت کے دن جنت کے دروازہ پر آؤں گا۔ اور اسے کھلواؤں گا۔ پھر خازن جنت کہے گا۔

بک امرت ان لا افتح لاحد قبلک۔	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کی قسم! مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لیے حکم دیا گیا ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی کے لیے بھی باب جنت نہ کھولوں"۔

marfat.com

اور امام طبرانی قدس سرہٗ نے اسی حدیث کو مع زیادتی کے یوں روایت فرمایا کہ فرمایا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے " کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنت کا دروازہ کھلوانے تشریف لے جائیں گے، تو تعظیم کے لیے خازنِ جنت کھڑے ہو جائیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کرتے ہوئے باب جنت کھولیں گے۔ اور کہیں گے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی کے لیے نہ کھولتا، اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے لیے کھڑا ہوں گا۔"

تبصرہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ ایک علیحدہ دوسری خصوصیت ہے کہ خازنِ جنت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کے لیے کھڑے نہیں ہوں گے۔ اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ وفضیلت کی زیادتی کا اظہار ہے ورنہ نگہبانانِ جنت، سب کے سب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خُدام ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے بمنزلہ بادشاہ کے ہیں۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی سب سے پہلے بہشت میں داخل ہوں گے۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سب سے پہلے میں ہی جنت کی زنجیر ہلاؤں گا۔ پھر وہ میرے لیے کھول دی جائے گی۔ پس میں اس میں فقراءِ مومنین کے ہمراہ داخل ہوں گا اور یہ فخریہ نہیں ہے۔ اسے امام ترمذی قدس سرہٗ نے روایت کیا ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو حوضِ کوثر عطا ہوگا، موتی اور یاقوت پر رواں جنتی نہر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض میں آکر بہے گی۔ جس کا پانی شہد سے زیادہ شیریں، اور برف سے زیادہ سفید ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ عطا ہوگا۔ جو جنت کا ایک اعلیٰ درجہ ہے۔

marfat.com

امّتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص

معلوم رہے کہ جب اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے غایت اتقان پر کل عالم کو پیدا فرمایا، اور موجوداتِ عیانیہ کے لیے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد منور کو ظاہر فرمایا تو اس خصوصیت و قابلیت کے لحاظ سے جو انسان میں ہے، عنایت ربانی اپنی رافت کے ساتھ ظاہر ہوتی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں میں ظہور فرمایا۔ اگرچہ تمام انسانوں و جنات بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہی ہیں مگر انسان خصوصی وصف کی بدولت سب سے ممتاز ہے۔

اسی لیے انسانوں میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو سب سے بہترین بنایا۔ جیسا کہ فرمایا۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ[1] — تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں۔

اور اس کو احکام میں اجتہادی قوت عطا فرمائی۔ یہی وجہ ہے کہ اُمّتِ مسلمہ اپنے اجتہادی احکام کے مطابق بھی عمل کرتی ہو۔

پیغمبروں میں سے جو بھی اس امت کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کا زمانہ پائے گا، جیسے حضرت عیسٰے علیہ السلام "یا انہی کے زمانہ میں موجود ہو جیسے حضرت خضر علیہ السلام تو وہ شرعی حکم وہی نافذ فرمائیں گے جو اس امت میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی شرعی حکم دے دیا۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام اپنی شریعت کے پابند نہ تھے

اسی لیے جب حضرت عیسٰی علیہ السلام نزول فرمائیں گے تو وہ ہمارے ہی نبی (نافذ) فرمائیں گے (رہی بات کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شریعت اسلامیہ پر واقفیت کیسے حاصل ہوگی تو یہ واقفیت یا تو) بذریعہ الہام (ہوگی)، یا روح محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر اطلاع پانے کی بدولت، یا جیسے بھی اللہ جل مجدہٗ چاہے۔

---

[1] پ ۴ س آلِ عمران آیت نمبر ۱۱۰

marfat.com

بجنا بچہ آپ علیہ السلام، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے وہی شئی اخذ فرمائیں گے، جس کا حکم آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت میں فرمایا کرتے تھے، حرام و حلال کے بارہ میں اسی شئی کا حکم فرمائیں گے۔ جس کا حکم ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دے دیا۔ اور وہ شریعت آپ کے وقتِ رسالت و دولت کے وقت تھی اُس کا حکم نافذ نہیں فرمائیں گے۔ کیونکہ آپ علیہ السلام، ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہیں۔

مذکورہ الصدر مسئلہ پر حضرت حکیم ترمذی رضی اللہ عنہ نے "کتاب ختم الاولیا" میں نشاندہی فرمائی ہے۔ اور انہی سے نقل کرتے ہوئے "عنقاءِ مغرب" کے مصنف نے بھی وضاحت کی ہے۔

اور اسی طرح شیخ سعد الدین تفتازانی قدس سرہٗ نے شرح عقائد نفسی میں تصریح فرمائی ہے۔ (بایں ہمہ) آپ سب لوگوں کے امام ہوں گے، اور تمام افراد کی امامت فرماتے ہوئے امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آپ ہی کی اقتداء فرمائیں۔ کیونکہ آپ علیہ السلام (پیغمبر ہونے کی وجہ سے) امام مہدی رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔ لہٰذا آپ علیہ السلام کا امام بننا زیادہ سزاوار ہے۔

ازالۂ شبہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام اگرچہ اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نائب و خلیفہ ہیں۔ لیکن آپ اپنی نبوت و رسالت کے لحاظ سے بدستور نبی کریم اور رسول معظم ہی ہوں گے۔ یوں نہیں جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آپ علیہ السلام بھی اس امت کا (ایک عامی کی طرح عام) فرد ہوں گے۔ ہاں آپ اُس امت کا ایک فرد ہی ہوں گے (مگر نبی و رسول کی حیثیت سے) جیسا کہ (ابھی ابھی) ذکر کیا گیا کہ آپ علیہ السلام پر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع واجب ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی شریعت کے مطابق آپ کا حکم چلانا واجب ہے۔ (مطلب یہ کہ خلافت و نیابت کی بناء پر آپ منصب نبوت و رسالت سے معزول نہیں ہوں گے۔

اسی طرح جو علماء یہ کہتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام بھی نبی ہیں اور اب تک بحیات

marfat.com

ہیں۔ تو ان کے لیے بھی یہی حکم ہے کہ آنجناب اسی ملت کے احکام کے پابند ہیں۔ اور یہی حکم حضرت الیاس علیہ السلام کے بارہ میں بھی ہے۔ جیسا کہ امام ابو عبداللہ قرطبی نے اس کی تصحیح کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ بھی ابھی تک زندہ ہیں۔

(خلاصہ سخن) ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ رُسلِ کرام میں ایسا کوئی بھی رسول نہیں کہ جن کے پیروکاروں میں ایسا کوئی رسول مُتبّع بھی ہو کہ جس کی مستقل (شریعت و) کتاب ہو۔ لہٰذا اس اُمّت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہی ایک شرف کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے شرف اور فزوں کرے۔ (آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم)

تو سبھی خوبیاں اس اللہ جل مجدہٗ کے لیے ہیں۔ جس نے ہمیں اس رحمت سے مخصوص فرمایا اور اس نعمت سے ہمارے دامن پر فرمائے، اور ہمیں فضائلِ کثیرہ کی عمومیت سے موردِ احسان ٹھہرایا۔ اور اپنی کتاب عزیز میں ہمیں اپنے اس ارشاد کے ساتھ خطاب فرمایا: كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ الخ "اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں کلمہ "کُنتُم" قابلِ غور ہے۔ یعنی لوحِ محفوظ میں یا علم اللہ میں، (تم خیر امت تھے)

نصیحت

لہٰذا جو بھی امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے، اس کے شایانِ شان یہی ہے کہ وہ پاکیزہ اخلاق اپنائے تاکہ ان اوصاف پسندیدہ کا "جو اس اُمّت کے لیے مخصوص ہیں" یہ شخص بھی مستحق ٹھہر سکے اور خیر و فلاح کا اہل ہو سکے۔

امام مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ کُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ " کا مصداق کوئی شخص اسی وقت ہوگا جب کہ وہ مذکورہ شرائط کا حامل بھی ہو۔ یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عامل ہو۔

اُمّتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیر اُمم ہونے کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے۔ اس اُمّت میں چونکہ مسلمانوں کی اکثریت ہے، اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ان میں بالکل واضح ہے۔

marfat.com

یہ بھی کہا گیا ہے کہ (مذکورۃ الصدر آیت میں) یہ خطاب براہِ راست سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے ہے۔ جیسا کہ خود سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

خیرالناس قرنی ،ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم۔	لوگوں میں سب سے بہتر میرا زمانہ ہے، پھر وہ جو ان سے متصل ہے پھر وہ جو ان سے قریب ہے۔
وھذا یدل علی ان اول ھذہ الامۃ خیر ممن بعدھم۔	اور اسی سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اس امّت کے اوّلین، اپنے بعد والوں سے برتر ہیں۔

اور بڑے بڑے علما کا رجحان اسی طرف ہے کہ جس شخص کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت میسر آگئی، اور اس نے اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لحظہ بھر بھی دیکھا ہو، اور اپنی عمر میں صرف ایک ہی مرتبہ دیکھا ہو۔ اسے اپنے بعد کے آنے والوں پر افضلیت حاصل ہے۔ کیونکہ مصاحبت و رویت کی فضیلت کی اور کوئی فضیلت ہمسری نہیں کر سکتی۔

مذہب جمہور یہی ہے

اور علامہ ابو عمر ابنِ عبد البر کا مذہب یہ ہے کہ بعض دفعہ، صحابہ کرام کے بعد والے، بعض صحابہ سے اعمل میں، افضل ہوتے ہیں۔ کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد "خیرالناس قرنی" اپنے عموم پر نہیں ہے۔ اس قرن میں فاضل و مفضول کا اکٹھ اس کی دلیل ہے۔ نیز سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسے منافقوں کی بھی ایک جماعت پائی جاتی تھی جو بظاہر ایمان کا اظہار کرتی تھی، اور ایسے مرتکب کبیرہ بھی پائے جاتے تھے، جن پر حدود جاری کی گئیں۔

دلائل

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہُ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس شخص کے لیے خوشخبری ہے کہ جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا اور اس شخص کے لیے سات دفعہ خوشخبری ہے جو مجھ پر بن دیکھے ایمان لایا۔

marfat.com

امام ابو داؤد طیاسی قدس سرہٗ کی مسند میں حضرت محمد ابن ابی حمید سے روایت ہے انہوں نے حضرت زید بن اسلم سے، اور انہوں نے اپنے والد سے، اور انہوں نے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت کیا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا۔ میں (ایک مرتبہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا جانتے ہو؟ ایمان کے لحاظ سے سب سے بالاتر کون سی مخلوق ہے۔ ہم نے عرض کیا! فرشتے! (یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ قسم! ان کے لیے تو حق (فضیلت) ثابت ہے ہی۔ میری مراد ان کے علاوہ میں ہے۔ ہم نے عرض کیا! انبیاء کرام علیہم السلام! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ قسم! ان کے لیے بھی حق (برتری) ثابت ہے۔ میری مراد ان کے علاوہ میں ہے۔ (ہمارے سکوت پر) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایمان کے لحاظ سے افضل مخلوق وہ لوگ ہوں گے جو ابھی تک لوگوں کی پشتوں میں ہیں۔ وہ (پیدا ہو کر) مجھ پر بن دیکھے ایمان لائیں گے۔ اس لیے مخلوق میں افضل مومن وہی ہوں گے۔

اور اسی طرح مروی ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ عنہٗ کو جب خلافت سونپی گئی تو انہوں نے حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو خط لکھا کہ آپ میرے لیے حضرت سیدنا امیر المومنین عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہٗ کی سیرتِ مبارکہ لکھ کر بھیج دیں تاکہ میں (امورِ خلافت میں) اس کے مطابق عمل کر سکوں، تو (جواباً) حضرت سالم رضی اللہ عنہٗ ان کی طرف (بدیں مضمون خط) لکھا۔

اگر آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کی سیرتِ طیبہ کے مطابق عمل کیا تو پھر آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ سے افضل ہیں۔ کیونکہ آپ کا زمانہ عمر رضی اللہ عنہٗ کے زمانہ جیسا نہیں۔ اور نہ ہی آپ کے مشیر عمر رضی اللہ عنہٗ کے مشیروں جیسے ہیں۔ (کیونکہ ان کے مشیروں میں بقیہ عشرہ مبشرہ، اور سابق فی الاسلام صحابۂ کرام کی مقدس و بے لوث و مخلص جماعت شامل تھی۔

راوی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ عنہٗ نے اس وقت کے

marfat.com

کے تمام فقہائے کرام کی طرف بھی (اسی طرح) لکھ بھیجا تو سبھی نے حضرت سالم رضی اللہ عنہ کی مانند ہی جواب دیا۔

تبصرہ ابو عمر نے فرمایا۔ یہ تمام احادیث ومرویات اپنے طُرق کے تواتر وحسن کے بموجب، فضیلت عمل میں اس امت کے اول وآخر کے درمیان مساوات کی مقتضی ہیں۔ ہاں (اولیں میں) اہلِ بدر وحدیبیہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اس باب میں جو شخص تدبر کرے گا تو اس کے لیے بہتری ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنا فضل وکرم جسے چاہتا ہے، عطا فرماتا ہے۔ انتہیٰ ("کلام علامہ ابو عمر")

تُجرح صاحبِ مواہب" حدیث امام ابو داؤد طیالسی قدس سرہٗ کی سند عُمر رضی اللہ عنہ سے ضعیف ہے۔ لہٰذا لائق حجت نہیں ہے۔

البتہ امام الائمہ احمد، اور امام دارمی، وامام طبرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضرت سیدنا ابو عبیدہ ابن الجراح رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم! کیا ایمانی لحاظ سے، ہم سے بھی افضل کوئی ہو سکتا ہے؟ جب کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی میں اسلام قبول کیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں جہاد کیے۔ تو (جواباً) سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، (ہاں) وہ لوگ جو تمہارے بعد ہوں گے، اور مجھ پر ایمان لائیں گے۔ حالانکہ انہیں میری رویت حاصل نہ ہو گی۔

اس حدیث شریف کی سند "حسن" ہے۔ اور امام حاکم قدس سرہٗ نے اس کو صحیح کہا ہے۔

فیصلہ صاحبِ مواہب اور جس مسلک پر جمہور ہیں۔ حق وہی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت کی وجہ سے شرفِ صحابیت کا مماثل، عدیل، اور کوئی عمل نہیں ہے۔

دوسروں پر صحابہ کرام علیہم الرضوان کی افضلیت کے کثیر اور مضبوط دلائل پائے جاتے ہیں۔ طوالت کی بنا پر ہم ان کا ذکر نہیں کرتے۔

marfat.com

(علاوہ بریں) اس امت مرحومہ کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار ایسے خصائص سے مخصوص فرمایا ہے جو اس سے پیشتر کسی بھی امت کو حاصل نہ تھے جن کی وجہ سے ان پر اس کی برتری بالکل ظاہر ہے۔ (کتنے ہی) اخبار و آثار اس پر ناطق ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اُمتی ہونے کی تمنّا کرنا

امام ابو نعیم قدس سرہٗ نے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہٗ سے روایت کیا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل ہوئی تو آپ علیہ السلام نے اسے پڑھتے ہوئے جب اس اُمت کا ذکر پایا۔ تو عرض کیا اے پروردگار! میں تورات کی تختیوں میں ایسی اُمت کا ذکر پاتا ہوں جو آخر بھی ہے اور سابق بھی ہے۔ پروردگار! اس امت کو میری اُمت بنا دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے موسےٰ! اس امت کو تمہاری اُمت کیسے بنا دوں جب کہ) وہ امت تو نبی آخر الزماں احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، اے پروردگار! میں تورات کی تختیوں میں ایسی امت پاتا ہوں جو اپنے سینوں میں اپنی انجیل پڑھتے ہیں۔ (یعنی اس کے سینے کلامِ الٰہی کا گنجینہ ہیں) پروردگار! اسے میری اُمت بنا دے۔ تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ وہ اُمت (میرے حبیب مکرم) احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے (پھر) عرض کیا، پروردگار! میں تورات میں ایک ایسی امت پاتا ہوں جو اپنے پیٹوں میں صدقو کھائے گی اور اس پر اسے ثواب عطا کیا جائے گا۔ (یعنی صدقات اس پر حلال کیے گئے ہیں جب کہ پہلوں کے لیے یہ گنجائش نہ تھی) پروردگار! اسے میری امت بنا دے۔ تو اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا۔ وہ اُمت تو احمد صلے اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے (پھر) عرض کیا پروردگار! میں تورات میں ایک ایسی اُمت پاتا ہوں، (جس کی خصوصیت یہ ہے) کہ ان میں سے جس

ؔ یعنی وجودِ زمانہ کے لحاظ سے تو وہ آخری امت ہوگی۔ اور فضل و شرف کے لحاظ سے سابق و فائق ہوگی۔ (مترجم)

marfat.com

کسی نے کوئی نیکی کرنے کا ارادہ کر لیا تو نہ کرنے کے باوجود اس کی ایک نیکی لکھی جائے گی پروردگار اسے میری امت بنا دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تو میرے حبیب کریم، احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے۔

حضرت موسےٰ علیہ السلام نے (پھر) عرض کیا، پروردگار! میں تورات میں ایک ایسی اُمت پاتا ہوں کہ (جس کی صفت یہ ہے) ان میں سے جب کسی نے برائی کا ارادہ کیا تو وہ برائی صرف اس کے ارادہ پر نہ لکھی جائے گی۔ اور اگر بدی کا ارتکاب کر لیا تو صرف ایک بدی لکھی جائے گی۔ پروردگار! اسے میری امت بنا دے تو اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا۔ وہ تو احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے۔

حضرت موسےٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا۔ پروردگار! میں تورات میں ایک ایسی اُمت پاتا ہوں کہ جسے علم اول و آخر دیا جائے گا۔ اور وہ مسیح دجال کو قتل کرے گی۔ پروردگار! اسے میری امت بنا دے۔ تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ وہ تو (میرے محبوبِ مکرم) احمد صلے اللہ علیہ وسلم کی امت ہے۔

قال فاجعلنی من امۃ احمد فاعطی عند ذالک خصلتین، قَالَ يَا مُوسَىٰ إِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسَالَاتِي وَبِكَلَامِي فَخُذْ مَا آتَيْتُكَ وَكُن مِّنَ الشَّاكِرِينَ[1]

(ازاں بعد) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے رب! تو مجھے ہی امت احمد صلی اللہ علیہ وسلم میں بنا دے اس پر اللہ جل مجدہٗ نے انہیں اپنے اس ارشاد میں دو خوبیاں مرحمت فرمائیں "فرمایا اے موسیٰ میں نے تجھے لوگوں سے چن لیا، اپنی رسالتوں اور اپنے کلام سے، تو لے جو میں نے تجھے عطا فرمایا۔ اور

---

[1] پ ۹ س اعراف آیت ۱۴۴۔

marfat.com

شکر کرنے والوں میں ہو"!

حضرت موسےٰ علیہ السلام نے عرض کیا، اے خدا! میں اس پر راضی ہو گیا ہوں۔
(واضح رہے کہ آیت مبارکہ میں "الناس" سے مراد وہ لوگ ہیں جو آپ کے وقت میں موجود تھے۔ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام۔ ورنہ یہ مطلب نہیں کہ آپ علیہ السلام کا انتخاب سارے ہی جہاں کے لوگوں پر ہے۔)

امام ابونعیم قدس سرہٗ کی "حلیہ" میں بروایت حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ جل مجدہٗ نے بنی اسرائیل کے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ جو شخص مجھ سے اس حال میں ملاقی ہو کہ وہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر ہے تو میں اس کو آگ میں جھونک دوں گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، پروردگار! (یہ) احمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں؟ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا۔ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہستی وہ ہے کہ میں نے اپنے نزدیک ان سے زیادہ گرامی تر کسی کو پیدا نہ فرمایا۔ اور میرے زمین و آسمان کے پیدا کرنے سے پہلے ان کا نام نامی اپنے نام کے ساتھ عرش پر لکھا۔ بے شک جنت اس وقت تک میری تمام مخلوق[۱] پر حرام ہے جب تک وہ اور اس کی امت، اس میں پہلے داخل نہیں ہو جائیں گے۔ حضرت موسٰی نے علیہ السلام نے عرض کیا، اور ان کی اُمّت کون ہے۔ (یعنی اس کے صفات کیا ہیں) تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا، اس کے صفات یہ ہیں۔ جو ہر حالت میں اور ہر بلندی و پستی پر میری تعریف کرے گی۔ (اور اس کے افراد کی تہذیبی شائستگی یہ ہوگی کہ وہ) ٹخنے سے اوپر ازار بند رکھیں گے۔ اور اپنے اعضأ کے اطراف (یعنی، ہاتھ، پاؤں، چہرے) کا وضو کریں گے۔ رات میں عبادت گذار، اور دن میں روزہ دار ہوں گے۔ میں ان کی ہلکی سی نیکی بھی قبول کر لوں گا۔ اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کی شہادت پر انھیں جنت میں داخل کر دوں گا۔ اس پر حضرت موسٰی علیہ السلام نے عرض کیا خداوندا! مجھے اس امت کا نبی بنا دے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا اس امت کا نبی

---

[۱] مخلوق سے مراد غیر انبیاء علیہم السلام ہیں۔

marfat.com

ان کی قوم سے ہی ہو گا۔ پھر حضرت موسے علیہ السلام نے عرض کیا۔ الٰہی! مجھے اس اُمّت کا نبی بنا دے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا آپ کو پہلے بھیجا گیا ہے جبکہ انہیں میں بعد میں بعد میں مبعوث کروں گا۔ ہاں میں تمہیں اور ان کو دارالجلال میں اکٹھا کر دوں گا۔

حضرت وہب ابن مُنبہ رضی اللہ عنہُ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیا نبی علیہ السلام کی طرف وحی نازل فرمائی کہ میں (ایک ایسے) نبی اُمی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجوں گا۔ جو کہ بہرے کانوں، اور پردۂ غفلت میں لپٹے دلوں، اور اندھی آنکھوں کو کھولے گا۔ جن کی جائے ولادت مکہ مکرمہ، اور مقام ہجرت (ومسکن) مدینہ طیبہ ہوگا۔ اور ان کا ملک شام ہے۔ وہ میرا ایسا بندۂ خاص ہے جو اپنے تمام کام میرے ہی بھروسہ پر کرنے والا ہے۔ وہ میرا بندۂ محبُوب ہے، وہ میرا مختار ہے، وہ میرا مجتبٰ ہے۔ وہ مصطفٰے ہے، وہ رفعتِ شان والا ہے۔ جو برائی کا بدلہ بُرائی سے نہیں دیتا بلکہ عفو و درگذر اور پردہ پوشی سے کام لینے والا ہوگا۔ مومنوں پر شفیق ہوگا۔ وہ بوجھل جانور اور رانڈ کی گود میں (بے سہارا) یتیم پر آنسو بہائے گا۔ وہ درشت خو اور سخت دل نہ ہوگا۔ وہ بازاروں میں شور و غل کرنے والا نہ ہوگا۔ اور وہ فحش کلامی نہ کرے گا۔ اور جو وہ لہ دے گا وہ غلط نہ ہو گا اور (ان کے وقار کا یہ عالم ہوگا کہ) اگر وہ جلتے چراغ کے پاس سے گزرے گا تو ان کے وقار وسکون کی بدولت چراغ بجھے گا نہیں۔ اور اگر وہ چرچراہٹ والے بانس پر بھی گزرے گا تو اس کے قدموں کی چاپ سنائی نہ دے گی۔ میں اسے مژدہ سنانے والا اور ڈرسنانے والا بنا کر بھیجوں گا۔ میں ان کی اُمّت کو تمام امتوں میں بہترین بناؤں گا۔ جو نیکی کا حکم کرے گی اور بُرائی سے روکے گی۔ میری وحدانیت مانے گی اور مجھ پر ایمان لائے گی۔ مجھ سے اخلاص برتے گی اور میں نے جو کچھ انبیاء پر نازل کیا وہ سب کی تصدیق کرے گی۔ آفتاب و ماہ تاب کی رعایت رکھے گی۔

نہ یعنی عبادت کے اوقات کی تعین کے لیے ان کے مطالع کی ٹوہ میں رہے گی۔

marfat.com

وہ دل، چہرے اور رُو میں خوش بخت ہیں جو مجھ سے اخلاص برتتے ہیں۔ میں تسبیح، تکبیر و تحمید و توحید کو ان کی مجلسوں میں، ان کی خواب گاہوں میں، اور ان کی سجدہ گاہوں میں اور ان کے سفر و حضر میں الہام کروں گا۔ اپنی مساجد میں وہ صفیں اس طرح باندھیں گے جس طرح عرش کے گرداگرد فرشتوں کی صفیں ہیں۔ وہ میرے دوست و مددگار ہوں گے۔ میں ان کے ذریعہ اپنے بُت پرست دشمنوں سے انتقام لوں گا۔ وہ میرے لیے کھڑے ہوکر، بیٹھ کر، اور رکوع و سجود کے ساتھ نماز ادا کریں گے۔ وہ میری خوشنودی کی خاطر اپنے گھر بار اور مالوں کو چھوڑ دیں گے، اور وہ میری راہ میں سینہ سپر ہوکر جہاد کریں گے۔ میں ان کی کتاب سے دوسری کتابوں کو، اور ان کی شریعت سے دوسری شریعتوں کو اور ان کے دین سے دوسرے دینوں کو ختم کروں گا۔ پس جو کوئی ان کا زمانہ پائے اور ان کی کتاب پر ایمان نہ لائے اور ان کے دین و شریعت پر نہ چلے، تو وہ میرا نہیں ہے۔ اور میں اس سے بے زار ہوں۔ میں نے انھیں ساری امتوں سے برتر اور امت وسط بنا دیا ہے۔ جو تمام لوگوں کے گواہ ہیں۔ (انہی کی خوبی و خصلت یہ ہوگی کہ) جب وہ غضب ناک ہوں گے۔ تو میری تہلیل کہیں گے۔ اور جب باہم جھگڑیں گے تو میری تسبیح پڑھیں گے۔ اور اپنے اعضاء اور اپنے چہروں کو صاف ستھرا رکھیں گے اور ازار ٹخنوں سے اوپر رکھیں گے اور اترتے چڑھتے ہوئے اللہ اکبر کہیں گے۔ اور خون بہا کر قربانی دیں گے۔ ان کی انجیلیں ان کے سینوں میں ہوں گی۔ شب کو عبادت گذار اور دن میں (بوقت قتال) شیر (کی مانند) ہوں گے۔ وہ خوش نصیب ہے جو ان کے ساتھ ہے۔ ان کے دین و شریعت اور ان کی مذہبی راہ و رسم پر ہے۔ یہ میرا فضل و کرم ہے۔ میں جسے چاہتا ہوں، دیتا ہوں۔ میں خداوند فضل عظیم ہوں۔ اسے امام ابونعیم قدس سرہٗ نے روایت کیا ہے۔

امام فخرالدین رازی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ جب پیغمبر کے معجزے مشہور و معروف ہوں تو اس کی امت کے ثوابِ اعمال میں کمی ہوتی ہے۔

امام شبکی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ یہ امت اس (کلیہ) سے مستثنیٰ ہے۔ کیونکہ

marfat.com

اس امت کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات سب سے زیادہ اور سب سے بڑھ کر مشہور و معروف ہیں۔ مگر ثواب میں یہ امت تمام امتوں سے بڑھ کر ہے۔

اس امت کے خصائص میں سے غنائم کا حلال ہونا ہے۔ جب کہ اس سے پہلے کسی بھی امت کے لیے حلال نہ تھیں۔

یہ بھی اس امت کے خصائص سے ہے کہ روئے زمین اس کے لیے مسجد بنا دی گئی۔ جب کہ پہلی امتیں صرف اپنے کلیساؤں میں اور اپنی مخصوص عبادت گاہوں میں ہی نماز پڑھ سکتے ہیں۔

اور یہ کہ زمین کی مٹی کو وجہ طہارت بنا دیا گیا ہے اور وہ تیمم ہے۔ (یعنی اگر پانی مہیا نہ ہو یا پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھی جا سکتی ہے)

اس امت کے خصائص میں سے وضو کرنا بھی ہے۔ کیونکہ وضو انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ ان کی امتوں کے لیے نہ تھا۔ اسے علامہ حلیمی نے ذکر کیا ہے۔ اور انھوں نے امام بخاری قدس سرہٗ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔

ان امتی یدعون یوم القیامۃ غرا محجلین من آثار الوضو۔	بے شک قیامت کے دن میری اُمت اس حال میں مدعو ہو گی کہ آثارِ وضو سے اس کے اعضاء روشن و تاباں ہوں گے۔

تبصرہ امام قسطلانی قدس سرہٗ

مگر ظاہر یہ ہے کہ اس امت کے ساتھ جو شے مخصوص ہے وہ غرہ و تحجیل (یعنی نورانیت و تابانی) ہے اصل وضو نہیں ہے۔ کیونکہ بعض گذشتہ امتوں میں بھی وضو تھا۔

اس امت کے خصائص میں سے پانچ نمازیں بھی ہیں۔ اس کے علاوہ دوسروں کے لیے اس طرح پانچ نمازیں نہ تھیں۔

(نوٹ: حاشیے اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہوں)

marfat.com

اذان، اقامت، اور آمین کہنا اور رکوع کرنا بھی اس امت کے خصائص میں سے ہے۔
اس امت کے خصائص میں سے تحیۂ سلام بھی ہے۔
اس امت کے خصائص میں سے (قیام) جمعہ بھی ہے۔ (جو دوسری امتوں میں نہیں ہے)
جیسا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہم سب سے پچھلے قیامت میں سب سے آگے ہوں گے۔ ہاں یہ ظاہر ہے کہ انھیں کتاب ہم سے پہلے دی گئی۔ پھر یہ ان کا وہ دن ہے جو اللہ تعالےٰ نے ان پر فرض فرمایا۔ تو وہ اس میں مختلف ہو گئے۔ اور ہمیں اللہ تعالیٰ نے اس کی راہ دکھائی۔ دوسرے لوگ اس میں ہمارے بعد میں یہود کے لیے جمعہ کے بعد (یعنی ہفتہ) اور نصاریٰ کے لیے اس کے بعد (یعنی اتوار) ہے"۔ اسے امام بخاری قدس سرہٗ نے روایت کیا ہے۔
اس امت کے خصائص میں سے جمعہ کی ساعت اجابت بھی ہے۔ (یعنی جمعہ کی وہ

لہ امام قسطلانی قدس سرہٗ کی رائے کی تائید مسلم شریف کی اس حدیث شریف سے بھی ہوتی ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،
"پیشانی کی یہ تابانی تمھارے سوا کسی (اور) میں نہیں ہے" الحدیث۔
ٹہ جیسا کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے قصہ سے عیاں ہے کہ جب آپ رضی اللہ عنہا کو ایک جابر دکافر حکمران گرفتار کرنا چاہتا تھا تو اس وقت آپ رضی اللہ عنہا نے وضو کر کے نماز شروع کر دی تھی۔
نیز جریج گوشہ نشین عابد کے قصہ میں بھی اسی طرح سے مذکور ہے کہ بوقت جوابدہی تہمت اس نے وضو کیا، نماز پڑھی، اور پھر بچے سے کلام کیا۔ تفصیل کے لیے مطولات کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔
(مترجم غفرلہٗ ولوالدیہ)

marfat.com

گھڑی جس میں اللہ تعالیٰ سے جو مانگا ملتا ہے) اس ساعت کی تعیین میں کئی اقوال ہیں۔
امام زرقانی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اس ساعت کی تعیین کے بارہ صاحب "فتح الباری" قدس سرہٗ نے بیالیس اقوال لکھے ہیں اور ہر ایک قول علیحدہ، علیحدہ ذکر کیا ہے
اس امت کے خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ جب رمضان شریف کی پہلی شب ہوتی ہے تو اللہ جل مجدہٗ ان کی طرف نظرِ رحمت فرماتا ہے اور جس کی طرف اللہ تعالیٰ نظر فرماتا ہے تو (پھر) اسے کبھی بھی عذاب نہ دے گا۔
پھر امام قسطلانی قدس سرہٗ نے اُمّتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے دیگر خصائص بیان کرتے ہوئے یہاں تک فرمایا کہ اس اُمّت کی شریعت گذشتہ تمام امتوں کی شرائع سے زیادہ کامل ہے۔ اور یہ امر اپنی وضاحت کی بنا پر محتاجِ بیان نہیں ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر غور کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ آپ علیہ السلام کی شریعت (سراپا) جلال وقہر (کی مظہر) تھی۔ (مثلاً) ان کی اُمّت پر قتلِ نفوس کا لازم ہونا، اور ان پر طیبات کا حرام ہونا (جیسے) ان پر چربیاں اور ناخن دار جانوروں کا حرام ہونا وغیرہ اور اسی طرح غنیمتوں کا حرام ہونا۔ اور یونہی تعجیل عقوبات اور ناقابلِ برداشت بوجھ کا اٹھانا اور ناقابلِ معافی گرفت میں آنا وغیرہ جو ان کے علاوہ اوروں پر نہ تھا۔ (یہی وجہ ہے کہ) حضرت موسیٰ علیہ السلام، ہیبت و وقار اور غضب ومواخذہ میں اور اللہ تعالیٰ کے اعداء کی گرفت کرنے میں، مخلوقِ خدا میں سب سے بڑھ کر اعظم واشد تھے۔ اسی لیے آپ علیہ السلام کی طرف کسی کو نظر بھر کر دیکھنے کی سکت نہ تھی۔
اس کے برعکس حضرت عیسیٰ علیہ السلام مظہرِ جمال (الٰہی) تھے۔ جب کہ آپ علیہ السلام کی شریعت (نرمی و آسانی میں) سراپا فضل واحسان تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ علیہ السلام کی شریعت میں مقاتلہ و محاربہ نہ تھا، اور آپ علیہ السلام کی شریعت میں جنگ نام کی شے تھی ہی نہیں۔ اسی لیے دینِ عیسائیت میں جنگ حرام ہے اگر عیسائی جنگ کریں گے تو مجرم و گنہگار ہوں گے کیونکہ انجیل شریف میں ہے۔

ان من لطمك على خدك   کہ اگر کوئی تمہارے دائیں رخسار پر

marfat.com

الا یمن فادر لہ خدک الا یسر، و من ناز علک ثوبک فاعطہ ردائک، و من سخرک میلا فامش معہ میلین و نحو ھذا۔

تمہیں تھپڑ رسید کرے، تو اس کے آگے اپنا بایاں رخسار بھی کر دو، اور جو کوئی تمہارے کپڑے اتارنا چاہے تو ان کے ساتھ اپنی چادر بھی دے دو، اور جو کوئی تمہیں (جبراً) ایک میل تک لے جانا چاہے تو اس کے ساتھ دو میل تک جاؤ اور اسی کی مثیل اور احکام بھی ہیں۔

اسی لیے ان کی شریعت میں مشقت، اصر و اغلال نہ تھے۔ (یعنی احکام شدیدہ اور اوامر غلیظہ نہ تھے) ہاں وہ رہبانیت (یعنی ترکِ دنیا اور اپنے آپ کو لذائذ دنیوی سے دور رکھنا) جو نصاریٰ نے اختیار کی ہوئی ہے وہ ان کی اپنی ایجاد ہے جسے انہوں نے از خود اختراع کیا ہوا ہے ورنہ انجیل مقدس نے ان پر یہ لازم نہیں کیا ہے۔

لیکن ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم جامع کمال کے مظہر تھے (اور جلال و جمال کے مابین تھے) قوت و عدل، اور شدت فی اللہ نرمی و مہربانی اور رحمت و کرم کے مابین تھے۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت تمام شریعتوں میں کامل ترین، اور آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی امت تمام امتوں سے اکمل ترین ہے، اور اس کے احوال و مقامات اکمل احوال و مقامات ہیں۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں عدل کے لحاظ سے تو کہیں فرض و ایجاب ہے۔ اور فضل کے طور پر کہیں ندب و استحباب ہے، اور سختی کی جگہ سختی اور نرمی کی جگہ نرمی ہے۔ کہیں شمشیر زنی ہے تو کہیں جود و نوال ہے (کہیں عدل و انصاف ہے تو کہیں فضل و کرم ہے) چنانچہ اسلام عدل و انصاف واجب کرتا ہے اور ظلم کو حرام قرار دیتا ہے چنانچہ ایک آیت میں اس طرح آیا ہے:

جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍۭ بِمِثْلِهَا[1] تو برائی کا بدلہ ویسا ہی ہوگا۔

---

[1] پ ۱۱، سورہ یونس، آیت ۲۷۔

marfat.com

اور یہ عدل و انصاف ہے۔

اور ایک وقت میں۔

فَمَنْ عَفَا وَ اَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ[1] تو جس نے معاف کیا اور کام سنوارا تو اس کا اجر اللہ پر ہے۔

فرمایا جا رہا ہے۔

اور یہ فضل و کرم کا اظہار ہے ——— اور کہیں

اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ[2] اور بے شک وہ (اللہ تعالیٰ) ظالموں کو پسند نہیں فرماتا۔

فرما کر ظلم کو حرام قرار دیا ہے۔

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد۔

وَ اِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ[3] اگر تم سزا دو تو ایسی ہی سزا دو جیسی تکلیف تمہیں پہنچائی تھی۔

میں عدل و انصاف کو واجب اور ظلم کو حرام قرار دیا ہے۔

اور اس ارشاد گرامی۔

وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَیْرٌ لِّلصّٰبِرِیْنَ[4] اگر تم صبر کرو تو بے شک صبر والوں کو سب سے اچھا ہے۔

میں فضل و کرم پر تنبیہ ہے۔

اور اسی طرح کسی چیز کو حرام قرار دینا، اس امت کی شریعت میں رحمت و حفاظت ہے (یہی وجہ ہے کہ) اس امت پر ہر ناپسندیدہ اور نقصان دہ اشیاء کو حرام قرار دیا گیا اور ہر پاکیزہ اور سودمند امر کو مباح فرمایا۔ لہٰذا حرام قرار دینا ان پر رحمت ہے۔ ورنہ ان سے پہلوں پر ان محرمات کے ارتکاب پر سزا ملتی تھی۔

---

[1] پ۲۵، سورۃ الشوریٰ، آیت ۴۰۔ [2] پ۲۵، سورۃ الشوریٰ، آیت ۴۰۔
[3] پ۱۴، سورۃ النحل، آیت ۱۲۶۔ [4] پ۱۴، سورۃ النحل، آیت ۱۲۶۔

marfat.com

اور انھیں اس چیز کی راہ دکھائی جس سے پہلی اُمتیں بھٹک گئی تھیں۔ جیسے یوم جمعہ (پر دلالت اس امت کے خصائص سے ہے) اور انھیں اپنا علم وحلم عطا فرمایا۔ اور ان کو بہترین امت بنایا جو لوگوں میں ظاہر ہوئی اور اس کے لیے وہ تمام محاسن مکمل فرما دیئے۔ جو پہلی امتوں میں علیٰحدہ علیٰحدہ تھے۔ جس طرح ان کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وہ تمام محاسن وفضائل، جو پہلے انبیاء کرام علیہم السلام میں متفرق طور پر پائے جاتے تھے۔ مکمل ومجتمع فرما دیئے۔ اور اسی طرح وہ محاسن جو پہلی کتابوں میں متفرق طور پر پائے جاتے تھے، وہ سب کے سب ان کی کتاب میں مکمل طور پر جمع فرما دیئے۔

اور یہی حال سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت مبارکہ کا بھی ہے۔

اُمتِ مجتبیٰ یہی ہے۔ جیساکہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا۔

هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ[1]

ترجمہ: اس نے تمہیں پسند کیا اور تم پر دین میں کوئی تنگی نہ رکھی۔

اور ان لوگوں پر شاہد بنایا۔ اور (اس خصوصیت کی وجہ سے) انھیں رسولوں کے مقام پر کھڑا کیا کیونکہ وہ حضرات اپنی اپنی امتوں پر گواہ ہیں۔

اس امت کے خصائص سے یہ ہے کہ یہ گمراہی پر متفق نہ ہوگی۔ اسے امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہٗ وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ (سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا میں نے اپنے پروردگار سے التجا کی کہ میری اُمت گمراہی پر مجتمع نہ ہو تو اللہ تعالےٰ نے میری التجا کو شرفِ پذیرائی عطا فرمایا۔

اور انھی خصائص میں سے یہ ہے کہ ان کے اجماع کو حجت قرار دیا گیا ہے۔ اور ان کا اختلاف رحمت ہے جب کہ پہلی امتوں کا اختلاف عذاب تھا۔ اسے امام بیہقی قدس سرہٗ

---

[1] پ ۱۷، سورۃ الحج، آیت ۷۸۔

marfat.com

نے روایت کیا ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ طاعون اِن کے لیے رحمت و شہادت ہے جب کہ پہلی امتوں پر یہ عذاب تھا۔ اسے امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہٗ نے روایت کیا ہے۔

اور اس امت کے خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ ان میں سے جب کسی شخص کی بھلائی کی دو مسلمان (متقی، صالح) گواہی دے دیں تو اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ جب کہ پہلی امتوں میں جب سو آدمی کسی کی بھلائی کی شہادت دیتے تھے تو تب وجوب جنت کا لزوم ثابت ہوتا تھا۔

امتِ مسلمہ کے خصائص سے یہ بھی ہے کہ گذشتہ امتوں کی بہ نسبت ان کی عمریں اور ان کے اعمال اقل ہیں مگر ان کا اجر و ثواب بہت زیادہ ہے اور انہی کو علم اولین و آخرین عطا کیا گیا ہے۔

اور یہ کہ آخری امت ہونے کی وجہ سے دوسری امتیں تو ان کے سامنے رسوا ہوں گی مگر ان کی رسوائی کسی کے سامنے نہ ہو گی۔

اس امت کے خصائص میں سے اسنادِ حدیث کا عطا کیا جانا بھی ہے۔ یہ اس امت کے خصائص فاضلہ میں سے مخصوص فضیلت ہے۔ اور مخصوص سنتوں میں سے سنت سنیہ ہے۔

امام قسطلانی قدس سرہٗ نے "مواہب" میں یوں فرمایا

اسنادِ احادیث اُمتِ مُصطفوی کی بے مثل خصوصیت ہے۔

ہم نے ابوالعباس دغولی کے واسطے سے محمد بن حاتم بن مظفر سے سُنا کہ وہ فرماتے ہیں کہ اُمتِ محمدیہ کے خصائل و فضائل میں سے فضیلتِ اسناد ہے۔ پہلی تمام اُمتوں میں اسناد نہیں ہے۔

marfat.com

وہ لوگ اپنے نبی کے بارے میں جو کچھ جہاں کہیں سے ملتا اپنی کتب میں درج کر لیتے تھے فرق نہیں کرتے تھے کہ یہ چیز تورات وانجیل وغیرہا کتب سماویہ سے لی گئی یا غیر کتب سماویہ سے اور نہ ثقہ اور غیر ثقہ راویوں میں امتیاز کرتے۔ اس امت (امتِ محمدیہ) کو یہ شرافت وبزرگی عطا کی ہے کہ یہ اپنے زمانے کے اس شخص سے حدیث کی روایت کرتے ہیں جو صدق وامانت وعدالت میں مشہور ہو۔ پھر ان میں جو زیادہ حافظے والا زیادہ ضبط رکھنے والا اور اپنے شیخ کی مجلس میں زیادہ بیٹھنے والا کو دوسرے پر ترجیح دیتے ہیں۔ اسی وجہ سے ایک حدیث کو بیس بیس طرق سے روایت کر دیتے ہیں۔ پھر ان میں موضوع ضعیف صحیح وغیرہا کی تحقیق کرتے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کا اس فضلِ عظیم پر شکر ادا کرتے ہیں۔

ابو حاتم رازی کہتے ہیں کہ اس اُمّت کے علاوہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر کسی اُمّت نے بھی اپنے نبی اور رسول کے آثار واحادیث کو محفوظ نہیں کیا۔

اس اُمّت کے خواص میں سے علم انساب واعراب (نسب کے متعلق تاریخی معلومات) ہے۔

تصنیف کتب

اس اُمّت کے خواص میں سے کتب کی تصنیف بھی ہے ہمیشہ ایک جماعت حق پر قائم رہے گی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا امر (قیامت) ظاہر ہو۔

معراجِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

امام قسطلانی نے مقصد خامس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج واسرا کے خصائص اور بارگاہِ ایزدی میں مقامِ قرب کے لطائف عمومیہ کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً اس سے ہمکلام ہونا اور ذاتِ باری تعالیٰ کا مشاہدہ و دیدار کرنا۔

حقیقت یہ ہے کہ واقعہ معراج آپ کے تمام معجزات پر حاوی اور تمام دلائل وبراہین میں زیادہ مضبوط اور قوی تر معجزہ ہے۔ ایک بار آپ کو جسمانی معراج ہوئی۔ اسی طرف جمہور محدثین فقہا اور متکلمین علما گئے ہیں۔ اس پر کثرت سے احادیث شاہد ہیں جن سے انکار اور عدول نہیں کیا جا سکتا۔ معراجِ جسمانی انبیا علیہم السلام میں سے صرف آپ ہی کو ہوئی۔ شب معراج

marfat.com

آپ کو دس معراج ہوئے سات آسمانوں تک آٹھواں سدرۃ المنتہیٰ، نواں مستویٰ تک جہاں آپ نے تقدیر لکھنے والی قلموں کی آواز سُنی، دسواں عرش رفرف دیدار خداوندی بالمشافہ گفتگو وکشف حقیقی حاصل ہوا۔ معراج کی حدیث بہت سے صحابہ کرام سے مروی ہے۔ مواہب میں چھبیس کا ذکر کیا ہے۔ حاصل کلام حدیث اسراء پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ طویل حدیث بمع مختلف روایات اور عجیب وغریب نکات کے ساتھ ذکر کیا ہے جس کو میں نے اپنی کتاب انوار محمدیہ مختصر المواہب الدنیہ میں اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ جس کی ضرورت نہیں تھی اس کو حذف کر دیا اور خاص خاص پوائنٹ کو بیان کر دیا تاکہ پڑھنے والے کو مزید حسن اور ذوق محسوس ہو، نیز پڑھنے میں آسانی ہو۔

اور امام قسطلانی نے مقصد سادس میں اس آیت کا ذکر کیا ہے جس میں عظمت ورفعت ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا بالخصوص بیان ہے۔

رفعت ذکرِ مصطفیٰ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ۔	ترجمہ:۔ یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا۔ ان میں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا۔

مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ سے مفسرین سیدنا موسیٰ علیہ السلام مراد لیتے ہیں اور ضمنی طور یہ بھی ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام فرمائی اور رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ سے مراد سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین طرح سے رفعت عطا فرمائی۔

نمبر۱۔ ذات کے اعتبار سے اور یہ شب معراج عطا کی۔

نمبر۲۔ سیادت کے اعتبار سے اور یہ تمام مخلوق کی سرداری عطا فرما کر رفعت دی۔

نمبر۳۔ معجزات کے اعتبار سے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ معجزات عطا کئے جو پہلے کسی پیغمبر کو نہیں ملے۔

لہ پ۳ سورۃ البقرہ آیت ۲۵۳

marfat.com

زمخشری کہتے ہیں کہ درجات کو مبہم رکھنے میں (کہ کون کون سے دیئے گئے) تعظیم شان اور بلندی قدر و عزت مقصود ہے جو مخفی و پوشیدہ نہیں کہ آیت اس بات کی شاہد ہے کہ آپ کو وہ علم ہوا جس میں اشتباہ و شک کا شبہ تک نہیں اور وہ امتیاز حاصل ہے جس میں کبھی بھی التباس و اشتباہ نہیں ہو سکتا اور اس چیز کو دوسری آیت میں بھی بیان کیا۔

وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّينَ عَلَىٰ بَعْضٍ [1] ترجمہ:۔ بے شک ہم نے بعض انبیا کو بعض پر فضیلت دی۔

بے شک انبیاء و رسلانِ عظام کے مراتب متفاوت و مختلف ہیں۔ بعض اہلِ علم کہتے ہیں جس طرح قاضی عیاض نے اس کو نقل کیا ہے کہ فضیلت انبیاء دنیا میں تین طرح سے ہے۔

نمبر ۱۔ آیات و معجزات سب سے زیادہ ظاہر اور مشہور ہوں۔

نمبر ۲۔ یا اس نبی کی اُمت پاکیزہ ترین اور سب سے زیادہ ہو۔

نمبر ۳۔ یا ذات نبی سب سے افضل و اظہر ہو۔

یہ تینوں حال ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔

اللہ نے آپ کی ذات میں ہمکلامی۔ خلت اور رؤیتِ ذاتِ باری اور اس کے علاوہ وہ کمالات رکھے ہیں جو دیگر انبیاء کو نہیں ملے۔ آپ کے معجزات سب انبیاء سے زیادہ اور قوی اور مضبوط ترین اور باقی رہنے والے ہیں اور آپ کی ذات سب سے افضل اور سب سے زیادہ ظاہر و مطہر ہے۔ لہٰذا آپ کا رتبہ تمام انبیاء سے بالا ہے۔

آپ تمام انبیاءؑ کے صفات کے جامع ہیں

امام فخر الدین رازی معالم میں لکھتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے انبیاء کے اوصافِ حمیدہ بیان کئے۔ پھر حضور علیہ السلام سے کہا۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ [2] ترجمہ: وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے تو آپ ان کی ہدایت کی اقتدا کیجیے۔

تو آپ نے تمام اوصاف حمیدہ کو اپنایا جو ان میں متفرق طور پر تھے۔ لہٰذا ان سب سے افضل ہوئے۔

[1] پ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل آیت ۵۵ - [2] پ سورہ انعام آیت ۹۰

marfat.com

اور آپ کی دعوت و تبلیغ دنیا کے اکثر و بیشتر ممالک اور علاقوں میں پہنچی، جہاں پہلے انبیاؑ کی دعوت نہیں پہنچ سکی تو آپ کی دعوت سے مخلوقِ خدا نے دیگر انبیاء علیہم السلام کی دعوت کی نسبت زیادہ فائدہ حاصل کیا اور آپ کی دعوت نفع و فائدہ کے اعتبار سے کامل ترین ہوئی۔ لہٰذا آپ سب سے افضل ٹھہرے۔

امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے۔

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ قَالَ اَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

ترجمہ:۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ میں قیامت کے روز تمام لوگوں کا سردار ہوں گا۔

یہ فرمان تحدیثِ نعمت کے طور پر ہے کہ اُمّت کو آپ کی عظمت و رفعتِ شان کا علم ہو جائے کہ ہم اس نبی کی اُمّت ہیں جو تمام مخلوق کا سردار ہے خواہ آدم علیہ السلام ہوں یا کوئی نبی و رسول۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ[1] ترجمہ:۔ ہم نے آپکے ذکر کو آپ کے لیے بلند کر دیا۔

ابن خزیمہ اور اس کے علاوہ دوسروں نے ذکر کیا ہے۔ ابن حبان نے اس کی تصحیح کی ہے۔

انہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَانِيْ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ اِنَّ رَبِّيْ وَرَبَّكَ يَقُوْلُ تَدْرِيْ كَيْفَ رَفَعْتُ ذِكْرَكَ قُلْتُ اللّٰهُ اَعْلَمُ قَالَ اِذَا ذُكِرْتُ ذُكِرْتَ مَعِيْ۔

ترجمہ:۔ آپ نے فرمایا۔ جبریل امین میرے پاس آئے اور کہا تحقیق میرا اور تیرا رب کہتا ہے کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے ذکر کو کیسے بلند کیا میں نے کہا اللہ ہی بہتر جانتا ہے تو فرمایا جب میرا ذکر ہو گا ساتھ تمہارا ذکر و چرچا بھی ہو گا۔

قاضی بیضاوی اس کا معنی بیان کرتے ہیں!۔ رفع بلند کیا گیا مثلاً دونوں کلمۂ شہادت میں اللہ تعالیٰ اپنے نام کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و م کو متصل کر دیا ہے اور آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ[2]

ترجمہ:۔ جس نے رسولِ کریم کی اطاعت کی بے شک اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

---

[1] پ ۳۰ سورہ الشرح آیت ۴۔ [2] پ ۵ سورۃ النساء آیت ۸۰۔

marfat.com

ایسے ہی اور بہت آیات ہیں جو اس پر شاہد ہیں۔

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا [1]

ترجمہ:۔ بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مقام مصطفےٰ سے مطلع کیا ہے جو کہ اس کے اور ملاء اعلیٰ (فرشتوں) کے ہاں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے پاس آپ کی مدح و تعریف کرنا اور فرشتے آپ پر صلوٰۃ (نزول رحمت) بھیجتے ہیں۔ ثم عالم سفلی یعنی انسان کو صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا حکم دیا تو آپ کے پاس اللہ اور اس کے پیغمبر اور اکثر اہل جہاں (دنیاوی و آخروی) اہل جہاں علوی ہوں یا سفلی سب کی ثنا آپ کے پاس جمع ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

طٰہٰ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓی [2]

ترجمہ:۔ اے محبوب! ہم نے یہ قرآن اس لیے نہیں اتارا کہ تم مشقت میں پڑو۔

ہم نے آپ پر قرآن اس لیے نہیں اتارا کہ آپ اپنے نفس کو عبادت میں تنگی اور مشقت دیں۔

وَمَا بُعِثْتُ اِلَّا بِالْحَنِیْفِیَّۃِ السَّمْحَۃِ۔ ترجمہ:۔ آپ کو آسان دین حنیفیت دیا گیا ہے۔

سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اتنا طویل قیام فرماتے ہیں کہ آپ کے قدموں میں سوزش پڑ جاتی۔ تو جبریل امین علیہ السلام نے عرض کیا۔ اپنے نفس کو آرام بھی دیجیے کہ اس کا بھی آپ پر حق ہے۔ تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ [3]

ترجمہ:۔ اے محبوب بے شک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔

ہم نے آپ کو مناقب کثیرہ عطا کیے جو ہر ایک منقبت دنیا کے فرشتے اپنے پروں سمیت

---

[1] پ ۲۲ سورہ احزاب ۱۲۶ ۔ [2] پ ۱۶ سورہ طٰہٰ آیت ۲ ۔

[3] پارہ ۳۰ سورہ کوثر رکوع ۳۳ ۔

marfat.com

سے بڑی ہے۔ کوثر کا مشہور معنی جنت کی نہر ہے اور یہی معنی علمائے سلف و خلف کے ہاں مشہور ہے۔ یہ معنی حدیث شریف میں موجود ہے۔ پھر اور بہت سی اشیا کا ذکر کیا۔ جن سے کچھ کا پہلے ذکر ہو چکا ہے اور کچھ کا ذکر آگے آئے گا۔

پھر قسطلانی نے کہا خلاصہ کلام کہ قرآن کریم میں آپ کے جلالتِ رتبہ، عظمتِ مرتبہ اور علوِ رفعتِ ذکر کی تصریح پر مشتمل ہے۔ جس سے روز روشن کی طرح واضح ہو رہا ہے کہ آپ عزت و تکریم کے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔

رحمتِ عالم

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ[1] ترجمہ:۔ اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے۔

ابو بکر بن طاہر کہتے ہیں۔ اللہ نے آپ کو رحمت کی زینت سے مزین کیا ہے آپ کی رحمت اور جملہ خصائل و صفات مخلوق کے لیے رحمت ہیں۔ پس جسے آپ کی رحمت سے کچھ مل گیا وہ دونوں جہان میں کامیاب ہے اور مصائب سے محفوظ ہو گیا آپ کی رحمت کا حصہ ہر محبوب اور نیک انسان کو پہنچنے والا ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہر نیک و فاجر کے لیے رحمت ہیں اس لیے جس نے کسی بھی اپنے نبی کی تکذیب کی اس کو اللہ نے ہلاک کر دیا۔ لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرنے والے کی ہلاکت کو موت یا قیامت تک کے لیے مؤخر کیا اور جس نے تصدیق کی اس کے لیے دنیا و آخرت میں رحمت ہیں۔

سمرقندی نے رحمۃ اللعالمین کا معنی کیا کہ جن و انس کے لیے رحمت ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ تمام مخلوق کے لیے رحمت ہیں۔ مومن کے لیے ہدایت کے ساتھ رحمت منافق کے لیے قتل سے امان اور کافر کے لیے تاخیر عذاب سے رحمت ہیں۔ پس آپ کی ذات اقدس مومن و کافر سب کے لیے رحمت ہے۔

---

[1] پارہ ۱۷، سورہ انبیا، رکوع ۷، آیت ۱۰۸۔

marfat.com

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ [1]
ترجمہ:۔ اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو۔

امام بیہقی وغیرہ نے روایت کیا۔

اِنَّمَا اَنَا رَحْمَةٌ مُّهْدَاةٌ۔
ترجمہ:۔ میں ہدایت دینے والی یا ہدایت یافتہ رحمت ہوں۔

بعض عرفاء نے لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی تخلیق رحمت سے ہوئی اور ہمارے رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم عین رحمت ہیں۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ [2]
ترجمہ:۔ محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے خاتم (پچھلے) ہیں

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں تمام مخلوق کی طرف رسول بن کر آیا ہوں اور مجھ پر سلسلۂ نبوت ختم کر دیا گیا۔ اس حدیث کو امام مسلم نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے۔

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ [3]
ترجمہ:۔ وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس توریت و انجیل میں۔

یہ آیت آپ کے کمال صداقت پر دلالت کرتی ہے اس لیے آپ کا ذکر تورات و انجیل وغیرہ میں ہوا تو یہ یہود و نصاریٰ کے لیے سب سے بڑی وجہ انکار ہوتی۔ کیونکہ جھوٹ اور بہتان پر اصرار بہت بڑے منکرات سے ہے۔ کوئی عقلمند ایسی کوشش نہیں کرتا جس سے اس کا وقار

---

[1] پارہ ۹۔ رکوع ۱۸۔ سورۃ انفال۔ آیت ۳۳
[2] پارہ ۲۲ رکوع ۲۔ سورۃ احزاب آیت ۴۰
[3] پارہ ۹ رکوع ۹۔ سورۃ اعراف آیت ۱۵۷۔

marfat.com

مجروح ہوا اور لوگ اس کی بات سے نفرت کریں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں سے زیادہ عقلمند ہیں۔ تو آپ نے جب اعلان کیا تو اس سے ثابت ہو گیا کہ آپ کے اوصافِ حمیدہ توراۃ و انجیل میں مذکور ہیں اور یہ آپ کی نبوت و رسالت کی بہت بڑی دلیل ہے۔ کتب سماویہ تحریف شدہ ہونے کے باوجود ان میں آپ کا ذکر اور نبوت و رسالت کا تذکرہ موجود ہے۔ بہت سی عبارات جن میں نبوت و رسالت کا بیان ہے۔ قسطلانی نے نقل کی ہیں اور بہت سی عبارات میں نے بھی اپنی کتاب حجۃ اللہ علی العالمین میں ذکر کی ہیں جسے یہاں نقل کرنے کی ضرورت نہیں۔

اتباعِ رسول و محبتِ رسول

امام قسطلانی نے ساتویں مقصد میں محبت و اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا ہے۔ کہ آپ کے ساتھ محبت فرض اور آپ کے ارشادات پر عمل لازم ہے۔

محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ وہ مقام ہے جس میں سانس لینے والے سانس لیتے ہیں۔ عاملین اس کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ محبین اس میں گم ہو جاتے ہیں۔ عبادت گذار اس کی نسیم روح سے راحت حاصل کرتے ہیں پس یہ دلوں کی غذا ارواح کی قوت اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہے یہ وہ زندگی و حیات ہے جو اس سے محروم ہے وہ مُردوں سے ہے اور وہ نور اور روشنی ہے جس کے پاس یہ نہیں وہ تاریکیوں کے دریاؤں میں غوطہ زن ہے پس محبتِ رسول صلے اللہ علیہ وسلم ایمان، اعمال، روح اور مقاماتِ علیا کی روح ہے جب انسان اس شخص سے محبت کرتا ہے۔ جو اسے دنیا میں ایک یا دو بار فنا اور ختم ہونے والا فائدہ پہنچائے یا کسی ضرر و ہلاکت سے بچاتا ہے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔ جن سے باقی اور ہمیشہ رہنے والا فائدہ پہنچتا ہے اور ہمیشہ رہنے والے عذابِ جہنم سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

جب انسان دوسرے سے اس کی حسنِ صورت اور سیرتِ جمیلہ کی وجہ سے محبت کرتا ہے۔ تو ہمارے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت کا کون اندازہ لگا سکتا ہے جو اخلاقِ حسنہ کے جامع اور مکارم اخلاق اور فضل عمیم کے پورا کرنے والے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم

marfat.com

کے بسبب اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت کی نعمتیں عطا کیں۔ ہم پر ظاہری و باطنی نعمتوں کا القا فرمایا۔ تو اپنی جان مال، اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبت کے مستحق ہیں بلکہ اگر اللہ تعالیٰ ہمارے جسم کے ایک ایک بال کے تحت آپ کی محبت ڈال دے۔ پھر بھی کما حقہٗ آپ کی محبت کا تقاضا پورا نہیں ہوتا۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہٗ سے روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا :۔

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۔

ترجمہ :۔ تم میں کوئی ایک کوئی اس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے باپ اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں ۔

○ امام بخاری نے سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ مجھے میری جان کے سوا ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں۔ تو آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَنْ يُؤْمِنَ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ نَّفْسِهٖ ۔

ترجمہ :۔ جب تک میں جان سے پیارا نہ ہو جاؤں تم سے کوئی بھی مسلمان نہیں ہوسکتا۔

تو عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ نے عرض کیا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ پر قرآن کریم اتارا۔

وَاَنْتَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَّفْسِی الَّتِیْ بَیْنَ جَنْبَیَّ فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْاٰنَ یَا عُمَرُ تَمَّ اِیْمَانُكَ ۔

ترجمہ :۔ ضرور آپ مجھے اپنے دل سے بھی زیادہ پیارے ہیں تو آپ نے فرمایا اب اے عمر (ایمان کامل و اکمل ہوا)

○ اور سیدنا علی المرتضیٰ بن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَبَّ اِلَيْنَا مِنْ اَمْوَالِنَا وَاَوْلَادِنَا وَاٰبَاءِنَا وَاُمَّهَاتِنَا وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ عَلَى الظَّمَاءِ ۔

ترجمہ :۔ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے مال، اولاد، لڑکے، مائیں اور پیاسے کے لیے ٹھنڈے پانی سے زیادہ عزیز تھے۔

marfat.com

○ ابن اسحاق نے اپنی تاریخ میں روایت کیا ہے - ایک انصاری عورت جس کا باپ، بھائی اور شوہر غزوہ اُحد میں شہید ہو گئے تھے - جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی افواہ سنی تو وہ دوڑتی ہوئی اُحد کی طرف جا رہی تھی - جب اسے اپنے باپ، بھائی اور شوہر کے قتل ہونے کی خبر ملی تو کہنے لگی -

مَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ - ترجمہ :۔ آپ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے -

صحابہ کرام نے جواب دیا - آپ الحمد للہ بخیریت ہیں - تیری منشا کے مطابق - اس نے کہا مجھے زیارت کراؤ - تاکہ مجھے یقین ہو جائے - آپ کی خیریت وصحت کو دیکھ کر کہنے لگی -

کُلُّ مُصِیْبَۃٍ بَعْدَکَ جَلَلٌ اَیْ صَغِیْرَۃٌ - آپ کے بعد بڑی سے بڑی مصیبت بھی معمولی ہے -

○ جب مشرکین مکہ حضرت زید بن دثنہ کو حرم سے قتل کرنے کے لیے باہر لائے تو ابو سفیان جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے - زید سے کہنے لگے میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں - اے زید! کیا اس بات کو پسند کرے گا کہ تیری جگہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا جائے - تو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ خدا کی قسم میں تو اس چیز کو بھی گوارا نہیں کر سکتا کہ آپ کے قدموں کو کانٹا بھی چبھ جائے اور میں اپنے اہل وعیال میں ہوں - تو ابو سفیان کہنے لگا کہ احواب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جتنی اپنے رسول و محمد سے عقیدت اور محبت رکھتے ہیں - اتنی کوئی کسی سے محبت نہیں کر سکتا - آپ کے ساتھ محبت کرنا فرض ہے - اس پر بہت حدیثیں ذکر کی ہیں -

محبت کی علامات

محبت کی بہت سی علامات ہیں -

(۱)

اقتداء محبت کا تقاضا ہے کہ آپ کی اقتداء اور آپ کے طریقوں وسنتوں پر عمل اور آپ کی ہدایت سے ہدایت حاصل کی جائے - نیز آپ کی شریعت مطہرہ کی حتی الامکان معلومات اور واقفیت حاصل کی جائے - جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ ¹ — ترجمہ: اے محبوب! تم فرما دو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ تو اللہ تم سے محبت کرے گا۔

اس آیت میں اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بندے کی اللہ سے محبت کی علامت قرار دیا۔ اور حُسنِ اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صلہ میں خود اللہ تعالیٰ کی بندے سے محبّت قرار دی، اس کمالِ اتباع سے محبت و محبُوبیّت دونوں اکٹھی حاصل ہو جاتی ہیں۔ اب یہ نہیں کہ بندہ تو اللہ سے محبّت کرے اور خود ذات باری تعالےٰ بندے سے محبت نہ کرے بلکہ اللہ تعالیٰ بندے سے محبت کرتا ہے۔ یہ اسی صورت میں ہوگا۔ جب تو ظاہری و باطنی طور پر حبیب خدا مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع کرے آپ کی خبر کی تصدیق، امر پہ عمل، دعوت پر برضا و رغبت لبیک کہے۔ آپ کے حکم کی وجہ سے غیر کے حکم پر عمل نہ کرے اور آپ کی محبت میں مخلوق کی محبت کو بھول جائے۔ آپ کی اطاعت سے غیر کی اطاعت کو بھلا دے۔ اگر اسی طرح نہیں کر سکا تو یقین کر تجھے ابھی نہیں ملا۔ فَاتَّبِعُوْنِیْ کے الفاظ میں غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ بندے سے اسی صورت میں محبّت کرتا ہے۔ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل اتباع کی جائے۔

ترمذی نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے:۔

مَنْ اَحْیَا سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّۃِ۔ — ترجمہ: جس نے میری سُنّت کو (زندہ سنت پر عمل) کیا اس نے مجھ سے محبّت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرا ساتھی ہوگا۔

ابن عطاؒ کہتے ہیں جو آدابِ سُنّت کا التزام (لازم) کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل کو نُورِ معرفت سے منوّر کر دیتا ہے۔ اوامر۔ نواہی۔ افعال اور اخلاق میں آپ کی اتباع و پیروی سے بڑھ کر کوئی کام نہیں۔

۲۔ شریعت پر رضامند ہونا

علاماتِ محبّت سے ایک علامت آپ کی شریعت مطہرہ پر رضامندی ہے اور آپ کے ہر فیصلے کو برضا و خوشی

---

¹ پارہ ۳ رکوع ۲ سورہ آل عمران آیت ۳۱۔

marfat.com

قبول کیا جائے اور دل میں تنگی تک محسوس نہ کرے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ؁[1]

ترجمہ: تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

جو شخص آپ کے فیصلے پر دل میں تنگی محسوس کرے گا اس کے دل سے ایمان سلب کر لیا جائے گا۔

تاج الدین بن عطا اللہ اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ یہ آیت اس پر دال ہے کہ حقیقی ایمان اس وقت حاصل ہو گا۔ جب اپنے نفس پر اللہ اور اس کے رسول کے احکام قولاً فعلاً اخذ ترک اور حب و بغض کے ہر لحاظ سے نافذ کرے۔ پھر احکم الحاکمین نے اس شخص سے جو آپ کے فیصلے کو قبول نہیں کرتا اور دل میں تنگی محسوس کرتا ہے۔ ایمان کی صرف نفی نہیں کی بلکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر خصوصی عنایت و رافت فرماتے ہوئے اپنی ربوبیت کو آپ کی طرف منسوب کر کے قسم اٹھائی اور فرمایا فَلَا وَرَبِّكَ تیرے رب کی قسم۔ قسم میں اس طرف اشارہ ہے۔ جو آپ کے فیصلوں کو بخوشی قبول کرتے ہیں خواہ وہ فیصلہ ان کے ہی خلاف ہو۔ ان پر محبت کا غلبہ اور نصرت الٰہی ان کے شامل حال ہے۔

اس آیت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خصوصی عنایت کا اظہار ہو رہا ہے۔ کہ آپ کے حکم فیصلے کو اپنا حکم اور فیصلہ قرار دیا۔ بندوں پر لازم کر دیا کہ آپ کے احکامات پر عمل کریں جو آپ کے احکام پر عمل نہیں کرتا وہ مسلمان نہیں۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ؁[2]

ترجمہ: اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔

---

[1] پارہ ۵ رکوع ۶ ۔ سورہ نسا آیت ۶۵ ۔

[2] پارہ ۲۷ رکوع ۵ ۔ سورہ النجم آیت ۴ ۔

marfat.com

پس آپ کا حکم اللہ کا حکم آپ کا فیصلہ رب العالمین کا فیصلہ ہے۔ جیسے دوسری آیت میں ہے
اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ[1] ترجمہ: بے شک وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں بے شک وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔

ایک اور آیت میں اس کی تاکید فرمائی:
يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ[2] ترجمہ: ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

حضرت سہل بن عبداللہ تستری فرماتے ہیں کہ جو شخص جمیع احوال میں اپنے نفس کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ملک نہیں سمجھتا اس نے حلاوتِ سُنّت کو نہیں چکھا۔

(۳) قول فعل سے دین مصطفےٰ کی حمایت

علاماتِ محبت سے آپ کے دین و مذہب کی نصرت ہے کہ محب اپنے فعل و قول سے حمایت و نصرت کرے اور آپ کے اخلاقِ عالیہ سے متخلق ہو مثلاً سخاوتِ وجود، ایثار و قربانی، حلم، صبر، تواضع وغیرہا جو آپ کے اخلاق سے متخلق ہو گیا اس نے حلاوتِ ایمان پالی۔ جو حلاوتِ ایمان سے شناسا ہو جائے اسے عبادات و طاعات میں ذوق حاصل ہو جاتا ہے۔ مصائب و مشقات کو برداشت کرنے کی اہلیت پیدا ہو جاتی ہے۔ دنیا کے مال و اسباب پر ان کو ترجیح دے گا۔

۴۔ ذکر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت تعظیم اور تواضع انکساری کا اظہار

علاماتِ محبّت سے ہے کہ جب آپ کا ذکر کیا جائے یا آپ کا اسم گرامی لیا سنا جائے۔ تو ادب و تعظیم سے لیا جائے۔ تواضع، عاجزی اور انکساری کا اظہار کیا جائے۔ کیونکہ ہر مُحب اپنے محبوب کا ذکر ادب و احترام اور تواضع سے کرتا ہے جیسا کہ کثیر صحابہ کرام علیہم الرضوان آپ کا ذکر نہایت خشوع و خضوع سے کرتے۔ یہاں تک کہ ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے اور ان پر گریہ طاری ہو جاتا۔ یونہی اکثر تابعین کی حالت تھی۔ تابعین کے بعد والے مشائخ و علمائے عظام اور عشاق نہایت محبت شوق بصد ادب و احترام سے ذکر کرتے۔ علامہ قسطلانی نے بعض صحابہ اور سلف صالحین کے واقعات کا بھی تذکرہ کیا ہے۔

---

[1] پ ۲۶ سورۂ فتح آیت ۱۰ ۔ [2] پ ۲۶ سورۂ فتح آیت ۱۰ ۔

marfat.com

۵- کثرت شوق دیدار مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

علامات محبت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے آپ کے دیدار کا ہر وقت مشتاق رہنا ہے۔

۶- محبّت قرآن

جناب رسالتِ مآب صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کی علامات میں سے قرآنِ کریم سے محبت ہے۔
اگر تو نے معلوم کرنا ہو کہ تجھے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنی محبت ہے تو قرآن کریم کی محبّت سے اندازہ لگالے کہ قرآن کریم سے کتنی محبّت ہے۔

۷- سُنّت سے محبت اور احادیث مبارکہ کا پڑھنا

رسول خُدا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کی سُنن سے محبّت اور احادیثِ مُبارکہ کو پڑھا جائے۔

۸- آپ کے ذکر کرنے اور نام سننے سے لطف اندوز ہونا

علاماتِ محبّت میں سے ہے کہ محب آپ کے ذکر پاک کرنے یا اسم گرامی سُننے کے وقت لذت اندوز ہو۔

۹- اہل بیت وصحابہ کرام اور مدینہ منوّرہ سے محبّت

آپ صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت کا تقاضا یہ بھی ہے آپ کے دین، آل، اصحاب، شہر اور ہر اس چیز سے محبت کی جائے جو آپ کی طرف منسوب ہو۔ جب بندے پر آقا علیہ السلام کی مُحبت کا شدت کا غلبہ ہو گا تو ماسوا کے خیالات محو ہو جائیں گے۔ دل و جان اور آنکھ کان اس کی محبت میں مستغرق ہو جائیں گے تو اکثر آپ کی زیارت سے عالمِ خواب میں مشرف ہوتا رہے گا۔ بعض اوقاتِ چشمِ ظاہر سے حالت بیداری میں مشرف ہو جائے جیسا کہ اکابر اولیا اور خیرۃ الاصفیا عالم یقظہ میں دیدار سے مُشرف ہوتے رہتے ہیں۔

marfat.com

آپ کا غیب کی خبریں دینا

امام قسطلانی آٹھویں مقصد کے آخر میں آپ کا مغیبات کی بہت خبروں کا تذکرہ کیا ہے۔

یاد رکھیے کہ علم غیب اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان حق ترجمان یا کسی اور سے صدور ہوا تو وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔ وحی یا الہام کے ذریعہ حدیث شریف میں ہے۔

وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَا اَعْلَمُ اِلَّا مَا عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ۔ ترجمہ: بخدا میں وہی جانتا ہوں جو مجھے حق تعالیٰ نے سکھایا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مغیبات پر مطلع ہونا اتنا مشہور ہو گیا تھا۔ کہ بعض نے اپنے دوستوں سے آپ کے متعلق بات کرتے سے منع کرتے ہوئے کہہ دیا کہ خاموش ہو جا۔ اگر آپ کے پاس کوئی خبر دینے والا ہو تو بطحا کے پتھر آپ کو حالات سے آگاہ کر دیں گے اور اس کی شہادت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے اشعار میں ہوتی ہے۔

وَفِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ یَتْلُوْ کِتَابَهٗ
اِذَا انْشَقَّ مَعْرُوْفٌ مِنَ الصُّبْحِ سَاطِعُ

ترجمہ: اور ہم میں اللہ کے رسول ہیں جو اس کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں جب صبح درخشاں ہوتی ہے۔

اَرَانَا الْهُدٰی بَعْدَ الْعَمٰی فَقُلُوْبُنَا
بِهٖ مُوْقِنَاتٌ اَنَّ مَا قَالَ وَاقِعُ

ہمیں گمراہی کے بعد ہدایت دیکھائی پس ہماری دل آپ کے فرمان کے مطابق امور کے وقوع پذیر ہونے پر یقین رکھتے ہیں۔

اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اشعار ہیں۔

نَبِیٌّ یَرٰی مَا لَا یَرَی النَّاسُ حَوْلَهٗ
وَیَتْلُوْ کِتَابَ اللّٰهِ فِیْ کُلِّ مَشْهَدٖ

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہ ملاحظہ فرماتے ہیں جو لوگ اپنے ارد گرد بھی نہیں دیکھ سکتے اور ہر مشہد میں (شہادت کی جگہ) کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں۔

marfat.com

فَاِنْ قَالَ فِيْ يَوْمٍ مَقَالَةَ غَائِبٍ ترجمہ:۔ اگر آپ نے غائب کے متعلق کوئی
فَتَصْدِيْقُهَا فِيْ ضَحْوَةِ الْيَوْمِ اَوْ غَدٍ بات فرمائی تو اس کی آج تصدیق ہو گی یا کل۔

علامہ قسطلانی نے بہت سی احادیث ذکر کی ہیں جو مخصوص واقعات سے متعلق ہیں جن کے متعلق آپ نے خبر دی ویسے ہی وہ واقعہ رونما ہوا۔ انواع معجزات میں سے مغیبات کی اطلاع دینا سب سے زیادہ ہے۔

کیا اسلام سے قبل آپ کسی نبی کی شریعت کے مطابق عبادت گذارتے تھے یا نہیں۔

امام قسطلانی مقصد تاسع میں ذکر کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعلانِ نبوت سے قبل کسی نبی کی شریعت کے مطابق عبادت کرتے تھے یا نہیں۔ تو جمہور علماٴ کا قول یہ ہے کہ کسی بھی نبی کی شریعت کے مطابق عبادت گذار نہیں ہے۔ لیکن اللہ تعالےٰ کا یہ فرمان۔

ثُمَّ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ ترجمہ:۔ پھر ہم نے تمہیں وحی بھیجی کہ دین
مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا [1] ابراہیم کی پیروی کرو جو ہر باطل سے الگ تھا۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں صرف توحید میں اتباع مراد ہے۔

شیخ الاسلام بلقینی شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ احادیث مبارکہ میں کوئی ایسی روایت نہیں ملتی جس سے قبل از اعلانِ نبوت کی عبادت کی کیفیت معلوم ہو۔

ابن اسحاق وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سال میں ایک ماہ کامل غارِ حرا میں تشریف لے جایا کرتے اور واپسی پر گھر میں داخل ہونے سے قبل بیت اللہ شریف کا طواف کرتے۔ بعض نے تعبد وعبادت کو غور و خوض، تفکر و تدبر پر محمول کیا ہے۔

احادیثِ مبارکہ میں جو جن میں آپ کی انواع عبادت کا ذکر ہے کثیر ہیں۔ امام قسطلانی نے آخر میں کچھ ادعیہ اذکار اور قرأت کا ذکر کیا ہے اور بہت سی ادعیہ مستجابۃ (مقبول دعائیں) کا ذکر فرمایا۔

آپ کی ادعیہ مستجابات

وہ دعائیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائی۔ ان میں ایک حضرت

[1] پارہ نمبر ۱۴، رکوع ۲۲۔ سورۃ نحل آیت ۱۲۳۔

marfat.com

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ اَکْثِرْ مَالَہٗ وَوَلَدَہٗ وَاَطِلْ عُمُرَہٗ وَاغْفِرْلَہٗ۔

ترجمہ: اے اللہ! اس کے مال اور اولاد میں کثرت فرما اس کی عمر طویل کر اور اس کی مغفرت فرما۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری پشت سے ایک سو دو بچے دفن ہوئے۔ میرا باغ سال میں دو بار پھل دیتا۔ میری عمر اتنی طویل ہوئی کہ اپنی زندگی سے اُکتا گیا اور رابعہ (موت) کی اُمید کرنے لگا۔ (اس کو ابن سعد نے روایت کیا ہے)

حضرت مالک بن ربیعہ سلولی کی اولاد میں برکت کے لیے دُعا فرمائی تو ان کے اتنے لڑکے (لڑکے پوتے) پیدا ہوئے۔ (رواہ ابن عساکر)

جب سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو خیبر فتح کرنے کے لیے بھیجا تو ان کی آنکھیں دکھتی تھیں تو ان کی آنکھوں میں لعاب ڈالا اور فرمایا۔

اَللّٰھُمَّ اَذْھِبْ عَنْہُ الْحَرَّ وَالْبَرْدَ۔

ترجمہ: اے اللہ اس سے گرمی اور سردی کو دُور کر۔

حضرت علی فرماتے ہیں کہ اس دن سے مجھے گرمی محسوس ہُوئی نہ سردی اور نہ پھر کبھی آنکھیں خراب ہوئیں اور بہت دعاؤں کے ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں ایسی کوئی ایک روایت بھی نہیں ملتی کہ آپ نے دُعا فرمائی ہو اور اللہ تعالیٰ نے قبول نہ کی ہو۔

انبیا علیہم السلام اپنی موت میں با اختیار ہیں

امام قسطلانی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب کے مقصد عاشر جو کتاب کا آخری حصہ ہے۔ لکھا ہے۔

موت چونکہ طبعی طور پر ایک ناپسندیدہ چیز ہے۔ اس لیے ہر نبی کو اپنی موت کے بارے میں اختیار دیا گیا ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہُوئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اختیار دیا ہے کہ دنیا و مافیہا

marfat.com

یا جو اللہ تعالیٰ کے پاس موجود ہے۔ جس کو چاہے پسند کرلے۔ تو اس کے بندے نے ما عند اللہ (جو اللہ کے پاس ہے) کو پسند کیا ہے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ کلمات سن کر رونے لگے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ راوی کہتے ہیں ہم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کلمات تعجب کیا لوگ کہنے لگے اس شیخ کی طرف دیکھئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر کہ اللہ نے بندے کو دنیا و آخرت میں اختیار دیا ہے کہ جواب فَدَيْنَاكَ بِآبَائِنَا وَأُمَّهَاتِنَا کہہ رہے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہ مخیر ہے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہم سے زیادہ علم والے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

○ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آخر عمر میں موت کی آمد کے منتظر رہتے تھے اس پر چند احادیث ذکر کی ہیں۔

واحمدی نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے موصولاً روایت کیا ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وصال شریف سے ایک ماہ قبل بیان کیا۔ جب فراق کا وقت قریب آیا۔ تو ہم ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں جمع ہوئے تو آپ نے فرمایا۔ اللہ تمہیں سلام کے ساتھ زندہ رکھے اللہ تم پر رحمت فرمائے۔ تمہیں قوت و طاقت دے۔ تمہاری مدد کرے۔ تمہیں بلند و بالا اللہ تمہیں اپنی پناہ میں رکھے۔ تمہیں خوفِ الٰہی کی وصیت کرتا ہوں۔ تمہیں ذاتِ الٰہی سے ڈراتا ہوں کہ بے شک میں تمہارے لیے ایک واضح اور ڈرانے والا ہوں۔ اس کے شہروں اور بندوں کے بارے میں اللہ کی مخالفت نہ کرنا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے اور تمہیں یہ فرمایا ہے:

تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا	ترجمہ: یہ آخرت کا گھر ہم ان کے لیے کرتے ہیں
لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا	جو زمین میں تکبر نہیں چاہتے اور نہ فساد
فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ	اور عاقبت پرہیزگاروں ہی کی۔
لِلْمُتَّقِينَ [1]	

---

[1] پارہ نمبر ۲۰ رکوع ۱۲ سورہ قصص آیت ۸۳۔

marfat.com

اور دوسرے مقام پر فرمایا :۔

اَلَیْسَ فِیْ جَھَنَّمَ مَثْوًی لِّلْمُتَکَبِّرِیْنَ[1] ۵ ترجمہ :۔ کیا مغرور کا ٹھکانہ جہنم میں نہیں۔

ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مَتٰی اَجَلُکَ آپ کو موت کب آئے گی۔ فرمایا فراق کی گھڑی بالکل قریب ہے۔ رب العالمین اور جنت الماویٰ کی طرف رجوع اور لوٹنا ہے ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو کفن کس میں دیں گا۔ فرمایا میری اہل بیت کے مرد الاقرب فالاقرب (قرب کے لحاظ سے) درجہ بدرجہ ہم نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ کو کفن کس میں دیں۔ تو فرمایا میرے ان کپڑوں میں اور اگر تمہارا خیال ہو تو سفید مصری کپڑوں یا حلہ یمانیہ (یعنی چادر) ہم نے عرض کیا، آپ کی نماز جنازہ کون پڑھے گا۔ تو فرمایا جب تم میرے غسل اور کفن سے فارغ ہو جاؤ تو مجھے چارپائی پر رکھ کر قبر کے پاس رکھ کر کچھ وقت کے لیے جدا و علیحدہ ہو جانا کہ سب سے پہلے مجھ پر جبرئیل امین درود پڑھیں گے پھر میکائیل پھر اسرافیل پھر عزرائیل اور اس کے ساتھ فرشتوں کی ایک جماعت، پھر تم جماعت جماعت بن کر جانا، مجھ پر درود وسلام پڑھتے جانا، سب سے قبل میری اہل بیت کے مرد پھر عورتیں پھر تم مجھ پر سلام پڑھنا اور میرا سلام دینا اس کو جو میرے صحابہ میں سے غائب ہے اور جس نے میرے دین کی اتباع کی آج سے قیامت تک کے لیے۔ ہم نے عرض کیا آپ کو قبر شریف میں کون اتارے ؟ فرمایا میرے اہل فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ۔ اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔

امام بخاری نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے حالت صحت میں ارشاد فرمایا :۔

لَمْ یُقْبَضْ نَبِیٌّ قَطُّ حَتّٰی یَرٰی مَقْعَدَہٗ مِنَ الْجَنَّۃِ ثُمَّ یُخَیَّرُ۔ ترجمہ : نبی فوت ہونے سے قبل جنت میں اپنا مقام دیکھ لیتا ہے۔ پھر اسے اختیار دیا جاتا ہے

---

[1] پارہ نمبر ۲۴ سورہ الزمر آیت ۶۰

marfat.com

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوئی اور موت کا عین وقت آگیا تو اس وقت آپ کا سرِ اقدس میرے ران پر تھا۔ آپ پر غشی طاری ہوگی۔ جب افاقہ ہوا، آپ نے آنکھ کھول کر چھت کی طرف دیکھا اور فرمایا :۔

اَللّٰهُمَّ فِي الرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى ۔ ترجمہ: اے اللہ! رفیق اعلیٰ کی صحبت میں۔

میں نے کہا اس وقت ہمیں پسند نہیں کریں گے۔ مجھے معلوم ہوگئی وہ حدیث جو آپ نے حالتِ صحت میں بیان فرمائی تھی۔ پھر آپ پر غشی طاری ہوگئی اور تکلیف شدت اختیار کر گئی تو سیدہ فاطمہ زہرا نے کہا واکرب اباہ۔ اے اباجی کی تکلیف تو آپ نے فرمایا، آج کے بعد تیرے باپ پر کوئی کرب وتکلیف نہیں۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

علما فرماتے ہیں کہ آپ کو کرب وتکلیف رفعت منزلت ومقام اور مزید ترقی درجات کے لیے تھی۔ طبرانی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ملک الموت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایامِ مرض میں آئے۔ اس وقت آپ کا سرِ اقدس حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں تھا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملک الموت نے اجازت طلب کی اور کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! تو حضرت علی نے فرمایا واپس چلے جائیے۔ ہم مصروف ہیں تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ملک الموت عزرائیل ہے رشد وہدایت کے ساتھ داخل ہوجا۔ جب داخل ہوا تو عرض کیا آپ کا رب آپ کو سلام دیتا ہے۔ پس مجھے معلوم ہوگیا کہ ملک الموت اس سے قبل اہل بیت کو سلام کیا ہے نہ بعد میں کرے گا۔

جعفر بن محمد اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موت سے تین دن قبل جبریل امین حاضر ہوئے اور عرض کیا، اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس بھیجا ہے آپ کے احترام کے واسطے تفضیل اور مخصوص آپ کے لیے۔ آپ سے وہ ذات دریافت فرما رہی ہے جو آپ سے زیادہ آپ کو جانتی ہے کہ آپ اپنے کو کیسے پاتے اور محسوس کر رہے ہیں تو آپ نے فرمایا اے جبریل! میں اپنے کو مغموم پاتا ہوں۔ دوسرے دن پھر جبریل حاضر ہوئے پہلے دن کی طرح سوال کیا اور آپ نے بھی پہلے دن کی مانند جواب دیا۔ تیسرے دن پھر حاضر خدمت ہوئے اور اسی طرح کہا۔ پھر آپ کے پاس ملک الموت حاضر ہوئے

marfat.com

اجازت طلب کی، جبریل نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ملک الموت آپ سے اجازت چاہتا ہے جس نے آپ سے پہلے کسی سے اجازت طلب کی ہے اور نہ اجازت طلب کرے گا۔ فرمایا۔ اجازت دے دیجیے تو ملک الموت آپ پر داخل ہوئے۔ آپ کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کیا اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ آپ کی ہر بات کی تعمیل کروں۔ اگر آپ اجازت دیں تو آپ کی روح قبض کرتا ہوں اور اگر ترک کرنے کا حکم دیں تو میں چھوڑ دیتا ہوں۔ جبریل امین علیہ السلام نے عرض کیا۔

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَاقَ اِلٰی لِقَائِكَ۔ ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ آپ کا مشتاق ہے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ملک الموت جس کا تجھے حکم ہوا ہے وہ پورا کر۔ جبریل علیہ السلام نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ زمین میرا آخری ٹھکانہ تھا جس کی مجھے دنیا میں تمنا تھی۔ ملک الموت نے روح قبض کی۔ جب آپ کی روح مبارک قبض ہو گئی تو مکان کے ایک کونہ سے آواز سنائی دی۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ	ترجمہ: اے اہل بیت تم پر سلام، اللہ کی
وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ کُلُّ نَفْسٍ	رحمت اور برکتیں ہوں۔ ہر نفس نے موت
ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ	کا ذائقہ چکھنا ہے تحقیق تمہیں قیامت
اُجُوْرَکُمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ	کے روز پورا پورا اجر دیا جائے گا۔
اِنَّ فِی اللّٰہِ عَزَاً مِنْ کُلِّ	بے شک، اللہ کی ذات ہر مصیبت سے
مُصِیْبَۃٍ وَخَلَفًا مِنْ کُلِّ ھَالِکٍ	نجات، ہر ہلاک ہونے والے کا خلف
وَدَرَکًا مِنْ کُلِّ فَائِتٍ فَبِا	اور ہر فوت ہونے والے کا پانا ہے۔
للّٰہِ فَثِقُوْا وَاِیَّاہُ فَارْجُوْا	پس اللہ پر بھروسہ رکھو اور اسی پر امید
فَاِنَّمَا الْمُصَابُ مَنْ حُرِمَ	رکھو۔ حرم ثواب سے درستگی ہے اور
الثَّوَابِ وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ	تم پر سلام ہو۔ اللہ کی رحمت اور اس
وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔	کی برکتیں ہوں۔

marfat.com

حضرت علی مرتضےٰ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا جانتے ہو یہ کون ہے فرمایا یہ خضر علیہ السلام ہیں۔
(اس کو بیہقی نے دلائل النبوۃ میں ذکر کیا ہے)

حاکم نے حدیث انس روایت کی ہے اس میں آخری کلام جو آقا علیہ السلام نے فرمائی وہ یہ ہے۔

جَلَالُ رَبِّيَ الرَّفِيْعِ ۔ ترجمہ: میرے بلند وبالا رب کا جلال۔

سالم بن عبد اللہ اشجعی سے روایت ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو سب سے زیادہ غمگین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہوئے۔ آپ تلوار پکڑ کر کھڑے ہو گئے اور کہا جس نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں میں اس کا سر تن سے جدا کر دوں گا۔ لوگوں نے کہا اے سالم صاحب رسول اللہ یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بلاؤ میں مسجد کی طرف گیا تو وہاں ابوبکر موجود تھے۔ جب میں نے آپ کو دیکھا تو رونے والا ہو گیا۔ آپ نے فرمایا۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں میں نے کہا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہہ رہے ہیں کہ جو آپ کو کہے گا کہ فوت ہو گئے ہیں۔ میں اس تلوار کے ساتھ اس کو قتل کر دوں گا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اس وقت آپ کو چادر سے لپیٹا ہوا تھا آپ نے چہرۂ انور سے چادر اٹھائی اپنا منہ آپ کے منہ پر رکھا اور خوشبو سونگھی پھر لپیٹ دیا، اور ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ[1] ترجمہ: اور محمد تو ایک رسول ہیں ان سے پہلے اور رسول ہو چکے ہیں۔

دوسری جگہ فرمایا:۔

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ[2] ترجمہ:۔ بے شک تمہیں انتقال فرمانا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے۔

---

[1] پارہ نمبر ۴۔ رکوع نمبر ۶۔ سورہ ال عمران، آیت ۱۴۴۔ [2] پارہ ۲۳، سورۂ زمر آیت ۳۰۔

marfat.com

اے لوگو! جو محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا تو وہ فوت ہو گئے ہیں۔ اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے۔ تو وہ زندہ ہے جس پر کبھی موت نہیں آئے گی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا قسم بخدا میں نے اس سے پہلے یہ آیات گویا کہ کبھی تلاوت ہی نہیں کی۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔

ابن منیر نے کہا کہ جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو عقل و ہوش اڑ گئے۔ بعض مخبوط الحواس ہو گئے بعض میں اٹھنے کی سکت نہیں رہی۔ بعض گونگے ہو گئے کہ کلام سن نہیں سکتے تھے اور بعض کمزور اور ناکارہ ہو گئے۔ مخبوط الحواس (پاگل ہو جانا) ہونے والوں میں حضرت عمر فاروق تھے۔ گونگے ہونے والوں میں حضرت عثمان غنی تھے۔ کبھی جاتے کبھی آتے بھول نہیں سکتے تھے۔ بیٹھ جانے والوں میں حضرت علی مرتضٰے تھے کہ حرکت نہیں کرتے تھے۔ ناکارہ ہونے والوں میں حضرت عبداللہ بن انیس تھے۔ جو اسی حالت میں فوت ہوئے ثابت قدم رہنے والوں میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ اس حالت میں تشریف لائے کہ آپ کی آنکھیں خشک سانس متردد اور پھولا ہوا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر داخل ہوئے جھک کر چہرہ اقدس سے کپڑا ہٹایا اور عرض کی آپ کی زندگی اور موت پاکیزہ ہے آپ کے وصال سے وہ چیزیں منقطع ہوگئیں جو دیگر انبیا علیہم السلام کے وصال پر منقطع نہیں ہوئیں۔ صفت عظیم ہوئی اور گریہ و بکا ہوا اگر آپ کی موت اختیاری ہوتی تو ہم آپ کی موت پر اپنی جانیں قربان کر دیتے۔ اپنے رب کے پاس ہمارا ذکر فرمایئے ہم آپ کے بال (ذکر) سے ہوں۔

ایک روایت میں جو ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مسند امام احمد میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آقا علیہ السلام کے پاس سر کی جانب سے آئے۔

جب آقا علیہ السلام نے وصال ہوا تو سیدہ فاطمہ زہرنی رضی اللہ عنہا نے کہا یا ابتاہ اپنے رب کے بلانے پر لبیک کہا۔ یا ابتاہ! آپ کا مقام جنت الفردوس ہے۔ یا ابتاہ! جبریل آمین کو موت کی خبر دیتے ہیں۔ اس کو بخاری نے روایت کیا۔

ابو نعیم نے حضرت علی مرتضٰے رضی اللہ عنہ سے بیان کیا۔ جب حبیب خدا صلے اللہ علیہ وسلم

marfat.com

نے وصال فرمایا۔ ملک الموت گریہ کناں کے ساتھ آسمان کی طرف گئے۔ قسم ہے اس کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ میں نے آسمان سے ندا سنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس مصیبت سے تمام مصیبتیں ہلکی اور آسان ہیں۔

سُنن ابن ماجہ میں ہے کہ آپ نے مرض موت میں فرمایا اے لوگو! اگر کسی مسلمان کو کوئی تکلیف پہنچے تو میری مصیبت کی طرف نسبت کرے میرے کسی اُمتی کو مجھ سے بڑھ کر تکلیف نہیں پہنچی۔

پیر کے دن وصال شریف

اس پر اجماع ہے کہ وصال شریف پیر کے دن ہوا۔ بدھ کے دن دفن ہوئے اس میں علماء کا اختلاف ہے اور محل دفن میں ابن عساکر نے ابو ذؤیب ہذلی سے بیان کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ہمیں یہ خبر پہنچی کہ آپ بیمار ہیں۔ گھر والوں نے موت کا خطرہ محسوس کیا تو رات کو بیدار رہے اور صبح طلوع ہونے کے قریب سو گئے۔

تو ہاتف غیبی نے ندا دی۔ اشعار ؎

خَطْبٌ اَجَلٌ اَنَاخَ بِالْاِسْلَامِ
بَیْنَ النَّخِیْلِ وَمَقْعَدِ الْاُطَامِ

ترجمہ: موت آگئی جب آپ نے کھجوروں (مدینہ منورہ) اور قلعہ میں بیٹھنے کی جگہ (شام) میں اسلام کو پھیلایا۔

قُبِضَ النَّبِیُّ مُحَمَّدٌ فَعُیُوْنُنَا
تَبْذِی الدُّمُوْعَ بِالسِّجَامِ

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو ہماری آنکھیں خون کے آنسو بہاتی ہیں۔

میں گھبرا اٹھا آسمان کی طرف صرف بعد از ایک نبے ستارے کو دیکھا تو مجھے معلوم ہو گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً فوت ہو چکے ہیں تو اہلِ مدینہ چیختے پکارتے ہوئے آئے جیسے حاجی لوگ احرام باندھتے وقت تلبیہ بلند آواز سے پکارتے ہیں بس میں نے کہا مہ دھُھرا تو کہا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو چکے ہیں۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہٗ نے بہت اچھا مرثیہ کہا ہے۔

marfat.com

كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِيْ — ترجمہ: تو دیکھنے والوں کی آنکھ سیاہی
فعمى عَلَيْكَ النَّاظِر — ہے آنکھ تجھ پر مشتبہ ہو گئی (معلوم نہیں کر سکی)

مَنْ شَاءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ — جو تیرے بعد مرنا چاہے مر جائے پس لازم
فَعَلَيْكَ كُنْتُ أُحَاذِرُ — ہے تجھ پر کہ محتاط رہوں میں۔

ابو داؤد اور حاکم ابو داؤد اس روایت کو صحیح کہا ہے نے حضرت علی سے روایت ہے کہ نے آپ کو غسل دیا پس میں نے دیکھنا چاہا تو مردوں سے نکلتا ہے تو کچھ نظر نہیں آیا۔ صرف یہ کہ زندگی پاک صاف اور موت بھی پاک اور صاف تھی۔

ابن سعد کی روایت میں ہے کہ آپ سے ایسی خوشبو مہک رہی تھی جیسی کبھی نہیں مہکی۔ ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ کے غسل شریف سے منگل کے روز فارغ ہوئے تو چٹائی پر لٹا کر گھر میں رکھا گیا لوگ جماعت در جماعت داخل ہو کر صلوۃ پڑھتے رہے مردوں کے فارغ ہونے کے بعد عورتیں گروہ در گروہ داخل ہو کر صلوۃ پڑھتی رہیں۔ پھر اسی طرح بچے داخل ہوئے۔ کسی نے امامت نہیں کرائی۔ ایک روایت ہے کہ سب سے قبل ملائکہ نے گروہ در گروہ آکر صلاۃ پڑھی، پھر اہل بیت، پھر عام لوگ، پھر آخر میں عورتیں۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کے حجرہ انور میں بستر والی جگہ میں دفن ہوئے تو حضرت سیدہ فاطمہ کبریٰ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں اور فرمایا۔ تمہارے نفوس کیسے پاک ہوں گے۔ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے ہاتھوں سے مٹی ڈال رہے ہو پھر قبر انور سے مٹی اٹھا کر اپنی آنکھوں پر رکھی اور یہ اشعار پڑھے۔

مَاذَا عَلَى مَنْ شَمَّ تُرْبَةَ أَحْمَدَ — ترجمہ: احمد مختار کی تربت سونگھنے والے پر
أَنْ لَا يَشُمَّ مَدَى الزَّمَانِ غَوَالِيَا — لازم ہے۔ اس کے بعد رہتے وقت تک کوئی چیز نہ سونگھے۔

صُبَّتْ عَلَيَّ مَصَائِبٌ لَوْ أَنَّهَا — مجھ پر اتنے مصائب نازل ہوئے اگر وہ
صُبَّتْ عَلَى الْأَيَّامِ صِرْنَ لَيَالِيَا — دنوں پر نازل ہوں وہ رات میں بدل جائیں

marfat.com

دارمی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ دن جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں ہمارے پاس تشریف لائے اس دن سے زیادہ حسین اور روشن ترین دن میں نے کبھی نہیں دیکھا اور جس دن آقا علیہ السلام کا وصال ہوا۔ اس سے زیادہ تاریک اور قبیح نہیں دیکھا۔

ترمذی میں بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ جس دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے۔ اس دن نے ہر چیز کو روشن کر دیا جس دن میں آپ کا انتقال ہوا۔ اس نے ہر شے کو تاریک کر دیا۔ جب ہم آپ کو دفن کر رہے تھے تو ہم نے اپنے ہاتھوں کو نہیں جھاڑا حتیٰ کہ ہمارے دلوں نے انکار کیا۔

آخرت میں فضیلت و شانِ مصطفےٰ

جیسا کہ ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابتداءِ خلق میں فضیلت رکھتے ہیں کہ تمام انبیاءؑ علیہم السلام میں سب سے اوّل آپ کی تخلیق ہوئی۔ عالم ذر (عالم ارواح) میں اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کا سب سے پہلے جواب دیتے ہوئے بَلٰی کہا۔ ایسے ہی آخرت میں بھی سب سے بزرگتر ہوں گے۔ سب سے پہلے آپ کی قبر انور کھلے گی۔ سب سے پہلے سفارش کرنے والے اور جن کی سفارش پہلے قبول ہوگی وہ آپ کی ذات اقدس ہے۔ سب سے پہلے آپ کو سجدہ کی اجازت ہوگی۔ سب سے پہلے خالق کائنات کی زیارت سے مشرف ہوں گے۔ سب سے پہلے آپ کی اُمّت کا حساب ہوگا۔ سب سے قبل آپ کی اُمّت کو پلصراط سے گزرنے اور جنّت میں داخل ہونے کی اجازت ہوگی جو تحائف اور انعامات ملیں گے ان کا شمار نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے سوار ہو اٹھیں گے اور مقامِ محمود پر فائز ہوں گے۔ لوائحمد کے تحت حضرت آدم علیہ السلام اور دیگر انبیاءؑ ہوں گے۔

○ آپ کی خصوصیات میں سے عرش کے سامنے اللہ رب العزت کو سجدہ کرنا ہے۔ سجدہ کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی وہ حمد و ثنا کریں گے جو پہلے نہ کسی نے کی ہے اور نہ بعد میں کوئی کر سکے گا۔

marfat.com

آپ کو رب العالمین کا خصوصی قرب حاصل ہوگا اور خالق کائنات فرمائے گا۔

یَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَأْسَكَ وَ قُلْ تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ۔

ترجمہ: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ سے سر اٹھایئے کہیے آپ کی بات سُنی جائے گی مانگیے دیا جائے گا سفارش کیجیے آپ کی سفارش قبول ہوگی۔

دیدار خداوندی سے بڑھ کر کوئی منزلت نہیں۔ اسی لیے آپ بار بار سفارش کریں گے۔ اور دوبارہ سہ بارہ سجدہ کریں گے اور اس میں نئی سے نئی اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کریں گے۔ جو نہ کسی نے کی ہے اور نہ کرے گا اور سجدہ میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ سے سر اٹھایئے کہیے آپ کی بات سُنی جائے گی۔ مانگیے دیا جائے گا سفارش کیجیے آپ کی سفارش قبول ہوگی۔

آپ عرش کے داہنی طرف کھڑے ہونگے اسی لیے آپ عرش کی داہنی جانب کھڑے ہوں گے جہاں کوئی بھی کھڑا نہیں ہوگا اور اس میں اگلے پچھلے غبطہ کریں گے۔

○ انبیاء علیہم السلام اور ان کی اُمتوں کے مابین شہادت دیں گے کہ تمام انبیاء اپنی اپنی امت کو توحید و رسالت کی تبلیغ کی ہے۔ اسی سے ثابت ہے کہ آپ عرش کے دائیں طرف کھڑے ہوں گے جہاں کوئی شخص کھڑا نہیں ہوسکے گا اور تمام اوّلین و آخرین اس پر غبطہ کریں گے۔

○ آپ انبیاء علیہم السلام اور ان کی اُمتوں کے اختلاف میں شہادت دیں گے کہ ہر نبی نے اپنی امت کو تبلیغ کی ہے۔

○ انبیاء علیہم السلام آپ سے شفاعت و سفارش کریں گے۔ تاکہ غم اور عرصہ دراز تک ٹھہرنے سے نجات حاصل ہو اور آپ ایسی قوم کی سفارش فرمائیں گے جنہیں جہنم کا حکم دیا جا چکا ہوگا۔

marfat.com

حوض

امام بخاری و مسلم نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے حوض کی مسافت ایک ماہ ہے اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید کستوری سے زیادہ خوشبودار ہوگا اور اس کے پیالے آسمان کے ستاروں کی مانند ہوں گے جو ایک بار پی لے گا کبھی پیاسا نہیں ہوگا۔

قرطبی نے مفہم میں بیان کیا ہے کہ جس پر کہ ہر مکلف انسان کو ہر عمل کرنا اور اس کی تصدیق لازمی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی پاک محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو جس حوض کے ساتھ مخصوص کیا ہے اس کے نام، صفات اور پینے کی تصریح احادیثِ صحیحہ مشہورہ میں ہے جن سے علم یقین حاصل ہو جاتا ہے اس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے تیس سے چند زائد صحابہ کرام نے روایت کیا۔ جن میں بیس سے کچھ زائد صحابہ سے صحیحین میں روایت موجود ہے اسی تعداد میں صحابہ سے تابعین نے روایت کیا۔

تابعین سے کئی گنا زائد تبع تابعین نے روایت کیا۔ اسی طرح بعد والوں نے اور اس کے ثبوت پر اہلِ سنت کے سلف و خلف کا اجماع ہے۔

احادیثِ حوض میں سے مسلم کی روایت ہے جو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ آپ نے فرمایا حوض پر میری اُمت میرے پاس آئے گی۔ میں لوگوں کو اس سے روکتا رہوں گا جیسے آدمی اپنے اونٹ سے روکتا ہے اور اس کے چارے کا انتظام کرتا ہے۔ ہم نے اہلِ علم روکنے کی حکمت میں کہتے ہیں کہ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اُمت کے لیے نبی کا حوض ہے۔ تو حضور علیہ السلام کا یہ روکنا از رُوئے انصاف اور اپنے بھائیوں یعنی نبیوں کے حق میں ہوگا نہ کہ جھڑکنے اور بخل سے روکنے کی وجہ سے اور بجائے خود وہ جگہ امن کی ہے اور حضور خود اسخی الناس اور رحمۃ اللعالمین ہیں اور یہ بھی امکان ہے کہ آپ انہیں روکیں گے جو اس کے پینے کے مستحق نہ ہوں۔ (مدارج النبوت مترجم جلد اول صفحہ ۴۸۳)

marfat.com

عرض کیا۔ آپ ہم کو پہچان لیں گے۔ آپ نے کہا ہاں تم میں علامات موجود ہوں گی جو دوسرے لوگوں میں نہیں ہوں گی تم میرے پاس حوض پر ایسی حالت میں آؤ گے کہ آثار وضو (یعنی اعضاء وضو) چمکتے ہوں گے۔

کوثر کے بارے میں مسلم وغیرہا نے انس سے روایت کیا ہے کہ ایک روز مسجد میں آقا علیہ السلام ہم میں موجود تھے اچانک آپ پر اونگھ طاری ہوئی۔ پھر مسکراتے ہوئے سر اٹھایا۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کس چیز نے آپ کو ہنسایا۔ تو آپ نے فرمایا۔ ابھی ابھی مجھ پر سورۃ نازل ہوئی ہے اور سورت کی تلاوت فرمائی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ إِنَّا أَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ[1]

ترجمہ: اے محبوب بے شک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں تو تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو بے شک جو تمہارا دشمن ہے وہی ہر خیر سے محروم ہے۔

پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ کوثر کیا ہے؟ ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے فرمایا تحقیق وہ ایک نہر ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ (الی آخر الحدیث)

بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ شب معراج میرا آسمان پر ایک نہر سے گزر ہوا جس کے کنارے جوف دار لؤلؤ کے قبے یعنی موتیوں کے گچھے ہیں تو میں نے کہا اے جبریل یہ کیا ہے تو اس نے جواباً عرض کیا یہ کوثر ہے۔ امام قسطلانی۔ نہر کوثر سے متعلق بہت سی احادیث کا ذکر کیا ہے آخر میں فرمایا کہ حافظ ابن کثیر نے ذکر کیا ہے کثیر آئمہ حدیث کے نزدیک حدیث کوثر متواتر احادیث سے ہے جو علم یقین کا فائدہ دیتی ہے اسی طرح حدیث حوض بھی

---

[1] پارہ نمبر ۳۰۔ سورہ کوثر۔

marfat.com

مفید علم یقین اور متواتر حدیث ہے۔

تمام مومنین آپ کی شفاعت سے ہی جنت میں داخل ہو سکیں گے۔

○ آپ کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کی شفاعت لوگوں کی بلندئی درجات کے لیے بھی ہو گی۔ آپ صاحبِ وسیلہ ہیں وسیلہ جنت کا اعلیٰ مقام ہے۔ جس پر آپ کے سوا کوئی فائز نہیں ہو سکے گا جس سے اللہ تعالیٰ اہل محشر اور اولین و آخرین اور ملائکہ کے روبرو آپ کی تعظیم و تکریم اور جلالتِ شان کا اظہار فرمائے گا۔ یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے عطا فرماتا ہے۔

علامہ قسطلانی نے بہت سی روایات اور احادیث کا ذکر کیا ہے کہ

اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ۔ ترجمہ: سب سے پہلے آپ کی قبر انور کھلے گی۔

وَاِنَّهٗ سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ وَاِنَّهٗ حَامِلُ لِوَاءِ الْحَمْدِ تَحْتَهٗ آدَمُ فَمَنْ دُوْنَهٗ۔ آپ تمام اولادِ آدم کے سردار اور آپ ہی لواء حمد کے اٹھانے والے ہوں گے جس کے نیچے حضرت آدم اور دیگر تمام لوگ ہوں گے۔

دارمی، ترمذی اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اَنَا اَوَّلُ النَّاسِ خُرُوْجًا اِذَا بُعِثُوْا وَاَنَا قَائِدُهُمْ اِذَا وَفَدُوْا وَاَنَا خَطِيْبُهُمْ اِذَا اَنْصَتُوْا وَاَنَا شَفِيْعُهُمْ اِذَا حُبِسُوْا وَاَنَا مُبَشِّرُهُمْ اِذَا يَئِسُوْا اَلْكَرَامَةُ وَالْمَفَاتِيْحُ يَوْمَئِذٍ بِيَدِيْ وَلِوَاءُ الْحَمْدِ يَوْمَئِذٍ ترجمہ: لوگوں میں سب سے پہلا شخص میں ہوں جب وہ قبروں سے نکالے جائیں گے اور میں ان کا قائد ہوں گا جب وہ ڈر ڈر کی ٹھوکریں کھا رہے ہوں گے اور میں ان کا خطیب ہوں گا جب وہ خاموش ہوں گے اور میں شفیع ہوں گا جب وہ رد کر دیئے جائیں گے اور میں ان کو بشارت دینے والا ہوں گا

marfat.com

بِيَدِي وَأَنَا أَكْرَمُ وَلَدِ آدَمَ عَلَى رَبِّي يَطُوفُ عَلَيَّ أَلْفُ خَادِمٍ كَأَنَّهُمْ بَيْضٌ مَكْنُونٌ أَوْ لُؤْلُؤٌ مَنْثُورٌ۔

جب وہ عزت و تکریم سے مایوس و ناامید ہوں گے اس دن چابیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی اور لواءالحمد میرے ہاتھ میں ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام اولادِ آدم سے زیادہ محترم و مکرم ہوں۔ میرے گرد ہزار خادم ایسے حلقہ باندھے ہوں گے گویا وہ مروارید ناسفتہ یا بکھرے موتی ہیں۔

ترمذی نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا سب سے پہلو شخص میں ہوں جس کی قبر سب سے پہلے کھلے گی۔ تو جنتی حلہ پہنایا جاؤں گا۔ پھر عرش کی داہنی جانب کھڑا ہوں گا جہاں میرے علاوہ کوئی کھڑا نہیں ہوگا۔

ترمذی نے انس کی روایت ذکر کرکے اسے حسن کہا ہے کہ حضرت انس نے کہا میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ میرے لیے روزِ محشر شفاعت کریں آپ نے فرمایا۔ میں انشاء اللہ کروں گا۔ تو عرض کیا آپ کو کہاں تلاش کروں تو فرمایا پہلے مجھے پل صراط کے پاس تلاش کرنا۔ عرض کیا اگر وہاں نہ پاؤں تو فرمایا میزان کے پاس۔ میں عرض گذار ہوا اگر وہاں بھی نہ پاسکوں۔ تو فرمایا حوض کے پاس ہوں گا۔ ان تین مقامات کے علاوہ کہیں نہیں جاؤں گا۔

فضیلت شفاعت اور مقامِ محمود

اللہ تعالیٰ نے آپ کو شفاعت اور مقامِ محمود کی فضیلت سے نوازا ہے چنانچہ قرآن کریم میں ہے:۔

عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا [۱]

ترجمہ:۔ عنقریب آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر کھڑا فرمائے گا۔

---

[۱] پارہ نمبر ۱۵، سورہ بنی اسرائیل آیت ۷۹۔

marfat.com

مفسرین اس پر متفق ہیں عسیٰ کا کلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بمعنی وجوب کے ہے مقامِ محمود کی تفسیر میں راجح قول امام رازی نے کہا تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ وہ مقامِ شفاعت ہے۔ اس معنی کی تائید میں اخبارِ صحیحہ وارد وجود ہیں جیسا کہ امام بخاری نے عبداللہ ابن عمر سے روایت کیا۔ آپ سے مقامِ محمود کے بارے دریافت کیا گیا تو فرمایا وہ شفاعت ہے۔

سب سے قبل آپ گفتگو کریں گے

حضرت حذیفہ نے فرمایا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو اکٹھا کرے گا۔ سب سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بلائے گا اور آپ پڑھیں گے۔

لَبَّیْكَ وَسَعْدَیْكَ وَ	(اے رب) میں تیرے پاس بار بار حاضر
الْخَیْرُ فِیْ یَدَیْكَ وَ	ہوں۔ تمام بھلائیاں تیرے ہاتھ میں ہیں
الشَّرُّ لَیْسَ اِلَیْكَ	شر کو تیری طرف راہ نہیں۔ ہدایت یافتہ
وَالْمُهْتَدِیْ مَنْ هَدَیْتَ	وہی ہے جسے تُو نے ہدایت دی۔ تیرا
وَعَبْدُكَ بَیْنَ یَدَیْكَ	بندہ تیرے حضور حاضر ہے اور تیرے
وَبِكَ وَاِلَیْكَ وَلَا مَلْجَأَ مِنْكَ	ساتھ اور تیری طرف تیرے سوا کوئی
اِلَّا اِلَیْكَ تَبَارَكْتَ وَتَعَالَیْتَ	جائے۔ پناہ نہیں تو برکت والا اور بلند
سُبْحَانَكَ رَبَّ الْبَیْتِ۔	ہے ہر عیب و نقص سے پاک ہے اے
	بیت کے رب (بیت اللہ)

شفاعت سے متعلق بہت سی احادیث اور مقامِ محمود کے متعلق اقوال ذکر کیے ہیں۔ ان میں سے بخاری ومسلم کی طویل حدیث جو شفاعتِ عظمیٰ کے متعلق بہت مشہور ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا میں تمام آدمیوں کا سردار ہوں گا۔ روز قیامت تم جانتے ہو کہ یہ سرداری کیسی ہے (الحدیث) پھر لوگوں کا غم والم شدت وسختی اور اللہ تعالیٰ کے شدتِ عذاب اور اہلِ محشر کا اولوالعزم پیغمبروں کے پاس باری باری جانے کا ذکر فرمایا اور ہر پیغمبر اپنی خطا وذنب کا ذکر کرکے فرمائے گا۔ کسی دوسرے کے پاس جاؤ اور اپنے بعد والے کی طرف اشارہ کرے گا یہاں تک کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے۔

marfat.com

وہ بھی یونہی کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ آج اتنا غضب ناک ہے کہ پہلے ہوا اور نہ کبھی ہوگا اور وہ ذنب کا ذکر نہیں کریں گے۔ اور کہیں گے نفسی نفسی کسی اور کے پاس جاؤ۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ تو تمام مخلوق آپ کے پاس آکر کہے گی۔

يَا مُحَمَّدُ أَنْتَ رَسُولُ اللهِ وَخَاتَمُ الْأَنْبِيَاءِ وَقَدْ غَفَرَ اللهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ أَلَا تَرَى مَا نَحْنُ فِيهِ اِشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ۔	ترجمہ: اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم آپ اللہ کے رسول اور نبیوں کے خاتم ہیں اور اللہ نے آپ کے سبب اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف کر دیے آپ ملاحظہ نہیں فرماتے ہم کس حالت میں ہیں ہمارے لیے اپنے رب سے سفارش کیجیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں زیر عرش آؤں گا اور رب العزت کے حضور سجدہ ریز ہوں گا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ میری زبان پر ایسی حمد و ثنا جاری فرمائے گا۔ جو مجھ سے پہلے کبھی کسی نے نہ کی ہوگی اس کے بعد فرمایا جائے گا۔

يَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَأْسَكَ سَلْ تُعْطَ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ۔	ترجمہ: اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر مبارک اٹھائیے مانگیے جو چاہیں گے دیا جائے گا۔ شفاعت فرمائیے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

اس کے بعد میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور عرض کروں گا۔

أُمَّتِي يَا رَبِّ أُمَّتِي يَا رَبِّ۔	ترجمہ: اے میرے رب میری امت اے میرے رب میری امت۔

اس کے بعد فرمائے گا۔

يَا مُحَمَّدُ أَدْخِلْ مِنْ أُمَّتِكَ مَنْ لَا حِسَابَ عَلَيْهِ	ترجمہ: اپنی امت کے ہر اس شخص کو جس پر حساب کتاب نہیں۔ جنت کے

marfat.com

مِنَ الْبَابِ الْاَيْمَنِ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ۔ داہنے دروازے سے داخل کر دو۔

اور جنت کے دیگر دروازوں سے اور لوگ بھی داخل ہونے میں ان کے ساتھ شریک ہیں۔ مسند بزار کی روایت میں ہے میں پروردگار عالم سے عرض کروں گا۔ اے میرے رب مخلوق سے حساب لینے میں جلدی فرما۔

انبیائے علیہم السلام کے ذنوب

آقا علیہ السلام کا فرمان انبیا علیہم السلام عذر میں اپنے اپنے ذنوب کا ذکر کریں گے۔ وہ صورت ذنوب یعنی بظاہر گناہ ہیں۔ حقیقت میں گناہ نہیں۔ (انبیا گناہوں سے معصوم ہیں) اور بہت سی احادیث شفاعت[1] کا ذکر کیا ہے۔ جن کا ذکر کرنا یہاں ضروری نہیں سمجھا۔

اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا صحابہ کرام کی ایک جماعت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے انتظار میں بیٹھی تھی۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کاشانۂ اقدس سے باہر تشریف لائے۔ جب ان کے قریب ہوئے تو ان کو طرح طرح کی باتیں کرتے سنا وہ تعجب سے کہہ رہے تھے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے خلیل چنا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا۔ دوسرے نے کہا اس سے زیادہ عجیب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو منتخب کر کے کلیم بنایا اور ان سے کلام فرمایا۔ تیسرے نے کہا حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو روح اللہ بنایا۔ چوتھے نے کہا حضرت آدم علیہ السلام کو صفی اللہ کہا اس کے بعد حضور علیہ السلام نے ان کو سلام کہا اور فرمایا میں نے تم سب کی باتیں سنی ہیں۔ تم اس پر تعجب کرتے ہو کہ حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو خلیل بنایا اسی طرح حضرت موسیٰ کو کلیم اللہ اور حضرت عیسےٰ کو روح اللہ اسی طرح حضرت آدم کو صفی اللہ بنایا صلوٰت اللہ علیہم یہ

---

[1] شفاعت کی بہت سی اقسام ہیں۔ اوّل تمام اہل محشر کی شفاعت کثیر وقت رکے رہنے حساب وکتاب کی شدت انتظار سے نجات دلانے کے لیے۔ دوم۔ بلا حساب جنت میں داخل ہونے والوں کے لیے۔ تیسری قسم مستحقین عذاب کو عذاب سے نجات دلانے کے واسطے۔ چہارم جہنم میں داخل ہونے والوں کو وہاں سے نکالنے کے لیے۔ پنجم۔ بلندی درجات کے لیے جو جنت تک داخل ہو چکے ہیں۔ چھٹی قسم۔ مدینہ والوں کے لیے۔ ساتویں۔ زائرین گنبد خضری کے لیے اس کے علاوہ بھی علماء نے اقسام بیان کی ہیں۔ (مدارج جلد اول نمبر ۴۹۰) (مترجم)

marfat.com

سب درست ہے تو تم جان لو اور باخبر ہو جاؤ کہ مجھے حبیب اللہ بنایا اور اس پر فخر نہیں میں روز قیامت لواءالحمد اٹھاؤں گا۔ یہ فخر نہیں میں اول شافع اور اول مشفع ہوں اور یہ فخر نہیں سب سے پہلے میں جنت کا دروازہ کھٹکاؤں گا اور میں فقراء مومنین کے ساتھ جنت میں داخل ہوں گا اور یہ فخر نہیں اور میں اولین و آخرین میں زیادہ اللہ تعالیٰ کے ہاں محترم و مکرم ہوں اور یہ فخر نہیں۔ (رواہ الترمذی)

ذکر مقام وسیلہ، درجہ رفیعہ فضیلہ

اب رہا جنت میں حضور علیہ السلام کا مقام وسیلہ فضیلہ اور درجہ رفیعہ تو مسلم کی روایت میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم مؤذن کی آواز سنو تو تم وہی کہو جو وہ کہتا ہے۔ پھر تم مجھ پر درود شریف بھیجو جو کوئی مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے۔ رب العزت اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے میرے لیے وسیلہ کو مانگو۔ کیونکہ جنت میں یہ وہ مقام ہے جہاں کوئی نہیں پہنچ سکتا اور نہ ہی کسی کو زیب دیتا ہے خدا کے بندوں سے بجز ایک بندے کے اور میں امید رکھتا ہوں کہ وہ بندہ میں ہی ہوں۔ لہٰذا جو کوئی میرے لیے وسیلہ کی دعا مانگتا ہے تو اس کے لیے شفاعت اترتی ہے۔

وسیلہ جنت کا اعلیٰ مقام ہے

حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ وسیلہ جنت میں ایک اعلیٰ منزلت کا نام ہے اور وہ منزلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے اور یہی مقام جنت میں حضور کی سکونت کا ہے جنت کا یہ مقام عرش کے بہت قریب ہے۔

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق سے زیادہ عبادت گذار، زیادہ علم والے، سب سے زیادہ خشوع و خضوع اور اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ محبت کرنے والے ہیں لہٰذا آپ کو وہ مقام حاصل ہونا چاہیے جو اللہ تعالیٰ کے قریب ترین ہو اور وہ یہی مقام ہے۔

marfat.com

اور اُمت کو وسیلہ کی دعا مانگنے کا حکم فرمانا اس لیے ہے کہ اس دعا و سوال کے کرنے والے ثواب جزیل اور زیادتی ایمان حاصل کریں۔ نیز حق تعالیٰ نے رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے منزلتِ اسباب کے ساتھ مقدر فرمائی ہے امت کا حضور علیہ السلام کے لیے وسیلہ کی دعا مانگنا دیگر اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہے کیونکہ آپ کے دستِ مبارک پر جو ہدایت وایمان حاصل ہوا ہے یہ اس کے مقابلہ میں ایک شے ہے۔

مقامِ فضیلت لیکن طلبِ مقامِ فضیلت تو یہ تمام مخلوق پر زائد مرتبہ ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ ایک منزلت علیحدہ ہو۔

طُوبیٰ لَهُم وَحُسنُ مَآب کی تفسیر طُوبیٰ جنت کے ایک درخت کا نام ہے جس کو خالقِ کائنات نے اپنے دستِ قدرت سے لگایا ہے۔ جنت کا ہر پھل اس سے میسر ہے اور اس کی ٹہنیاں جنت کی دیواروں کی دوسری طرف سے بھی نظر آتی ہیں اس کا تنا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں ہوگا۔ ہر مومن کے گھر میں اس کی شاخ ہوگی تاکہ ہر ایک کو جو نعمت بھی حاصل ہو وہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے حاصل ہو کیونکہ جنت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے ملتی ہے۔ اس طرح انعام واکرام کا آپ ہی ذریعہ میسر ہوں گے یونہی ابلیس جہنم کا سردار ہے لہٰذا جس کسی کو بھی عذاب ہوگا تو وہ اس میں برابر کا شریک ہوگا۔

ابوحیان کی بحر میں اللہ تعالیٰ کے ایک اس قول۔

عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللَّهِ يُفَجِّرُونَهَا تَفْجِيرًا[۱] ترجمہ: ایک چشمہ ہے جس میں سے اللہ کے نہایت خاص بندے پئیں گے اپنے محلوں میں سے جہاں چاہیں بہا کر لے جائیں گے۔

کہا گیا ہے کہ وہ عین یعنی چشمہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں ہے اس سے انبیاء و رُسل عظام علیہم السلام اور مومنین کے گھروں میں جائے گا۔

---

[۱] پارہ نمبر ۲۹ - رکوع ۱۹ - سورہ دہر - آیت ۶

مواہب میں کہا جب تجھے اس بات کا علم ہوگیا ہے تو یقین کر جنت کی سب سے اعلیٰ اور اکمل نعمت اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک اس کا قرب و معیت بمعہ رضائے الٰہی اور اس کی خوشنودی کے جو کہ بجائے خود بہت بڑی نعمت ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رضا بہت بڑی ہے۔ جس کو قرب و معیت اور رضوان حاصل ہوگیا تو کون سی نعمت، کون سی لذت اور کون سی فلاح ہے جو اس کا مقابلہ کر سکے۔ بخدا اس سے بڑھ کر کوئی کامل حسین، شیریں بلند اور گراں قیمت نہیں۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں پر حجاب واحد کے پیچھے اپنے اسم الجلیل اللطیف کے ساتھ تجلی فرمائے گا اپنے نور کا پرتو ڈالے گا جو ان کی ذوات میں سرایت کر جائے گا تو وہ اسی جمال سے مبہوت اور بے خود ہو جائیں گے اور ان کی ذوات ذات اقدس کے جمال سے حضور اقدس کے حضور روشن ہو جائیں گے پھر اس حجاب کو بھی اٹھائے گا اور بلا حجاب تجلی فرمائے گا تو سب سجدہ میں گر جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا اپنے سروں کو اوپر اٹھالو میرے بندو یہ سجدے کی جگہ نہیں ہے۔ میں نے تو صرف اپنا جمال دیکھانے کے لیے بلایا ہے میں تم پر راضی ہوں کبھی ناراض نہیں ہوگا اس سے زیادہ شیریں کلام اور اس بشارت سے زیادہ لطف اندوز کون سا کلمہ ہے۔ تو اس وقت مؤمنین عرض کریں گے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَذْهَبَ عَنَّا	ترجمہ: سب تعاریف اللہ کے لیے ہیں
الْحَزَنَ وَاَدْخَلَنَا دَارَ الْمُقَامَةِ	نے ہم سے غم دور کیا اور جنت میں
مِنْ فَضْلِهٖ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا	اپنے فضل سے داخل کیا جس میں تھکاوٹ
نَصَبٌ وَّلَا یَمَسُّنَا فِیْهَا	اور اکتاہٹ محسوس ہوگی بے شک
لغوب ان ربنا لغفور	ہمارا رب بخشش فرمانے والا شکر
شکور وقالوا الحمدللہ	کی جزا دینے والا ہے اور انہوں نے
صدقنا وعدہ واورثنا	کہا۔ سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس
الارض نتبوّ من الجنۃ	نے اپنا وعدہ پورا کیا اور ہمیں زمین
حیث نشاء فنعم اجر	کا وارث بنایا۔ جنت میں جہاں چاہیں

marfat.com

العالمين دعواهم فيها
سبحانك اللهم وتحيتهم
فيها سلام وآخر
دعواهم ان الحمد
لله رب العالمين ۔

ٹھہریں گے عمل کرنے والے کا اجر کتنا
اچھا ہے اس میں ان کا یہی دعویٰ ہوگا ۔
کہ پاکیزگی اے اللہ تیرے لیے ہے اور
اس میں ان کا تحفہ سلام ہے اور ان کا
آخری دعویٰ یہی ہے کہ سب تعریفیں
اللہ کے لیے ہیں ۔ جو تمام جہان کا پالنے
والا ہے ۔

marfat.com

امام عارف باللہ سیّدی الشیخ عبدالوہاب شعرانی

المتوفی سنہ ۹۷۲ رضی اللہ عنہ

کے

فرمُودات گرامی

marfat.com

امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الیواقیت والجواہر کے مبحث چونتیس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا ثبوت اور آپ کی تمام مخلوق سے علی الاطلاق افضلیت کا ذکر کیا ہے۔ اس پر بہت سی نقول کا ذکر کیا ہے۔ زیادہ تر فتوحات مکیہ سے نقل کیا ہے ان میں سے عظیم ترین کا میں نے شیخ اکبر کے کلام میں ذکر کر دیا ہے اس لیے شیخ اکبر سے نقل کردہ کلام کو میں نے ترک کر دیا ہے۔ دوسرے فوائد جو امام نے اپنی طرف سے یا دوسروں سے بیان کیے ہیں ان کو ذکر کرتا ہوں اگرچہ کچھ کا تکرار ہو جائے گا کہ ان کا پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے لیکن وہ بہت تھوڑے ہیں۔

رسالتِ محمّدیہ کتاب وسُنّت اور اجماع سے ثابت ہے

جان لو! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کتاب (قرآن کریم) سُنّت اور امت کے اجماع سے ثابت ہے ایسے ہی امت کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ آپ نے مکمل طور پر رسالت کی تبلیغ فرما دی ہے۔ یونہی تمام انبیاء علیہم السلام نے اپنی اپنی امت کو رسالت کی تبلیغ کر دی ہے۔ اس کی بھی ہم شہادت دیتے ہیں۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع پر خطبہ ارشاد فرمایا لوگوں کو جہنم سے ڈرایا جنت کی خوشخبری دی اور کسی کو مخصوص نہیں کیا اس کے بعد فرمایا۔

اَلَا ھَلْ بَلَّغْتُ قَالُوْا بَلَّغْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔	ترجمہ: کیا میں نے تمہیں تبلیغ کر دی ہے سب نے کہا ہاں یا رسول اللہ آپ نے تبلیغ کر دی۔

آپ نے فرمایا۔

اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ۔	ترجمہ: اے اللہ تو گواہ ہو جا۔

امام شعرانی نے کہا۔

سوال مخلوقات میں سے عدم سے وجود میں آنے میں سب سے پہلے کون ہے۔؟

جواب سب سے پہلے موجود ہونے والے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ امام شیخ

marfat.com

تقی الدین بن ابو منصورؒ نے کہا ہے اسی لیے اولیات کے بھی سبب ٹھہرے۔ پس آپ ابوالروحانیات ہیں جیسا کہ حضرت آدم ابوالجسمانیات ہیں۔

سوال حدیث پاک کُنْتُ نَبِیًّا وَّ آدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ (میں نبی تھا جب آدم علیہ السلام آب و گل میں تھے۔) کا کیا معنی و مطلب ہے۔ جب کہ نبی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ سے خبر دینے والے کو۔ آپ کے مخلوق ہونے اور مخلوقات کے موجود ہونے سے پہلے کس کو اور کس طرح خبر دیتے ہیں؟

جواب شیخ اکبر نے فتوحات کے تین سو پانچویں باب میں اس کا مطلب بیان کیا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ آپ اپنی ذات کو اپنی ذات سے اللہ تعالیٰ کے اذن سے جانتے تھے۔ بغیر ظہور کے میثاق سے پہلے یہ وہ حال ہے کہ جس میں اپنی نبوت کو پہچانتے تھے یہ تخلیق آدم سے قبل کی بات ہے جیسا کہ حدیث میں اشارہ ہے آپ کے لیے یہ تعریف اس حال میں تھی۔ اس لیے نشاۃ انسانیہ عناصر اور اس کے مراتب میں پھیلی ہوئی تھی لیکن بعض انسان کو اس مقام میں اپنی ذات اور مرتبے کا مشاہدہ عطا کیا گیا۔ مکمل طور پر یا اس کی صورتوں میں سے کسی صورت کا جو اس مرتبہ کا ہو جو دنیا میں لے سے عطا ہونا ہے کا عین ہو تاکہ اس کے ذریعے اپنی پر حکم کر سکے۔ اسی بنا پر آقا نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت کا مشاہدہ فرمایا ہمیں یہ معلوم نہیں کہ آپ نے اپنے جمیع احوال کی صوتوں کا مشاہدہ ہے یا نہیں۔

وَ اَوْحٰی فِیْ کُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا۔ ترجمہ:۔ اور آسمان میں اپنے امر کی وحی کی۔

نو آسمانوں میں سے کوئی آسمان ایسا نہیں جس میں انسان کی صورت نہ ہو اور اس صورت کو اس کے وقت کے پہنچنے تک اس نے محفوظ کر رکھا ہے پس صورت واحدہ کی مختلف مرائی میں مختلف اشکال ہیں۔ طول، عرض، استقامت، کجی، گولائی، مربع، مثلث چھوٹے اور بڑے ہونے کے اعتبار سے پس ان اشکال کی صورتیں تجلی ڈالنے والے کے اختلاف سے مختلف ہیں حالانکہ حقیقت اور عین ایک ہے اسی لیے ہم نے کہا کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم اس کی ذات کو اس کی ذات سے اللہ تعالیٰ کے حکم سے بغیر تجلی ڈالنے والے کو پہچانتے تھے۔ اور اس مقام پر مراتب اس میں اثر پذیر نہیں ہوتے۔ آپ صلی

marfat.com

اللہ علیہ وسلم نے اس منزلتِ رفیعہ پر فائز ہونے کے عالم میں فرمایا :

اَنَا سَیِّدُ وَلَدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ ۔ ترجمہ : میں آدم کی تمام اولاد کا سردار ہوں اور یہ فخریہ نہیں ۔

اس میں مرتبے کا حکم نہیں لگایا جاتا ۔ دوسرے وقت میں یعنی رسالت و خلافت کے مرتبہ میں فرمایا :۔

اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ ۔ ترجمہ : تحقیق میں تمہاری مانند ایک بشر ہوں ۔

یہ مرتبہ و مقام نشاۃ کی معرفت کے لیے حجاب نہیں بن سکتا ۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے لطیفہ کو مرکبِ عنصری کے اعتبار سے دیکھا کہ وہ اس میں ظاہر ہو رہا ہے ۔ اس کی ذات عنصریہ کا مشاہدہ فرمایا تو معلوم ہوا ۔ افلاک علیا کی قوت کے ماتحت ہے اس میں دوسری مخلوق انسان ، حیوان ، نباتات اور معدنیات کو مشارک دیکھا ۔ تو نشاۃ عنصریہ کے لحاظ سے کسی سے برتری لینے لیے نہ دیکھی بلکہ ان کو اپنی مثال خیال کیا اور فرمایا ۔ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ اور بھوک میں پناہ مانگتے اور صرف وحی کے لحاظ سے فرق کیا اس سے تجھے کُنْتُ نَبِیًّا وَّاٰدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ کا معنی معلوم ہو گیا ۔ یہ فرمان اس صورت کی زبان کے ساتھ ہے ۔ جو ان مراتب کی صورتوں میں شمار ہوتی ہے تو اس مکان میں اس صورت کا ترجمہ کیا ۔

سوال کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی نبی کو تخلیق آدم سے قبل نبوت عطا فرمائی ہے ؟

جواب کوئی ایسی روایت ہم تک نہیں پہنچی کہ آپ کے علاوہ بھی کسی کو نبوت عطا ہوئی ہو ۔ سب انبیاء علیہم السلام اس عالم ظاہر میں نبی تھے ۔

سوال آپ نے کُنْتُ نَبِیًّا وَّاٰدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ (میں اس وقت نبی تھا جب کہ آدم علیہ السلام آب و گل میں تھے) فرما کر نبوت کا ذکر کیا ہے

کُنْتُ اِنْسَانًا اَوْ مَوْجُوْدًا کہ میں انسان تھا یا موجود تھا کہہ کر انسانیت یا وجود کا

marfat.com

ذکر کیوں نہیں کیا؟

جواب نبوت کا اس لیے ذکر فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ شریعت کی معرفت کا نام ہے۔ (گویا آپ نے نبوت کے ساتھ صاحب شریعت اور عارف باللہ ہونے کا ذکر کیا۔)

سوال اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ۔ تمام مخلوق سے پہلے اللہ نے مجھے پیدا کیا اس خلق سے مراد خلق خاص ہے یا مطلق خلق؟

تشریح شیخ نے چھٹے باب میں ذکر کیا ہے کہ خلق مخصوص مراد ہے پہلے جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا۔ وہ ھباءً (غبار) ہے سب سے پہلے جس کا اس میں ظہور ہوا وہ حقیقت محمدیہ ہے۔

تشریح اس کی وضاحت یوں ہے جب پروردگار عالم جل وعلا نے اپنے علم کے مطابق کائنات کو ظاہر کرنا چاہا تو تنزیہہ کی تجلیات میں سے کچھ حقیقت کلیہ پر ڈالی تو ھباءً ظاہر ہوا یہ تعمیر مکان کے لیے گارے کی مانند ہے تاکہ اس میں اشکال اور مختلف صورتیں ظاہر ہوں یہ کائنات میں پہلا موجود ہے پھر اپنے نور کی تجلی اس ھباء میں القا فرمائی جس میں تمام جہاں بالقوہ موجود تھا تو اس میں موجود ہر شے حسب قرب مراتب نور الٰہی قبول کیا جس طرح چراغ سے مکان کی در و دیوار حسب قرب چراغ روشنی قبول کرتے ہیں سب سے زیادہ نور الٰہی کے قریب صرف حقیقت محمدیہ ہے۔ تو اس ہبا میں روشن ترین بھی حقیقت محمدیہ ہوئی۔ لہٰذا آپ کائنات کے ظہور کے لیے مبدا اول مخلوق ٹھہرے۔

پھر کہا جس کو شیخ محی الدین ابن عربی نے فتوحات میں بیان کیا ہے کہ جملہ انبیاء ورسل علیہم السلام روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد چاہنے والے تھے لہٰذا قطب الاقطاب ہوئے کہ اول و آخر سب لوگوں کی مدد کرنے والے ہیں ہر نبی اول کے لیے اس کے ظہور سے قبل عالم غیب میں اور ظہور کے بعد عالم شہادت میں حسب مراتب و حال ممد و معاون ہیں ایسے عالم برزخ (قبر) و آخرت میں بھی ممد و معاون ہیں کیونکہ آپ کی رسالت کے انوار متقدمین و متاخرین میں سے کسی کے لیے منقطع نہیں ہوتے بلکہ ہمہ وقت جاری وساری ہیں۔

marfat.com

سوال ایک حدیث میں فرمایا اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ اور دوسری حدیث میں فرمایا۔
اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْعَقْلَ۔ ترجمہ: سب سے اول اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا۔
ان دونوں حدیثوں میں تطبیق کیسے ہوگی۔؟

جواب دونوں کا معنی ایک ہے کہ حقیقتِ محمدیہ کو کبھی عقل سے تعبیر کیا اور کبھی نور سے۔

سوال کیا قرآن مجید اس پر ثبوت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انبیأ سابقین کے عالم شہادت میں ممد ومعاون ہے۔؟

جواب ہاں اس پر شواہد و دلائل موجود ہیں۔
اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ ان کی ہدایت تیری ہی ہدایت ہے جو کہ تجھ سے ان کی طرف باطن میں منتقل ہوئی ہے۔ پس فَبِهُدٰهُم سے مراد آپ کی ہدایت سے ان کی ہدایت وا ہتدا ہے اس لیے کہ باطن میں اوّلیت ظاہر میں آخریت آپ کے لیے ہیں اگر اس کے علاوہ کوئی اور معنی لیا جائے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ یہ فرمانا فَبِھُمْ اقْتَدِہْ نیز آپ نے خود فرمایا کُنْتُ نَبِیًّا وَّآدَمُ بَیْنَ السَّمَاءِ وَالطِّیْنِ۔ لہٰذا ہر نبی جو آپ کے ظہور سے قبل گذر چکا ہے۔ وہ اپنی شریعت کے لیے آپ کا نائب ہے۔ نیز اس کی تائید دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا :۔

وَضَعَ اللّٰہُ تَعَالٰی یَدَہٗ بَیْنَ تَدَیَّ فَعَلِمْتُ عِلْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخَرِیْنَ۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اپنا دستِ قدرت میرے سینے پر رکھا تو اوّلین و آخرین سب کا مجھے علم حاصل ہو گیا۔

اولین سے مراد انبیأ علیہم السلام ہیں جو آپ کے ظہور سے قبل گزر چکے ہیں۔

آپ کو علم دو مرتبہ دیا گیا

اور اس کی وضاحت یوں بھی کی جاسکتی کہ آپ کو دوبار علم عطا کیا گیا۔ ایک بار تخلیق آدم علیہم السلام سے قبل دوسری بار اعلانِ نبوت کے بعد۔

قرآن کریم کا آپ پر نزول دو بار ہوا جس طرح کہ آپ پر قرآن کریم

دو مرتبہ نازل کیا گیا ایک بار بلا واسطہ جبریل امین دوبارہ بواسطہ جبریل امین علیہم جس کی تائید قرآن کی اس آیت کریمہ سے ہوتی ہے۔

وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ۔ اور قرآن میں جلدی نہ کرو جب تک اس کی وحی تمہیں پوری نہ ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ تلامذہ اپنے اساتذہ کے ساتھ اس حکم میں موافقت کریں کہ ان سے سننے کے بعد پڑھا کریں۔ شیخ محی الدین اکبر نے فتوحات کے بارہویں باب میں اس کو ذکر کیا ہے۔ امام شعرانی نے شیخ کے اس قول کو نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ شیخ کے اس قول کے مطابق قرآن دو مرتبہ نازل ہوا۔ میں نظر ہے کہ اس پر مجھے کوئی حدیث اور روایت نہیں ملی۔

سوال اس سے معلوم ہوا کہ روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کل عالم خیر کی روح ہے وہی اس میں نفس ناطقہ ہے؟

الجواب ہاں بات یونہی ہے جیسا کہ شیخ نے تین سو چھیالیسویں باب میں ذکر کیا ہے کہ عالم مذکور کی حالت اس کے ظہور سے پہلے جسم مکمل کی مانند ہے اور آپ کے وصال کے بعد نیند والے کی مانند روز محشر جب مخلوقات اٹھایا جائے تو نیند سے بیدار ہونے والے کی مانند ہوگی اور آج پورا جہان آپ کے وصال سے لے کر قیامت تک نائم (نیند والے) کی مانند ہے۔ افضلیت سے متعلق فوائد ذکر کرنے کے بعد جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ جملہ انبیا علیہم السلام حضرت آدم، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ بن مریم علیہم السلام سے افضل و برتر ہیں۔

سوال فرمایا حدیث میں ہے:

لَا تُفَضِّلُوْنِيْ عَلٰى يُوْنُسَ۔ ترجمہ: مجھے یونس بن متی پر فضیلت مت دو۔

یہ حدیث کیا منسوخ ہے یا آپ نے یہ کلمات تواضعاً فرمائے ہیں۔؟

جواب یہ تواضعاً اور انکساری کے طور پر فرمایا ہے ورنہ آپ جانتے ہیں کہ آپ

لہ پ ۱۶ سورہ طٰہٰ آیت ۱۱۳۔

marfat.com

تمام مخلوق سے افضل ہیں اور علم اس لیے بھی ضروری ہے کہ پورے طور پر شکر ادا کر سکیں اور یہ بھی ثابت ہے کہ آپ نے تمام مخلوق سے زیادہ اللہ کے انعامات کا شکر ادا کیا ہے۔ حدیث کا معنی یہ ہوا کہ اپنے نفوس کی طرف سے مجھے حضرت یونس پر ترجیح نہ دو کہ تم حقیقتِ امر سے ناواقف ہو۔ یہ مراد نہیں کہ مطلقاً مجھے فضیلت نہ دو۔ یہ اللہ تعالیٰ کا آپ پر فضل عمیم ہے۔

سوال کیا عارف کے لیے جائز ہے کہ آپ کو فضیلت دے ایسی چیز سے جس کے الفاظ احتمال رکھتے ہوں؟

جواب ہاں یہ جائز ہے لیکن عارف کامل الفاظ محتملہ کے بجائے اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہامات پر اعتماد کرتا ہے۔

سوال کیا آپ کے جمیع مقامات آپ کی اتباع کرنے سے انبیاً و اولیاً کو مل سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب جیسا کہ شیخ نے تین سو سینتیسویں (۳۳۷) باب میں ایسے مقامات کا ذکر کیا ہے جو کسی اور کو نہیں مل سکتے اور ان کو امام شعرانی نے نقل کیا ہے۔ چونکہ میں نے ان کو شیخ محی الدین شیخ اکبر کے کلام میں ذکر کر دیا ہے لہٰذا یہاں دوبارہ ذکر کرنے کی حاجت نہیں۔ پھر لوائے الحمد، وسیلہ اور قیامت کے روز آپ کے منزلت و مقام پر کلام کیا ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

معراج شریف

امام شعرانی کے جواہر میں سے جو کہ ان کی کتاب مذکور کے چونتیسویں باب میں مذکور ہے۔ صحت اسرا اور اس کے توابع کا بیان ہے۔ جان لو کہ قصہ اسرا و معراج کی اصل یہ آیت ہے۔

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی	ترجمہ: پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو
بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ	راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد
الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ	اقصیٰ تک۔ جس کے اردگرد ہم نے برکت
الْاَقْصَی الَّذِیْ بَارَکْنَا	رکھی کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں۔

marfat.com

حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيَاتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝[۱] بے شک وہ سنتا اور دیکھتا ہے۔

شیخ نے فرمایا کہ اِنَّہٗ میں ھُوَ ضمیر کا مرجع صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس کا مرجع اللہ تعالیٰ نہیں بن سکتا اور یہ طویل گفتگو کی ہے۔ شب معراج ایک جگہ سے دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس جگہ کی مخصوص آیات وعجائبات جو اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دال ہیں۔ وصف مخصوص کے ساتھ کہ اس آیت کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ سے معلوم ہو سکتی ہے یہ سب دکھانے کے بعد منتقل کیا۔ پس گویا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بندے کو آیات مخصوصہ دکھانے کے لیے معراج کرائی نہ کہ اپنی طرف اس لیے کہ کوئی جگہ مجھے سما نہیں سکتی۔ تمام مکانات کی میری طرف نسبت ایک نسبت ہے پس وہ کیسے میری طرف اسرا کر سکتے ہیں میں تو ان کے ساتھ ہوں جہاں بھی ہوں۔

سوال پھر تو فرشتے کو اس کے ملک عظیم میں اور اس کے لشکر اعلیٰ تعظیم میں اس کے دیکھنے سے ہیبت کا طاری ہونا یہ ایک امر منکر ہے۔

جواب اللہ تعالیٰ کو کوئی مکان محیط نہیں ہو سکتا کہ مکان معقول وہ سقف عرش سے زمینوں کی تہہ تک یہ تمام مافوق العرش کی نسبت ایک ذرہ ہے اگر عرش پر ابدالاباد تک چڑھتا رہے تو اس کے بعد چھت نہیں پائے گا یا عرش سے ابدالاباد تک اترتا رہے اس کے لیے زمین نہیں پائے گا۔ جس نے دیکھا تو اس وجود کو دیکھا اللہ تعالیٰ کی جسمیت کا قول اور اعتقاد کرنا بعید از عقل و نہ قرین قیاس ہے۔ پھر امام شعرانی نے پورا واقعہ معراج ذکر کیا جس کو میں نے شیخ کے کلام میں نقل کر دیا ہے۔

سوال اس معراج جسمانی یا روحانی میں آیات الٰہیہ کی رؤیت کے علاوہ کوئی اور فائدہ ہے یا نہیں؟

جواب ہاں اس کے علاوہ بھی فائدہ ہے کہ جب آپ اسمائے الٰہیہ کے حضرات سے گزرے تو ان اسماء سے متصف ہوتے گئے۔ جب اسم رحیم سے گزر ہوا رحیم ہوئے غفور سے گزرے تو غفور بنے صفت کریم سے گزرے تو کریم بن گئے حلیم سے گزر ہوا تو حلیم بن گئے۔

---

[۱] پ نمبر ۱۵، رکوع نمبر ۱، سورہ بنی اسرائیل، آیت نمبر ۱

marfat.com

شکور سے گزرے تو شکور بنے جواد سے متجاوز ہوئے تو جواد بن گئے۔ اسی طرح جس اسم سے بھی گزرے اس صفت سے متصف ہو گئے الغرض جب واپس تشریف لائے تو انتہائی درجہ کمال پہ فائز تھے۔

فائدہ نمبر ۱ ایک جسم آن واحد میں دو جگہ موجود ہو سکتا ہے جیسا کہ آپ نے خود کو پہلے آسمان میں حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ نیک لوگوں کی معیت میں دیکھا۔

فائدہ نمبر ۲ اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں سُبۡحَانَ الَّذِیۡ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ کہہ کر عبد مطلق فرمایا ہر قسم کے دعویٰ ربوبیت سے پاک کر دیا یہاں تک کہ اسرا کی نسبت بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف فرمائی اسی لیے سُبۡحَانَ الَّذِیۡ دَعَا عَبۡدَہٗ نہیں فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف گئے آیات کو دیکھنے کے لیے سیر فرمائی بلکہ کسی ایک فعل کی نسبت بھی آپ کی طرف نہیں کی۔

فائدہ نمبر ۳ اسرا میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے رفعت مقام کی طرف اشارہ ہے اس میں آپ کی عظیم مدح ہے جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے عرش کی طرف اپنے استوا کی نسبت فرما کر اپنی تعریف فرمائی کہ عرش تمام مخلوق سے بڑا ہے تمام موجودات کو محیط و شامل ہے۔ کہ اس کے اوپر کوئی جہت نہیں اور نہ اس کے نیچے زمین ہے اللہ نے اس کی طرف اس لیے نسبت کی کہ مسلمانوں کی نگاہوں کا انتہائی مقام ہے۔ لیکن عارفین، کاملین خواہ انبیا ہوں یا اولیا کے نزدیک عرش اعظم فضا میں اڑنے والے ایک ذرہ کی مانند ہے کہ جس پر کوئی جہت نہیں اور نہ اس کے اوپر کے نیچے چڑھ سکے اور نہ ہی نیچے زمین کہ جس کی طرف اتر سکے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے ہی حمد و ثنا دبا کی ہے جس کے سوا اس کی عظمت کو کوئی نہیں جانتا۔

فائدہ نمبر ۴ شیخ محی الدین نے تین سو سولھویں (۳۱۶) باب میں ذکر کیا ہے کہ عرش پر استوا اللہ تعالیٰ کے لیے مدح و تعریف ہے یونہی یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی مدح و ستائش ہے کہ اعلیٰ و عظیم ترین اور بلند ترین پر رسولان عظام میں صرف آپ ہی تشریف لے گئے۔

جسمانی معراج پر دلائل نمبر ۱ اس سے معلوم ہوتا ہے آپ کو معراج جسمانی ہوا ہے اگر معراج و اسرا روحانی و خوابی ہو تو یہ مدح نہیں اور نہ کوئی عربی انکار

marfat.com

کرتا کیونکہ عالم رویا میں تو انسان اللہ تعالیٰ کو بھی دیکھ سکتا ہے۔ اس کے باوجود کسی کو رؤیت الٰہی نہیں ہوئی نیز ہر انسان بلکہ ہر حیوان میں قوتِ رویا (خواب) ہے۔

دلیل نمبر ۲ آپ نے بطورِ اپنی مدح کے فرمایا جب میرے لیے مستوی ظاہر ہوا تو میں نے اقلام (قلم کی جمع) کی آواز سنی۔ اس میں لفظ حتی ذکر کیا جو انتہا و نہایت کے لیے آتا ہے یعنی آخری مقام جس سے اس طرف اشارہ ہے کہ آپ کے قدمِ محسوس کی انتہا عرش اعظم ہے واللہ اعلم بالصواب۔

خاتم المرسلین

امام عارف شعرانی نے پینتیسویں ۳۵ مبحث میں ذکر کیا۔ اس پر اجماع اُمت ہے کہ آپ خاتم المرسلین اور خاتم الانبیا ہیں۔ اگرچہ آیت میں خاتم النبیین سے مراد خاتم المرسلین ہیں فتوحات کے چار سو باسٹھویں باب میں شیخ کی عبارت یہ ہے کہ :

اللہ تعالیٰ نے شریعتِ محمدیہ سے تمام شریعتوں کو منسوخ اور ختم کر دیا ہے۔ پس آپ کے بعد کوئی رسول صاحبِ شریعت اور نہ ہی کوئی نبی آئے گا جو اپنی شریعت کے مطابق عمل کرے بلکہ سب لوگ قیامت تک شریعتِ محمدیہ کے مطابق عمل کریں گے۔

فتوحات کے اکیسویں ۲۱ باب میں شیخ نے کہا جو یہ کہے کہ اللہ نے کسی چیز کا مجھے حکم دیا ہے تو یہ اس کی بات سراسر باطل ہے بلکہ یہ دھوکہ ہے کہ امر کلام کی ایک قسم اور صفت ہے اور کلام کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ حضرتِ الٰہیہ میں کوئی امر تکلیفی موجود نہیں جو مشروع نہ ہو چکا ہے پس اولیا وغیرہ کے لیے صرف امر کا سماع ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ مناجات ہے اور یہ امر نہیں بلکہ حدیث اور سمر ہے۔

جو ولی کہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف اپنے حرکات و سکنات میں مامور ہے تو شرعِ محمدی تکلیفی کے مخالف ہے اس پر امر مشتبہ ہو گیا ہے اگرچہ وہ اس میں صادق ہے کہ اس نے سنا ہے یہ سماعت اللہ کی طرف سے نہیں بلکہ شیطان مردود کی طرف سے ہے۔ وہ اللہ کی طرف سے سمجھ بیٹھا۔ کیونکہ شیطان کو احکم الحاکمین کی طرف یہ قدرت حاصل ہے کہ عرش و کرسی

marfat.com

اور آسمان کی صورت اختیار کر سکتا ہے اور لوگوں کو مخاطب بھی کر سکتا ہے۔ اس سے ہمیں معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف اوامر دونواہی بند ہو چکے ہیں۔ اب اگر کوئی مدعی نبوت ہو کہ اس کی طرف وحی آتی ہے جو شرع محمدی کے مطابق ہو یا مخالف اگر وہ مکلف ہے تو اس کو قتل کر دیا جائے ورنہ اس کی کسی بات کا اعتبار نہ کرتے ہوئے اس سے رُوگردانی کریں گے۔

سوال : کیا بعثت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل دعویٰ نبوت جائز ہے یا ممنوع۔

جواب : آپ سے قبل ممانعت نہیں۔ اسی لیے عبد صالح خضر علیہ السلام نے فرمایا۔

مَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ [1] ترجمہ: یہ کچھ میں نے اپنے حکم سے نہ کیا۔

وہ اپنے زمانے میں نبوت سے سرفراز تھے اور شریعت کے اپنے رب سے مامور تھے اللہ تعالیٰ نے ملکِ الہام کی زبان پر وحی فرمائی اور بعض نے کہا بلا واسطہ اور اس کی تائید اللہ تعالیٰ نے بھی موسیٰ علیہ السلام کے پاس فرمائی اور ہمارے پاس بھی۔ لیکن آج کل حضرت خضر اور الیاس علیہم السلام شریعتِ محمدیہ پر ہیں۔ بحکم وفاق ہیں یا بحکم اتباع بہر صورت نبوت بطور توصیف نہ بحیثیت نبوت۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام امتی بن کر اُتریں گے

ایسے ہی حضرت عیسےٰ علیہ السلام جب زمین پر تشریف لائیں گے تو شریعتِ محمدیہ کے مطابق فیصلے کریں گے۔ اس وقت آپ کی پہچان بھی بحیثیت ایک مبلغ ہو گی اگرچہ آپ نبی ہیں۔

امرِ الٰہی کا حکم عموم ہے

اللہ کے حکم کا حکم ہے مگر کوئی دلیلِ خصوص ہو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ [2] ترجمہ: حکم مانو اللہ اور حکم مانو رسول کا۔

یہ حکمِ اطاعت بھی عام ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے کسی کو اجازت نہیں دی کہ وہ شرعِ محمدی کی مخالفت کرے بلکہ سب پر اتباع لازم ہے۔

---

[1] پارہ نمبر ۱۶ رکوع نمبر ۱ سورہ کہف آیت ۸۲ [2] پارہ نمبر ۵ رکوع نمبر ۵ سورہ نسا آیت ۵۹

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آمر و ناہی ہیں

اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے امر و نہی کا اختیار دیا ہے اور جو چاہیں حکم دیں اور جس سے چاہیں منع کر دیں۔ آپ مختار ہیں اور اللہ تعالیٰ کا قول :۔

وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ ؕ[1] ترجمہ :۔ اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں۔

اس سے مراد ہے ہم ان کی طاعت مباحات میں کریں یا اس سے منع کریں نہ یہ کہ ہمارے نئی شریعت مشروع کریں جو شرع محمدی کے مخالف ہو۔ جب ہم ان کی اطاعت کریں گے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ماجور ہوں گے جیسے اللہ تعالیٰ کی واجبات و منہیات کی اطاعت سے ماجور ہوتے ہیں۔ یہ اس کا فضلِ عمیم ہے جس کو اکثر لوگ نہیں سمجھتے اور استہزا کرتے ہیں۔

سوال آئمہ مجتہدین کی شریعات کا کیا حکم ہے؟

جواب آئمہ مجتہدین اپنی طرف سے کوئی حکم نہیں کرتے بلکہ صرف احکام میں غور کر کے ان سے ایسے مسائل اخذ کرتے ہیں جن کی اصل موجود ہوتی ہے ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت کر رکھا ہے اور وہ احکام شرع میں سے ایک حکم ہے اور اگر ایک حکم کا حکم دے جس کی اصل اور مادہ قرآن و حدیث میں موجود نہیں تو وہ حکم مردود ہو گا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے افضل الرسل ہونے پر دلیل

اس کے بعد امام شعرانی نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے افضل ہونے پر خاتم النبیین ہونا دلیل ہے۔ کہ سب انبیاء کے خاتم ہیں اور سب انبیا آپ سے امداد چاہتے ہیں جیسا کہ شیخ نے چار سو بانویں باب میں ذکر کیا ہے کہ دنیا و آخرت میں جس کو جو علم بھی حاصل ہوتا ہے وہ باطنیت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوتا ہے انبیاء و علماء متقدمین ہوں یا متاخرین حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا :۔

اِنِّیْ اُعْطِیْتُ عِلْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَ الْاٰخِرِیْنَ ۔ ترجمہ :۔ مجھے اوّلین و آخرین سب کا علم دیا گیا ہے۔

[1] پ ۵ رکوع ۵ ۔ سورہ نساء آیت ۵۹۔

اور ہم آخرین میں ہیں اور انبیاء متقدمین میں ۔ اس علم الاولین والآخرین میں حکم عام ہے معقول منقول، مفہوم اور موہوب سب کو شامل ہے اے پیارے کوشش کر تجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے معرفتِ الٰہی حاصل ہو کیونکہ تمام مخلوق میں سب سے زیادہ عارف باللہ ہیں اور علمائے امت میں سے کسی عالم کی بلا دلیل مخالفت سے بچنا تم پر لازم ہے یہ ایک راز و سر ہے جس پر میں نے مطلع کیا ہے اس کو یاد رکھنا۔

سوال اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو خاص علم جو بندے اور اللہ کے مابین ہوتا ہے اپنے واسطہ کے بغیر عطا فرماتا ہے جیسے حضرت خضر کا موسیٰ علیہم السلام ساتھ واقعہ سے واضح ہے جو کہ اپنے زمانے کے رسول ہیں۔؟

جواب ہم نے مطلق علم کا نہیں کہا بلکہ معرفت الٰہی کا علم صرف باطنیتِ محمدیہ علیہ التحیۃ والثناء سے حاصل ہوتا ہے۔ اس بات کا تمہیں شعور رہو یا نہ اس کو امام ابوالقاسم بن قسی اپنی کتاب خلع النعلین میں ذکر کیا ہے۔ اور ہمیں یہ روایت ان کے بیٹے سے تیونس ین ۵۹۰ھ میں پہنچی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

آپ جنّ وانس کے رسول ہیں

امام شعرانی نے چھتیسویں مبحث میں صحیح مسلم وغیرہ کی حدیث۔

اُرسِلتُ اِلَی الخَلقِ کَافَّۃً ۔ ترجمہ: میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

کی تفسیر میں فرمایا خلق سے مراد جن وانس ہیں جیسے مفسرین کرام نے مَن بَلَغَ کی تفسیر جن وانس کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قول میں:۔

تَبَارَکَ الَّذِی نَزَّلَ الفُرقَانَ عَلٰی عَبدِہٖ لِیَکُونَ لِلعٰلَمِینَ نَذِیرًا[1] ۔ ترجمہ: بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندے پر جو سارے جہان کو ڈر سنانے والا ہے۔

---

[1] پ ۱۸ سورہ فرقان آیت ۱۔

marfat.com

یعنی جس کو قرآن پہنچے ایسے عالمین کی تفسیر بھی جن و انس کی ہے۔

قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ۔ ترجمہ: اور میری طرف اس قرآن کی وحی ہوئی ہے کہ میں اس سے تمہیں ڈراؤں اور جن جن کو پہنچے۔

اس کی تفسیر میں امام جلال الدین محلی نے جن و انس کی ہے۔

حاصل کلام اصولیوں کا کلام دو قول کی طرف راجع ہے۔

اوّل آپ ملائکہ کے بھی رسول ہیں۔

ثانی آپ ملائکہ کے رسول نہیں۔

صحیح قول جس کی تصحیح امام سبکی وغیرہ نے کی ہے وہ یہ کہ ملائکہ کے بھی رسول ہیں۔

بلا ذری رحمۃ اللہ علیہ

آپ حیوانات و نباتات، جمادات و حجر و شجر کے رسول ہیں

نے مزید اضافہ کیا ہے کہ حیوانات، نباتات، جمادات، حجر و شجر کل اشیاء کے رسول ہیں۔

اس کو امام جلال الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ میں ذکر کیا ہے۔

امام سبکی سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ آپ نبی الانبیاء ہیں۔ سلطانِ اعظم کی مانند ہیں۔ اور جملہ انبیاء عساکر کے امراء کی مانند ہے اگر جملہ انبیاء آپ کا زمانہ بعثت پا لیتے تو آپ کی اتباع لازم ہوتی۔ اس لیے آپ حضرت آدم سے تا قیام قیامت تمام مخلوق کے نبی و رسول ہیں۔ آپ کی جسمانی غیبت میں انبیاء آپ کے نائب ہیں اور آپ کی شریعت میں سے کچھ حصہ سے ہر نبی مبعوث ہوا جس سے وہ تجاوز نہیں کر سکتا۔

سیدی علی خواص علیہ الرحمہ

آپ عالم ارواح و اجسام دونوں میں رسول ہیں

فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عالم ارواح اور عالم اجسام حضرت آدم سے تا قیام قیامت تمام مخلوق کے رسول

ت پ رکوع ۸ سورہ انعام آیت ۱۹۔

marfat.com

ہیں میں نے آپ سے سنا ہے کہ فرشتوں کی تین اقسام ہیں۔

ایک قسم جن کی طرف آپ رسول ہیں امر و نہی دونوں کے یہ ملائکہ زمین پر اور زمین و آسمان کے مابین رہتے ہیں۔

دوسری قسم جن کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف امر کے ساتھ مبعوث ہیں یہ آسمانوں کے ملائکہ ہیں جنہیں نہی کی خبر ہی نہیں وہ صرف امر میں ہیں۔ ان کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ [1] ترجمہ: جو اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انہیں حکم ہو وہی کرتے ہیں۔

تیسری قسم وہ جو امر و نہی کسی لحاظ سے آپ ان کی طرف مرسل نہیں۔ یہ ملائکہ عالی ہیں۔ جن کی طرف ابلیس کے قصہ میں اشارہ موجود ہے۔

اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ [2] ترجمہ: کیا تجھے غرور آگیا یا تو تھا ہی مغروروں میں:

یہ ملائکہ عابدین بالذات ہیں عبادت کی جبلت پر پیدا ہوئے ہیں انہیں کسی رسول کی ضرورت نہیں بلکہ وہ جلال الٰہی میں مستغرق ہیں۔ انہیں تخلیق آدم علیہ السلام کی خبر تک نہیں۔

اس کے بعد امام شعرانی فرماتے ہیں پہلی قسم میں غور کر ان کے کلام میں غرابت پائی جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔

اس کے بعد اپنے شیخ حضرت سید علی خواص اور عارف قاشانی سے نقل کیا ہے۔ کہ زمین کے ملائکہ معصوم نہیں اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف امر و نہی کے ساتھ مرسل ہیں۔

عبارت قاشانی کے بعد ذکر کیا کہ بعض نے کہا شاید اس سے مراد زمین و آسمان کے مابین کے ملائکہ ہوں جو جنات کی قسم ہوں اور اصطلاحاً ان کو ملائکہ کہہ دیا گیا ہو۔

---

[1] پ ۲۸ رکوع نمبر ۱۹۔ سورہ التحریم۔ آیت ۶۔ [2] پ ۲۳ سورہ صاد آیت ۷۶۔

حضور علیہ السلام کے احکامات پر اعتراض جائز نہیں

امام شعرانی علیہ الرحمہ نے سینتیسویں مبحث میں بیان کیا ہے جو کچھ بھی احکامات میں سے آقا علیہ السلام آئے ہیں ان پر یقین اور اطاعت لازم ہے اور ان پر اعتراض کرنا جائز نہیں۔ بلکہ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ اسے برضا و رغبت قبول کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا [1]

ترجمہ :۔ "اے محبوب! تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں"۔

شیخ محی الدین نے فتوحات کے حج کے آخر میں ذکر کیا ہے کہ وہ امور جن کو شارع علیہ السلام نے مباح قرار دیا ہے۔ ان کے بارے میں تیرے دل میں کراہت نہ آئے اور نہ ہی ان کے بارے میں تیرے دل میں تنگی آئے اور کہے اگر مجھے اباحت و کراہت کا اختیار دیا جاتا تو اس کو میں مکروہ قرار دیتا اور لوگوں کو اس سے روک دیتا اس کا مطلب یہ ہوا کہ تیری نظر اور عقل اشیاء کو پرکھنے اور شارع علیہ السلام بڑا ہے اور جاہلین کے طریقے پر چلنے لگا ہے۔ ایسی باتیں بعض لوگوں سے کثیر مرتبہ ہوتی رہتی ہیں۔ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کا خیال نہیں رکھتے اور جب لوگ ان مباحات کو کرتے ہیں تو عاجز یہ کہتے ہیں میں کیا کروں اس کو تو شارع نے مباح کیا ہے اب یہاں کسے بولنے کی ہمت ہے پس صبر کرتا ہے اور دل میں بہت تنگی محسوس کرتا ہے یہ سب سے بڑا سوء ادب ہے اور وہ شخص مردود درگاہ خداوندی ہے۔ ایسی گفتگو قرن اول کے بعض الناس سے ہونے لگی تھیں اب تو اکثر لوگ یہ کہنے لگے ہیں:

---

[1] پارہ نمبر ۵ رکوع نمبر ۶ سورۃ نساء آیت ۶۵

marfat.com

یہ کہنا حرام ہے کہ اگر حضورؐ کے وقت یہ کام ہوتا تو آپ منع کر دیتے کہ اگر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم

یہ اس کو دیکھ لیتے تو ضرور منع کر دیتے، حالانکہ ہم جانتے ہیں شارعِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہے اور اس سے کوئی چیز مخفی نہیں اگر ایک قوم کے لیے مباح اور دوسری کے لیے حرام ہوتا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر ضرور بیان فرما دیتا۔ کیونکہ حضورؐ علیہ السلام احکاماتِ الٰہی کے مبلغ ہیں اپنی مرضی سے کبھی گفتگو نہیں فرماتے اور نہ ہی اوامرِ خداوندی سے کچھ بھولتے ہیں۔

اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی[1] ترجمہ:- وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔

وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا[2] ترجمہ:- اور تیرا رب بھولنے والا نہیں۔

تمام مباحات میں اُمت کیلئے مصلحت اور فائدہ ہے۔

پس جن کو مباحات قرار دیا گیا تو اس میں جہان کے لیے مصلحت اور فائدہ ہے اور اس میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی اور نہ ایسے ہوا کہ جس میں مصلحت اور فائدہ ہو اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کام نہ کیا ہو جس سے احکاماتِ الٰہی میں اختلال واقع ہوا ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم شافعِ یوم النشور ہیں

علامہ شعرانی نے سترویں مبحث میں بیان کیا ہے کہ ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم روزِ محشر سب سے پہلے شفاعت فرمائیں گے اور پہلے آپ ہی کی شفاعت قبول ہو گی۔

اَنَا سَيِّدُ وَلَدِ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاَوَّلُ شَافِعٍ وَّاَوَّلُ (زاد فی روایۃ) وَلَا فَخْرَ۔ ترجمہ: میں روزِ حشر اولادِ آدم کا سردار ہوں گا اور پہلا شفاعت کرنے والا اور پہلا ہی وہ شخص جس کی پہلے شفاعت مقبول ہو گی اور اس میں فخر نہیں۔

---

[1] پارہ نمبر ۲۷۔ سورۃ النجم۔ آیت ۴۔ [2] پارہ نمبر ۱۶۔ سورہ مریم۔ آیت ۶۴۔

marfat.com

علماء فرماتے ہیں کہ آپ نے سیادت کو قیامت کے ساتھ مخصوص اس لیے کیا کہ وہ ہر ایک پر ظاہر ہونے کا دن ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ؕ[1] ترجمہ: آج ملک کس کے لیے ہے۔

اور آقا علیہ السلام کی شرف و بزرگی تو دنیا و آخرت دونوں جہاں میں کوئی وقت اس سے خالی نہیں۔

ہمارے سکون و آرام کیلئے حدیث شفاعت بیان فرمائی

شیخ محی الدین نے بیان کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شفاعت کی حدیث اس لیے سنائی کہ ہم روز محشر ہر نبی کے پاس جانے سے جو مشقت اور تکلیف ہوگی اس سے نجات حاصل کریں کہ جب لوگ انبیاء علیہم السلام کے پاس جائیں گے۔ تو ہم صبر کریں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی باری کا انتظار کریں اور آپ ہی فرمائیں گے۔ اَنَا لَهَا اَنَا لَهَا۔

ترجمہ: میں اس کام کے لیے ہوں۔ میں اس کام کے لیے ہوں۔

اُمتِ محمدیہ میں سے وہی دیگر انبیاء کے پاس جائے گا۔ جس کو یہ حدیث نہیں پہنچی یا اسے بھول گئی اور جسے یہ حدیث معلوم اور یاد ہوگی وہ آپ کے ساتھ رہے گا۔ سبحان اللہ آقا علیہ السلام کو اپنی اُمت پر کتنی عظیم شفقت و محبت ہے۔

ولا فخر کا مطلب

یہ حدیث جو بیان کی ہے کہ میں بنی نوع انسان کا سردار ہوں گا۔ اس پر فخر نہیں کرتا بلکہ اس سے میرا مقصد قیامت کے دن تمہیں تکالیف و مشقات سے نجات دینا ہے کہ جب میں نے ہی سب سے پہلے شفاعت کرنی ہے اور سب سے قبل میری شفاعت ہی قبول ہوگی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا مجھ سے وعدہ ہے۔ پھر تمہیں کسی نبی کے پاس جا کر تکلیف اٹھانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔

جیسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عظمت اور برتری ایک مقصد صحیح کے لیے بیان کی ایسے آپ کی اُمت اولیاء کاملین بلکہ جمیع امت کے لیے ضروری ہے۔ بغیر کسی مقصد صحیح کے مخلوق میں سے کسی پر بھی اپنی برتری اور فوقیت کا اظہار نہ کریں۔

---

[1] پ ۲۴۔ سورت مومن۔ آیت ۱۶۔

marfat.com

شفاعت مصطفےٰ علیہ السلام کی آٹھ اقسام

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ قیامت کے روز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت آٹھ قسم کی ہوگی۔

نمبر۱۔ شفاعتِ عظمیٰ جو تمام مخلوق کو شامل ہے اور جس سے حساب جلدی شروع ہو جائے موقفِ محشر سے نجات ہوگی یہ شفاعت آپ کے ساتھ مخصوص ہے۔

نمبر۲۔ بلا حساب وکتاب ایک قوم کو جنت میں داخل کروانا امام نودی نے کہا یہ بھی آپ کے ساتھ مخصوص ہے۔

نمبر۳۔ جو دوزخ کے مستحق بن چکے ہیں ان کو جنت میں داخل کروانا۔ امام نودی کو اس کے حضور علیہ السلام کے خاصہ ہونے تردد ہے۔

نمبر۴۔ جو مجرم نار دوزخ میں داخل ہو جائیں گے انہیں وہاں سے نکلوانا اور جنت میں داخل کروانا۔ اس شفاعت میں دیگر انبیاء، ملائکہ اور مومنین بھی شامل ہیں۔

قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے اس میں تفصیل ذکر کی ہے کہ وہ مجرم جن کے دل میں ذرہ بھر ایمان ہوگا ان کی شفاعت تو آپ کا خاصہ ہے ان کے علاوہ مجرموں کو دوزخ سے نکلوانے کی شفاعت میں انبیاء ملائکہ مومنین بھی شامل ہیں۔

نمبر۵۔ اہل جنت کے ترقی درجات اور افزائش مراتب کے لیے شفاعت کرنا۔ امام نودی نے اس کو بھی آپ کا خاصہ کہا ہے۔

نمبر۶۔ جن کی نیکیاں اور بدیاں حسنات وسیئات برابر ہوں گی انہیں جنت میں لے جانا جیسا کہ امام قزوینی عروۃ الوثقیٰ میں ذکر کیا ہے۔

نمبر۷۔ جو دائمی اور ابدی عذاب کے مستحق ہیں ان کے عذاب میں تخفیف کرانا۔ اس کو اور آیت کو تطبیق دیتے ہوئے۔

لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ

ترجمہ: وہ کبھی ان سے ہلکا نہ پڑے گا۔

جیسا کہ بخاری ومسلم میں ہے کہ یہ ابو طالب کے حق میں نازل ہوئی اور ابن دحیہ نے

۱؎ پارہ ۲۵۔ سورہ زخرف۔ آیت ۷۵

marfat.com

ذکر کیا ہے یہ ابولہب کے حق میں نازل ہوئی۔

میلاد کی خوشی کا کافروں کو فائدہ پہنچتا ہے

کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں جب اس نے اپنی کنیز ثوبیہ کو آزاد کیا تو اس کے صلے ہر پیر کے روز اس کے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے۔

امام جلال سیوطی فرماتے ہیں کہ ہم پر اعتراض نہیں ہو سکتا کہ آپ کی شفاعت بعض کفار کے لیے عذابِ قبر کی تخفیف میں ہے اس لیے کہ یہ شفاعت مومنین اور برزخ کے بارے میں ہے اور ہمارا کلام قیامت کے روز عام شفاعت کے بارے میں ہے۔ موحدین ہو یا غیر موحدین تخفیف عذاب میں

نمبر ۸۔ کفار کے نابالغ بچوں کی شفاعت کرنا کہ ان کو عذاب نہ ہو۔

تین اقسام اور ہیں جن کو بعض حضرات نے ذکر کیا ہے۔

نمبر ۱۔ مدینہ منورہ میں دفن ہونے والوں کی شفاعت کرنا کہ ان کو عذاب نہ ہو۔ روایت کیا اور اس کو صحیح کیا۔

شیخ محی الدین تین سو اکہترویں باب میں ذکر کیا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی شفاعت لوگوں کے لیے شفاعت کا دروازہ کھولنے کے لیے ہوگی تو اس کے بعد ہر شفاعت کرنے والا شفاعت کرے گا۔ جب شفاعت کرنے والے شفاعت کریں گے۔ تو ان کی شفاعت سے جو چاہے گا اللہ تعالیٰ قبول کرے جو چاہے رد کر دے گا اور اس دن شافعین کے دل میں رحمت کی وسعت کر دے گا۔ تو ان کی شفاعت اس لیے رد نہیں کرے گا کہ اس میں نقص ہے یا مشفوع پر رحمت کرنا مقصود نہیں بلکہ بعض بندوں پر اللہ تعالیٰ اپنے احسان کا اظہار کرنا مقصود ہوگا۔ ان کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر کے اپنے اسم ارحم الرحمین کی شفاعت کا اظہار فرمائے گا۔ جب کہ نار دوزخ میں داخل کرنا اپنے اسم منتقم اور جبار کا اظہار ہے کہ خالق کائنات کی شفاعت اپنے اسماء الٰہیہ کے مراتب کے مطابق ہوگی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

marfat.com

سَبَقَتْ رَحْمَتِيْ عَلٰى غَضَبِيْ۔ ترجمہ: میری رحمت میرے غضب پر غالب آگئی

ملائکہ انبیاء اور مومنین شفاعت کریں گے۔ تو خود ارحم الرحمین کی ذات باقی رہ جائے گی تو یہ مفہوم اس پر دال ہے کہ اللہ تعالیٰ شفاعت نہیں کرے گا بلکہ بذات خود موحدین مجرمین کو آتش دوزخ سے نکالے گا جہنم کو اپنے غضب وعقاب سے پُر کرے گا جیسے جنت کو اپنی رضا ورحمت سے۔

ارحم الرحمین، انبیاء، مومنین اور ملائکہ کی شفاعت الگ الگ مخصوص جماعت کے لیے ہوگی

شیخ محی الدین نے تین سو چھترویں باب میں لکھا ہے کہ ارحم الراحمین انبیاء، ملائکہ اور مومنین کی شفاعت الگ الگ جماعت کے لیے ہوگی: پس خالق تعالیٰ کی شفاعت ان کے لیے ہوگی جن کے پاس توحید کے علاوہ کوئی نیکی نہ ہوگی۔ فرمایا یہ وہ لوگ ہیں اللہ کی شہادت کے ساتھ اور ملائکہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ملائکہ کی شفاعت ان نافرمان لوگوں کے لیے ہے جن کے اخلاق اچھے ہیں اور فرمایا کہ شفاعتِ ملائکہ بالترتیب ہوگی۔ آخر میں جہنم کے انیس فرشتوں کی شفاعت ہوگی۔

شفاعتِ انبیاء مومنین کے لیے مخصوص ہے۔ مومنین دو قسم کے ہیں۔

اوّل وہ مومن جو دلیل ونظر سے ایمان لایا ان کی شفاعت کرنے والے حضرات انبیاء ہوں گے کیونکہ انبیاء علیہم السلام اپنی امم کی طرف خبر لائے اور خبر متعلق ایمان ہے۔

دوم قسم دوسری قسم تقلیدی مومن کی ہے جو اسے اس کے والدین اور قرابت داروں نے دیا۔ ان کی سفارش کرنے والے اعلیٰ درجے کے مومن ہیں جو خود کامیاب ہو گئے۔ بذاتِ خود یا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش سے کامیاب ہو گئے۔ یہ تمام سفارشی عصاۃ موحدین کی مدت مواخذہ کے اختتام کے بعد سفارش کریں گے۔

تین سو سنتالیسویں باب میں رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سُحْقًا سُحْقًا (اللہ کی رحمت سے دوری) اس قوم کے حق میں فرمایا جو آپ کے بعد مرتد ہو گئی۔ یہ اس

لیے ارشاد ہے۔ ان پر غضب میں اللہ تعالیٰ کی موافقت ہو جائے کہ عالم امر مقتضائے وقت کے خلاف حکم دیتا۔ اسی لیے ان پر شفقت و رحمت فرماتے ہوئے کہا۔

پھر اس حالت کے زوال کے بعد کچھ نرمی و ملائمت ہو گی تو اس کی سفارش ہو گی۔ جو فروعِ اسلام سے مرتد ہوا نہ اصلِ دین۔

تہترویں باب میں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے پاس شفاعت میں صاحبِ مقامِ محمود ہیں کہ آپ کو جامع کلم دیئے گئے اوّلین و آخرین آپ کی تعریف کریں گے۔ مخلوق کے تمام مقامات اس مقامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اختتام پذیر ہو جاتے ہیں۔

جیسے آپ کی بعثت رسالت عام اور شریعت جامع اور جمیع شرائع یونہی شفاعت عام ہے۔ جیسے کوئی عمل صحیح آپ کی شریعت سے خارج نہیں یونہی کوئی فرد آپ کی شفاعت سے خارج نہیں۔ اور یہاں طویل گفتگو کی۔

پھر اٹھترویں باب میں رقمطراز ہیں کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر سجدہ کریں گے اور طویل سجدہ کریں گے اس لیے کہ اس دن سجودعین جسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم مامور ہو گا کیونکہ یہ بابِ شفاعت کے کھلنے کا ذریعہ و وسیلہ ہے۔ اور آپ کے بغیر نہ کھول سکے گا۔ چنانچہ آپ ربِ کائنات کے پاس حاضر ہو کر طویل سجدہ کریں گے جب کہ آپ کو ابھی سجدہ کی اجازت بھی مرحمت نہ ہوئی ہو گی تو خالقِ کائنات فرمائے گا۔ پیارے اپنا سر سجدے سے اٹھائیے مانگیے عطا ہو گا۔ سفارش کیجیے آپ کی سفارش مقبول ہو گی۔

امام شعرانی نے اپنی دررالخواص میں اپنے شیخ سیدی علی الخواص کے منصوص علیہ فتاویٰ میں ذکر کیا ہے کہ میں نے ۹۳۱ھ میں آپ سے سوال کیا کہ کیا میں لوگوں کے حوادث سے محفوظ رہوں گا۔؟

جواب:۔ مجھے اُمید ہے تو محفوظ رہے گا۔ کیونکہ اکثر لوگ بلائے تکالیف اور خسف و مسخ کے مستحق ہوں گے۔ اور ان تمام سے محفوظ رہے گا۔ پھر میں عرض گذار ہوا کہ اللہ تعالیٰ

marfat.com

کا فرمان ہے۔

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ[1] ترجمہ: اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو بعض کو بعض سے، دفع نہ کرتا تو ضرور زمین تباہ ہو جاتی۔

تو فرمایا صحیح ہے لیکن جس چیز میں قدرت ہو گی۔

پھر فرمایا تمام اولیا کاملین زندہ ہیں یا اپنی قبور میں سب کے دروازے بند کر دیئے گئے ہیں۔ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دروازہ کھلا ہے پس جو کمال بھی تمہیں حاصل ہو رہا ہے۔ اور جس چیز کی وجہ سے مخلوق تیری طرف متوجہ ہے۔ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے در دولت سے مل رہی ہے کہ آپ تمام کے شیخ اور سب لوگ آپ کے غلام ہیں۔ جس میں اختلاف کرتے ہیں تو آپ ہی فیصلہ فرماتے ہیں۔ اور فرمائیں گے[2]

آپ افضل الخلق ہیں

امام عارف شعرانی اپنی المنن الکبریٰ کے چودھویں باب میں لکھتے ہیں۔ خالق کائنات نے اپنے فضل وکرم سے جو باتیں میرے قلب میں القا فرمائی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم علی الاطلاق تمام مخلوق سے بزرگ و برتر ہیں۔ زمین و آسمان میں سے کوئی فرد آپ کا ہم مرتبہ نہیں۔ اس کا انکار وہی کرے گا جو بصیرت سے کورا ہو۔ اور اس کی نگاہیں چمگادڑ کی مانند ہیں۔ بدیں وجہ شریعت مصطفوی کا نور دوپہر کے وقت سورج کی روشنی سے زیادہ واضح ہے۔

دلیل نمبر ۱ آپ کے فضل وکمال پر یہ دلیل ہی کافی ہے۔ ہر دور اور ہر زمانے کے لوگوں کا اس پر اتفاق و اجماع ہے کہ آپ افضل الخلق ہیں۔ اور یہ بات

---

[1] پارہ نمبر ۲ رکوع نمبر ۱۶ ۔ سورہ بقرہ ۔ آیت ۲۵۱ ۔

[2] لا ورب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی
(اعلیٰحضرت)

marfat.com

بدیہی ہے جس پر کسی دلیل کی ضرورت ہی نہیں۔ آقا علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے۔

لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَۃِ۔ ترجمہ: میری اُمت گمراہی پر اتفاق نہیں کرے گی۔

ایک شخص کا اس سے انکار

۱۴۰۹ھ میں ایک شخص نے اعلان کیا سیدنا ابراہیم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہیں۔ اس پر یہ استشہاد پیش کیا کہ جب صحابہ کرام نے درود شریف پڑھنے کی کیفیت اور طریقہ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ تو اس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مُشَبَّہ اور ابراہیم علیہ السلام مشبہ بہ ہیں مُشَبَّہ بِہٖ مُشَبَّہ سے افضل ہوتا ہے۔

اس کا رد

اس شخص کو یہ معلوم نہ ہوسکا کہ صحابہ کرام کیفیت صلوٰۃ کے دریافت کرنے پر آپ نے یہ ارشاد فرمایا۔ اس پر غور کیا جائے کہ کسی ولی غوث ابدال نبی سے مثلاً پوچھا جائے کہ آپ مجھے کوئی ایسی چیز بتائیے جس سے میں تمہاری تعظیم اور احترام کروں اور لوگوں پر فضیلت و ترجیح دوں تو اس کے جواب میں وہ محترم خاموش رہیں گے یا وہ بیان کریں گے جس میں تواضع و انکساری کا اظہار ہو یہی وجہ ہے۔ کعب بن عجرہ کی روایت میں ہے کہ جب ہم نے آپ سے کیفیت صلوٰۃ دریافت کی تو آپ خاموش ہو گئے اور آپ کا رخ انور غصے سے سُرخ ہو گیا۔ یہاں تک کہ ہم نے تمنا کی کہ کاش سوال ہی نہ کرتے۔

آقا علیہ السلام کا یہ فرمان ہے:۔

اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَلَا فَخْرَ۔ وَاَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَاَوَّلُ شَافِعٍ وَاَوَّلُ مُشَفَّعٍ۔

ترجمہ: قیامت کے روز میں اولاد آدم کا سردار ہوں گا۔ پہلے میری ہی قبر کھلے گی سب سے اول میں شفاعت کروں گا پہلے میری ہی سفارش مقبول ہوگی۔

اس حدیث سے تمام مخلوق پر فضیلت عیاں ہو رہی ہے یہاں تک کہ آدم علیہ السلام پر بھی فضیلت رکھتے ہیں اگرچہ آپ کا نام احتراماً نہیں لیا کیونکہ اولاد کے لیے مناسب نہیں

marfat.com

کر کے مجھے اپنے باپ پر فضیلت حاصل ہے۔ یہ حدیث فضیلت خود نہیں بلکہ اللہ کے حکم سے ارشاد فرمائی اللہ کا فرمان ہے:۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى[1] ترجمہ:۔ اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔

البتہ اذن الٰہی ہو تو اولاد کو بھی کہہ سکتی ہے جیسے حدیث شریف میں ہے:۔

آدَمُ فَمَنْ دُوْنَهٗ تَحْتَ لِوَائِیْ۔ ترجمہ: حضرت آدم اور دوسرے میرے جھنڈے تلے ہوں گے۔

افضلیت مصطفیٰ پر کثیر تصنیف ہوئی

اس شخص کی تردید اور افضلیت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر علمائے مصر نے بہت کتب تحریر فرمائیں مثلاً سیدی محمد البکری، سیدی محمد الرملی۔ شیخ ناصر الدین طبلاوی اور شیخ نور الدین طنتدائی وغیرہم۔ ان کتب میں آپ کی افضلیت پر بے شمار دلائل ہیں۔

ایک اور منکر افضلیت مصطفیٰ کا ذکر

ایسے ہی علامہ شعرانی طبقاتِ کبریٰ نے سیدی ابوالمواہب الشاذلی کے تذکرہ میں بیان کیا ہے کہ شیخ ابوالمواہب الشاذلی فرماتے ہیں کہ میرا ایک شخص سے الجامع الازہر میں امام بوصیری صاحب قصیدۂ بردہ کے اس شعر پر مناظرہ ہوا۔

فَمَبْلَغُ الْعِلْمِ فِيْهِ اَنَّهٗ بَشَرٌ وَاَنَّهٗ خَيْرُ خَلْقِ اللّٰهِ كُلِّهِمِ[2]

کمال علم کی انتہا یہی ہے کہ آپ بشر ہیں اور اللہ کی تمام مخلوق سے برتر ہیں۔

تو اس کے خلاف اس کو کوئی دلیل نہ بن پائی، تو میں نے کہا اس پر امت کا اجماع ہے تو پھر بھی باز نہ آیا تو میں کیا دیکھتا ہوں۔

آقا علیہ السلام کا تشریف لانا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جامع الازہر کے منبر کے پاس جلوہ افروز ہیں۔ آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق بھی موجود ہیں۔ آپ اپنے اصحاب سے فرما رہے ہیں کہ آج کیا واقعہ رونما ہوا ہے۔ اصحاب کرام عرض کرتے ہیں اللہ رسولہٗ اعلم۔

---

[1] پارہ نمبر ۲۷ رکوع نمبر ۵ آیت ۳۔

[2] لایمکن الثناء کما کان حقہٗ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

marfat.com

تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ وہ فلاں تعیس و مایوس شخص کا عقیدہ ہے کہ میں ملائکہ سے افضل نہیں ہوں۔ اصحاب کرام بیک آواز عرض کرتے ہیں آپ سے بڑھ کر رُوئے زمین پر کوئی نہیں۔ تو آپ نے ان سے فرمایا۔ اس رحمتِ خداوندی سے محروم شخص کا کیا حال ہو جو زندہ ہی نہیں رہے گا اگر زندہ رہا بھی تو ذلت و رسوائی کی زندگی بسر کرے گا۔ جس کا عقیدہ ہے کہ میری افضلیت پر اجماع امت نہیں۔ میں نے اس واقعہ خواب کو ابوالمواہب کی کتاب المرائی النبویہ میں بالتفصیل پڑھا ہے۔

خصائص مصطفےٰ علیہ السلام

امام شعرانی نے اپنی کتاب کشف الغمہ عن جمیع الامتہ میں خصائص مصطفےٰ علیہ السلام کا ذکر امام حافظ جلال الدین سیوطی کے حوالے سے کیا ہے جیسا کہ انہوں نے خود آخر میں فرمایا ہے۔ خصائص کبریٰ کی تلخیص الوزح الیبیب فی خصائص الحبیب سے اخذ کیا ہے ان سب کا تذکرہ میں نے حافظ سیوطی کی کتاب "صاحب جواہر البحار" میں متعدد بار کیا ہے مثلاً شروع کتاب میں امام نووی کے کلام ان کی کتاب تہذیب الاسماء واللغات سے نقل کیا ہے۔ ایسا امام مقریزی یمنی کے کلام نیز تفصیل کے ساتھ روایات واحادیثِ فضیلت کو خصائص کبریٰ سے ماخوذ کرتے ہوئے امام جلال الدین سیوطی سے نقل کیا ہے۔

امام شعرانی نے اختصار سے صحیح اور حسن روایات کا ذکر کیا ہے لہٰذا ان کے ذکر کو بیان کرنا بھی مناسب سمجھتا ہوں۔ جملہ خصائص محامد اور فضائل جو ابتدائے آفرینش سے تا قیامت اصالتہً ہمارے آقا علیہ السلام کو ملے اور ان کی اتباع اور میراث کے طور پر دوسروں کو میسر ہوئے۔

تعظیم رسول پر کوئی دلیل طلب کرنا اور بحث کرنا ناجائز ہے

ہر وہ چیز جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم پر دال ہو اس پر دلیل طلب کرنا اور بحث مباحثہ کرنا مطلقاً ناجائز ہے کیونکہ یہ سوءِ ادب ہے حضور علیہ السلام کی شان اور تعریف میں جو چاہتا ہے کہہ

marfat.com

اس میں کچھ حرج نہیں۔ ؎

خصائص کا ذکر علماؑ نے اس لیے کیا ہے کہ اس سے عظمت مصطفےٰ علیہ السلام کا بیان و ذکر ہے۔ اور تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ حضورؐ کی یہ فضیلت نہیں ہے۔

ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کسی نے حضرت عمرؓ کے بارے میں کہا کہ ان کی گردن اڑا دی جائے۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضورؐ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو اس کی اجازت نہیں۔

خصائص کی اقسام

علماؑ نے خصائص کو آٹھ اقسام میں منقسم کیا ہے۔ جن کا نہایت اختصار سے ہم ذکر کر رہے ہیں۔

القسم الاوّل آقا علیہ السلام خلقت و نبوت کے لحاظ سے تمام انبیاؑ سے اوّل ہیں۔ جیسا کہ اس حدیث۔

كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ۔ ترجمہ:۔ میں اس وقت بھی نبی تھا جب کہ آدم علیہ السلام آب و گِل میں تھے۔

سے ظاہر ہو رہا ہے۔ نیز آپ کے متعلق انبیاؑ سے پہلے میثاق لینا بھی عیاں ہوتا ہے۔

سب سے پہلے بلیٰ آپ نے کہا اور سب سے پہلے الوہیت کا اقرار کرتے ہوئے آپ نے ہی بلیٰ کہا۔

تمام مخلوق آپ کی وجہ سے پیدا ہوئی جناب آدم علیہ السلام اور دیگر تمام مخلوق کو آپ کی وجہ سے پیدا فرمایا اور آپ کا اسم گرامی عرش، تمام آسمان و جنات اور ما فیہا اور جو کچھ ملکوت میں ہے پر درج ہے۔

ملائکہ ہر وقت آپ کا ذکر کرتے رہتے ہیں اور عہد آدم علیہ السلام میں آذان اور ملکوت

؎ اے رضا خود صاحب قرآن ہے مداح حضورؐ
تجھ سے کب ممکن ہے پھر مدحت رسول اللہ کی

marfat.com

اعلیٰ میں آپ کے اسم گرامی کا ذکر ہوتا رہا ہے۔

انبیاءؑ علیہم السلام سے آپ کی نبوت و نصرت کا اقرار لیا گیا۔

کتب سماویہ میں آپ کا اور آپ کی اُمت کا ذکر موجود ہے

کتب سماویہ میں آپ کے اوصاف آپ کی امت

اصحاب و خلفاءؓ کے خصائص و فضائل کا ذکر موجود ہے۔

آپ کی ولادت کے وقت سے شیاطین کا آسمان پر جانا موقوف، شقِ صدر، دل کے محاذی، پشت پر مہر نبوت کے نشان کا ذکر موجود ہے۔

آپؐ کے دل اور دیگر انبیاءؑ کے دل میں شیطان وسوسہ نہیں ڈال سکتا۔

انگشتری آپ کے داہنے ہاتھ میں ہوگی۔ آپ کے ایک ہزار نام ہوں گے۔

آپ کا نام اللہ کے نام سے مشتق ہوگا۔[له]

ستر کے قریب آپ کے اور اللہ تعالیٰ کے ایک ہی نام ہیں۔

آپؐ کا نام احمد اور محمد رکھا گیا جو پہلے کسی کا نام نہیں ہے۔

سفر میں ملائکہ کا آپ پر سایہ کرنا۔ آپؐ کی عقل کامل مکمل ہے۔

آپ تمام مخلوق سے حسین ترین ہیں

آپ کو مکمل حسن عطا کیا گیا جب کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو حسن کا ایک حصہ ملا۔ ابتداء وحی میں تین دن تک خاموش رہنا، جبریل امین کو اصل حالت میں دیکھنا۔ آپ کی بعثت پر علم کہانت کا اختتام، آسمان سے شیاطین کے گفتگو کرنے کی آواز سننے سے موقوف ہونا۔ شہاب کا گرنا۔ آپ کے والدین کا موت کے بعد زندہ ہو کر کلمہ پڑھنا۔ لوگوں سے عصمت کا وعدہ۔ معراج اور اس میں خوارق عادات کا ظاہر ہونا، اور مقام قاب قوسین تک رسائی حاصل کرنا۔ نیز اس مقام پر فائز ہونا جہاں کسی رسول نے رسائی پائی نہ کسی مقرب فرشتے کی پہنچ ہوئی۔ آپ کے لیے انبیاء علیہم السلام کو زندہ کرنا ان کی اور فرشتوں کی امامت کرنا۔ جنت و دوزخ پر مطلع ہونا۔ آیاتِ کبریٰ کا مشاہدہ فرمانا۔ شب معراج دیدار خداوندی میں محو ہوتے ہوئے

له شَقَّ لَهُ مِنِ اسْمِهِ لِيُجِلَّهُ ۞ فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُودٌ وَهٰذَا مُحَمَّدٌ

آپ کی عظمت کے لیے اللہ نے آپ کا نام اپنے نام سے تجویز فرمایا ہے کہ صاحب عرش محمود اور آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

marfat.com

آنکھ کا کجی سے محفوظ رہنا۔ دو بار خالق کائنات کا دیدار کرنا۔ ملائکہ کا جہاد میں شریک ہونا اور سفر میں آپ کے پیچھے پیچھے چلنا۔ باوجود اُمّی ہونے کے ام الکتاب کا ملنا جو ہر تغیر و تبدل سے آج تک محفوظ ہے اور جمیع کتب کے علوم و احکام پر حاوی ہونے کے علاوہ مزید علوم پر مشتمل ہے اور جس کا نجماً نجماً سات حروف اور سات ابواب پر نزول ہوا۔ جس کے پڑھنے سے ایک ایک حرف کے عوض دس دس نیکیاں عطا ہوں۔

قرآن کریم باقی کتب سے تیس خصائص کے لحاظ سے افضل ہے

قرآن کریم دیگر کتب سماویہ تیس اوصاف کی وجہ سے افضل ہے جن میں چند ایک درج ذیل ہیں۔

وصفِ اوّل یہ کتاب بیک وقت دعوت بھی ہے اور حجت بھی۔ جب کہ دیگر انبیاء کی پہلے دعوت ہوتی۔ پھر اس کے علاوہ حجت کچھ ہوتی تھی لیکن قرآن عظیم معانی کے لحاظ سے دعوت اور الفاظ کے لحاظ سے حجت ہے دعوت کے لیے یہ شرف کافی ہے حجت اس کے ساتھ ہو۔ اور حجت کی فضیلت کے لیے یہ کافی ہے کہ دعوت اس سے علیحدہ نہ ہو۔

وصفِ ثانی آپ کو عرش کے نیچے سے وہ خزانہ دیا گیا جو پہلے کسی نبی کو نہیں ملا

وصفِ ثالث تسمیہ صرف آپ کو دی گئی۔

وصف رابع سورۃ فاتحہ صرف آپ کے ساتھ مخصوص ہے۔

وصف خامس آیۃ الکرسی بھی آپ کے خواص میں سے ہے۔

وصف سادس سورۃ بقرہ کی آخری دس آیات بھی آپ کے خواص سے ہے۔

وصف سابع سات طوال اور مفصل بھی آپ کی خصوصیات سے ہیں۔

قرآن والا معجزہ تاقیامت باقی رہے گی جب کہ دوسرے انبیاء کے معجزات ختم ہو چکے ہیں اور آپ کے معجزات تمام انبیاء کرام کے معجزات سے زیادہ ہیں۔

دیگر انبیاء کے کمالات و فضائل و محامد کے جامع ہیں ان کے علاوہ بھی بے شمار حاصل ہوئے مثلاً۔ شق قمر۔ پتھروں کا سلام کرنا۔ تنے کا رونا۔ آپ کی انگلیوں سے چشموں کا جاری ہونا۔ درختوں کا بولنا اور آپ کی نبوت و رسالت کی گواہی دینا۔ آپ کے

marfat.com

بلانے پر ان کا حاضرِ خدمت ہونا۔

آپ خاتم النبیین ہیں آپ کی دعوت تمام لوگوں کے لیے عام ہے بالاتفاق آپ جنات کے بھی رسول ہیں۔ اللہ نے آپ کی حیات اور نبوت ورسالت کی قسم اٹھائی دشمنوں کو آپ سے دور کیا اپنی کلام مجید میں اپنے نام سے آپکا نام ملایا اور تمام کائنات پر آپ کی اطاعت فرض کی۔ اس میں کسی قسم کا استثنا نہیں کیا۔

آپ کے اعضا کے قرآن کریم میں اوصاف اور آپ کے ایک ایک عضو کی قرآن حکیم میں تعریف فرمائی۔

اللہ نے آپ کو نام سے نہیں پکارا اللہ نے پورے قرآن میں کہیں بھی آپ کو نام لے کر نہیں پکارا بلکہ مختلف اوصاف سے پکارا یا ایہا النبی یا ایہا الرسول اور اُمت پر نام لے کر پکارنا حرام کیا۔ ان الطاف سے بھی نوازا جن کے ساتھ سابقہ انبیا کو نوازا تھا۔

آپ کی حیاتِ ظاہرہ آپ کی اُمت سے ایسی کوئی حرکت ظاہر نہیں ہونے دی جو آپ کو ناگوار ہو۔ بخلاف دیگر انبیا کے۔ آپ حبیب الرحمٰن ہیں۔ آپ میں محبت وخلت رویت وکلام دونوں کو جمع کر دیا۔

آپ کو سدرۃ المنتہیٰ کے پاس ہمکلامی سے نوازا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وادی سینہ میں۔ آپ صاحبِ قبلتین اور صاحب ہجرتین ہیں۔ ظاہر وباطن دونوں کے حکم کو جمع کر دیا۔ ایک ماہ قبل اور ایک ماہ بعد کے سفر کے ذریعہ رعب سے مدد کی۔ جوامع کلم آپ کو عطا ہوئے زمین کے خزانوں کی چابیاں سندس کے کپڑے میں لپیٹ کر ابلق گھوڑے پر دی گئیں۔

جملہ اقسام وحی سے آپ پر وحی کا نزول ہوا۔

اسرافیل کا اُترنا آپکے پاس اسرافیل آئے جب کہ پہلے کسی نبی کے پاس نہیں آئے۔

آپ میں نبوت وسلطنت یکجا کر دیئے آپ کی خصوصیات میں سے ہے۔

.marfat.com

کہ آپ کو نبوت و رسالت کے ساتھ سلطنت سے بھی نوازا۔

آپ امورِ خمسہ کے عالم ہیں آپ کو ہر چیز کا علم دیا گیا یہاں تک کہ روح اور پانچ امور کا بھی جن کا اس آیت میں ذکر ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ[1] ترجمہ: بے شک اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا ذاتی علم۔

دجال کے حالات سے بھی واقف ہیں جب کہ اس کا پہلے کسی نبی کو بھی علم نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ سے حیات ظاہری ہی میں مغفرت کا وعدہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ[2] ترجمہ: تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کے سبب اور وسیلے سے) آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف فرمائے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ تمام مخلوق میں سے حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی بھی حقیقی ایمان نہیں لایا۔ آذان، خطبہ اور تشہد، کوئی بھی ایسا مقام نہیں۔ جہاں اللہ نے آپ کے ذکر کو اپنے ذکر کے ساتھ ملایا ہے۔

تمام امت کو آپ پر پیش کیا بلکہ قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے سب سے آگاہ کر دیا نیز سابقہ اُمتوں کے حالات سے بھی مطلع کر دیا۔ جیسے آدم علیہ السلام کو اشیا کے اسما تعلیم دیئے گئے آپ تمام کائنات کے سردار اور سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے محترم و مکرم، تمام مرسلین اور ملائکہ مقربین سے افضل ہیں۔ آپ کائنات کے رہبر ہیں۔ آپ کو چار وزیر دیئے گئے دو آسمان پر جبریل و میکائیل اور دو زمین پر حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما اصحاب سے چودہ نجیب عطا ہوئے دیگر انبیا کو سات سات ملے۔ آپ کا ساتھی دشیطان، مسلمان ہوگیا۔ آپ کی ازواج و بنات آپ کی مددگار اور تمام عورتوں سے افضل ہیں۔

ازواج مطہرات کے نیک اعمال پر دو گنا ثواب اور گناہ پر دو گنا عقاب ہے۔

[1] پارہ نمبر ۲۱، رکوع نمبر ۱۲۔ آیت ۳۴۔ [2] پارہ ۲۶ رکوع ۸ آیت ۲۔ سورۂ فتح

آذانوں میں خطبوں میں شادی و غم میں غرض ذکر ہوتا ہے ہر جا تمہارا۔

marfat.com

آپ کے اصحاب انبیاؑ کے سوا تمام مخلوق سے برتر ہیں۔ جن کی تعداد انبیاؑ کے تقریباً برابر ہے۔ اور تمام کے تمام عادل، مجتہد اور مصیب ہیں۔ اسی لیے فرمایا :۔

اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ۔ ترجمہ: میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں جس کی بھی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

ایک دن کے لیے آپ پر مکہ شہر حلال ہوا۔ مدینہ شہر کی حرمت فرمائی اور اس کو عذاب سے امن دینے والی اور اس کی گرد و غبار مرض جذام (کوڑھ) سے شفا والی قرار دیا۔ آپ کے بارے میں قبر میں میت سے سوال ہوتا ہے۔

ملک الموت آپ کے پاس اجازت لیکر آیا

ملک الموت آپ سے اجازت لے کر آیا حالانکہ پہلے کسی نبی کے پاس اجازت لیکر نہیں آیا۔ ازواج مطہرات سے نکاح آپ کے بعد امت پر حرام قرار دیا۔ اور ایسی کنیزات بھی جن سے آپ نے مباشرت کی ہو۔

قبر انور کعبہ سے افضل ہے

زمین کا وہ حصہ جس میں آپ دفن ہیں وہ کعبہ اور عرش سے افضل ہے۔

آپ کی قسم اٹھانا جائز ہے

اللہ پر آپ کی قسم اٹھانا بھی جائز ہے اور کسی دوسرے کے لیے جائز نہیں۔ آپ کی شرمگاہ پر کسی کی نظر نہیں پڑی اگر پڑ جاتی تو بینائی سلب ہو جاتی۔

آپ کی امت کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس امت کے علمائے ربانی انبیاؑ کے قائم مقام ہیں اور ان کی مثل کام کرتے ہیں۔

اسی لیے فرمایا :۔

عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ۔ ترجمہ: میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاؑ کی مانند ہیں۔

نیز ارشاد فرمایا :۔

اَلْعَالِمُ فِیْ قَوْمِهٖ ترجمہ: بے شک عالم اپنی قوم میں

marfat.com

كَالنَّبِيِّ فِيْ أُمَّتِهٖ ۔ اپنی امت میں نبی جیسا ہے۔

آپ کا نام عبداللہ رکھا اور اس کا اطلاق کسی اور پر نہیں کیا۔ صرف یہ فرمایا:

عَبْدًا شَكُوْرًا[1] شکر گذار بندہ۔

اور فرمایا:

نِعْمَ الْعَبْدُ[2] اچھا بندہ۔

قرآن اور دیگر کتب میں آپ کے علاوہ کسی پر صلوٰۃ بھیجنے کا حکم نہیں دیا۔

آپ کے اسمائے توقیفی ہیں آپ کے تمام اسمائے گرامی اسمائے الٰہیہ کی طرح توقیفی ہیں۔

القسم الثانی

دنیا میں شریعت اور اُمت کے بارے میں خصوصیات

آپ کی خصوصیات میں سے مالِ غنیمت کا حلال ہونا۔ رُوئے زمین کو مسجد بنانا دیگر اُمتوں کے لیے بیع کنیسہ کے باہر نماز جائز نہ تھی۔ زمین کو طہارت بنایا گیا یعنی پانی نہ ہو تو تیمم کیا جا سکتا ہے۔ یہ بھی پہلی امتوں کے لیے جائز نہ تھا۔ موزوں پر مسح۔ پانی سے نجاست کا دُور ہونا۔ بہت سا پانی یعنی کثیر پانی میں نجاست کا مؤثر نہ ہونا۔ ڈھیلا وغیرہ سے استنجاء کرنا۔ پانی اور ڈھیلوں دونوں کو استعمال کرنا۔ پانچ نمازوں کا مجموعی طور اور درمیانی وقفہ کے گناہوں کے لیے کفارہ ہونا۔ عشاء کی نماز پڑھنا جو کسی نے نہیں پڑھی۔ آذان، اقامت، تکبیر سے نماز شروع کرنا، آمین کہنا اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہنا۔ نماز میں گفتگو کا حرام ہونا۔ نماز میں استقبال کعبہ، نماز میں ملائکہ کی طرح صف بندھی، فرشتوں اور اہلِ جنت کی طرح ایک دوسرے کو السلام علیکم کہنا، روزِ جمعہ کو عید بنانا۔ جمعہ کے روز اجابت کی گھڑی، عید الضحیٰ۔ نماز جمعہ نماز باجماعت، قیام اللیل، نماز عیدین، صلاۃ کسوف (سورج گرہن) صلاۃ خسوف (چاند گرہن) صلاۃ استسقاء، نماز وتر، حالتِ سفر میں نماز قصر سفر بارش اور بیماری کی وجہ سے دو نمازوں کا جمع کرنا، صلاۃِ خوف۔ یہ تمام اس اُمت کی خصوصیات سے ہیں۔ یہ پہلوں کے لیے نہ تھیں۔

---

[1] پ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل آیت ۳۔ [2] پ ۲۳ سورہ صاد آیت ۴۴۔

ماہِ رمضان المبارک کا اس خصوصیت کے ساتھ اس میں شیاطین کا قید ہونا۔ جنت کا اس میں مزین ہونا۔ روزے دار کے منہ کی بو اللہ کے ہاں کستوری سے زیادہ پسندیدہ ہونا۔ افطار کے وقت ملائکہ کا روزہ داروں کے لیے دعائے مغفرت کرنا۔ شب بیداروں کی مغفرت۔ سحری کھانا۔ افطار میں تعجیل۔ شب رمضان میں اکل وشرب اور جماع کا حلال ہونا جو پہلی امتوں پر نیند کے ساتھ منع ہو جاتی تھیں۔ صوم وصال کا منع ہونا۔ حالتِ روزہ میں کلام کرنا جو کہ سابقہ امتوں پر جائز نہ تھی۔ نماز میں گفتگو کی ممانعت جو کہ پہلوں کے لیے جائز تھی۔ لیلۃ القدر یوم عرفہ۔ یوم عرفہ کے روزے کا دو سال کے گناہوں کا کفارہ ہونا۔ کہ یہ سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ یوم عاشورہ کا روزہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہونا۔ کہ وہ سنت موسوی ہے۔ تناول کھانے کے بعد ہاتھ دھونا دو نیکیاں ہیں کیونکہ یہ اس شریعت اور سابقہ شرائع میں سنت ہے۔ جنابت کا غسل کہ اس سے نقصانات بدنی و روحانی دور ہوتے ہیں۔ مصیبت کے وقت انا للہ وانا الیہ راجعون کہنا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہنا۔ قبر کھودتے وقت لحد بنانا۔ شق (نیچے کو سیدھا گڑھا کھودنا اہل کتاب کے لیے ہیں۔ نحر[1] کرنا اہل کتاب کے لیے ذبح تھا۔ سر کے بالوں کی مانگ کرنا۔ ان کے لیے سدل ہے بال سیدھے کرنا بغیر مانگ کے۔ بالوں کا رنگنا[2]۔ اہل کتاب بڑھاپے کو تبدیل نہیں کر سکتے ہیں۔ داڑھی بڑھانا (بقدر مشت) لبوں کا کٹوانا جب کہ اہل کتاب داڑھی چھوٹی اور لبیں لمبی رکھتے تھے۔ اور وہ صرف لڑکوں کا عقیقہ کرتے اور دین اسلام میں لڑکا لڑکی دونوں کا عقیقہ کیا جاتا ہے۔ جنازہ[3] کے لیے قیام کا ترک۔ نماز فجر ومغرب[4] میں جلدی کرنا۔ سخت زمین پتھریلی کے استعمال کرنے کی کراہت صرف جمعہ کے روزہ کی کراہت۔ یہود صرف اپنی عید عاشورہ کے دن کا روزہ رکھتے اور ہم یکم محرم تا عاشورا (محرم کے پہلے دس دن) رکھتے ہیں۔ نیز پیشانی سے سجدہ کرنا اہل کتاب چہرے کی ایک طرف سے کیا کرتے۔ نماز میں ادھر ادھر متوجہ ہونے کی کراہت جب کہ اہل کتاب ادھر ادھر پھر

---

[1] نحر اونٹوں کے ساتھ مخصوص ہے اس کی گردن کو تین جگہ سے کاٹنا۔

[2] خضاب کرنا حرام ہے۔ اس کے علاوہ مہندی وغیرہ لگانا جائز ہے۔

[3] فقہ حنفی میں جنازہ دیکھ کر کھڑا ہونا مستحبات سے ہے خواہ غیر مسلم ہی کا کیوں نہ ہو۔

[4] احناف کے نزدیک فجر میں تاخیر مستحب ہے اَسْفِرُوْا بِالْفَجْرِ فَاِنَّهٗ اَعْظَمُ لِلْاَجْرِ۔ صبح کی نماز خوب سفید کر کے پڑھو اس میں اجر وثواب زیادہ ہے۔

marfat.com

جاتے۔ نماز میں آنکھیں بند کرنے کی کراہت۔ نماز کا اختصار سے پڑھنا بعد میں دعا کے لیے کھڑا ہونا۔ نماز میں[1] قرآن سے دیکھ کر پڑھنا۔ عیدِ فطر کے دن کچھ کھا کر نمازِ عید کے لیے جانا۔ اور اہلِ کتاب نمازِ عید سے قبل نہیں کھاتے تھے۔ موزوں[2] اور پاک جُوتوں سمیت نماز کا ہو جانا۔ یہ تمام خصوصیات امتِ محمدیہ سے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں جب کتاب پڑھی جاتی تو اس کا ساتھ ساتھ جواب دیتے اور ہمارے لیے شریعت ممنوع ہے۔

اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ — ترجمہ: اور جب قرآن شریف پڑھا جائے
فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا[3] — تو اسے سنو اور چُپ رہو۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ہاتھ پر سہارا لیکر نماز میں بیٹھے ہوئے دیکھا۔ تو اس کو منع کر دیا۔ اور فرمایا کہ یہ یہود کی نماز ہے۔ اسلام[4] میں عورتوں کو مسجد میں نماز کے لیے آنے کی اجازت ہے، جب کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو اجازت نہ تھی۔

اہلِ کتاب کی شریعت میں حکم و فیصلہ کا فسخ جائز تھا۔ جب دوسرے حاکم کے پاس لے جائے جو اس کے خلاف فیصلہ کرتا ہو عمامہ میں شملہ رکھنا یہ ملائکہ کی علامت ہے۔ وسط میں تہبند باندھنا۔ سدل کی کراہت، سبز دستار باندھنا۔ ایک ہی قمیض پر پیٹی باندھنا۔ قمری مہینے کا اجراء۔ وقف۔ موت کے وقت تہائی حصہ تک مال کی وصیت۔ جنازہ اٹھا کر تیز تیز چلنا۔

آپ کی امت تمام امتوں سے افضل و برتر، اور سب کے آخر میں آئی ہے۔ ان کے ہاں پہلی امتوں کی رسوائی و ذلت کا ذکر ہوتا ہے لیکن اس امت کی ذلت و رسوائی کا ذکر کسی کے پاس نہیں ہوا۔ ان کے لیے دو نام مومن، مسلم اللہ تعالیٰ نے اپنے نام سے مشتق کیے۔ ان کے دین

---

[1] نماز میں قرآن کریم سے دیکھ کر پڑھنا مکروہ ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے۔

[2] آج کل جوتوں کے چمڑے بہت سخت ہوتے ہیں سجدہ میں جائیں جُوتے کی نوک زمین پر لگتی اور پاؤں بالکل زمین سے اُٹھ جاتے ہیں ایسے جُوتوں میں نماز نہیں ہوتی۔

[3] پارہ ۹ رکوع ۱۴۔ سورۃ الاعراف آیت ۲۰۔

[4] ہدایہ جلد اول میں یکرہ لہن حضور الجماعات۔ عورتوں (جوان) کے لیے جماعت میں حاضر ہونا مکروہ

marfat.com

کا نام اسلام رکھا جب کہ پہلی اُمتوں کے لیے تجویز نہیں کیا۔ صرف انبیا علیہم السلام کے لیے تھا۔ اصر (گناہوں کا بوجھ) کو ان سے اٹھایا۔ زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد خزانہ جمع کرنا جائز ہے۔ دینِ اسلام میں حرج روا نہیں رکھا۔ اونٹ، شتر مرغ، نیل گائے۔ بطخ، تمام مچھلیاں، چربی اور دم غیر مسفوح مثلاً جگر، تلی اور رگوں کا کھانا جائز ہے۔ خطا و نسیان پر مواخذہ نہیں۔ اسی طرح جبر اور دلی وساوس پر بھی مواخذہ نہیں۔ جو گناہ کا ارادہ کرے جب تک عمل نہ کرے گناہ لکھا نہیں جاتا۔ اگر گناہ کرے گا تو ایک گناہ لکھا جاتا ہے اور نیکی کے ارادے پر ایک نیکی اور ادا کرنے پر دس نیکیوں کا ثواب ہے بلکہ سات سو گنا تک ثواب لکھا جاتا ہے۔ توبہ کے لیے خود کو قتل کرنا۔ ناجائز چیز کے دیکھنے پر آنکھ کا نکالنا اور زکوٰۃ چوتھائی حصہ مال دینا معاف کر دیا گیا ہے۔ اولاد کا آزاد کرنا۔ دنیاوی اُمور سے رُکنا۔ رہبانیت و سیاحت منع ہے۔

لَیْسَ فِیْ دِیْنِیْ تَرْکُ النِّسَاءِ وَلَا اللَّحْمِ وَلَا اِتِّخَاذُ الصَّوَامِعُ۔

ترجمہ: میرے دین میں عورتوں اور گوشت کو بالکل ترک کر دینے مساجد میں ہی بیٹھے رہنے کی کوئی حیثیت نہیں۔

یہود میں اگر کوئی ہفتے کے دن کام کرتا تو اسے سولی پر چڑھا دیا جاتا۔ دینِ اسلام میں جمعہ کے روز کام کرنے پر کوئی ممانعت نہیں (ماسوا اوقاتِ جمعہ کی نماز) اہلِ کتاب نماز کی طرح وضو کیے بغیر کھانا نہیں کھا سکتے تھے اگر کوئی چوری کرتا غلام بن جاتا۔ جس نے خودکشی کی اس پر جنت حرام ہو جاتی اگر کوئی شہنشاہ ان پر غلبہ حاصل کر لیتا تو انہیں غلام بنا لیتا۔ ان کے مال سے جتنا چاہے لے جاتا۔

اسلام میں چار عورتوں سے بیک وقت نکاح جائز ہے۔ نیز طلاق دے سکتا ہے۔ اہل کتاب اور کنیزات سے نکاح جائز ہے۔ حیض کی حالت میں مجامعت کے علاوہ نفع حاصل

ے حاشیہ صفحہ گزشتہ۔

ہے اور بوڑھی عورتوں کے لیے ظہر عصر کی نماز میں شرکت مکروہ ہے حاشیہ میں مولانا عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں۔ الفتوی الیوم علی کراھتہ حضورھن فی الصلوات کلھا۔ اس دور میں اس پر فتویٰ ہے کہ مطلق عورتوں کے لیے سب نمازوں میں شریک ہونا مکروہ تحریمہ ہے۔ صفحہ نمبر ١٢٦۔

marfat.com

کرنا جائز ہے۔ عورت کے قُبل میں جس طرح چاہے استمتاع کرسکتا ہے۔ قصاص و دیت میں اختیار ہے۔

حملہ آور کا دفاع جائز ہے

حملہ آور کا دفاع کرسکتا ہے جب کہ اہل کتاب پر کوئی حملہ آور ہوتا تو اس کا دفاع نہیں کرسکتا تھا۔ خواہ وہ قتل کر دے یا اپنی مرضی سے چھوڑ دے۔ شرمگاہ کا ننگا کرنا جائز نہیں۔ تصویر۔ نشہ آور چیز کا پینا۔ لہو و لعب کے آلات (ڈھول باجے وغیرہ) بہن کے نکاح۔ سونے چاندی کے برتن۔ ریشم اور سونا مردوں کے لیے اور غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام ہے پہلے سجدہ کرنا تحیہ تھا۔ اسلام میں اس کے عوض سلام ہے۔ مساجد کے محراب بنانا ہمارے لیے جائز اور پہلوں کے لیے مکروہ تھا۔ اُمتِ محمدیہ کا ضلالت و گمراہی پر اجماع نہیں ہوسکتا۔ اور اہل باطن اہل حق پر غالب آسکتے ہیں۔

نبی کی بددُعا سے اس اُمت کو محفوظ رکھا ہے ان کا اجماع حجت ہے اور اختلاف رحمت ہے حالانکہ پہلوں کا اختلاف باعثِ عذاب تھا۔ طاعون کی موت شہادت اور رحمت ہے۔ جب بھی دعا کریں قبول ہوتی ہے۔ سابقہ کتب اور قرآن کریم پر ایمان لاتے ہیں۔ بیت اللہ کا حج کرتے ہیں کبھی اس سے جُدا نہیں ہوتے نیکی پر آخرت کے لیے ذخیرہ ہونے کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی صلہ مل جاتا ہے۔ پہاڑ اور درخت ان کی تسبیح و تہلیل کے لیے ان کی گذرگاہ پر اُمنڈ پڑتے ہیں ان کے اعمال اور ارواح کے لیے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں ان کے پاس ملائکہ آتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کی نزول رحمت

اللہ تعالیٰ ان پر نزول رحمت کرتا اور فرشتے ان کے لیے استغفار کرتے جیسے انبیاء پر صلوٰت بھیجتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔[1]

هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ۔ ترجمہ: وہی ہے جو تم پر درود اور رحمتیں بھیجتے ہیں اور ان کے فرشتے۔

یہ اپنے بستر پر فوت ہوتے ہیں تو اللہ کے ہاں وہ شہید ہوتے ہیں۔ ان کے سامنے

---

[1] پ ۲۲ سورہ الاحزاب آیت ۴۳

marfat.com

مائدہ رکھا جاتا ہے ان کے اٹھانے سے پہلے ان کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ جب کپڑے پہنتے ہیں تو کپڑا جھاڑنے سے پہلے ان کی نجات ہو جاتی ہے۔

اس اُمت کے صدیق تمام صدیقین سے افضل ہیں یہ علماء وحکماء ہیں۔ فقاہت وحکمت کی وجہ سے انبیاء کے مقام کو پہنچ گئے۔ حق گوئی میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔ مومنین پر مہربان اور کفار پر سخت ہیں۔

ان کا قرب نماز اور ان کی قربانی ان کا خون ہے۔ جو اس امت کا عمل مقبول نہیں اس پر ستر ڈال دیا جاتا ہے حالانکہ پہلے لوگ رسوا ہو جاتے جب ان کی قربانی کو قدرتی آگ نہ جلاتی۔ استغفار سے اس اُمت کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور ندامت ان کے لیے توبہ ہے۔

اُمتِ محمدیہ کی چار کرامتیں

روایت ہے کہ آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس اُمت کو چار کرامتوں سے نوازا ہے جو کسی اور کو حاصل نہ ہو سکیں۔

پہلی کرامت میری توبہ مکہ میں ہوئی اور اس کا کوئی فرد جہاں چاہے توبہ کر لے۔

دوسری کرامت جب مجھ سے خطا سرزد ہوئی تو بدن سے کپڑے اتر گئے لیکن ان کے کپڑے نہیں اترتے۔

تیسری کرامت مجھے اپنی بیوی سے جدا کیا گیا۔

چوتھی کرامت مجھے جنت سے نکالا گیا۔

بنی اسرائیل سے جب کوئی گناہ کرتا تو اس پر طیب وطعام حرام ہو جاتا اور اس کے دروازے پر اس کی خطا لکھی ہوئی پائی جاتی۔

اس اُمت سے اللہ نے وعدہ فرمایا ہے، بھوک سے نہ کلی طور دشمن سے، نہ غرق سے ہلاک کرے گا، اور نہ ہی ایسا عذاب آئے گا جس سے پہلے لوگ ہلاک ہوئے۔

اگر دو آدمی کسی کی بھلائی وخیر کی شہادت دیں تو اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے حالانکہ پہلی اُمتوں کے لیے ایسا نہ تھا۔ البتہ اگر سو آدمی شہادت دیتے۔

یہ اُمت کے قلیل عمل پر کثیر اجر اور بھی ان سے کم رکھتی ہے۔

marfat.com

پہلی اُمتوں کے آدمی کی تینس ۳۳ گنا عبادت ہے اس کی عبادت تینس ۳۳ گنا سے کئی درجے بلند برتر ہے۔ مصیبت کے وقت نماز رحمت اور ہدایت عطا کی۔ علم اوّل علم آخر دیا ہر شے کے خزائن کی چابیاں۔ یہاں تک کہ علم انساب، اسناد، اعراب کا علم دیا۔ تصنیف کتب کی توفیق۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنت کو دور میں محفوظ رکھا یہاں تک کہ حضرت موسیٰ بن مریم کا نزول ہوگا۔

اُمت مصطفےٰ سے اقطاب و ابدال ہیں

آپ کی اُمت سے اقطاب، اوتاد نجباء، ابدال ہوتے ہیں۔

آپ کا اُمتی عیسیٰ کی امامت کریگا

وہ آپ کا ہی اُمتی ہو گا جو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی امامت کرے گا۔

آپ کی اُمت سے وہ لوگ ہوں گے جو تسبیح و تہلیل کے ساتھ فرشتوں کی طرح طعام سے مستغنی ہو جائیں گے۔ اور دجال کو قتل کریں گے ملائکہ ان کی آذان اور تلبیہ کو آسمان پر سنتے ہیں جو ہر حال میں اللہ کی تعریف کرنے والے اور پستی و بلندی پر جاتے وقت اس کی تکبیر کہتے ہیں۔ جب کسی کام کا ارادہ کرتے ہیں تو انشاء اللہ، ناراضگی کے وقت تہلیل اور منازعت و اختلاف کے وقت تسبیح پڑھتے ہیں۔ کام سے پہلے استخارہ اور سواری پر سوار ہوتے وقت اللہ کی حمد کرتے ہیں۔ قرآن کریم ان کے سینوں میں ان میں سے سبقت لے جانے والا جنت میں بلا حساب داخل ہوگا ان کا میانہ رو نجات پانے والی جبکا حساب یسیر ہوگا۔ اور ان کا ظالم مغفور، اُمت کا ہر فرد مرحوم جنت کا زنگین لباس پہنے گا۔ نماز کے لیے اوقات نماز کا خاص خیال رکھتے ہیں۔ یہ وسط عادل اُمت جس کا اللہ تعالیٰ نے تزکیہ نفس فرما دیا ہے۔

جہاد میں فرشتے ان کی مدد کرتے ہیں ان پر وہی اشیاء فرض ہیں جو انبیاء و رسل پر لازم ہیں۔ جیسے وضو اور غسل جنابت حج اور جہاد وغیرہ۔ نوافل سے جو انبیاء علیہم السلام کو عطا کیا وہی ان کو۔

marfat.com

اللہ تعالیٰ نے اس امت کو یاایھا الذین آمنو سے پکارا۔ اللہ تعالیٰ کی اس امت پر خاص

نوازش ہے کہ اس کو یاایھا الذین آمنو کے وصفِ ایمان سے پکارا جب کہ پہلوں کو یاایھا المساکین سے۔

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ[1] ترجمہ: تو تم میرا ذکر کرو میں اپنی رحمت سے تمہارا پرچار کروں گا۔

سے بلا واسطہ خطاب کیا اور بنی اسرائیل کو

اُذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ[2] ترجمہ: میرا وہ احسان یاد کرو جو میں نے تم پر کیا۔

چونکہ وہ صرف اللہ کی نعمتوں کو پہچانتے ہیں۔ ذاتِ خداوندی نہیں۔ اللہ کی نعتیں خدا کی پہچان کا ذریعہ تھیں۔ اس لیے فرمایا اللہ کی ان نعمتوں کو یاد رکھو جو اس نے تم پر کیں ان میں زیادہ تر غلام تھے۔

جب یہ آیت

اَلسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ[3] ترجمہ: اور سب سے پہلے ایمان والے مہاجر اور انصار وہ لوگ جنہوں نے بھلائی کے ساتھ ان کی پیروی کی اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔

نازل ہوئی تو رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ میری تمام اُمت کے بارے نازل ہوئی۔ رضامندی کے بعد ناراضگی نہیں ہوتی۔

ان کا نام اہل القبلہ رکھا اور ان کی شہادت دوسروں کے لیے جائز ہے دوسری

---

[1] پارہ ۲ رکوع ۲ آیت ۱۵۲۔ [2] پارہ ۱ رکوع ۵ سورۃ بقرہ [3] پارہ ۱۱ رکوع ۱۲ آیت ۱۰۰ سورۃ توبہ

marfat.com

اُمتیں غیر ملت کے لیے شہادت نہیں دے سکتیں۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس اُمّت میں تجرید مدّ غل اور صفد جائز نہیں۔

تشریح حد جاری کرتے وقت ننگا اور کھینچا نہیں جائے گا بلکہ بیٹھے ہوئے کپڑوں سمیت حد نافذ کی جائے گی۔

تشدید و تسہیل کے مابین احکام

علمأ فرماتے ہیں ابتدا شرائع میں سہولت تھی کہ حضرت نوح حضرت صالح اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کے ادیان میں سختی نہ تھی اور موسیٰ علیہ السلام کے دین میں سختی تھی۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے بھی ایسا ہی کیا۔ لیکن اس شریعت میں موسیٰ علیہ السلام کے دین کی طرح سختی اور نہ ابراہیم علیہ السلام کے دین کی طرح نرمی بلکہ اس کے بین بین ہے لہٰذا یہ دین نہایت ہی معتدل ہے۔

قسم الثالث

وہ خصوصیات جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے ساتھ دارِ آخرت میں مخصوص ہیں

سب سے پہلے آپ ہی کی قبر کھلے گی۔ صور کے صعقہ سے پہلے آپ ہی کو افاقہ ہوگا۔ ستر ہزار فرشتوں کی معیت میں براق پر محشر میں تشریف لائیں گے۔ میدانِ حشر میں آپ کے نام کا اعلان ہوگا۔ آپ کو روزِ محشر جنت کا سب سے خوبصورت لباس پہنایا جائے گا۔ عرش کی داہنی جانب اور مقامِ محمود پر کھڑے ہوں گے۔ آپ کے ہاتھ میں لوا الحمد ہوگا۔ جناب آدم اور دیگر سب مخلوق آپ کے جھنڈے تلے ہوں گے۔ آپ امام النبیین قائد اور ان کے خطیب ہوں گے۔

سب سے پہلے آپ کو سجدہ کرنے کی اجازت ہوگی۔ سب سے قبل ہی سجدہ سے سر اٹھائیں گے۔ سب سے قبل اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔ سب سے اوّل ہی سفارش کرنے والے اور پہلے ہی سفارش مقبول ہوگی۔ دوسروں کے حق میں اللہ تعالیٰ سے سوال کریں گے۔ اور دوسرے اپنے بارے سوال کریں گے۔ آپ ہی شفاعتِ عُظمیٰ کے مالک ہوں۔

marfat.com

آپ کی شفاعت سے ایک جماعت بلا حساب۔ ایک جماعت جو مستحق عذاب ہو گی جنت میں جائے گی اور ایک جماعت کے جنت میں درجات بلند ہوں گے۔ جہنم میں داخل ہونے والے امتیوں کو آپ کی شفاعت سے نکالا جائے گا۔ یہاں تک کہ کوئی بھی آپ کا امتی جہنم میں باقی نہ رہے گا۔ صالحین کی جماعت جن سے اطاعت وعبادت میں تقصیر ہو چکی ہو گی۔ کی معافی ہو گی۔ آپ کی شفاعت سے حساب میں تخفیف ہو گی۔ مخلد فی النار کفار کے عذاب میں بھی تخفیف۔ کفار کے بچے عذاب سے محفوظ۔

اہلِ بیت جنتی ہیں

آپ اللہ تعالیٰ سے سوال کریں گے کہ آپ کے اہلِ بیت میں سے کوئی بھی جہنم میں نہ جائے۔ تو آپ کا سوال پورا ہو گا۔

سب سے پہلے پل سے اس حال میں گذریں گے کہ آپ کے سر اقدس کے بالوں اور چہرے سے نور چمک رہا ہو گا۔ جب کہ دیگر انبیاءؑ کے دو نور ہوں گے۔

سیدہ فاطمہ کی عظمتِ شان

جب سیدہ فاطمہ بنتِ رسول صلی اللہ علیہما وسلم کا گذر ہو گا۔ ندا آئے گی اہلِ محشر اپنی نگاہیں بند کر لو تاکہ بنتِ رسول گزر جائیں۔

سب سے پہلے آپ ہی بابِ جنت کھٹکھٹائیں گے اور جنت میں داخل ہوں گے۔ آپ کے بعد آپ کی بیٹی سیدہ فاطمہ زہرا۔ حوضِ کوثر جو کہ سب سے بڑا ہے آپ ہی کے لیے مخصوص ہے دوسرے انبیاءؑ جن کے لیے چھوٹے چھوٹے حوض ہوں گے۔

آپ صاحبِ وسیلہ ہیں

آپ کے لیے وسیلہ مخصوص ہے جو ایک جنت کا درجہ ہے۔

آپ کے منبر کی ٹانگیں جنت میں مضبوط گڑھی ہوئی ہیں اور منبر جنت کے حوضوں میں سے ایک حوض پر رکھا ہوا ہے۔

جنت کا ٹکڑا

آپ کے منبر اور محراب کا درمیانہ حصہ جنت کا ٹکڑا ہے۔

سب انبیاءؑ کی تبلیغ پر گواہ طلب ہو گا۔ لیکن آپ سے کوئی گواہ طلب نہیں کیا جائے گا بلکہ دیگر انبیاءؑ کی تبلیغ پر گواہ ہوں گے۔

قیامت کے روز آپ کے سوا تمام حسب و نسب ختم ہو جائیں گے

حضور اقدس

marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ تمام کے حسب ونسب ختم ہو جائیں گے۔
جنت میں حضرت آدم کی کنیت آپ کے نام سے ابو محمد ہو گی۔

اہل فترہ سے آپ کے متعلق امتحان لیا جائے گا

احادیث میں مروی ہے کہ اہل فترہ سے آپ کے بارے امتحان لیا جائے گا جس نے اطاعت کی وہ جنت میں اور جس نے نافرمانی کی وہ دوزخ میں جائے گا۔

آپ کے اجداد اطاعت کریں گے

آپ کے اجداد سب کے سب اطاعت کریں گے۔ تاکہ آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

درجات جنت بحساب آیات قرآن ہیں

مروی ہے کہ درجات جنت آیات قرآنیہ کے حساب کے مطابق ہیں۔ قاریٔ قرآن سے کہا جائے گا کہ تلاوت کر تلاوت کی آخری آیت کا اختتام تیرا مقام ہے اور دوسری کتب سماویہ کے متعلق ایسا نہیں ہو گا۔

جنت میں صرف قرآن کی تلاوت ہو گی

اہل جنت صرف قرآن کریم کی تلاوت کریں گے اور فقط عربی زبان ہی بولیں گے۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب میں جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا تو خازن کھڑا ہو کر کہے گا تو کون ہے؟ میں جواب دوں گا۔ انا محمد۔ میں محمد ہوں۔ تو جواب میں کہے گا۔ میں آپ کے لیے کھڑا ہوں دروازہ کھولتا ہوں۔ آپ سے پہلے کھڑا ہوا ہوں نہ آپ کے بعد کھڑا ہوں گا۔ واللہ اعلم۔

القسم الرابع

جو آخرت میں آپ کی امت کے لیے مخصوص ہیں

لوگوں میں سے سب سے پہلے آپ کی اُمت قبروں سے اس حالت میں نکلے گی کہ ان کے اعضاءِ وضو چمکتے ہوں گے۔ محشر میں بلند مقام پر ہوں گے ان کے لیے

marfat.com

انبیاء کی مانند دو نور بھی ہوں گے۔ دوسری امتوں کے لیے ایک نور ہو گا۔ ان کے چہروں پر سجدوں کے آثار نمایاں ہوں گے ان کی ذریت ان کے سامنے ہو گی۔

نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا

اس امت کو نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا۔ پل پر سے بجلی کی مانند گزر جائیں گے ان کے نیک لوگ گنہگاروں کی شفاعت کریں گے وہ مقبول بھی ہو گی۔ ان کے گناہوں کی سزا دینا اور برزخ میں مل جائے گی تاکہ روز قیامت پاک و صاف ہوں۔ گناہ لے کر قبر میں داخل ہوں گے۔ بغیر گناہوں کے قبر سے نکلیں گے یہ مومنین کے ان کے حق میں استغفار کی وجہ سے ہو گا۔ اس امتؐ میں جس نے نیکی کی۔ اور اس کے لیے جس نے نیکی کی دونوں کا اجرا سے ملے گا۔

سب سے قبل ان کا حساب ہو گا اور لغزشیں معاف کی جائیں گی۔

سب مخلوق سے ان کی نیکیاں وزنی ہوں گی۔

اُمتِ محمدیہ کو حاکم عادل کا مقام حاصل ہو گا

ان کو عادل حاکم کا سا مقام حاصل ہو گا۔ یہ لوگوں بلکہ انبیاء کی تبلیغ کی بھی شہادت دیں گے۔

ہر امتی کے عوض ایک ایک یہودی یا عیسائی جہنم میں بھیجا جائے گا۔

سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔

ستر ہزار بلا حساب جنت میں جائیں گے اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ ستر ستر ہزار اور ہوں گے۔ ان کی اولاد ان کے ساتھ ہو گی۔

اہلِ جنت کی صفوف

اہل جنت کی کل ایک سو بیس ۱۲۰ صفیں ہوں گی جن میں چالیس ۴۰ دوسری اُمتوں اور اسّی اس اُمت کی ہوں گی جب اللہ تعالیٰ ان پر تجلی فرمائے گا۔ تو وہ سجدۂ میں گر جائیں گے۔

حضورؐ کی پوری امت جنت میں داخل ہو گی

حدیث شریف میں ہے پہلی امتوں کے کچھ لوگ جنتی اور کچھ دوزخی ہوں گے لیکن

marfat.com

یہ میری اُمت سب کی سب جنت میں ہوگی۔

القسم الخامس

وہ واجبات جو آپ کے ساتھ مخصوص ہیں اور بعض میں تو دیگر انبیاء بھی شریک ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چاشت کی نماز، وتر، تہجد، مسواک، قربانی، مشاورت، فجر کی دو رکعت، غسلِ جمعہ، زوال سے قبل چار رکعت، اور نماز کے لیے یا جب بھی حدث لاحق ہو وضو کا واجب ہونا مخصوص ہیں۔ بعد میں مسواک کا وجوب منسوخ ہوگیا۔

ایسے استعاذہ۔ دشمن کے مقابلے میں صبر کرنا۔ خواہ کتنا ہی کثیر تعداد میں دشمن ہو۔ جب کوئی مقابلے میں آیا تو قتل ہو۔ نبی سے پہلے ظاہر نہیں ہوا۔

منکرات کی تغییر کا اظہار، خوف و خطر کا ساقط نہ ہونا۔ ایفائے عہد۔ اگر تنگدست مسلمان مرا تو اس کے قرض کا ادا کرنا، فراق میں ازواج کو اختیار دینا۔ ان کے آپ کے پسند کرنے کے بعد آپ کا اختیار کر کے اپنے پاس رکھنا۔

ان پر کسی اور سے نکاح نہ کرنا، ان کی مکافات کے لیے تبدل کرنا۔ بعد میں آپ کو خوش رکھنے کے لیے یہ حکم منسوخ ہوگیا۔ بغیر خلل کے کامل و مکمل نماز ادا کرنا۔ احسن طریقہ سے سوالات اور تنقید کا جواب دینا۔

جتنے بھی لوگ علم سیاست کے مکلف ہیں اتنے آپ اکیلے ہی مکلف ہیں۔

مخلوق کے ساتھ میل جول کے ساتھ ساتھ مشاہدہ حق کے بھی مکلف ہیں۔

جس عمل کے لوگ پابند ہیں اس عمل کے آپ بھی پابند ہیں۔ حالتِ وحی میں دنیا سے اخذ و استفادہ کرتے ہیں۔

نبی علیہ السلام کو نماز روزہ معاف نہیں

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز، روزہ اور دیگر احکام ساقط نہیں۔

marfat.com

روزانہ ستر مرتبہ استغفار کرتے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم یومیہ ستر مرتبہ استغفار کے مکلف تھے لیے

آپ کے نوافل زیادتی اجر کے لیے ہیں

فرائض کے تابع نوافل صرف زیادتی اجر کے ہیں۔ فرائض کی تکمیل کے لیے نہیں کیونکہ آپ فرائض کما حقہ ادا کرتے۔ شب معراج کے حکم کے موافق آپ کے لیے ایک شب و روز پچاس نمازیں مخصوص ہیں۔

آپ فرائض کے علاوہ ۱۰۰ رکعت ادا کرتے

بعض نے روایت کیا ہے کہ آپ صلوٰت خمسہ کے علاوہ روزانہ ۱۰۰ رکعت ادا فرماتے نماز کے وقت سونے والے کو جگانا واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان :

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ لے

ترجمہ : اے نبی ! لوگوں کو اچھی تدبیر اور عمدہ نصیحت کے ذریعے اپنے رب کے راستہ کی طرف بلائیے۔

عقیقہ کا وجوب، ہدیہ پر کچھ عطا کرنا اور اللہ تعالیٰ پر توکل واجب اور ذخیرہ کرنا حرام ہے تنگ دست والے کے عیال کی کفالت اور تنگ دست کی جنایات اور کفارات ادا کرتے۔ مکروہات پر صبر اور تنگ دست جو صبح و شام رب تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ کی معیت پر صبر کرنا آپ پر واجب ہے۔ اور لوگوں سے کلام ان کے عقل و فراست کے مطابق کرنا بھی آپ پر لازم ہے۔ وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

القسم السادس

آپ کی شرافت و بزرگی کی وجہ سے جو اشیاء آپ پر حرام ہیں

مال زکوٰۃ، صدقہ، کفارات آپ پر اور آپ کی آل پر علیہم السلام اگر ان کے لیے کچھ کھانے کو ہے اور ازواج مطہرات پر بھی بالاجماع حرام ہے۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ آپ

لے پارہ ۱۴ - رکوع ۲۲ - سورہ نحل - آیت ۱۲۵

marfat.com

پر صدقات معینہ حرام تھے اور عامہ جیسے مساجد اور کنوؤں کا پانی حرام نہ تھا۔ آپ کی آل کو عامل بنانا اور ان کو نذر و کفارات اور ان کا فروخت کرنا حرام ہے۔ کتابت، شعر گوئی اور کتاب کو دیکھ کر پڑھنا بھی ممنوع ہے۔

جب ہتھیار پہن لیں تو جب تک جنگ نہ ہو یا آپ کے اور دشمن کے درمیان اللہ تعالیٰ فیصلہ نہ کر دے تو اوزار اوتار جائز نہیں یونہی دیگر انبیاء علیہم السلام کے لیے بھی نا جائز ہے۔

من یعنی احسان کا ذکر کرنا تاکہ زیادہ سے زیادہ ثواب مل سکے۔ آنکھ کی خیانت۔ کتابیہ سے نکاح چیز لوگوں کے لیے حرام ہے۔ اس کو دیکھنا حرام ہے۔ تکبیر سُن کر پیچھے رہنا بھی حرام ہے۔

شراب قبل از بعثت بھی آپ پر حرام تھی

اعلان نبوت سے بیس سال قبل آپ پر شراب حرام ہوئی۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق نے کبھی شراب نہیں پی

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اور حضرت ابوبکر صدیق نے کبھی شراب نہیں پی۔ جاہلیت میں نہ اسلام لانے کے بعد۔

ننگے ہونے اور شرمگاہ کے کھولنے کی ممانعت نبوت سے پانچ سال قبل ہوئی۔

القسم السابع

مباحات جو آپ کے ساتھ مخصوص ہیں

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جنابت کی حالت میں مسجد میں ٹھہرنا۔ وتر سواری پر با وجود واجب ہونے کے بیٹھ کر پڑھنا۔ وتر میں جہر سے قرأت اس کے علاوہ سری قرأت جائز ہے۔ ایک رکعت کا کچھ حصہ بیٹھ کر اور کچھ کھڑے ہو کر جائز ہے۔ روزے کی حالت۔ بیوی کا بوسہ لینا، نفس پر مکمل اعتماد و کنٹرول کی وجہ سے اور صوم وصال جائز ہیں۔ کھانے پینے اور لباس کی ضرورت کے باوجود آپ روک سکتے ہیں اور مالک پر ان کا خرچ کرنا لازم ہے۔ اگر ہلاک ہو جائے تو اس کا فدیہ دے کر اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی خود ہو دی ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اجنبیات کو دیکھ سکتے ہیں

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غیر محرم عورتوں کو دیکھ سکتے ہیں اور خلوت میں ان کے پاس بیٹھ بھی سکتے ہیں۔ سواری پر اپنے پیچھے بٹھانا بھی جائز ہے۔

آپ کے لیے جائز ہے کہ

چار سے زائد عورتوں سے آپ نکاح کر سکتے ہیں

چار سے زیادہ عورتوں سے بھی نکاح کر لیں۔ ایسے پہلے انبیاء پر جائز تھا۔ بغیر مہر ابتداءً و انتہاءً نکاح جائز ہے کہ چار اور گواہوں اور عورت کی مرضی کے بغیر بھی آپ نکاح کر سکتے ہیں۔

جب آپ کا کسی عورت سے نکاح کا ارادہ ہو جائے۔ تو صرف رغبت ہی سے کوئی دوسرا آدمی اس عورت کو پیغام نکاح نہیں دے سکتا۔ اگر شادی شدہ عورت کے بارے دل میں رغبت ہو جائے تو اس کے شوہر کے لیے لازم ہے کہ وہ اسے طلاق دے دے تاکہ آپ اس سے نکاح کر سکیں۔ (اگرچہ آپ نے ایسا نہیں کیا)

اگر کسی شخص نے عورت کو پیغام نکاح دیا ہے تو اس کے بعد آپ اسے بھی پیغام عقد کا حق رکھتے ہیں عورت اور مرد کے ولی کی اجازت کے بغیر بھی جس مرد سے چاہیں نکاح کر دیں۔ خود اپنے سے بھی کر سکتے ہیں، نیز طرفین کے ولی عورت اور اس کے ولی کی اجازت کے بغیر بھی بن سکتے ہیں۔

حضرت امیر حمزہ کی دختر کا نکاح حضرت عباس جو اس کے چچا اور اقرب تھے کی موجودگی میں کر دیا۔ حضرت ام سلمہ سے فرمایا۔ کہ اپنے بیٹے کو کہہ کر تیرا نکاح کر دے۔ تو اس نے جو کہ وہ نابالغ ہی تھا نکاح کر دیا۔ حضرت زینب کا نکاح اللہ تعالیٰ نے آپ سے کر دیا۔ تو خود عقد کئے بغیر ان کے پاس گئے۔

اپنے کلام سے وقفے کے بعد منفصلاً استثنا کر سکتے ہیں۔

مال غنیمت میں سے تقسیم سے

مال غنیمت سے تقسیم سے پہلے بھی آپ اپنے لیے رکھ سکتے ہیں

marfat.com

قبل بھی اپنے لیے جو چاہیں رکھ لیں۔

اپنی شہادت خود بھی دے سکتے ہیں

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خود اپنی اور اپنی اولاد کی شہادت دینا جائز ہے اور یہ شہادت قابلِ قبول بھی ہے۔

نیز ہدیہ قبول کر سکتے ہیں دیگر حکام کے لیے ہدیہ قبول کرنا جائز نہیں۔

بلا شہادت حدِ زنا جاری کر سکتے ہیں

تہمت زنا پر شہادتوں کے بغیر بھی حد جاری کر سکتے ہیں اور دوسروں کے لیے یہ جائز نہیں۔

لفظ صلوٰۃ سے آپ جس کو چاہیں دُعا دیں لیکن ہمارے لیے نبی کے علاوہ جائز نہیں۔ آپ نے اپنی اُمت کی قربانی دی لیکن دوسرے لوگ اس کی اجازت کے بغیر نہیں دے سکتے۔ آپ کے لیے جائز ہے خود اور اللہ تعالیٰ کو ضمیر میں جمع کر لیں۔ دوسروں کے لیے ناروا ہے۔ جو آپ کو گالی دے یا ہجو کرے آپ اس کو قتل کر دیں تو جائز ہے۔
فتح سے قبل اراضی پر قبضہ کر سکتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام زمین کا آپ کو مالک بنا دیا ہے۔ اور ارضِ جنت کو قطع کر سکتے ہیں۔

القسم الثامن

فضائل و کرامات جو آپ کے ساتھ مخصوص ہیں

منصب صلاۃ سے مخصوص ہیں اور آپ اور جملہ انبیاء کا میراث میں تقسیم ہونا۔ بلکہ صدقہ کی وصیت کرنا لازم ہے۔ جب نبی جہاد کے لیے تیار ہو کر نکلے تو ہر ایک کے لیے لازم ہے اس کی رفاقت میں تیار ہو کر نکلے جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے۔

مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ ترجمہ: مدینہ میں رہنے والوں اور دیہاتیوں کو مناسب نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اور اللہ کے

marfat.com

اَنۡ یَّتَخَلَّفُوۡا عَنۡ رَّسُوۡلِ اللّٰہِ[1] رسول سے پیچھے رہ جائیں۔
یہ حکم بعد کسی خلیفہ راشد کے لیے نہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج اور بنات کا کسی کو بھی دیکھنا جائز نہیں اور نہ ہی شہادت وغیرہا اپنا چہرہ اور بازو وغیرہ ننگے کر سکتی ہے۔ نہ مشافہتہً سوال کر سکتی ہیں

ازواج مطہرات و بنات رسول کو نماز مکان کی چھت پر پڑھنا منع ہے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج و بنات مکان کی چھت پر نماز پڑھنا ممنوع ہے وہ مومنین کی مائیں ہیں۔

ازواج مطہرات حضور علیہ السلام کے بعد نکاح نہیں کر سکتیں

ازواج مطہرات کے لیے لازم ہے کہ آپ کے بعد آپ کے گھر میں رہیں دوسرے مرد سے نکاح نہیں کر سکتیں۔

ازواج مطہرات و آل رسول کے لیے جنابت و حیض وغیرہا کی حالت میں بھی مسجد میں بیٹھنا جائز ہے۔

آپ اگر بلا ناغہ بیٹھ کر نوافل ادا کریں اس کا ثواب بھی قیام والے نوافل کے برابر ہے۔

نمازی کو نماز کی حالت میں بھی جواب دینا واجب ہے۔

نمازی نماز پڑھ رہا ہو تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے بلائیں تو حالت نماز[2] میں بھی جواب دینا لازم ہے۔ یہی حکم دیگر انبیاءؑ کے لیے بھی ہے۔

رسول کے پیچھے ضحک سے بھی نماز ٹوٹ جاتی ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز میں ضحک (بلا آواز ہنسنا) سے نماز نہیں بلکہ یہ حکم صرف رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنے کے لیے ہے

---

[1] پارہ ۱۱ سورہ توبہ رکوع ۴ آیت ۱۲۰ ۔ سورۃ توبہ۔

[2] قرآن کریم میں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول تمہیں بلائے تو فوراً جواب دو۔

marfat.com

حضور علیہ السلام کو گھر سے بلانا حرام ہے

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم اگر گھر میں جلوہ افروز ہوں تو دروازے سے آواز نہیں دے سکتے اور نہ ہی دور سے آپ کو آواز دینا جائز ہے۔

آپ کے فضلات طیب ہیں

آپ کا پیشاب، براز، خون و دیگر فضلات طیب و طاہر ہیں۔ بلکہ آپ کے پیشاب کا پینا شفا ہے۔

جو آپ کو سب و شتم کرے اسے قتل کیا جائے گا۔ آپ کی اہانت کفر، آپ کی آل اور اصحاب سے محبت اُمّت پر فرض ہے۔ کسی نبی کی زوجہ فاحشہ نہیں۔

آپ کی بنات کی اولاد آپ کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالیٰ لَمْ یَبْعَثْ نَبِیًّا قَطُّ	ترجمہ: تحقیق اللہ تعالیٰ ہر نبی کی اولاد
اِلَّا جَعَلَ ذُرِّیَّتَہٗ فِیْ صُلْبِہٖ	اس کی صلب سے پیدا فرمائی لیکن میری
غَیْرِیْ فَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالیٰ جَعَلَ	اولاد علی المرتضیٰ کی صلب سے پیدا
ذُرِّیَّتِیْ مِنْ صُلْبِ عَلِیٍّ۔	فرمائی۔

آپ کی بنات کے دوسری عورت سے نکاح منع ہے

آپ کی بیٹی سے نکاح کرنے کے بعد اس کی موجودگی میں دوسری عورت سے شادی جائز نہیں۔ بعض علما نے قیامت تک کی اولاد کے لیے یہی حکم بیان کیا ہے۔

رشتہ صہر ذریعہ نجات ہے

جانبین میں سے جس طرح بھی رشتہ صہر آپ سے قائم ہو گیا وہ دوزخ میں نہ جائے گا۔

محرابِ رسول میں نماز کیلیے کھڑا نہ ہو

محراب رسول میں کھڑا ہو کر صلاۃ نہیں پڑھ سکتا ایسے ہی داہنی جانب نہ بائیں جانب۔

لفظ رحمت سے آپ کے لیے دعا مانگے نہ کہ لفظ دُعا کے ساتھ۔

انگشتری پر محمد رسول نقش نہیں کرا سکتا

کسی شخص کو یہ اجازت نہیں کہ اپنی انگشتری پر محمد رسول اللہ کا لفظ کندہ کروائے۔

غضب و رضا کی حالت میں آپ سے حق کلمہ ہی نکلتا ہے

ناراض ہوں یا راضی کسی

marfat.com

حالت میں بھی آپ کی زبان حق ترجمان سے حق کے سوا کچھ نہ نکلتا۔ خواب میں[1] آپ کی زیارت حق ہے[2] ایسے ہی جملہ انبیاء۔

انبیاء کو اغماء و جنون نہیں ہوسکتا

انبیاء علیہم السلام بیہوشی اور جنون وغیرہا کی بیماریوں سے محفوظ ہیں

اور نہ ہی عام لوگوں کی طرح ان کی نیند ہوتی ہے۔

انبیاء عیوب و نقائص سے پاک ہیں

حاصل کلام ہر وہ عیب اور نقص جس سے لوگ متنفر ہوں انبیاء اس سے پاک ہوتے ہیں۔

احکام کو کسی کے لیے مخصوص کرنے کا آپکو حق ہے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شان ہے کہ جس حکم کو جس کے لیے چاہیں مخصوص کر سکتے ہیں جیسے خزیمہ کی شہادت دو مردوں کے برابر قرار دینا۔ خولہ بنت حکیم کو نوحہ کی اجازت دینا۔ اسماء بنت عمیس کے لیے سوگ کی رخصت دینا۔ ایک شخص کا دو نماز پڑھنے کی شرط مسلمان ہونے کی لگانا۔ اور آپ کا اسے قبول فرمانا۔ مہاجرین کی عورتوں کو ان کے مکانات کا وارث قرار دینا کیونکہ وہ مہاجرات ہیں ان کے پاس مکان نہیں۔ جیسا کہ کتاب الفرائض میں اس کا ذکر آچکا ہے۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بجائے طلوع فجر کے سورج کے طلوع ہونے سے روزہ رکھتے۔ نیز اپنے اہل بیت کے بچوں کو بھی روزہ رکھواتے۔ ظاہر ہے یہ ان کی خصوصیت ہے۔

آپ ہر طرف اور روز و شب میں یکساں دیکھتے

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

جس طرح اپنے سامنے دیکھتے ایسے دائیں بائیں اور پیچھے بھی اسی طرح دیکھتے۔ نیز دن کے اجالے کی طرح رات کی تاریکی میں بھی دیکھتے۔

---

[1] حضرت عبداللہ بن عمرو سے مسند امام احمد میں حدیث مذکور ہے۔

[2] آپ نے فرمایا مَنْ رَآنِي فَقَدْ رَآنِي۔ جس نے مجھے دیکھا یقیناً اس نے مجھے ہی دیکھا۔ کہ شیطان میری شکل نہیں بن سکتا۔

marfat.com

آپ کے لعاب دہن سے کڑوا پانی شہد کی طرح شیریں ہو جاتا۔

آپ کی آواز اتنی دُور سنائی دیتی جہاں کسی بلند آواز سے بلند آواز کی سنائی نہیں دیتی تھی۔

آپ کا قلب صمیم ہر وقت بیدار رہتا۔

آپ کی آنکھیں سو جاتیں لیکن دل کبھی نہ سویا۔ نہ آپ نے جمائی لی اور نہ احتلام ہوا۔ یہ تینوں نبی کی خصوصیت ہیں۔ آپ کے پسینے سے کستوری سے بڑھ کر خوشبو آتی۔

چلتے ہوئے ہر ایک سے بلند نظر آتے

جب آپ کسی طویل قامت شخص کے ساتھ چلتے تو اس سے بھی طویل ہی نظر آتے۔ اور مجلس میں بیٹھتے تو مجمع سے آپ کے کندھے بلند ہوتے۔

آپ کا سایہ نہیں تھا

آپ کا سایہ کبھی زمین پر نہیں پڑا۔ چاند اور سورج کی روشنی میں آپ کا سایہ تک نظر نہ آیا[1]۔ کیونکہ آپ نُور تھے۔ آپ کے کپڑوں پر کبھی مکھی نہیں بیٹھی اور نہ آپ کو جوں یا کھٹمل نے ایذا دی۔

جس سواری پر آپ سوار ہوتے تو وہ بول و براز نہ کرتا۔

آپ کا پاؤں مبارک مکمل طور پر زمین پر لگتا۔

پاؤں کی خنصر انگلی بھی پورا کام کرتی، عام لوگوں کی طرح اس میں کمزوری نہ تھی۔

جب زمین پر چلتے تو زمین آپ کے لیے سمٹ جاتی۔

آپ میں قوّتِ جماع

آپ میں چالیس آدمیوں کے برابر قوت جماع تھی اور سو بہادروں کے برابر قوت شجاعت، غذا میں سب سے زیادہ قناعت کرنے والے۔

آپ کے براز کو زمین نگل جاتی

جو کچھ آپ سے خارج ہوتا فوراً اسے زمین نگل جاتی۔ اور کستوری کی طرح اس سے

---

[1] تو ہے سایہ نُور کا ہر عضو ہے ٹکڑا نور کا — سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نُور کا
(اعلحضرتؒ)

marfat.com

خوشبو آتی۔ دیگر انبیاء کی بھی یہی شان ہے۔

آپ کے آباؤ اجداد میں کوئی سفاح نہیں

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد میں حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عبداللہ تک کوئی بھی بدکار نہ تھا آپ پاک صلبوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوتے چلے آئے۔ آپ کے والدین بھی طیب وطاہر اور ساجدین میں سے تھے۔

آپ کی ولادت کے وقت بُت گر گئے

جب آپ پیدا ہوئے تو بت گر گئے۔[1] آپ ختنہ شدہ ناف بُریدہ طیب وطاہر زمین پر سجدہ کی حالت میں تشریف لائے ایک شیرخوار رونے والے بچے کی مانند ایک انگلی اوپر اٹھائے ہوئے تھے۔

آپکی والدہ کو بوقت ولادت شام کے محلات نظر آئے

آپ کی ولادت کے وقت ایک ایسا نور چمکا جس سے آپ کی والدہ نے شام کے محلات دیکھ لیے یُونہی ہر نبی کی والدہ دیکھتی رہی۔

آپ کی تمام رضاعی مائیں مسلمان ہیں

جس عورت نے بھی آپ کو دودھ پلایا وہ مسلمان ہو گئی۔

آپ کا جھولا فرشتے جھولتے

جب آپ جھولے میں ہوتے تو فرشتے جھولا جھولتے۔

چاند آپ کا کھلونا تھا

بچپن میں آپ جدھر انگلی کا اشارہ کرتے چاند ادھر پھر جاتا۔[2]

پہلی گفتگو جب آپ میں قوتِ گویائی پیدا ہوئی تو پہلی گفتگو آپ کی یہ تھی۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰہِ ترجمہ: اللہ بہت بڑا ہے تمام تعریفیں

---

[1] تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجرے کو جھکا تیری ہیبت تھی کہ ہر بُت تھرتھرا کر گر گیا۔

[2] چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا۔

marfat.com

کثیئو ؟ ۔ اللہ ہی کے لیے ہیں ۔

رُوح قبض ہونے کے بعد دوبارہ واپس کی گئی ۔

آپ کے جسدِاقدس سے رُوح قبض ہونے کے بعد دوبارہ واپس کی گئی۔ دنیا میں رہنے اور اللہ کی طرف جانے کا اختیار دیا گیا۔ تو آپ کی روح نے رجوع الی اللہ کو ترجیح دی۔ یونہی ہر نبی کے لیے۔ مرضِ وصال میں جبریل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے تین بار بھیجا تاکہ آپ کا حال دریافت کیا جائے۔

اسماعیل فرشتہ

جب ملک الموت آیا تو اس کے ساتھ اسماعیل نامی فرشتہ بھی ہوا میں اتر کر ٹھہر گیا جو اس سے پہلے چڑھا ہے اور نہ اترا ہے۔

اسماعیل فرشتہ رونے لگا

جب اس نے ملک الموت کی آواز سُنی تو وا محمداہ وا محمداہ کہتے ہوئے رونا شروع کر دیا۔

آپ کی نمازِ جنازہ

آپ کے وصال کے بعد اللہ تعالیٰ اور فرشتوں نے صلوٰۃ پڑھی اور لوگ بغیر امام دعائیں مانگ رہے تھے۔ اور یہ کہتے آپ ہی موت وحیات میں یکساں ہمارے امام ہیں اور معروف دُعا جنازہ نہیں پڑھی۔

دفن

جہاں آپ کا وصال ہوا اسی جگہ دفن کیا گیا۔ کیونکہ انبیا اپنی وصال والی جگہ پر ہی دفن ہوتے ہیں۔ باقی لوگوں کے لیے قبرستان میں دفن کرنا افضل ہے۔ آپ کے وصال کے وقت زمین پر تاریکی چھا گئی۔

حیات نبی علیہ السلام

آپ اپنی قبر انور میں زندہ جاوید ہیں اذان واقامت کے ساتھ نماز ادا فرماتے ہیں ایسے ہی دیگر انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبور میں حیات ہیں۔

احادیث کا پڑھنا عبادت ہے

احادیثِ مبارکہ کی تلاوت باعث ثواب ہے قرآن کریم کی طرح اس پر بھی اجر ملتا ہے حدیث شریف کی تلاوت کے لیے غسل اور خوشبو مستحب ہے۔

فضیلتِ حدیث حدیث شریف پڑھتے ہوئے کسی کے استقبال کے لیے اُٹھنا

marfat.com

مکروہ ہے حاملین حدیث کا چہرہ ہمیشہ تروتازہ اور ہشاش بشاش رہے گا۔

آپ کے صحابہ کرام عادل تھے

آپ کے سب کے سب صحابہ عادل ہیں

مزار انور کا احترام

روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آواز بلند کرنا منع ہے جس طرح حیات ظاہری میں منع تھی۔

امام ایک ہوگا

آپ کی خصوصیت سے ہے کہ آپ کے بعد ہر دور میں امام ایک رہے دیگر انبیاء کے بعد ان کی امتوں کے بیک وقت کئی امام تھے۔

آل رسول کا مخلوق میں کوئی کفو نہیں

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نکاح کے لیے مخلوق میں کفو اور ہمسر نہیں۔ آل رسول کو اشراف کہا جاتا ہے۔

آلِ رسول کون ہیں

آل رسول علی۔ عقیل۔ جعفر اور عباس رضی اللہ عنہم کی اولاد ہیں۔ سلف صالحین کی یہی اصطلاح ہے صرف حسن وحسین کی شرافت کی خصوصیت مصر میں خلفا فاطمین کے دور میں رواج پذیر ہوئی۔

شان سیدہ فاطمہ

جناب سیدہ زہرا کو کبھی حیض نہیں آیا اور بچے کی پیدائش کے وقت خون نفاس جس سے آپ کی کوئی نماز رہ گئی ہو۔ اسی لیے آپ کا لقب زہرا ہے۔

سیدہ کی بھوک ختم ہو گئی

ایک دن جناب سیدہ کو بہت سخت بھوک لگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سینے پر ہاتھ پھیرا تو اس کے بعد کبھی آپ کو بھوک کا احساس نہ ہوا۔

سیدہ کی موت کے وقت خود غسل دیا

جب سیدہ کی موت کا وقت قریب آیا تو آپ نے اٹھ کر غسل کیا اور وصیت کی کہ مجھے ننگا نہ کرے چنانچہ علی المرتضیٰ نے آپ کو اسی غسل میں کفن دیا۔

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی گنجے کے سر پر ہاتھ رکھا تو اس کے سر پر

marfat.com

بال اُگ آئے۔ کسی کھجور کے درخت کو بویا تو اس نے اسی سال پھل دیا۔

آپ کے تبسّم سے روشنی ہو جاتی جب آپ اندھیری رات میں تبسم فرماتے تو تاریک مکان روشن ہو جاتا۔ [1]

کان کی قوّتِ سماعت جب جبریل علیہ السلام سدرۃ المنتہیٰ پر اپنے پروں کو ہلائیں تو زمین پر اس کی آواز سن لیتے۔ نزولِ آیت سے قبل ہی آپ کو آیت کی خوشبو آنی شروع ہو جاتی اور قرآنِ کریم بالمعنی تلاوت کرتے۔

عظمتِ صحابہ بعض صحابہ کی موت پر عرشِ عظیم ان کی روح سے ملاقات پر فرطِ محبت سے جھولنے لگتا۔

حضور جس راہ چلتے خوشبو آتی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کسی راہ پر جاتے بعد میں آنے والے کو اگر معلوم نہ ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کس سمت تشریف لے گئے ہیں تو راستہ میں آپ کی خوشبو سُونگھ کر پیچھے پہنچ جاتا۔

حاصل کلام آپ کے اوصافِ حمیدہ، خصائص مبارکہ ان گنت اور بے شمار ہیں۔ بقدر اختصار اتنے ہی کافی ہیں۔ امام شعرانی فرماتے ہیں کہ میں نے یہ تمام خصائص خاتم الحفاظ الشیخ امام جلال الدین کے کلام سے اخذ کیے ہیں۔

اس کے بعد عارف شعرانی لکھتے ہیں۔ میں نے ان خصائص مذکورہ کو تیس ۳۰ سال کی مدت میں تحقیق و تجسس کر کے جمع کیا ہے۔ یہ میں نہیں جانتا کہ ان کی حد کہاں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

---

[1] سوزِ گستہ ملتی ہے تبسم سے تیرے ● شام کو صبح بناتا ہے اُجالا تیرا
(اعلیٰحضرت)

marfat.com

امام الشیخ الشہاب احمد بن حجر الہیتمی ۹۷۳ھ

کے

فرمودات گرامی

marfat.com

ابن حجر ہیتمی نے اپنی شرح ہمزیہ میں امام بوصیری کے مطلع ہمزیہ کے شعر۔

کَیْفَ تَرْقٰی رُقِیَّکَ الْاَنْبِیَاءُ ۔۔۔ یَا سَمَاءً مَا طَاوَلَتْهَا سَمَاءُ

کی شرح میں لکھتے ہیں۔

حسی بلندی تَرْقٰی بلند ہوگا رُقِیَّکَ آپ کی حسی بلندی۔ شب معراج جسم اقدس کے ساتھ ہجرت کے ساتھ آسمان کی طرف پھر سدرۃ المنتہیٰ پھر مستوی جہاں تقدیر لکھنے والی اقلام کی آواز سنائی دیتی ہیں۔ پھر عرش، رفرف، رؤیت و دیدار اللہ کا خطاب بالمشافہ سننا اور حقیقی کشف وغیرہ جہاں کسی ملک مقرب اور نبی مرسل کی رسائی نہیں

معنوی بلندی معنوی طور پر بلندی کہ ایک صفت کمال و خلق عظیم سے دوسری صفت خلق کی طرف جو پہلے سے اکمل ہے اسی طرح غیر متناہی سلسلہ تک۔

علامہ بوصیری رقی کے دونوں معنوں کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اختصاص کا ذکر کیا ہے کہ آپ رفعت و شرف کے غائت درجہ کے ساتھ منفرد ہیں۔

معنی اوّل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس انداز سے لامکان تک شب معراج جانے میں منفرد ہیں۔ یہ بات تو بالکل واضح ہے۔

دوسرا معنی کمالات کے ساتھ منفرد ہونا تو یہ بات قرآن میں غور و فکر کرنے سے عیاں ہوجاتی ہے کہ قرآن میں صراحۃً اور کنایۃً دونوں طرح سے ثابت ہوتا کہ کمالات کی ان بلندیوں پر پہنچے، جہاں کوئی نہیں پہنچ سکا اور نہ ہی مرتبہ میں اللہ کے ہاں مساوی ہے۔

وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ[۵] ترجمہ: اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں میں بلند کیا۔

کی تفسیر میں مفسرین فرماتے ہیں اس سے مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے

زمخشری کا قول زمخشری نے کہا کہ نام نہ لے کر ابہام سے ذکر کرنے سے آپ کی عظمت و شان و اعلیٰ منزلت کی طرف اشارہ ہے اس کی شہادت

---

۵ پ ۳۔ سورہ بقرہ۔ آیت ۲۵۳۔

marfat.com

ایسے علم سے ہے۔ جس میں شبہ نہیں اور ایسی تمیز سے ہے جس میں التباس نہیں۔

درجات سے مراد آیت مذکور درجات سے مراد آیات و معجزات کثیرہ ہیں کیونکہ آپ تمام انبیاءؑ کے معجزات و کمالات کے جامع ہیں۔ اس کے علاوہ جو معجزات و کمالات عطا ہوئے جو کسی کو عطا نہیں ہوئے۔

قرآن سب سے بڑا معجزہ ہے تیرے لیے آپ کی کتاب قرآن ہی کافی ہے۔ کیونکہ آپ معجزات غیر متناہی اور آیات ان گنت ہیں۔ آپ کی اُمت سب سے کثیر اور پاکیزہ اور بہتر ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے :۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ[1]۔ ترجمہ: تم ان اُمتوں میں بہتر ہو جو لوگوں میں ہوئیں۔

اُمت کا افضل ہونا نبی کے افضل ہونے کی دلیل ہے۔ آپ کی صفات اعلیٰ و اجل اور ذات افضل و اکمل ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے :۔

فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ[2] ترجمہ: تو آپ انہی کی راہ پر چلیئے۔

اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو اوصافِ حمیدہ بیان فرمانے کے بعد ان سب اوصاف میں اقتدا کا آپ کو حکم دیا ہے۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ آپ میں وہ متفرق اوصاف یکجا پائے جائیں۔

حدیثِ شفاعت سے معلوم ہوا کہ سب کے پاس جانے اور ان کے اس حقیقت کے کہ ہم اس کے اہل نہیں کا اعتراف کرنے کے بعد آپ فرمائیں گے۔

اَنَا لَهَا۔ میں اس کے لائق ہوں۔

اَنَا سَيِّدُ وَلَدِ اٰدَمَ۔ میں اولادِ آدم کا سردار ہوں۔

اور روایت میں ہے :۔

---

[1] پارہ ۴، رکوع ۳، آیت ۱۱۰ ۔ سورہ ال عمران

[2] پارہ ۷، رکوع ۱۶، آیت ۹۰ ۔ سورہ انعام

marfat.com

أَنَا أَكْرَمُهُمْ عَلَى رَبِّهِ ۔ ترجمہ: میں تمام انبیا سے اللہ تعالیٰ کے پاس زیادہ مکرم و معزز ہوں ۔

ترمذی کی حدیث میں ہے ۔

أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ وَبِيَدِي لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ وَمَا مِنْ نَبِيٍّ آدَمُ فَمَنْ سِوَاهُ إِلَّا تَحْتَ لِوَائِي ۔

ترجمہ: میں اولاد آدم کا روز محشر سردار ہوں مجھے اس میں فخر نہیں۔ لواء الحمد میرے ہاتھ میں ہوگا۔ اس میں فخر نہیں تمام انبیاء علیہم السلام آدم اور دیگر سب میرے جھنڈے تلے ہوں گے ۔

اس سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام بھی اس میں شامل ہیں ۔

جس طرح بخاری وغیرہ کی حدیث ۔

أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۔ ترجمہ: میں قیامت کے روز تمام لوگوں کا سردار ہوں گا ۔

اور حدیث ۔

أَنَا سَيِّدُ الْعَالَمِيْنَ ۔ ترجمہ: میں سب مخلوق کا سردار ہوں ۔

حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے ۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ملائکہ پر بھی فضیلت رکھتے ہیں ۔ آیت کی نص سے ثابت ہے کہ حضرت آدم فرشتوں سے بزرگتر ہیں ۔ اس کی تائید آئندہ حدیث سے بھی ہوتی ہے کوئی فرشتہ آپ کے ہمسر نہیں ۔

حدیث ترمذی حسن ہے جیسا کہ بلقینی نے اپنے فتاویٰ میں ترمذی پر رد کرتے ہوئے بیان کیا ہے ۔

أَنَا أَكْرَمُ الْأَوَّلِيْنَ وَالْآخِرِيْنَ ۔ ترجمہ: میں اولین و آخرین میں سب سے زیادہ محترم ہوں ۔

اس میں انبیاء و ملائکہ سب کے شمول کی واضح تصریح ہے ۔

marfat.com

حدیث شریف۔ آدم علیہ السلام نے دعا کرتے ہوئے کہا۔

قَالَ آدَمُ يَا رَبِّ أَسْأَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَا غَفَرْتَ لِي فِيهِ إِنَّهُ قَالَ يَا آدَمُ كَيْفَ عَرَفْتَهُ وَلَمْ أَخْلُقْهُ قَالَ يَا رَبِّ لَمَّا خَلَقْتَنِي بِيَدِكَ أَيْ بِقُدْرَتِكَ الْقَاهِرَةِ وَنَفَخْتَ فِيَّ مِنْ رُوحِكَ أَيْ سِرِّكَ الْعَجِيبِ الَّذِي لَا يَعْلَمُ حَقِيقَتَهُ أَحَدٌ غَيْرُكَ رَفَعْتُ رَأْسِي فَرَأَيْتُ عَلَى قَوَائِمِ الْعَرْشِ مَكْتُوبًا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ فَعَلِمْتُ أَنَّكَ لَمْ تُضِفْ إِلَى اسْمِكَ إِلَّا أَحَبَّ الْخَلْقِ إِلَيْكَ قَالَ اللهُ صَدَقْتَ يَا آدَمُ إِنَّهُ لَأَحَبُّ الْخَلْقِ إِلَيَّ وَإِذْ سَأَلْتَنِي بِحَقِّ مُحَمَّدٍ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكَ وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُكَ۔ (صحیح، الحاکم)

ترجمہ: اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں میری خطا معاف فرما۔ اللہ نے فرمایا اے آدم! تو نے اسے کیسے پہچانا جب کہ میں نے ابھی پیدا نہیں کیا۔ عرض کیا اے پروردگار جب تو نے مجھے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا یعنی اپنی قدرتِ کاملہ سے اور مجھ میں اپنی رُوح ڈالی یعنی عجیب سِرّ جس کی حقیقت تیرے سوا کوئی نہیں جانتا، میں نے اپنا سَر اٹھایا تو قوائم عرش پر یہ لکھا ہوا دیکھا۔ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ۔ تو مجھے معلوم ہوا کہ تو نے صرف سب سے زیادہ پیارے کا نام ہی اپنے نام سے ملایا ہے۔ تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا اے آدم تو نے سچ کہا وہ مجھے تمام مخلوق میں محبوب ترین ہے۔ جب تو نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے توسل سے معافی چاہی تو میں نے معاف کر دیا۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔

حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا اور اعتراض کیا لیکن ابن عباس سے جو مروی ہے وہ مرفوع کے حکم میں ہے۔

marfat.com

وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُ آدَمَ وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ وَلَقَدْ خَلَقْتُ الْعَرْشَ عَلَى الْمَاءِ فَاضْطَرَبَ فَكَتَبْتُ عَلَيْهِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَسَكَنَ۔

ترجمہ: اگر محمد کو پیدا نہ کرتا تو آدم کو پیدا نہ کرتا اگر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا نہ کرتا تو جنت و دوزخ کو پیدا نہ کرتا۔ اور میں نے عرش کو پانی پر پیدا کیا تو وہ متذبذب ہوا تو میں نے یہ کلمہ لَا إِلٰهَ إِلَّا مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ اس پر لکھ دیا۔ جس سے وہ سکون پذیر ہوا۔

دوسری روایات میں ہے۔

لَوْلَاهُ مَا خَلَقْتُ آدَمَ وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُ سَمَاءً وَلَا أَرْضًا وَلَا الطُّوْلَ وَلَا الْعَرْضَ وَلَا وَضَعَ ثَوَابٍ وَلَا عِقَابٍ وَلَا خَلَقْتُ الْجَنَّةَ وَلَا نَارًا وَلَا شَمْسًا وَلَا قَمَرًا۔

ترجمہ: اگر میں آپ کو پیدا نہ کرتا تو آسمان و زمین کو پیدا نہ کرتا۔ نہ طول و عرض کو اور نہ ثواب و سزا ہوتی اور نہ جنت و دوزخ اور شمس و قمر کو پیدا کرتا۔

یہ بھی صحیح روایت ہے کہ۔

أَنَا أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ الْأَرْضُ فَأَلْبَسُ الْحُلَّةَ مِنْ حُلَلِ الْجَنَّةِ ثُمَّ أَقُوْمُ عَنْ يَمِيْنِ الْعَرْشِ لَيْسَ أَحَدٌ مِنَ الْمَلَائِكَةِ يَقُوْمُ ذَالِكَ الْمَقَامَ غَيْرِيْ

ترجمہ: سب سے قبل میری قبر کھلے گی۔ میں جنتی لباس پہن کر عرش کی داہنی جانب کھڑا ہوں گا۔ جہاں میرے سوا کوئی فرشتہ کھڑا نہیں ہو سکے گا۔

ایک روایت سراج بلقینی نے اپنے فتاوی میں نقل کی ہے۔

اللہ تعالے نے ان سے فرمایا میں نے تجھ پر سات چیزوں سے احسان کیا ہے۔

حضور معزز ترین مخلوق ہیں

میں نے مخلوق میں تم سے زیادہ معزز کوئی پیدا نہیں کیا۔

دوسری روایت میں ہے جس کو بلقینی نے روایت کیا ہے۔

marfat.com

جبریل امین نے آپ کو بشارت دی کہ آپ خیر الخلق اور بزرگ تر مخلوق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جتنی آپ سے محبت کرتا ہے اور کسی سے نہیں کرتا۔ خواہ ملک مقرب ہو یا نبی مرسل لہ

بحیرا راہب سے روایت

بحیرا راہب علما اہل کتاب سے ہے جو حق بات کہتے ہیں سے روایت ہے۔

هٰذَا سَیِّدُ الْعَالَمِیْنَ۔ ترجمہ: یہ تمام مخلوق کے سردار ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن سلام جلیل القدر صحابی اور اہل کتاب کے امام تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ایک روز جمعہ کے دن مختلف امور پر گفتگو فرمائی ان میں سے ایک یہ ہے۔

اِنَّ اَکْرَمَ خَلِیْفَةِ اللّٰهِ عَلَی اللّٰهِ اَبُو الْقَاسِمِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ کے مکرم ترین خلیفہ ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

تو آپ سے دریافت کیا گیا ملائکہ سے بھی تو آپ ہنسے اور سائل سے فرمایا۔

یا ابن اخی هل تدری ما الملائکة انما الملائکة حق الخلق السمٰوٰت والارض والریاح والسحاب والجبال وسائر الخلق التی لا تعصی اللہ شیئا وان اکرم الخلق علی اللہ ابو القاسم۔ ترجمہ: اے بھتیجے کیا تو جانتا ہے کہ ملائکہ کیا ہے؟ فرشتے بھی ایک مخلوق ہیں جیسے آسمان، زمین، ہوا، بادل، پہاڑ اور دوسری مخلوق ہیں۔ جو اللہ کی کبھی نافرمانی نہیں کرتی۔ اللہ کے پاس معزز ترین ابو القاسم (محمد) ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

سراج بلقینی نے بیان کیا ہے کہ یہ مرفوع کا حکم رکھتی ہے اس لیے کہ جلیل القدر صحابی وہی روایت کرتا ہے جو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو یا تورات کی صحیح روایت ہو۔

باقلانی اور حلیمی افضلیت ملائکہ کی یوں توضیح کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کے لیے ہو اسی پران کے بعض اجلاء تلامذہ نے جزم کیا ہے۔ جیسے بدر زرکشی۔

لہ خلق سے اولیا اولیا سے رسل اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی

(اعلیٰحضرت)

marfat.com

یا ایک نوع خاص میں ملائکہ افضل ہو تو مفضول کا کسی خاص چیز میں افضل سے فضیلت حاصل کرنا افضل کی افضلیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

فضیلت انبیاء پر آئمہ مسلمین کا اتفاق ہے

آئمہ مسلمین میں سے کسی نے انبیاء و مرسلین کی افضلیت میں توقف نہیں کیا اگر کسی شخص نے اختلاف کیا تو اس کا رد کیا گیا۔ جس نے یہ خیال کیا کہ ہم افضلیت انبیاء و رسل کی معرفت کے مکلف نہیں تو اس کے جواب میں فرمایا۔ کہ گمان و وہم باطل ہے۔ یہ اصول دین واجبہ سے ہے جس کا اعتقاد رکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور اس پر دلائل ذکر کرنے بھی لازم ہیں، اور جس کے ذہن میں اگر کسی قسم کا خلل و خدشہ ہو تو اس کی توضیح بھی ضروری ہے۔

مشہور حدیث ہے:۔

ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ مَنْ كَانَ اللهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا۔

ترجمہ: تین خصلتیں جس میں موجود ہوں گی۔ وہ ایمان کی حلاوت پائے گا۔ اللہ اور رسول اس کو کل ماسوا سے زیادہ محبوب ہو۔

کے الفاظ پر غور کرنے سے صاف، اور صراحتہً معلوم ہو رہا ہے کہ آپ کل کائنات سے مکرم و محتشم ہیں۔

انبیاء کو ایک دوسرے پر فضیلت دینا جائز ہے

علامہ بلقینی کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو ایک دوسرے پر فضیلت دینا جائز ہے۔ یہ عام علماء کا قول ہے جس طرح سابقہ دلائل صریحہ سے واضح ہے۔

سوال ۲ اللہ کا فرمان ہے:۔

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ[1]

ترجمہ: ہم ہیں سے کسی ایک میں فرق نہیں کرتے۔

---

[1] پ رکوع ۱۶۔ سورہ بقرہ۔ آیت ۱۳۶۔

marfat.com

جواب تو یہ باعتبار ایمان کے ہے۔

سوال اور یہ احادیثِ صحیحہ۔

لَا تُفَضِّلُوْا بَیْنَ الْاَنْبِیَاءِ۔ ترجمہ: انبیا کو ایک دوسرے پر فضیلت نہ دو

لَا تُفَضِّلُوْنِیْ عَلَی الْاَنْبِیَاءِ۔ ترجمہ: مجھے انبیا پر فضیلت نہ دو۔

لَا تُخَیِّرُوْا بَیْنَ الْاَنْبِیَاءِ۔ ترجمہ: انبیا میں سے کسی کو ترجیح نہ دو۔

اس کے کئی جواب ہیں۔

جواب نمبر ۱ :- یہ اپنے افضل ہونے کے علم سے پہلے ارشاد فرمایا۔

جواب نمبر ۲ :- تواضع و انکساری کے لحاظ سے فرمایا۔

جواب نمبر ۳ :- ایسی فضیلت نہ بیان کرو جس سے کسی نبی کی شان میں تنقیص لازم آئے یا اس کے مقام و شان سے چشم پوشی ہو۔

جواب نمبر ۴ ذاتِ نبوت و رسالت کے لحاظ سے فضیلت بیان نہ کرو ایک کی نبوت ذاتی دوسرے کی عرضی ہو۔ نفس نبوت میں سب یکساں فضائل و کرامات و معجزات کے اعتبار سے فرق ہے۔

جواب نمبر ۵ اپنے عقل و رائی فضیلت نہ دو۔ بالاتفاق قیاس سے کسی کو ترجیح دینا منع ہے۔

سوال وہ احادیث صحیح جن میں ہے۔

مَا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ اَنْ یَّقُوْلَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْ یُّوْنُسَ بْنِ مَتّٰی مَنْ قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْ یُّوْنُسَ بْنِ مَتّٰی فَقَدْ کَذَبَ۔ ترجمہ: کسی کے لیے جائز نہیں کہ میں یونس بن متی سے افضل ہوں جو یہ کہے گا کہ میں یونس بن متی سے افضل ہوں وہ جھوٹا ہے۔

جواب حکمت ان دو میں حضرت یونس علیہ السلام کے ساتھ محل ظاہری کے اختلاف سے کوئی یہ خیال نہ کرے۔ شائد مرتبہ و قربِ حق میں بھی یہی فرق ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام سمندر کی گہرائی میں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قاب قوسین

marfat.com

کی بندیوں پر فائز ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سب کی نسبت ایک جیسی ہے اس لیے کہ وہ مکان اور جہت سے پاک ہے۔ اسی میں سے آپ کا قول الانبیاءؑ ہے جو سب انبیاء پر مشتمل ہے خواہ ان کے نام معلوم ہوں یا نہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

مِنْهُمْ مَنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ [1]

ترجمہ :۔ ان میں سے کسی کا حال مفصل ہم نے آپ کو سنا دیا اور کسی کا مفصل حال نہ فرمایا۔

انبیاءؑ کی تعداد جن کا تذکرہ معلوم ہے ان کی تعداد میں علماء کا اختلاف ہے۔ مشہور حدیث ابن مردویہ نے ابو ذر سے روایت اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔ ابو ذر فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ انبیاءؑ کی تعداد کتنی ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا، ایک لاکھ چوبیس ہزار۔ میں نے ارسالِ عُظام کی تعداد کے متعلق سوال کیا تو فرمایا۔ تین سو تیرا کا جم غفیر۔ میں نے پوچھا پہلا نبی کون ہے؟ تو فرمایا پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ پھر فرمایا۔

سُریانی انبیاءؑ کی تعداد سریانی نبی چار ہیں۔ آدم، شیث، نوح، اخنوخ یعنی ادریس یہ وہ جنہوں نے سب سے پہلے قلم سے لکھا۔

عرب کے نبی چار نبی عرب میں ہوئے۔ ہودؑ، صالحؑ، شعیب اور ابو ذر تیرا نبی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

بنی اسرائیل کے پہلے نبی بنی اسرائیل اولاد اسرائیل سے پہلے نبی حضرت یعقوب ہیں اور دو میانے سیدنا موسیٰ اور آخری حضرت عیسیٰ علیہ السلام اول النبین حضرت آدم اور آخر الانبیاء تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اس حدیث شریف کو طوالت کے ساتھ حافظ ابو حاتم ابن حبان نے اپنی کتاب

---

[1] پارہ نمبر ۲۴، رکوع نمبر ۱۳۔ سورہ مومن، آیت ۷۸۔

الانواع التقاسیم میں ذکر کیا ہے۔ اور اسے صحیح کہا ہے۔ لیکن ابن جوزی نے اس کی مخالفت کی ہے۔ اپنی موضوعات میں روایت کیا۔

اس حدیث کی سند میں ابراہیم بن ہشام متہم ہے۔ حافظ ابن کثیر نے کہا کہ اس حدیث کی وجہ سے بہت سے آئمہ جرح وتعدیل نے اس پر کلام کیا ہے۔

شیخ ابن حجر نے فرمایا شرح المنہاج فی خطبہ میں نے بیان کیا۔ کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیا والی حدیث صحیح ہے اور حدیث کہ تین سو تیرہ رسول ہیں صحیح ہے۔

شیخ ابن حجر نے امام بوصیری کے قصیدہ ہمزیہ کے اس شعر۔

لَمْ تَزَلْ فِیْ ضَمَائِرِ الْکَوْنِ تُخْتَا
رُلَکَ الْاُمَّھَاتُ وَالْاٰبَاءُ

ترجمہ: مخفی وجود میں ہمیشہ آپ کے لیے آباؤ اجداد پاکیزہ رہے۔

کی شرح میں فرمایا:۔

آپ کے آباؤ اجداد طیب وطاہر ہیں

جس طرح آپ کی ذات اعلیٰ کمال حاصل ہونے کی وجہ سے طیب وطاہر ہے۔ ایسے آپ کا نسب بھی طیب وطاہر ہے۔ یعنی حضرت حوا سے سیدہ آمنہ تک اور سیدنا آدم سے سیدنا عبداللہ تک سب اعلیٰ و برتر پاکیزہ و طیب تھے۔ جس پر بخاری شریف حدیث نمبر ایک شاہد ہے۔

(۱) بُعِثْتُ مِنْ خَیْرِ قُرُوْنِ بَنِیْ آدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتّٰی کُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِیْ کُنْتُ مِنْہُ۔

ترجمہ: میں بہتر زمانوں میں مبعوث ہوتا رہا۔ زمانہ در زمانہ یہاں تک کہ وہ زمانہ جس میں اب ہوں۔

حدیث نمبر ۲ مسلم شریف کی حدیث ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی کِنَانَۃَ مِنْ وَلَدِ اِسْمَاعِیْلَ وَاصْطَفٰی مِنْ قُرَیْشٍ مِنْ کِنَانَۃَ

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے اولاد اسماعیل سے کنانہ کو پسند کیا کنانہ سے قریش۔ قریش سے بنی ہاشم اور

marfat.com

وَاصْطَفٰى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِيْ هَاشِمٍ وَّاصْطَفَانِيْ مِنْ بَنِيْ هَاشِمٍ — ان سے مجھے پسند کیا۔

حدیث نمبر ۳: ترمذی کی حدیث حسن ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِ فِرَقِہِمْ ثُمَّ تَخَیَّرَ الْقَبَائِلَ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِ قَبِیْلَۃٍ ثُمَّ تَخَیَّرَ الْبُیُوْتَ فَجَعَلَنِیْ مِنْ خَیْرِ بُیُوْتِہِمْ فَاَنَا خَیْرُہُمْ نَفْسًا اَیْ رُوْحًا وَّذَاتًا وَّ خَیْرُہُمْ بَیْتًا اَیْ اَصْلًا۔

ترجمہ: تحقیق اللہ نے مخلوق پیدا کی تو مجھے بہتر میں بنایا، پھر قبیلے بنائے تو مجھے بہتر قبیلے میں رکھا، پھر گھر پسند کیے تو مجھے بہترین گھر میں رکھا۔ تو میں سب سے بہتر ہوں روح اور ذات کے لحاظ سے اور افضل ہوں گھر کے اعتبار سے بھی۔

عبرانی کی حدیث میں ہے:

(۴) اِنَّ اللّٰہَ اخْتَارَ الْخَلْقَ فَاخْتَارَ مِنْہُمْ بَنِیْ اٰدَمَ ثُمَّ اخْتَارَ مِنْ بَنِیْ اٰدَمَ فَاخْتَارَ مِنْہُمُ الْعَرَبَ ثُمَّ اخْتَارَنِیْ مِنَ الْعَرَبِ فَلَمْ اَزَلْ خِیَارًا مِّنْ خِیَارٍ اَلَا مَنْ اَحَبَّ الْعَرَبَ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّہُمْ وَمَنْ اَبْغَضَ الْعَرَبَ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَہُمْ۔

ترجمہ: اللہ نے مخلوق کو پسند کیا تو ان سے بنی آدم کو پسند کیا، پھر بنی آدم سے عرب کو اور عرب سے مجھے پسند کیا۔ میں ہمیشہ بہتر سے بہتر میں رہا۔ خبردار جو عرب سے محبت کرے گا وہ میری محبت کی وجہ سے جو ان سے بغض و عداوت رکھے وہ میرے ساتھ بغض و عداوت کی وجہ سے۔

حضرت حوّا کے بطن سے اولاد

حضرت آدم علیہ السلام کے حضرت حوّا کے بطن سے چالیس جڑواں بچے پیدا ہوئے لیکن حضرت شیث علیہ السلام تنہا پیدا ہوئے یہ عظمتِ مصطفیٰ کی وجہ سے۔

آدم علیہ السلام کی وصیت

جب حضرت آدم علیہ السلام کا وصال ہوا تو

حضرت شیث علیہ السلام کو وصیت کی کہ نور مصطفےٰ کو مطہرات میں ودیعت کرنا۔ پھر حضرت شیث علیہ سلام نے اپنے وصی کو یہی وصیت کی قرناً فقرناً یہاں تک کہ یہ نور حضرت عبدالمطلب کی پیشانی میں چمکا اور آپ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ متولد ہوئے۔

اللہ نے آپکے نسب کو سفاح سے محفوظ رکھا

حضرت حق تعالیٰ اس نسب شریف کو سفاح جاہلیت سے محفوظ و مامون رکھا۔ جیسا کہ احادیث مبارکہ ہے مثلاً سنن بیہقی میں ہے۔

حدیث نمبرا :۔

مَا وَلَدَنِي مِنْ سَفَاحِ الْجَاهِلِيَّةِ شَيْئٌ مَا وَلَدَنِي اِلَّا نِكَاحُ الْاِسْلَامِ۔ ترجمہ: سفاح جاہلیت سے پیدا نہیں ہوا میں نکاح اسلام سے پیدا ہوا۔

سفاح سین کے کسرہ کے ساتھ بمعنی زنا کے ہیں۔ چنانچہ جاہلیت میں رواج تھا پہلے عورت سے زنا کرتے رہتے پھر اس سے نکاح کر لیتے۔

حضور علیہ السلام کے نسب میں یکصد مائیں ہیں جو سب پاک تھیں

ابن سعد و ابن عساکر نے محمد سائب بن کلبی سے اس نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے۔

(۲) قَالَ كَتَبْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِائَةَ اُمٍّ فَ اوَجَدْتُ فِيْ سَفَاحٍ وَلَا شَيْئًا مِمَّا كَانَ مِنْ اَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ۔ ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سو مائیں لکھی ہیں جو سفاح اور امر جاہلیت سے پاک وصاف تھیں۔

طبرانی۔ ابن عساکر اور ابو نعیم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے

(۳) قَالَ خَرَجْتُ مِنْ نِكَاحٍ وَلَمْ اَخْرُجْ مِنْ سِفَاحٍ مِنْ لَدُنْ آدَمَ اِلٰى اَنْ وَلَدَنِيْ اَبِيْ وَاُمِّيْ وَلَمْ يُصِبْنِيْ مِنْ اَمْرِ ترجمہ: آپ نے فرمایا میں نکاح سے پیدا ہوا سفاح سے نہیں۔ آدم علیہ السلام سے میرے ماں باپ تک مجھے امر جاہلیت سے کسی چیز کے شیبہ

اَلْجَاھِلِیَّتِ شَیْئٌ۔ تک کا تعلق نہیں ہوا۔

ابونعیم نے حضور علیہ السلام کا قول نقل کیا میرے نسب میں کوئی ماں باپ سفاح پر جمع نہیں ہوا۔

(۴) ثُمَّ یَزَلِ اللّٰہُ تَعَالٰی یَنْقُلُنِیْ مِنَ الْاَصْلَابِ الطَّیِّبَۃِ اِلَی اَرْحَامِ الطَّاھِرَۃِ مُصَفًّی مُھَذَّبًا لَا تَنْشَعِبُ شُعْبَتَانِ اِلَّا کُنْتُ فِیْ خَیْرِھِمَا۔

ترجمہ: ہمیشہ اللہ تعالیٰ پاک پشتوں سے پاک ارحام کی طرف منتقل فرماتا رہا۔ جو مہذب و مصفی تھے۔ جہاں دو گروہوں میں تقسیم کیا۔ تو مجھے ان میں بہتر میں رکھا۔

ابن مردویہ نے روایت کیا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت یونس پڑھی۔

لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ[1]

ترجمہ: اے لوگو! تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک ایسے رسول تشریف لائے۔

(۵) وَقَالَ اَنَا اَنْفَسُکُمْ نَسَبًا وَصِھْرًا وَحَسَبًا وَلَیْسَ فِیْ اٰبَآئِیْ مِنْ لَّدُنْ اٰدَمَ سِفَاحٌ کُلُّنَا نِکَاحٌ۔

ترجمہ: میں تم سب سے حسب و نسب اور مہر کے اعتبار سے اشرف ہوں۔ جناب آدم سے لے کر ہم سب نکاح سے ہیں کوئی سفاح سے نہیں۔

شیخ ابن حجر نے اس کے بعد ذکر کیا۔

ابن حجر کا حضور علیہ السلام کے آباؤ اجداد کے متعلق نظریہ

مجھے علامہ بوصیری کے کلام سے واضح ہو رہا ہے جو مجھے احادیثِ مبارکہ کے الفاظ سے اکثر اور معنوی طور پر تمام سے تصریح ملی ہے۔

کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے شجرۂ نسب میں کوئی مرد یا عورت کافر نہیں تھا۔

---

[1] پارہ ۱۱، رکوع ۵۔ سورۃ یونس آیت ۱۲۸۔

marfat.com

بلکہ تمام مسلمان اور موحد تھے۔ کیونکہ کافر مختار کریم اور طاہر نہیں۔ بلکہ نجس ہوتا ہے جیسا کہ آیت میں ہے :۔

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ [1] ترجمہ: حقیقت یہ ہے کہ مشرک نرے نجس ہیں۔

احادیثِ مذکورہ سے صاف عیاں ہے کہ وہ مختار واشرف اور آباء کرام کریم اور امہات طاہرات ہے۔

اہل فترۃ مومنین کے حکم میں ہیں

حضرت عبداللہ سے حضرت اسماعیل علیہ السلام تک اہل فترۃ ہیں ایسے ہی دو رسولوں کے درمیان کا زمانہ بھی فترۃ ہے۔ اہل فترہ آیت درج ذیل سے مسلمانوں کے حکم میں ہیں۔

نیز قرآن کریم میں ہے۔ وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِيْنَ [2] (اور نمازیوں میں تمہارے دورے) بعض تفاسیر میں ہے کہ آپ کا نور ساجد سے ساجد کی طرف منتقل ہوتا رہا۔

آپ کے والدین مسلمان اور جنتی ہیں

اس سے بھی تصریح ہو رہی ہے کہ آپ کے والدین حضرت عبداللہ و سیدہ آمنہ اہل جنت سے ہیں کہ وہ حضور علیہ السلام کے قریبی مختارین سے ہیں۔ یہی حق ہے بلکہ کثیر حفاظ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ اور اعتراض و طعن کرنے والے کی طرف دھیان نہیں کیا۔

اِنَّ اللّٰهَ اَحْيَا هُمَا لَهٗ فَاٰمَنَا بِهٖ خُصُوْصِيَّةً وَّ كَرَامَةً لَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کے والدین کو زندہ کیا وہ دونوں آپ پر ایمان لائے۔ یہ آپ کی خصوصیت اور معجزہ ہے۔

---

[1] پارہ ۱۰۔ رکوع ۱۰۔ سورۃ توبہ، آیت ۲۸۔ [2] پارہ ۱۹، سورہ الشعرآء، آیت ۲۱۹۔

marfat.com

جیساکہ حدیث صحیح سے ثابت ہے۔ کہ آپ کی دُعا سے غروب شدہ سورج لوٹا اور حضرت علی نے نماز عصر ادا کی یہاں بھی ایسے ہی ہے۔ اس حدیث کی صحت پر بعض کا اعتراض کرنا۔ ان کے لیے سُود مند نہیں۔

سوال روایت ہے کہ اللہ نے والدہ کے استغفار کی اجازت نہیں۔

جواب نمبر ۱ عدم اذن کے احیا اور ان کے ایمان لانے سے قبل کا واقعہ ہے۔

جواب نمبر ۲ یا کسی مصلحت کے تحت اس وقت اجازت نہ دی اور بعد میں مل گئی۔

سوال جب آپ کا قول ہے کہ آپ کے والدین اہل فترۃ سے ہیں۔ اہل فترت کو عذاب نہ ہوگا۔ تو پھر ان کے احیا میں کیا مصلحت و فائدہ ہے۔

جواب نمبر ۱ اس فائدہ کا حصول ہے جو اہل فترت کو میسر نہیں۔

جواب نمبر ۲ ثواب علیا کے مراتب کے حصول کے لیے جس کے اہل فترت مستحق نہیں۔ اس کے مزید جواب بھی ہیں۔ جو میں نے اپنے فتویٰ میں ذکر کیے۔

سوال آپ کے آباؤ اجداد تمام سب مسلمان تھے ہو سکتے ہیں۔ آذر کا کفر قرآن سے ثابت ہے نیز اس میں ابوہ آذر ابراہیم کا باپ آذر کے الفاظ موجود ہیں۔

جواب اہل کتاب کا اس پر اتفاق ہے کہ آذر حضرت ابراہیم کا حقیقی باپ نہیں تھا۔ بلکہ چچا ہے۔ عربی میں چچا پر آبؑ کا لفظ استعمال ہوتا رہتا ہے۔ جیساکہ قرآن کریم میں ہے۔ وَإِلٰهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ[1]

حضرت اسماعیل علیہ السلام جو کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے چچا ہیں پر آبؑ کا لفظ استعمال ہو رہا ہے اگر اس پر اجماع نہ ہو تو احادیث مذکورہ متعارضہ میں تطابق ضروری ہے۔

علامہ بیضاوی وغیرہ نے جو احادیث کو ظاہر پر محمول کیا ہے یہ ان سے تساہل ہوا ہے اور مسلم کی حدیث کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو

---

[1] پارہ نمبر ۱، رکوع نمبر ۱۶، سورہ بقرہ، آیت ۱۳۳۔

marfat.com

کر عرض گذار ہوا کہ میرا باپ کہاں ہے تو آپ نے فرمایا تیرا باپ جہنم میں ہے جب واپس لوٹا تو آپ نے اسے آواز دے کر فرمایا تیرا اور میرا باپ دونوں دوزخ میں ہیں۔ اس کی تاویل بھی ضروری ہے۔ احسن تاویل یہ ہے۔

کہ آپ نے اس کی تالیف قلب کے لیے فرمایا اور اَبٌ سے مراد چچا ابو طالب لیا۔ جس نے حضرت عبد المطلب کی کفالت کی کہیں وہ مرتد نہ ہو جائے۔ اس مجاز کا قرینہ درج ذیل آیت ہے۔ یا اس کی تاویل یوں ہوسکتی ہے کہ اس آیت کے نزول سے قبل ارشاد فرمایا۔ آیت یہ ہے:۔

مَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۔[1] ترجمہ:۔ ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں۔

ایسے ہی اطفالِ مشرکین کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے فرمایا وہ اپنے آباء کے ساتھ جہنم میں ہوں گے۔ پھر فرمایا وہ جنت میں ہوں گے۔

اس حدیث مسلم کی توجیح امام نووی نے یوں کی۔ اہل فترت میں سے عرب کے رسم و رواج کے مطابق بت پرست ہے وہ جہنمی ہیں تبلیغ سے قبل مواخذہ والا اس پر اعتراض نہیں ہوسکتا۔ کہ انہیں دعوتِ ابراہیم پہنچی ہے۔ یہ توجیح بعید از قیاس ہے۔ کیونکہ حضرت ابراہیم حضرت اسماعیل کے بعد عرب میں کوئی نبی و رسول مبعوث نہیں ہوا جو کہ ان کے وصال پر ختم ہوگئی۔ بدیں وجہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی نبی کی بھی نبوت عامہ نہیں کہ وصال کے بعد بھی نبوت جاری رہے۔

بعض نے تاویل یوں کی ہے کہ جن کے متعلق فرمایا۔ کہ وہ دوزخ میں ہیں وہ بُت پرست تھے۔

امام نووی کی تاویل سے فخر الدین رازی کے کلام کی تردید ہوتی ہے۔ پھر میں نے اپنے والد کی شرح مسلم دیکھی تو انہوں نے نووی کی بہت سخت تردید کی ہے اس طرح

---

[1] پارہ نمبر ۱۵ رکوع آیت ۱۵، سورہ بنی اسرائیل۔

marfat.com

اہلِ فترت کے لیے متعارض حکم ہے کہ وہ اہلِ فترت ہیں اور انہیں دعوت پہنچی ہے۔ بایں وجہ اہلِ فترت کہتے ہیں دو رسولوں کے درمیانی زمانے کے لوگ جنہیں پہلے نبی کی دعوت پہنچی اور نہ دوسرے نبی کی۔ یہ اصولِ قطعیہ سے ہے کہ جب تک دعوت نہ پہنچے عذاب نہیں ہوتا تو اس کے مطابق وہ اہلِ تعذیب نہیں۔ (انتہی کلام)

یہ میری تاویل ذکر کردہ کے موافق ہے۔

بعض علماء نے کتنی اچھی بات کی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کا کسی نقص و عیب سے بالکل ذکر نہ کرنا کہ اس سے آپ کو تکلیف ہوتی ہے۔

طبرانی کی حدیث میں ہے۔

لَا تُؤْذُوْا الْاَحْيَاءَ بِسَبَبِ الْاَمْوَاتِ۔ ترجمہ: متوفین کے ذریعہ احیا کو تکلیف مت دو۔

اہلِ فترت میں سے جن کے بارے صحت سے ثابت ہے کہ ان کو عذاب ہوگا۔ اس سے اشاعرہ اہلِ کلام اہلِ اصول اور فقہائے شافعیہ کے قول کے مطابق اہلِ فترت کو عذاب نہ ہوگا۔ میرا اعتراض نہ ہوگا۔

بدیں وجہ کہ اس پر اتفاق ہے کہ وہ لڑکا جس کو حضرت خضر علیہ السلام نے لڑکپن میں قتل کر دیا۔ امرِ ربی کی وجہ سے جس کی وہی جانتا ہے کی بنا پر کافر ہے یہاں بھی امرِ ربی انہیں عذاب ہو جس کو وہی جانتا ہو اسی بنا پر ان پر خصوصیت کے ساتھ کفر کا حکم ہو اگرچہ انہیں دعوت و تبلیغ نہیں پہنچی۔

یہ جواب اس جواب سے بہتر ہے کہ یہ احادیثِ عذاب خبرِ آحاد جو کہ عدمِ عذاب کے قطعیت کے متضاد نہیں۔

یا یہ کہ احادیث عذاب ان کے لیے جنہوں نے تغیر و تبدل کیا جیسا کہ بت پرستی وغیرہ ہے یہ ان کے نزدیک ہے۔ جو عقل سے توحید کے وجوب کے قائل نہیں۔ لیکن اکثر اہلِ سنت کے نزدیک ارسالِ رسل کے بعد تعذیب ہوتی ہے اور یہ حتمی و قطعی بات ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد عرب کی طرف کوئی نبی و رسول نہیں آیا اور ان کی رسالت

marfat.com

ان کے وصال سے ختم ہو گئی لہٰذا صرف اہلِ فترت سے انہیں کو عذاب ہوگا جن کے بارے احادیث میں تصریح ہے۔

ابو حیان کا قول رافضی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد کے مسلمان ہونے کے قائل اس آیت سے۔

تَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ [1] ترجمہ: اور نمازیوں میں آپ کے دور سے استدلال کرتے ہیں۔

ابو حیان کا قول علمِ نحو میں صرف مستند ہے۔

لیکن مسائلِ اصولیہ میں ان کا قول معتبر نہیں صرف روافض کی طرف منسوب کرنا درست نہیں حالانکہ اشاعرہ اہلِ سنت وغیرہ بھی مومن ہونے کے قائل ہیں اور ان سے تساہل سرزد ہوا ہے۔

ابن حجر شرح قصیدۂ ہمزیہ کے شعر۔

مَامَضَتْ فَتْرَةٌ مِنَ الرُّسُلِ إِلَّا بَشَّرَتْ قَوْمَهَا بِكَ الْأَنْبِيَاءُ

ترجمہ: کسی نبی کا زمانہ نہیں گزرا مگر اس میں انبیاءؑ نے اپنی اپنی قوم کو آپ کی بشارت دی۔

" میں لکھتے ہیں۔

آپ کے کمالِ شرف اور انبیاء کی زبان پر رفعت و عظمتِ شان پر واضح استدلال ہے۔ اور آپ نبی الانبیاءؑ اور ان کے اور ان کے متبعین کے مقتدا ہیں۔ اس کی شہادت حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے اس قول سے ہوتی ہے۔

وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ [2] ترجمہ: اور ایک عظیم الشان رسول جو میرے بعد تشریف لائیں گے جن کا نام احمد ہے خوشخبری دیتا ہوں۔

اسی لیے آپ کا ارشادِ گرامی ہے۔

أَنَا دَعْوَةُ إِبْرَاهِيمَ فِي آيَةٍ۔ میں حضرت ابراہیم کو جو آیت مذکور ہے۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا [3] ترجمہ: اے ہمارے رب اور ان میں

---

[1] پارہ ۱۹، رکوع ۱۵ ۔ سورہ شعرا آیت ۲۱۹ ۔ [2] پ ۲۸ رکوع ۱، سورہ صف، آیت ۶ ۔ [3] پ ۱ رکوع ۱۵ سورہ بقرہ، آیت ۱۲۹

marfat.com

مِّنْهُمْ وَبَشَارَةُ عِيْسٰى۔ | سے ایک رسول انہی میں سے بھیج اور عیسٰی کی بشارت۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان :-

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ[1] | ترجمہ: اس وقت کو یاد کرو۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے انبیاءؑ سے عہد لیا اور ان کی

ای وامهم۔ | اُمتوں سے۔

ان کا ذکر بایں وجہ نہیں کیا تابع کا ذکر متبوع کے ضمن میں آجاتا ہے۔

لَمَا مفتوحہ قسم کی تمہید ہے جس کا اخذ میثاق میں ذکر ہے۔ اور لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ جواب کے قائم مقام ماشرطیہ کا جواب یعنی اس وجہ سے۔

لَمَا اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ اَیْ هُوَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ۔ اَلْاٰیَة[2]۔ | ترجمہ: جب میں تم کو کتاب اور حکمت عطا فرماؤں پھر جو کچھ تمہارے پاس ہے اس کی تصدیق کے لیے ایک رسول تشریف لائے تو تم اس پر ضرور بہ ضرور ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا۔

مفسرین کا اس کی تفسیر میں اختلاف ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ۔ ابن عباس اور اس کی اتباع میں حسن۔ قتادہ اور طاؤس نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم سے حضرت عیسیٰ علیہما السلام تک ہر نبی سے عہد لیا۔ کہ تم میں سے جو بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پائے وہ ان پر ایمان لائے اور اس کی مدد کرے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہر نبی بھی اپنی اُمت سے عہد و پیمان لیتا کہ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پائے۔ وہ آپ پر ایمان لائے اور آپ کی مدد و نصرت کرے۔

---

[1] پارہ نمبر ۳ رکوع ۱۷۔ [2] ایضاً۔

میثاق انبیأ اس کے متضاد نہیں کہ انہیں اس بات کا علم ہے کہ آپ کا زمانہ نہیں پائیں گے۔ اور اسی طرح نہ میثاق امر متضاد ہے اس لیے کہ ان کے بعد وہ فسق و فجور میں مبتلا ہو کر اس سے منحرف ہو جائیں گے۔ بایں وجہ تعلیق شی وقوع کو مستلزم نہیں۔

کیا اس آیت کو نہ دیکھا۔ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ ؎

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ ترجمہ: اور اگر یہ نبی ہم پر ایک بات

لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ؎ بھی (اپنی طرف سے) بنا کر کہتے تو

ضرور ہم ان سے زبردستی قوت سے

بدلہ لیتے۔

مقصد اس سے یہ ہے کہ اگر فرض کر لیا جائے کہ نبی آپ کے زمانہ میں زندہ ہے۔ جیسا ان دو آیتوں میں فرض و تقدیر مفروضہ ہے۔

اسی لیے امام تاج الدین سبکی نے کہا کہ یہ اس پر دال ہے کہ اگر آپ کے زمانہ بعثت میں کوئی نبی زندہ ہو تو آپ اس کے مرسل ہوں گے۔ جس سے ثابت ہوا کہ آپ کی مطلقہ اور تمام مخلوق کو شامل ہے یہ حکم تا قیام قیامت ہے۔

انبیأ سے میثاق لینے میں حکمت

انبیأ علیہم السلام سے میثاق لینے میں حکمت یہ ہے کہ سب پر واضح ہو جائے کہ نبی الانبیأ دنیا میں شب معراج اور روز حشر و نشر آپ کے لوأ الحمد کے سائے تلے جمع ہونے سے بلکہ نزول عیسٰی علیہ السلام سے اس کا ظہور اور وقوع ہو گیا۔

شرح ہمزیہ سے جواہر امام ابن حجر جو شعر ہذا کی شرح میں۔

تَتَبَاهَى بِكَ الْعُصُورُ وَتَسْمُو بِكَ عُلْيَاءُ بَعْدَهَا عُلْيَاءُ

ترجمہ: زمانوں نے آپ کے ذریعے فخر کیا۔ بعد میں آنے والے زمانے آپ کے قرب کے ذریعے برتری حاصل کرتے ہیں۔

؎ پارہ نمبر ۲۹۔ رکوع ۶۔ سورہ الحاقہ، آیت ۴۴۔ ؎ پارہ نمبر ۲۴، سورۂ زمر، آیت ۶۵۔

marfat.com

طویل زمانے آپ کے وجود کے ذریعے آدم علیہ السلام تا قیامت اور مابعد فخر کرتے رہیں گے تو ہر زمانہ اپنے سے پہلے زمانہ پر جو آپ کے وجود سے قبل ہیں فخر کرتے ہیں کہ وہ اعلیٰ واشرف ہیں اگرچہ آپ کے آباؤ اجداد کا زمانہ ہے۔ آپ ان کے اصلاب میں موجود ہونے کی بنا پر لیکن سب سے اشرف و برتر وہ زمانہ ہے جس میں آپ دنیا میں جلوہ گر ہوئے پھر آپ کے نشو نما کا زمانہ پھر بعثت کا زمانہ پھر مخلوق کو دعوت دینے کا زمانہ پھر ہجرت اور جہاد اور اسلام کے غلبہ کا زمانہ آپ کے صحابہ پھر تابعین پھر تبع تابعین کا زمانہ اسی طرح روز حشر تک جیسا کہ حدیث مشہور لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ اُمَّتِیْ۔ اس پر دال ہے۔ تو ہر زمانہ میں حضور علیہ السلام کی حیات طیبہ سے شرافت و بزرگی ہے اسی طرح آپ کی امت کا زمانہ دوسرے زمانوں پر برتری رکھتا ہے۔ اور ان کے اعمال بھی پہلوں کے اعمال سے کئی گنا زیادہ مزیت رکھتے ہیں۔

بایں وجہ نیکی پر راہنمائی کرنے والے کو اس پر عمل کرنے والے کے مساوی ثواب ملتا ہے۔ آپ سے جتنا زمانہ بعید ہوتا چلا جائے گا اتنے ہی راہنمائی کرنے والے بڑھتے جائیں گے۔ نیز عاملین میں بھی اضافہ ہوگا۔ تو لامحالہ ان کے ثواب میں بھی اضافہ ہوگا۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے مطابق تبلیغ اور عمل ہوا لہٰذا تمام اُمت کی نیکیوں کے برابر آپ کو بھی ثواب حاصل ہوگا اور اضافہ ایسا ہوگا جس کا احاطہ عقل نہیں کر سکتی۔

روز محشر میں مقام محمود اور شفاعتِ عظمیٰ کا زمانہ پھر بقیہ شفاعت کا وقت پھر حوض کا وقت و زمانہ پھر آپ کی فضیلت و وسیلہ کا زمانہ جو اللہ تعالیٰ آپ کو جنت میں عطا کرے گا۔ اسی طرح غیر متناہی زمانہ تک۔ الغرض تمام زمانے جہاں وہ وقوع پذیر ہیں اپنے اندر کمال کے وقوع کی وجہ سے دوسرے زمانہ پر فوقیت و برتری حاصل کرتا رہے گا کیونکہ ہر زمان و مکاں کو اپنے اندر وقوع پذیر ہونے والے کی شرف سے شرافت و بزرگی ملتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ بعض علماء نے فرمایا شبِ ولادت رسُولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم

شب قدر سے افضل ہے اور یہی حق اور صحیح ہے۔ اگر نص اس کے خلاف ہوتی۔
مزید براں کہ شب قدر آپ کی خصوصیات سے ہے اور اسے آپ کی وجہ سے شرافت ملی ہے۔ وَتَسْمُوْبِكَ عليا بعدها عليا۔ یعنی زمانے میں ازمنہ سے آپ کے ذریعے ماقبل سے بلندی مراتب حاصل کرتا ہے اور مابعد ماقبل سے اشرف ہے ہکذا غیر متناہی زمانہ تک۔

یہ آپ کے تفاوتِ مراتب پر دلیل ہے۔ (کما فی القرآن)
وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا۔[1] ترجمہ: اور یوں دعا کریں اے میرے رب میرا علم اور زیادہ فرما۔

بلاشک وشبہ آپ کے علوم ومعارف غیر متناہی زمانہ تک متزائد ہوتے رہیں گے۔
حدیث پاک۔
اِنَّہٗ لَیُغَانُ عَلٰی قَلْبِیْ فَاَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ۔ ترجمہ: بے شک وہ دل پر غلبہ کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہے۔

عارف قطب الاقطاب ابوالحسن شاذلی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد غین انوار ہے نہ غین اغیار یعنی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم دائمی طور پر ترقی پذیر ہیں جب ہی علوم ومعارف کا قلب اقدس پر غلبہ ہوتا ہے تو اس سے اعلیٰ درجہ پر فائز ہو جاتے ہیں تو پہلے درجہ کو جس پر فائز تھے۔ شانِ اقدس سے کم پاتے تو استغفار کرتے تاکہ مزید ترقی کمال حاصل ہو۔
ناظم (علامہ بوصیری) کے قول تسمو الخ بلند ہوتے ہیں وہ مدائح جن کا وقوع عظیم ہے یعنی بلند مراتب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بلند ہوتے ہیں۔ یہی
کیونکہ آپ کو عالم امر میں ان بلند ترین درجات وکمالات کے ساتھ پیدا کیا جو کسی اور کو نہیں دیئے۔ پھر انہیں مراتب وکمالات کے ساتھ عالم خلق میں ظاہر کیا۔ تاکہ ان کمالات درجات کو آپ کے ذریعے شرافت وبزرگی حاصل ہو نہ اس لیے آپ کو ان مدارج کے

---

[1] پارہ ۱۶ رکوع ۱۵ ۔ سورہ طٰہٰ، آیت ۱۱۴۔

marfat.com

ذریعہ بزرگی حاصل ہو اس لیے آپ ان کمالات کے وجود سے بھی کامل واکمل ہیں۔

شرح ہمزیہ میں اس شعر کے تحت ابن حجر کا کلام

لَیْلَۃُ الْمَوْلِدِ الَّذِیْ کَانَ لِلدِّ   یْنِ سُرُوْرٌ بِیَوْمِہٖ وَازْدِھَاءُ

میلاد کی رات جس کے دن سے دین کو سرور اور روشنی حاصل ہوئی۔

روز شب میلاد کی عظمت یہ درخشاں شب جس کے دن میں آپ مولود ہوئے۔ جس کی وجہ سے دین اہل دین کو تمام ادیان اور ایام پر فوقیت ملی۔

نکتہ : ناظم وشاعر (بوصیری) نے میلاد کی روز اور شب دونوں کی طرف نسبت کی ہے کیونکہ بعض نے کہا کہ آپ کی ولادت رات کو ہوئی۔ ابن السکن کی عثمان بن عاص عن امہ کی حدیث سے استشہاد کیا آپ فرماتی ہیں کہ شب ولادت میں موجود تھی۔

قَالَتْ فَمَا شَیْئٌ اَنْظُرُ اِلَیْہِ مِنَ الْبَیْتِ اِلَّا نُوْرٌ وَاِنِّیْ اَنْظُرُ اِلَی النُّجُوْمِ تَدْنُوْ حَتّٰی اِنِّیْ لَاَقُوْلُ لَیَقَعْنَ عَلَیَّ۔

ترجمہ : فرماتی ہیں میں گھر کی ہر چیز روشن دیکھتی اور ستاروں کو دیکھتی ہوں کہ وہ اتنے قریب ہو گئے کہ وہ گمان ہونے لگا کہ کہیں مجھ پر گر نہ جائیں۔

بیہقی نے اس کو روایت کیا الا النور و تدلی النجوم۔ کا ذکر نہیں کیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تصریح یوں ہی ہے جیسا حاکم نے روایت کیا۔

بعض علماء نے وقت ولادت دن قرار دیا جیسا کہ بوصیری کے اگلے مصرع یوم نالت بوضعہ ابنۃ وھب میں تصریح موجود ہے۔

(ابن حجر فرماتے ہیں) یہ زیادہ صحیح ہے جیسا کہ حدیث مسلم وغیرہ میں تصریح ہے لیکن بعید الفجر اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ مگر فضائل و مناقب میں بالاتفاق حجت ہے۔

دونوں روایات میں ابن حجر کی تطبیق جنہوں نے رات بیان کی تو اس شب سے مراد

طلوع شمس ہے یا مجاز با مجاورت ہے ایک روایت میں ستاروں کے قریب آنے کا ذکر نہیں اور دوسری روایت میں ذکر ہے کہ طلوع فجر کے بعد بھی ستاروں کا نزدیک آنا ممکن ہے۔ بلکہ سورج کے طلوع ہونے کے بعد بھی خرق عادت ممکن ہے۔

شب میلاد کی روایت کے مطابق بعض نے فرمایا۔

شب میلاد شب قدر سے افضل ہے

کہ شب ولادت لیلۃ القدر سے افضل ہے ان پر کثیر دلائل قائم کیے جس کو عالم و فاضل جانتا ہے لہٰذا ذکر کی ضرورت نہیں۔ دن کو ولادت ہوئی کے قول کے مطابق کون سا دن تھا تو اس پر جمیع کا اتفاق ہے کہ وہ پیر کا دن ہے جس کی صحت حدیث مسلم سے ہو رہی ہے۔

کون سے ماہ میں پیدا ہوئے

مہینے میں علما کا اختلاف ہے کہ کون سا ماہ ہے بعض نے کہا غیر معین ہے اور بعض نے معین کہا پھر معین ماہ کے بارے میں کہا کہ وہ صفر یا ربیع الاول یا ربیع الآخر یا رجب یا رمضان یا یوم عاشورہ مختلف اقوال ہیں۔ اصح قول کے مطابق شہر ربیع الاول ہیں۔ اس کی دو[۲] تاریخ تھی بعض نے آٹھ ربیع الاول لکھی اس کو اکثر محدثین وغیرہم نے اختیار ہے بلکہ مؤرخین نے اس پر اتفاق کیا ہے بعض نے دس[۱۰] اور بعض نے بارہ[۱۲] بیان کی اور یہی مشہور ہے اور اسی پر ہی عمل ہے بعض نے سترہ[۱۷] اور بعض نے بائیس لکھی۔

زمانے کو آپ سے شرافت ملی

بابرکت دن مثلاً جمعہ اور بابرکت مہینے محرم۔ رمضان میں ولادت نہیں ہوئی تاکہ کوئی یہ خیال نہ کرے کہ آپ کو زمانے اور وقت سے شرف ملا بلکہ وقت اور زمانے کو آپ سے فضیلت ملی جیسا کہ برکات و انوار والے مشہور شہر مکہ میں دفن نہ ہوئے تاکہ غیر شرف والے کو آپ کے ذریعے شرافت و بزرگی ملے۔

نیز لوگ آپکے روضہ اقدس اور مسجد نبوی مستقل طور پر قصد کر کے سفر کریں کہ اس میں مزید فضل و کرامت کا اظہار ہے۔

سن ولادت میں بھی اختلاف ہے اکثر کا قول عام الفیل ہے بلکہ اتفاق بھی روایت

marfat.com

ہے اور مشہور ہے کہ واقعہ فیل کے پچاس دن بعد پیدا ہوئے اس کے علاوہ بھی اقوال ہیں۔ اڑھائی سال دس پندرہ سال بعد ہوئی۔ واقعہ فیل کے بعد ہونے میں تائید ملتی ہے۔ یہ واقعہ ارہاص نبوت اور ظہور نبوت کے لیے مقدمہ ہے۔

مکان ولادت آپ کی ولادت باسعادت مکہ میں شعب (ابی طالب) ردم اور مشہور مسجد کے پاس ہے جو کہ اب مولد کے نام سے مشہور ہے بعض عنان کا گمان ہے یہ شاذ جس کی طرف کوئی کان نہیں دھرتا۔

بعض نے تصریح کی کہ والدین کے لیے ضروری ہے۔ کہ اپنی اولاد کو بتائیں کہ ہمارے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ میں پیدائش اور مدینہ منورہ میں وصال ہوا بعض نے کہا اس کا انکار کفر ہے۔ کہ اس سے وجود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار لازم آتا ہے۔

شرح ہمزیہ میں اس شعر سے

يَوْمَ نَالَتْ بِوَضْعِهِ ابْنَةُ وَهْبٍ مِنْ فَخَارٍ مَا لَمْ تَنَلْهُ النِّسَاءُ

آپ کی ولادت کے دن بنت وہب (حضرت آمنہ) کو یہ شرف ملا جو دوسری عورتوں کو نصیب نہ ہو سکا۔

کی تشریح کرتے ہیں۔

عظمت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا ان کمالات میں سے جو حضرت آمنہ کو ملے ایک وہ جو ابو نعیم خرائطی ابن عساکر نے روایت کیا۔ حضرت عبدالمطلب نے اپنے خواب کی وجہ سے جو آپ نے دیکھا تھا حضرت عبداللہ کی شادی کا ارادہ کیا۔ انہی ایام میں ایک کاہنہ جو کتب سماویہ کی عالمہ تھی نے آپ کی پیشانی سے نور محمدی چمکتا ہوا دیکھا۔ نیز آپ تمام عرب سے زیادہ حسین وجمیل بھی تھے تو فریفتہ ہو کر پیغام وصل دیا اور کہا کہ اس کے ساتھ یک صد اونٹ بھی دوں گی تو آپ نے فرمایا حرام کاری سے تو موت بہتر ہے۔

حضرت عبدالمطلب کا رابطہ حضرت وہب سے ہوا تو ان کی بیٹی حضرت آمنہ سے آپ کی شادی کر دی۔ کیونکہ جناب آمنہ حسب و نسب اور طہارت کے اعتبار سے قریش کی

marfat.com

تمام عورتوں سے افضل تھیں۔

دونوں کا حجرہ کے پاس ایام حج میں پیر کی رات وصال ہوا تو وہ نور محمدی جناب عبداللہ کی پیشانی سے شکمِ مادر میں منتقل ہو گیا۔ کچھ دنوں بعد اسی عورت سے آپ کا گذرا ہوا تو اس نے آپ کی طرف کوئی التفات نہ کیا۔ آپ نے وجہ دریافت کی تو کہنے لگی۔ میں تو نور محمدی پر فریفتہ تھی۔ جس سے آپ کی جبیں اقدس دمک رہی تھی۔ جو آج نظر نہیں آرہا۔

نورِ محمدی کے شکمِ مادر میں منتقل ہونے کی برکات

جس رات استقرارِ نطفہ زکیہ مصطفوی صدف رحم آمنہ میں منتقل ہوا اس صبح کو تمام دنیا میں بُت سرنگوں زمین سرسبز و شاداب اور درخت پھل آور ہو گئے۔ قریش کو جو شدید قحط اور عظیم تنگی میں مبتلا تھے کو مسرت و خوشی حاصل ہوئی۔ کہ انہوں نے سال کا نام سنۃ الفرح والابتہاج رکھا۔ سارے عالم میں ندا کی گئی کہ آج وہ نورِ مکنون بصد عقل آکر فضل ظاہر کے ساتھ صدفِ رحم آمنہ میں منتقل ہوا کہ انہیں حبیب خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی والدہ ہونے کی خصوصیت سے نوازا گیا ہے۔ کیونکہ اپنی قوم سے حسبًا افضل اصل و فرع کے اعتبار پاکیزہ ہیں۔

ابن اسحاق کی حدیث میں ہے کہ جب آپ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے حاملہ ہوئیں تو آپ کی ندا آئی اے آمنہ تو اس امت کے سردار سے حاملہ ہے۔

آپ فرماتی ہیں عام عورتوں کی طرح کسی قسم کی گرانی، بار، درد، بدمزگی محسوس نہ کی۔ لیکن بعض روایات میں ہے۔ کہ فرمایا کچھ بوجھ سا معلوم ہوتا ہے۔ دونوں روایتوں کی جمع اور تطبیق یوں ہے کہ ابتدائے علوق میں ثقل محسوس ہوتا تھا۔ مگر مدت گذر جانے کے بعد حمل میں خفت محسوس ہونے لگی۔

سیدہ آمنہ فرماتی ہیں کہ میں خواب و بیداری کی درمیانی حالت میں تھی کہ کسی نے ندا دی اے آمنہ! کیا تجھے معلوم ہے کہ تو سید الناس سے حاملہ ہے۔ اس کے بعد جب ولادت کا وقت نزدیک ہوا تو پھر خواب میں کسی نے کہا یہ کہہ۔

اُعِیْذُہٗ بِالْوَاحِدِ مِنْ ترجمہ: میں اس نومولود کے لیے ایک

marfat.com

شَرِّ کُلِّ حَاسِدٍ - وَسَمِّیْهِ مُحَمَّدًا" - کے ساتھ ہر حاسد کی شر سے پناہ مانگتی ہوں - اور اس کا نام محمد رکھنا۔

اس بیت (شعر) کے بعد اور بھی ابیات مشہور ہیں جن کی کوئی اصل نہیں جیسا کہ شیخ زین عراقی نے بیان کیا۔

ابو نعیم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے سیدہ آمنہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاملہ ہونے کے فضائل میں ایک بات یہ تھی کہ قریش کے ہر چوپایہ نے اس رات گویائی کی اور کہا قسم ہے خانہ کعبہ کے رب کی آج رات اللہ کا رسول حمل میں تشریف لایا - جو ساری دنیا کا امام اور تمام علماؑ کا آفتاب ہے - دنیا کے تمام بادشاہوں کے تخت الٹ دیئے گئے۔ مشرق کے جانوروں نے مغرب والوں کو اور مغرب کے جانوروں نے مشرق والوں کو بشارت دی۔ دریائی اور سمندری جانوروں نے ایک دوسرے کو بشارت دی - اسی طرح حمل کے ہر مہینے زمین و آسمان سے ندا آتی کہ تمہیں مبارک ہو وہ قریب آگیا ہے کہ ابوالقاسم صلے اللہ علیہ وسلم دنیا میں جلوہ افروز ہونے والے ہیں جو صاحب خیر و برکت ہوں گے۔

ابو نعیم سے مروی ہے سیدہ آمنہ فرماتی ہیں کہ حمل کے چھ ماہ بعد کسی نے ندا کی کہ اے آمنہ تو تمام مخلوق سے افضل سے حاملہ ہوئی جب یہ بچہ پیدا ہو تو اس کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رکھنا اور اس کی شان کو مخفی رکھنا۔

ولادت مبارک

سیدہ آمنہ فرماتی ہیں کہ جب مجھ پر وہ حالت طاری ہوئی جو عام طور پر عورتوں پر وضع حمل کے وقت درد وغیرہ ہوتا ہے۔ تو میں گھر میں تنہا تھی تو میں نے دیکھا ایک سفید مرغ کا بازو میرے سینے کو مل رہا ہے تو میرا خوف و وحشت جاتا رہا پھر میرے پاس ایک سفید شربت کا پیالہ لایا گیا میں نے اسے پیا تو سکون و قرار حاصل ہوا۔ پھر میں نے ایک بلند نور دیکھا اس کے بعد اپنے پاس بلند قامت والی عورتیں دیکھیں جن کا قد عبد مناف کی لڑکیوں کی مانند کھجور کے درختوں کی مانند ہے میں نے تعجب کیا کہ یہ کہاں سے آگئیں اس پر ان میں سے ایک نے کہا میں آسیہ زوجہ فرعون ہوں، دوسری نے کہا مریم والدہ عیسےٰ بنت عمران ہوں اور یہ عورتیں حورعین

ہیں۔ پھر میں نے دیکھا کہ ایک فرش زمین و آسمان کے درمیان کھینچا گیا اور میں نے دیکھا کہ زمین و آسمان کے درمیان بہت سے لوگ کھڑے ہیں جن کے ہاتھوں میں چاندی کے آفتابے ہیں۔ پھر میں نے دیکھا کہ پرندوں کی ایک ڈار میرے سامنے آئی، یہاں تک کہ میرا کمرہ ان سے بھر گیا ان کی چونچیں زمرد اور بازو یاقوت کے تھے حق تعالےٰ نے آنکھوں سے پردہ اٹھا دیا تو میں نے مشارق و مغارب کو دیکھا اور میں نے دیکھا کہ تین علم ہیں ایک مشرق میں ایک مغرب میں ایک خانہ کعبہ کے اوپر نصب ہے۔ پھر مجھے دردِ زہ ہوا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم متولد ہوئے۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ آپ سجدے میں ہیں اور دونوں انگشتہائے مسبحہ آسمان کی جانب اٹھائے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد میں نے ایک سفید ابر دیکھا جس نے انہیں میری نظروں سے اوجھل کر دیا اور میں نے کسی کی آواز سنی جو یہ کہہ رہا تھا انہیں زمین کے مشارق و مغارب کی سیر کراؤ اور اس کے شہروں کی گشت کراؤ تاکہ وہاں کے رہنے والے آپ کے اسم مُبارک اور نعت و صورت کو پہچان لیں اور جان لیں کہ آپ کی صفت ماحی ہے۔ جو شرک کے آثار محو و فنا کر دیں گے پھر فوراً وہ ابر زائل ہو گیا۔

خطیب بغدادی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا۔ آپ کی والدہ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک ابرِ عظیم نورانی دیکھا جس میں گھوڑوں کے ہنہنانے اور بازوؤں کے پھڑپھڑانے اور لوگوں کے باتیں کرنے کی آوازیں سُنیں یہاں تک کہ اس ابر نے حضورؐ کو ڈھانپ لیا اور میری نظروں سے غائب ہو گئے۔ اس وقت ایک منادی کو میں نے ندا کرتے ہوئے سُنا وہ کہہ رہا تھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو زمین کے کُھلے گوشوں میں پھراؤ اور جن و انس کی رُوحوں پر گشت کراؤ۔ فرشتوں، پرندوں اور چرندوں کو زیارت کراؤ اور تمام نبیوں کے دریائے اخلاق میں غوطہ دو۔ اس کے بعد وہ ابر مجھ سے کھل گیا تو میں نے دیکھا سبز ریشمی کپڑے میں حضورؐ خوب لپٹے ہوئے ہیں اور چشمہ کی مانند اس حریر سے پانی ٹپک رہا ہے اور کوئی کہہ رہا ہے کہ ماشاءاللہ ماشاءاللہ حضورؐ کو دنیا میں کس شان سے بھیجا گیا۔ دنیا کی کوئی مخلوق ایسی نہیں ہے جو آپ کی تابع فرمان نہ ہو۔ سب ہی کو آپ کے قبضہ قدرت میں دے دیا گیا۔ پھر میں نے تین شخص کھڑے دیکھے ایک کے ہاتھ چاندی کا آفتابہ دوسرے

marfat.com

کے ہاتھ میں سبز زمرد کا طشت ہے اور تیسرے کے ہاتھ میں سفید حریر ہے۔ اس کے بعد انھوں نے ایک انگشتری نکالی۔ جس سے دیکھنے والوں کی نظریں جھک جاتی تھیں پھر اسے سات مرتبہ دھویا اور اس انگشت سے آپ کے شانوں کے درمیان مُہر کیا اور حریر لپیٹ کر اٹھالیا۔ اور کچھ دیر اپنے آغوش میں لے کر میرے سپُرد کر دیا۔

ابن حجر نے امام بوصیری کے اس شعر کی تشریح کی

فَاسْتَبَانَتْ خَدِیجَۃُ اِنَّہُ الْکَنْزُ   الَّذِیْ حَاوَلَتْہُ وَالْکِیْمِیَاءُ

حضرت خدیجہ کو واضح ہو گیا کہ آپ پوشیدہ خزانہ اور کیمیا ہیں۔

یہ اس حالت کی ذکر کی طرف اشارہ ہے جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو آپ کی ابتداءِ بعثت میں ظہور پذیر ہوا۔ حاصل واقعہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مُبارک چالیس برس ہوئی بعض نے چالیس برس سے کچھ اُوپر بیان کی ہے۔ دوشنبہ کے روز اللہ تعالےٰ نے نبوّت و رسالت سے نوازا مسلم کی روایت کے مطابق رمضان کی سترہؔ تاریخ تھی۔ ایک قول آٹھ ربیع الاوّل اور ایک قول رجب کا ماہ تھا۔ یہ دونوں قول شاذ و نادر ہیں۔

آپ کو تمام مخلوق کی طرف مبعوث کیا گیا۔ ظہورِ نبوّت کی ابتداءُ رؤیا صادقہ سے ہوئی۔ جو صبح صادق کی طرح یقینی اور روشن تھے مکہ شہر سے باہر غارِ حرا میں تشریف لے جاتے اور عبادتِ الٰہی کرتے پھر جناب سیدہ خدیجہ کے پاس تشریف لے جاتے اور ان سے چند دنوں کی قوت و غذا لے جاتے اور زیادہ وقت خلوت نشینی میں بسر کرتے اس لیے کہ اگر اچانک فرشتہ آتا تو قوائے بشریہ اس کی متحمل نہ ہوتی۔

جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جبریلؑ وحی لے کر حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا۔ پڑھیے آپ نے فرمایا۔

مَا اَنَا بِقَارِیٍٔ اَیْ لَسْتُ بِقَارِیٍٔ۔   ترجمہ: میں پڑھنے والا نہیں یعنی میں ناخواندہ ہوں۔

marfat.com

مطلب یہ کہ میں اُمّی ہوں کسی سے میں نے پڑھنا لکھنا نہیں سیکھا۔
جبریل نے آغوش میں لے کر اپنی پوری قوت صرف کی جتنی کہ میری اس کے ساتھ تھی پھر جبریل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر دوبارہ کہا۔ پڑھیے میں نے کہا میں پڑھنے والا نہیں ہوں جبریل نے پھر آغوش میں لیا اور بھینچا پھر کہا پڑھیے میں نے کہا میں پڑھنے والا نہیں۔ پھر جبریل نے تیسری مرتبہ آغوش میں لیا اور بھینچا اور کہا۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ[1]

ترجمہ: پڑھیے اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا آدمی کو خون کی پھٹک سے بنایا پڑھیے اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم ہے جس نے قلم سے لکھنا سکھایا آدمی کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔

جبریل علیہ السلام کا آغوش میں لے کر دبانا یہ ایک قسم کا حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود گرامی میں ملکوتی انوار داخل کر کے تصرف کرنا تھا تاکہ آپ وحی کے قبول کرنے پر آمادہ اور اس کے ماسوا سے خالی اور بے التفات ہو جائیں۔

جب آپ نے مکہ مراجعت فرمائی تو آپ کا قلب مبارک لرز رہا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیدہ خدیجہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا زَمِّلُوْنِيْ زَمِّلُوْنِيْ۔ مجھے کمبل اڑھاؤ مجھے کمبل اڑھاؤ۔ جب خوف دُور ہوا تو آپ نے سیدہ خدیجہ سے سارا حال بیان کیا اور فرمایا مجھے ڈر ہے کہ میں کہیں خطرے میں نہ پڑ جاؤں اس خطرے کے دو مطلب ہیں۔ ایک یہ کہ بار رسالت کو اٹھانے کی استطاعت نہیں رکھتا۔ یا مجھے میری قوم نہیں چھوڑے گی۔ قتل کے دَر پے ہوگی۔ سیدہ خدیجہ نے عرض کیا کہ آپ غم نہ کھائیے اور خوش رہیے کیونکہ اللہ تعالٰے آپ کو کسی خطرے میں نہ ڈالے گا۔ اور نہ آپ کو کسی کے آگے ذلیل و رسوا

---

[1] پارہ نمبر ۳۰، سورہ علق۔ آیت ۱تا۵۔

marfat.com

کرے گا کیونکہ آپ صلہ رحمی فرماتے، نادار کا بوجھ اٹھاتے، ریاضت و مجاہدہ کرتے، مہمان نوازی فرماتے۔ بیکسوں اور یتیموں کی دستگیری کرتے، غریبوں اور محتاجوں کی بھلائی کرتے ہیں۔

اس کے بعد سیدہ خدیجہ اس حالت کی تائید و تقویت کی غرض سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ ورقہ بن نوفل بہت بوڑھے اور نابینا ہو چکے تھے جو عرب کے طور و طریق اور جاہلیت کی رسوم سے نکل کر حقیقی دین عیسوی کے موحد بن گئے تھے ان کو انجیل کا علم تھا ان سے سیدہ خدیجہ نے کہا اے میرے چچازاد بھائی اپنے بھتیجے کی بات سُن وہ کیا فرماتے ہیں۔ ورقہ نے حضورؐ سے دریافت کیا کیا بات ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سارا حال دریافت فرمایا۔ یہ سن کر ورقہ نے کہا یہ وہ ناموس ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوتا تھا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو مبارک اور خوشی ہو کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اے کاش میں اس دن تک زندہ اور جوان و قوی رہتا جب آپ کی قوم آپ کو اس جگہ سے نکالے گی۔ حضورؐ علیہ السلام نے فرمایا وہ مجھے یہاں سے نکال دیں گے۔ ورقہ نے کہا ہاں۔ آپ جو کچھ لے کر تشریف لائے اس کی مانند کوئی ایک لے کر کبھی نہیں آیا۔ اس کے باوجود ان سے دشمنی کی گئی اور انہیں ایذائیں پہنچائی گئیں اگر میں آپ کا وہ دن پاؤں تو میں اس دن آپ کی پوری پوری مدد و نصرت کروں گا۔ پھر کچھ عرصہ بعد ورقہ نے وفات پائی۔ پھر وحی کا نزول رُک گیا جس سے آپ سخت غمگین ہو گئے اس وجہ سے کئی دفعہ پہاڑ کی چوٹی پر تشریف لے جاتے کہ نیچے چھلانگ لگا کر خود کو ہلاک کر ڈالوں تو اچانک جبریل امین ظاہر ہو کر عرض کرتے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ اللہ کے سچے رسول ہیں لہٰذا آپ اطمینان رکھیے۔

بخاری و مسلم وغیرہما کی روایت میں ہے کہ حضورؐ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک ماہ غارِ حرا میں خلوت نشین رہے یہ خلوت نشینی صرف ذکر و فکر کے لیے تھی نہ طلبِ نبوت کے لیے کیونکہ نبوت وہبی چیز ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ[1] ترجمہ: اللہ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھے۔

---

[1] پارہ ۸ رکوع ۲ آیت ۱۲۳، سورۃ انعام

marfat.com

جب توشہ ختم ہوا تو میں نیچے اترا تو آواز سنائی دی کوئی کہنے والا نظر نہ آیا میں نے سر اوپر اٹھایا تو جبریل کو زمین و آسمان کے درمیان کرسی پر بیٹھے دیکھا تو مجھ پر خوف طاری ہو گیا میں خدیجہ پاس آکر دَثِّرُوْنِی - دَثِّرُوْنِی - مجھے چادر اڑھاؤ مجھے چادر اڑھاؤ مجھ پر ٹھنڈا پانی ڈالو تو یہ آیت نازل ہوئی۔

یَا اَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ - الآیۃ[1] ترجمہ:- اے بالاپوش اوڑھنے والے کھڑے ہو جاؤ۔

یہ آیت اقرأ اور فترتِ وحی کے بعد نزول ہوا۔ اصح قول بلکہ صواب یہی ہے۔ کہ سب سے پہلے اقرأ باسم ایک آیت کا نزول ہوا۔

اور شعبی نے کہا چالیس سال کی عمر میں اظہارِ نبوت کیا اور تین سال اسرافیل آپ کے مصاحب رہے۔ آپ کو کلمہ کی تعلیم دیتے لیکن اس کی زبان پر قرآن کا نزول نہیں ہوا۔ نزولِ قرآن فقط جبریل کی زبان پر ہوا۔ نزولِ قرآنِ پاک کا زمانہ بیس[2] سال ہے۔ (تین سال فترت کے ہیں) فترتِ وحی کی وجہ یہ تھی کہ نزول سے جو آپ کے دل میں خوف و حواس پیدا ہو گیا تھا وہ دور ہوا اور دوبارہ نزول کے لیے اشتیاق میں اضافہ ہوا۔

اصحابِ سیر بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے سیدہ خدیجہ سے سارا ماجرا بیان کیا تو انہوں نے عرض کیا جب وہ دوبارہ تمہارے پاس آئے تو مجھے اطلاع دینا۔ آپ نے فرمایا ضرور، جب جبریل امین آئے تو آپ نے سیدہ خدیجہ کو بتایا کہ وہ آگیا ہے۔ تو انہوں نے عرض کیا میری بائیں ران پر بیٹھیے آپ نے یونہی کیا انہوں نے دریافت کیا وہ نظر آتے ہیں آپ نے فرمایا ہاں۔ پھر عرض کیا، اب میری دائیں ران پر بیٹھ جائیے آپ نے ایسے ہی کیا تو جناب سیدہ خدیجہ نے پوچھا، اب بھی نظر آتے ہیں۔ تو فرمایا ہاں تو پھر عرض کیا جناب اب میری آغوش میں بیٹھ کر دیکھیے۔ تو فرمایا اب بھی بدستور نظر آ رہا ہے انہوں نے آپ پر اپنا دوپٹہ ڈال دیا اور کہا اس کو دیکھتے ہیں فرمایا نہیں تو عرض کرنے لگیں ثابت قدم رہیے خوش و شاد رہیے بخدا یہ فرشتہ ہے شیطان نہیں۔

---

[1] پارہ ۲۹، رکوع ۱۵، آیت ۱، سورت مدثر۔

marfat.com

ابن حجر کے جواہر میں سے بوصیری کے اس شعر کی تشریح

کل وصف له ابتدأت به استو   عب اخبار الفضل منه ابتداءً

جب بھی آپ کے وصف کے ساتھ شروع کرتا ہوں اور جس پر صراحۃً مشتمل ہے غور کرتا ہوں تو اس وصف کو فضل و کمال کے جمیع اقسام کا جامع پاتا ہوں۔

یہ کوئی بعید از عقل اور قرینِ قیاس سے دُور نہیں۔ اس لیے آپ کے اوصاف میں سے ہر وصف بقیہ اوصاف کے کامل ہوتی ہے۔ مثلاً حلم یہ اسی وقت کامل ہوگی جب بقیہ اوصاف مثلاً علم، کرم، شجاعت، خلقِ حسن وغیرہا بھی کامل ہوں۔ لہٰذا آپ کی ہر صفت اپنے معنی پر حقیقۃً اور صراحۃً دلالت کرتی اور بقیہ اوصاف اشارۃً اور التزاماً دلالت کرتی ہے جیسا کہ عقل مند پر یہ بات مخفی نہیں۔

یہ بات ایمانیات سے ہے اس پر یقین رکھنا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی حسین و جمیل ترین صورت پر پیدا کیا جو اس پر کسی کو پیدا کیا اور نہ پیدا کرے گا۔

حُسنِ ظاہری حُسنِ باطنی کی دلیل ہے

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا حُسنِ ذات عمدہ اخلاق اور روشن صفات کی دلیل ہے کیونکہ آپ اوصاف و کمالات کی انتہا پر پہنچے جہاں کسی نبی کی بھی رسائی نہیں اس لیے قصیدۂ بردہ میں علامہ بوصیری نے کہا۔

فَهُوَ الَّذِیْ تَمَّ مَعْنَاهُ وَصُوْرَتُهٗ   ترجمہ: وہ ذات جس کا ظاہر و باطن
مُنَزَّهٌ عَنْ شَرِیْكٍ فِیْ مَحَاسِنِهٖ
فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِیْهِ غَیْرُ مُنْقَسِمِ   مکمل ہے لہٰذا آپ کا حسن ناقابلِ تقسیم ہے۔

اس سے معلوم ہُوا کہ حسن کامل کی حقیقت آپ ہی ہیں جو کسی میں تقسیم نہیں ہوتیں۔ اور اگر اس کو تقسیم کر دیا جائے تو وہ کامل و مکمل نہیں رہتا۔ بعض کا یہ قول کتنا اچھا ہے۔

لَمْ یَظْهَرْ لَنَا تَمَامُ حُسْنِهٖ وَ   ترجمہ: اگر حضور علیہ السلام کا پورا حُسن
اِلَّا لَمَا اَطَاقَتْ اَعْیُنُنَا   ظاہر و نمایاں ہوتا تو ہماری آنکھیں اسے
النَّظَرَ اِلَیْهِ   دیکھ نہ سکیں۔

marfat.com

تنبیہ ثُمَّ مَعْنَاہُ کی تشریح اوپر ہو چکی ہے کہ باطناً حسن اخلاق و اوصاف میں آپ کامل و اکمل ہیں اور حسنِ ذات کی تشریح نہیں کی۔ اس کی طرف بروية وجہ الخ اور ضِحْکۃُ التبسم الخ اور بتقبیل راحۃ کے ساتھ صرف اشارہ ہی کیا۔ لہٰذا ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنی بساط کے مطابق اس کی وضاحت کریں۔

آپ کا چہرۂ انور براء رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت ہے۔

كَانَ اَحْسَنَ النَّاسِ وَجْهًا وَاَحْسَنَهُمْ خُلُقًا۔ ترجمہ: آپ کا تمام لوگوں سے حسین چہرا اور عمدہ اخلاق کے مالک تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

مَارَاَيْتُ شَيْئًا اَحْسَنَ مِنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِيْ فِيْ وَجْهِهٖ۔ ترجمہ: میں نے آپ سے زیادہ حسین نہیں دیکھا گویا کہ سورج آپ کے رخِ انور میں چمک رہا تھا۔

حضرت براءؓ سے روایت ہے کہ آپ سے پوچھا کہ آپ کا رخ انور تلوار کی مانند چمکتا تھا فرمایا نہیں بلکہ فجر صادق کی مانند یعنی تلوار میں طول اور چمک کم ہوتی ہے۔ بلکہ چاند کی مانند گول اور روشن تھا۔ حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رخِ انور تلوار کی طرح نہیں بلکہ شمس و قمر کی مانند مستدیر تھا۔ تو اس تشبیہ میں حسنِ اشراق، ملاحت و استدارت (گولائی) کو جمع کر دیا گیا ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں۔

لَمْ يَكُنْ بِالْمُكَلْثَمِ يَعْنِيْ شَدِيْدَ اِسْتِدَارَةِ الْوَجْهِ۔ ترجمہ: آپ کا رخ انور مکلثم یعنی انتہائی گول نہ تھا۔

بلکہ گولائی مائل تھا اور ایسا چہرہ عرب کے نزدیک بہت خوب صورت لگتا ہے اور یہی ابو ہریرہ کے قول کا معنی ہے کہ:

كَانَ اَسِيْلَ الْخَدَّيْنِ۔ ترجمہ: آپ کے رخساروں میں طول تھا۔

marfat.com

اور بہت زیادہ اٹھاؤ تھا نہ اندر کو داخل۔ بہت سے اصحاب نے چاند کے ایک طرف کے ساتھ دی اور بعض نے چاند میں سیاہی کی وجہ سے تشبیہ دینے سے احتراز کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وغیرہ نے چاند کے ہالہ سے تشبیہ سے منع کیا ہے۔

حاصلِ کلام یہ ہے آپ کا رُخ انور خوشنما آئینہ کی مانند جس میں دیواروں وغیرہ کی تصاویر دیکھائی دیتی۔

ایک روایت میں ہے۔

يَتَلَأْلَأُ وَجْهُهٗ تَلَأْلُؤَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ۔ ترجمہ:۔ رُخ انور چودھویں کے چاند کی مانند تاباں و درخشاں تھا۔

اکثر حضرات نے قمر سے تشبیہ دی ہے کیونکہ قمر کو مکمل طور پر دیکھا جاسکتا ہے اور مانوس ہوتا اور ایذا نہیں دیتا بخلاف شمس اسی لیے آپ کے اسماگرامی میں سے ایک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غزوہ تبوک سے واپسی پر اہل مدینہ نے آپ کا استقبال کرتے ہوئے کہا۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعٍ

ہم پر بدر (چودھویں کا چاند) ثنیات الوداع پہاڑی سے طلوع ہوا
ہم پر شکر لازم ہے جو جب تک اللہ کی طرف بلانے والے ہیں۔

یہ تمام تشبیہات عرب کے رسم ورواج کے مطابق دی گئیں ورنہ کوئی چیز آپ کے صفات خلقیہ و خلقیہ میں سے کسی کے عشر عشیر کے برابر کبھی نہیں ہوسکتی۔

چشم مبارک آپ کی بصارت و بینائی کے لیے اللہ تعالیٰ کا یہی فرمان کافی ہے۔

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى[1] ترجمہ:۔ نبی کریم کی آنکھ نہ ادھر ادھر پھسلی اور نہ حد سے بڑھی۔

---

[1] پارہ نمبر ۲۷ سورہ النجم آیت ۱۷۔

چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
يَرَى بِاللَّيْلِ فِي الظُّلْمَةِ۔ كَمَا	رات کی تاریکی میں بھی ایسا ہی دیکھتے
يَرَى بِالنَّهَارِ فِي الضُّوءِ۔	جیسا دن کی روشنی میں۔

آپ نماز میں آگے اور پیچھے یکساں دیکھتے تھے یعنی آنکھ سے کیفیت صلاۃ کا ادراک کرنا یہ آپ کے معجزات میں سے ہے ورنہ بصارت کے لیے روشنی ومحاذات کا ہونا ضروری ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ آپ کے دونوں شانوں کے درمیان سوئی کے ناکہ کی مانند دو آنکھیں تھیں جن سے آپ پس پشت بھی دیکھ لیا کرتے تھے آپ انہیں کپڑوں سے نہیں ڈھانپتے تھے۔

یا یہ کہ قبلہ کی دیوار پر مثل آئینہ مقتدیوں کی صورتیں منعکس ہوتی تھیں۔ اور آپ ان کے افعال کا مشاہدہ فرما لیا کرتے تھے۔ ان دونوں کی کوئی اصل ثابت نہیں یا یہ رویت قلبی ہو یا وحی والہام سے علم ہو جاتا ہو۔

اور یہ حدیث کہ مجھے دیوار کے پیچھے کا علم نہیں اس کی بھی کوئی سند معلوم نہیں ابن جوزی اپنی بعض کتب میں بغیر سند کے روایت کیا ہے اگر بالفرض یہ حدیث صحیح بھی ہو تو ہمارے خلاف نہیں کیونکہ اس سے اس علم غیب کی نفی ہو رہی ہے جو بغیر وحی والہام ایسے ہی وہ حدیث جو اونٹنی کی گمشدگی کے سلسلے منقول ہے۔ چنانچہ منافقوں نے کہا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آسمان کی خبر تو دیتے ہیں مگر (معاذ اللہ) اتنا نہیں جانتے کہ ان کی اونٹنی کہاں ہے؟ جب منافقوں کی یہ بدگوئی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ میں (از خود) نہیں جانتا اور نہ (از خود) پاتا ہوں مگر اتنا ہی جتنا اللہ نے مجھے علم دیا اور عنایت فرمایا اور آپ برابر یہی فرماتے رہے یہاں تک کہ حق تعالےٰ نے آپ کی رہنمائی فرمائی کہ اونٹنی فلاں جگہ ہے اور اس کی مہار ایک درخت کے ساتھ الجھی ہوئی ہے چنانچہ لوگ وہاں پہنچے تو اونٹنی کو اسی مذکورہ حالت

marfat.com

میں پایا اگر بالفرض تعارض مان لیا جائے تو تطبیق یوں ہو گی یہ نماز کے ساتھ مخصوص ہو اور عدم رؤیت والی خارج صلاۃ پر محمول ہو۔

جب آپ کسی طرف التفات فرماتے تو مکمل طور پر گھوم جاتے دائیں بائیں پہلو بدلنے یا محض گردن گھما لینے اور دردیدہ نظری سے آپ گریز کرتے کہ یہ سہل نگاروں کا شیوہ ہے۔

خلقت کے لحاظ سے چشم مبارک

یہاں تک تو بینائی و بصارت کا ذکر تھا اب دوسری وجہ خانہ چشم اور اس کی شکل کے وصف میں ہے کہ آپ کی چشم مبارک بڑی اور بھنویں دراز تھیں مسلم کی روایت میں اَشْكَلُ الْعَيْنَيْنِ ہے۔ آپ کی چشم مبارک سفیدی میں سرخی لیے ہوئے تھیں۔ (آنکھوں کی باریک رگیں تھیں) اور روایت اَشْهَلُ الْعَيْنَيْنِ اشہلہ حُمْرَةٌ فِی سَوَادٍ۔ حضورؐ کی دو چشم مبارک شہل شہلہ سیاہی میں سرخی کو کہتے ہیں۔ اور روایت میں ہے۔ گہری سیاہ آنکھوں والے۔ اَدْعَجُ الْعَيْنَيْنِ لمبی بھنویں۔

گوشہائے مبارک

حضورؐ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی سماعت شریفہ کے متعلق ترمذی کی یہ روایت ہی کافی ہے۔

اِنِّیْ اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْنَ اَطَّتِ السَّمَاءُ وَحَقٌّ لَهَا اَنْ تَئِطَّ لَيْسَ مَوْضِعُ اَرْبَعِ اَصَابِعَ اِلَّا مَلَكٌ وَاضِعٌ جَبْهَتَهٗ سَاجِدًا لِلّٰهِ تَعَالٰی۔ وَفِیْ رِوَايَةٍ اَوْ قَائِمٌ۔	ترجمہ: آپ نے فرمایا میں ان چیزوں کو دیکھتا ہوں جن کو تم نہیں دیکھ سکتے اور میں ان آوازوں کو سنتا ہوں جن کو تم نہیں سن سکتے میں آسمان اطط (خاص قسم کی آواز) کو سن رہا ہوں آسمان کو لائق ہے کہ آواز نکالے کیونکہ آسمان میں چار انگل کی بھی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں کسی فرشتے نے سجدہ نہ کیا ہو۔ ایک روایت جہاں کوئی فرشتہ کھڑا ہو۔

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان	کان لعل کرامت پہ لاکھوں سلام

marfat.com

مُوئے مُبارک آپ کے بال مُبارک رجل نرم تھے اور جلد ٹوٹنے والے نہ تھے۔

لَا سَبِطٌ وَلَا جَعْدٌ قَطِطٌ۔ بہت زیادہ نرم، بہت دراز اور بہت زیادہ گھونگریالے نہ تھے۔

سبط بفتح سین و اسکون با و کسر بائ۔ نرم و لٹکے ہوئے قطط فتح قاف کسر طائ ایسے بال جو سخت اور پیچیدہ ہوں اردو میں انہیں گھونگریالے بال کہا جاتا ہے۔ مترجم)

آپ کے بالوں کی لمبائی کانوں اور شانوں کے درمیان کبھی کانوں کی لَو تک کبھی لوؤں سے کچھ زیادہ اور شانوں تک تھی ان سب میں باہمی مطابقت اس طرح ہے کہ آپ کنگھی فرماتے تو دراز ہو جاتے ورنہ اس کے برعکس رہتے یا بال ترشوانے سے پہلے دراز اور بعد میں اختصار ہوتا رہتا تھا۔ سَر کے بالوں کو چھوڑتے تَم مانگ نکالتے تھے۔

میں نے دیکھا کہ علمائے کرام فرماتے ہیں مانگ نکالنا سُنّتِ نبوی ہے۔

آپ کے سَرِ اقدس اور ریش مُبارک میں بیس سے کم بال سفید تھے اور اس سے کبھی زیادہ سفید نہ ہوئے کیونکہ یہ نُور اور وقار ہے۔ سب بالوں کے سفید ہونے سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو محفوظ رکھا کہ اکثر عورتیں اس کو ناپسند کرتی ہیں جو آپ کی کسی چیز کو ناپسند اور مکروہ سمجھے وہ کافر ہو جاتا ہے۔

بالوں کا رنگنا کبھی کبھی آپ بالوں کو مہندی وغیرہ رنگ کرتے اور اکثر اپنے حال پر چھوڑتے یہی ہمارے لیے سُنّت ہے۔

لحیہ شریف حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک اس کثرت سے تھی کہ سینہ مبارک بھر گیا تھا۔

ایک روایت میں ہے۔

کَانَ یَاْخُذُ مِنْ عَرْضِ لِحْیَتِہٖ وَطُوْلِہَا غَیْبَۃً۔ ترجمہ: اپنی ریش کے طول و عرض میں سے بال تراشتے تھے۔

اور اس کے خلاف ایک روایت۔ وَاَعْفُوا اللُّحٰی داڑھی بڑھاؤ۔ کے باوجود ہمارے آئمہ متقی۔ ہٰذا بال کٹواتے ہیں۔

(حاشیہ صفحہ آئندہ)

marfat.com

بالوں کی نگہداشت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سر اقدس پر اکثر اوقات تیل لگاتے اور ریش مبارک میں کنگھی کرتے۔ نیز آتا ہے کہ آئینہ دیکھتے اور کنگھی کرتے۔

سر کے بال حج وعمرہ کے علاوہ کبھی نہ منڈواتے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کسی روایت میں ذکر نہیں کہ آپ حج وعمرہ کے سوا کبھی سر کے بال منڈواتے ہوں۔

سرمہ سنت رسول ہے آپ روزانہ آرام فرمانے سے پہلے اثمد کا سرمہ ہر آنکھ میں تین تین سلائی ڈالتے

پیشانی مبارک آپ کی واضح الجبین یعنی کشادہ پیشانی تھی۔

مواجب شریف بھنویں آپ مقرون الحاجبین تھے (بھنویں ملی ہوئی تھیں) یعنی ان کے بال آپس میں ملے ہوئے تھے۔ دوسری روایت میں ہے کہ ملے ہوئے نہ تھے اس کو ابن اثیر نے ترجیح دی ہے ان کی باہمی مطابقت یوں دی جاتی ہے کہ بھنوؤں کے بال کثیر تھے بظاہر یہ اتصال بہت گہرا

ے (حاشیہ گذشتہ صفحہ) ان دونوں میں باہمی مطابقت یوں ہے کہ یکمشت سے زائد تراشے اور قدر مشت تک بڑھاؤ جیساکہ دوسری روایت میں ہے۔ سفر السعادت میں ہے لبیں تراشو ریش بڑھاؤ اور مجوس کی مخالفت کرو یعنی ان کی عادت تھی لبیں بڑی ریش چھوٹی رکھتے تو آپ نے اس کی مخالفت میں یہ فرمایا۔ کتاب الآثار میں امام محمد امام اعظم کی سند سے ابن عمر کی حدیث نقل کرتے ہیں کَانَ یَقْبِضُ عَلٰی لِحْیَتِہٖ فَیَأْخُذُ مَا فَضَلَ عَنِ الْقَبْضَۃِ۔

اور انہیں الفاظ ابو ہریرہ سے بھی روایت کیا ہے۔ کہ داڑھی کو مشت میں پکڑ کر جو زائد بال ہوتے انہیں تراشتے۔ "والاصل اَنَّ الْقَدْرَ الْمَسْنُوْنَ فِی اللِّحْیَۃِ ھُوَ الْقَبْضَۃُ" قدر مسنون داڑھی میں ایک مشت ہے۔ اما تقصیر اللحیۃ بحیث قصیرۃ من القبضۃ فغیر جائز فی المذاھب الاربعۃ مشت سے چھوٹی کرنا آئمہ اربعہ کے نزدیک ناجائز ہے۔ حاشیہ ترمذی باب اللحیۃ جلد ثانی لمعات شرح مشکوٰۃ میں عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔ والظاهر من کلامهم حُرْمَۃُ حَلْقِ اللِّحْیَۃِ وَنُقْصَانِهَا مِنَ الْقَدْرِ الْمَسْنُوْنِ۔ فقہاء و محدثین کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے

(بقیہ صفحہ آئندہ)

marfat.com

نہ تھا کہ جس سے دونوں ابرو آپس میں پیوست ہو گئے ہوں اور نہ اتنی جگہ خالی تھی کہ جس سے فاصلہ نظر آئے بلکہ چند خفیف بالوں کا اتصال تھا اس بنا پر اتصال اور عدم اتصال کا اطلاق بادی النظر و الخیال میں صحیح ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم۔

بینی شریف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بینی مبارک کے بارے میں اَقْنَى الْاَنْفِ دَا قُنِىُّ الْعِرْنِيْنِ وَدَقِيْقُ الْعِرْنِيْنِ وارد ہے۔ اَقْنٰى کی تفسیر سَائِلُ الْحَاجِبَيْنِ مُرْتَفِعُ الْوَسْطِ سے کی گئی ہے۔ سائل سیلان سے مشتق ہے جس کے معنی ناک کی لمبائی اور باریکی میں ایک گونہ ہمواری کے بھی منقول ہیں دقیق دقت سے مشتق ہے جو سیلان کے ہم معنی ہے۔ جس کا مطلب ناک کے موٹاپے کی نفی کرتا ہے۔

دہن شریف آپ کے دہن شریف کے بارے صحیح روایت میں یَفْتَتِحُ الْکَلَامَ وَیَخْتِمُہٗ وارد ہے یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کلام کو کشادگی دہن سے آغاز فرماتے اور شدق سے ختم فرماتے۔ شدق کے معنی فراخی دہن کو کہتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے دہن مبارک سے کلام تام کامل اور بھرا ہوا نکلتا تھا جو اہل عرب کے نزدیک باعث تعریف اور اس کی ضد باعث ذلت ہے۔

آپ اَشْنَبُ مُفْلَجُ الثَّنَايَا تھے۔ سامنے کے دانت روشن تر، آبدار اور کشادہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ریش کا منڈھانا اور قدر مسنون سے کم کرنا حرام ہے اور مدارج النبوت میں لکھتے ہیں مذہب حنفی میں ڈاڑھی کی مقدار چار انگل ہے جس سے مراد ہے اس سے کم نہ ہو لیکن ایک روایت یہ ہے۔ کہ اس سے زائد بالوں کا کاٹنا واجب ہے۔ علمائے کرام فرماتے ہیں اگر علما و مشائخ اس سے زائد بڑھائیں تو بھی درست ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ صحیح بخاری میں کتاب اللباس کے آخر میں یہ مذکور ہے۔ سیدنا ابن عمر اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں لیکر اس سے زائد بال کٹوا دیا کرتے تھے۔ (مترجم)

marfat.com

تھے۔ جب آپ گفتگو فرماتے تو ایسا لگتا۔ گویا کہ سامنے دندانہائے مبارک کی کشادگی کے درمیان سے نور نکل رہا ہے۔[1]

اور ایک روایت میں مُفَلَّجُ الْاَسْنَانِ ہے کہ سامنے کے دانت کشادہ تھے۔

لعابِ دہن مبارک

آپ کا لعابِ دہن شریف بیماروں کے لیے شفائے کامل تھا۔ چنانچہ وہ حدیث جس میں روزِ خیبر حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ کی آنکھوں کے آشوب میں لعابِ دہن لگانا اور اسی وقت تندرست و صحیح ہو جانا مذکور ہے۔ صحیح اور مشہور ہے کہ اس دن آپ کو علَم عطا فرمایا تو آپ کے دست پر قلعہ فتح ہوا۔

آپ کے حضورؐ ایک ڈول پانی کا لایا گیا تو آپ نے پانی کا گھونٹ لے کر اس میں کلی کر دی۔ پھر جب اس ڈول کے پانی کو کنویں میں ڈال دیا گیا تو اس کنویں سے کستوری کی مانند خوشبو آنے لگی۔ اسی طرح ایک اور کنویں میں جب آپ نے لعابِ دہن ڈالا۔ تو مدینہ طیبہ میں اس سے بڑھ کر کوئی اور کنواں شیریں نہ تھا۔

ایک مرتبہ عاشورہ کے دن آپ کی خدمت میں شیر خوار بچے لائے گئے۔ تو آپ نے ان کے منہ میں لعابِ دہن ڈال دیا۔ پھر تو وہ ایسے سیراب ہوئے کہ اس دن انہوں نے دودھ ہی نہ پیا۔

ایک دن امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ سخت تشنگی میں تھے آپ نے اپنی زبان اقدس

---

[1] كَاَنَّمَا اللُّؤْلُؤُ الْمَكْنُوْنُ فِيْ صَدَفٍ ۞ مِنْ مَعْدَنَيْ مَنْطِقٍ مِّنْهُ وَمُبْتَسَمِ (بوصیری)

ترجمہ: گویا کہ دندانہائے مبارک صدف میں چھپے ہوئے موتی ہیں جو اپنے معدن سے بولتے اور تبسم فرماتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے عَظِيْمُ الْاَسْنَانِ" دندانہائے مبارک عظیم تھے۔ طبرانی نے اوسط میں بیان کیا ہے۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لبہائے مبارک اور دہن مبارک کا مہر اتمام لوگوں سے زیادہ حسین و لطیف تھا ان تمام روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ دہن شریف حسن و جمال کے مطابق درست و صحیح تھا (مدارج النبوت جلد اوّل) احمد الدین توگیروی۔

marfat.com

ان کے منہ میں دی وہ چوستے رہے پھر وہ سارا دن سیراب رہے۔

ایک مرتبہ آپ نے گوشت کا ٹکڑا منہ میں چبا کر پانچ عورتوں کو کھانے کے لیے دیا تو اس گوشت کے کھانے کے بعد کبھی ان عورتوں کے منہ سے بُو نہ آئی۔ جب کہ پہلے ان کے مونہوں سے ہمیشہ بُو آیا کرتی تھی۔

بیان وفصاحت شریف

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک کی فصاحت، جوامع کلم، انوکھا اظہار اور عجیب غریب حکم وفیصلے اتنے زیادہ ہیں کہ شائد ہی کوئی فکر و اندیشہ کا محاسب اس کے حصر واحاطہ کے گرد پھر سکے۔ آپ کے اوصاف کا بیان اور ان کے بیان کا زبان کے ساتھ اظہار ممکن ہی نہیں۔ یہاں تک کہ بعض علماء نے کہا کہ آپ کا کلام قرآن کریم کی مانند معجزہ ہے۔

آواز مبارک

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک غایت درجہ پیاری تھی۔ آپ سے بڑھ کر کوئی خوش آواز اور شیریں کلام نہ تھا۔ ابن عساکر نے روایت کیا ہے۔

مَا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا اِلَّا بَعَثَهٗ حَسَنَ	ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو نہ بھیجا
اَلْوَجْهِ وَحَسَنَ الصَّوْتِ حَتّٰى بَعَثَ	مگر خوش آواز اور خوش رو حتیٰ کہ تمہارے
نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَهٗ	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سب سے
حَسَنَ الْوَجْهِ وَحَسَنَ الصَّوْتِ ؎	بڑھ کر خوش الحان اور خوبرو بنا کر بھیجا

بیہقی میں ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرماتے تو آپ کی آواز سب کو سنائی دیتی جہاں تک کہ دوسروں کی آواز نہ پہنچ سکتی تھی وہاں تک آپ کی آواز بے تکلف پہنچ جاتی تھی۔ چنانچہ پردوں میں بیٹھی ہوئی مستورات بھی آپ کی آواز کو باآسانی سُن لیتی تھیں۔

ابو نعیم نے روایت کیا کہ ایک مرتبہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعۃ المبارک کا خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا۔

؎ در دل ہر اُمتی گر حق مزہ است — رُوئے و آوازِ پیغمبر معجزہ است

(نامعلوم)

marfat.com

اِجْلِسُوْا ۔ ترجمہ: بیٹھ جاؤ۔

فَسَمِعَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ وَهُوَ فِي بَنِي تَمِيْمٍ فَجَلَسَ فِي مَكَانِهٖ ۔ تو عبداللہ بن رواحہ نے قبیلہ بنی تمیم کے مقامات پر اس آواز کو سُنا تو فوراً وہیں بیٹھ گئے۔

ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ آپ نے ایام حج میں منیٰ میں جو خطبہ دیا تھا۔ جس نے تمام لوگوں کے کان کھول دیئے تھے ہر ایک نے اس خطبہ کو اپنی اپنی منزلوں میں (منیٰ میں دُور و نزدیک جہاں بھی تھا۔ ہر ایک نے سُنا)

تبسّم مُبارک

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اولین و آخرین کے چونکہ سردار ہیں جیسا کہ پہلے تفصیلاً گزرچکا ہے۔ کبھی ضحک اور تبسّم فرماتے تھے ضحک کہتے ہیں (دانتوں کے ساتھ ڈاڑھیں بھی نظر آئیں اور تبسّم میں صرف سامنے کے دانت ہی نظر آتے ہیں۔ اور دونوں میں آواز سنائی نہیں دیتی (اگر آواز سنائی دے تو اسے قہقہہ کہتے ہیں جو شایانِ شان انبیاء نہیں ہے)

لہٰذا جو ایک حدیث میں آتا ہے کہ جب ہنستے تو آپ کے اطراف والے دانت (اضراس) بھی ظاہر اور نظر آجاتے ۔ اور دوسری حدیث میں جب آپ ہنستے تو صرف سامنے کے دانت نمایاں ہوتے ان دونوں احادیث میں تضاد نہیں۔

زیادہ ہنسنا مکروہ ہے

زیادہ ہنسنا مکروہ ہے خواہ قہقہہ کی صورت میں ہو یا ضحک کی۔

امام بخاری نے ادب المفرد اور ابنِ ماجہ نے روایت کیا ہے کہ آپ نے زیادہ ہنسنے سے منع کیا ہے کہ اس سے دل مُردہ ہوجاتا ہے۔

گریہ مُبارک

آپ کثرت سے گریہ کناں ہوتے تھے لیکن اس میں شہیق (اوُں اوُں کی آواز) ہوتی اور نہ آواز بلند ہوتی۔ صرف آنسو برستے تھے اور سینۂ مُبارک سے ازیز (دیگ کے کھولنے کی مانند آواز) کی آواز آتی تھی۔ گریہ میت پر شفقت، اُمت پر خوف و شفقت، خشیت الٰہی کے لیے ہوتا اور سماع

marfat.com

قرآن کے وقت بھی اکثر و بیشتر نماز تہجد میں۔

آپ نے جماہی نہ لی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی جماہی نہ لی بلکہ کسی نبی نے بھی نہ لی۔

دستِ مبارک کثیر روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم شَثْنُ الْکَفَّیْنِ کف (ہتھیلی) بہت سخت تھیں۔

بازو موئے فراخ ہتھیلی تھے (مطلب ہتھیلی بھرپور اور مکمل تھی) یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کے ہاتھ ریشم سے زیادہ نرم تھے اور دونوں منافات نہیں کہ دستِ مبارک کی نرمی و سختی وقت و حالات پر موقوف تھا۔ چنانچہ جب آپ گھر میں دستِ مبارک یا جہاد میں آلات اسلحہ استعمال کرتے یا کاروبار کرتے تو ہتھیلیاں سخت ہو جاتیں جب چھوڑ دیتے تو وہ اپنی اصلی و جبلی حالت نرمی اور ملائمت کی حالت میں آ جاتیں۔

اصمعی نے کہا سختی کے ساتھ تفسیر کرنا درست نہیں کہ نرمی اور سختی یکجا نہیں ہو سکتی بلکہ نرمی اور فربہی جمع ہو سکتی ہیں لہٰذا سختی کے ساتھ فربہی کے ساتھ تفسیر کرنی چاہیے۔

ابو عبید نے تفسیر کی کہ آپ کی انگلیاں فربہ اور چھوٹی تھیں درست نہیں کیونکہ دوسری روایت میں ہے۔

کَانَ سَائِلَ الْاَطْرَافِ۔ ترجمہ: اعضا کی گرہیں دراز تھیں۔

تحقیق یہ ہے شَثْن کا معنی پست اور سختی کے علاوہ کے ہیں (لہٰذا فربہ کے معنی میں ہوا)

معجزات دستِ مبارک آپ کے دست مبارک کے صفات و معجزات اتنے زائد ہیں کہ ضبط تحریر میں نہیں لائے جا سکتے۔ ایک روایت میں ایک صحابی (جابر بن سمرہ) کے رخساروں پر دستِ اقدس پھیرا تو آپ کے دست اقدس سے ایسی ٹھنڈک محسوس ہوئی جیسے ابھی آپ نے عطار کی ڈبیہ سے اپنا ہاتھ نکالا ہے۔

صحیح روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ ابی زید انصاری کے سر اور ڈاڑھی پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا۔ اَللّٰھُمَّ جَمِّلْہُ اے اللہ! اسے اچھا رکھ۔

marfat.com

ابو زید کی ایک سو سے زائد عمر ہوئی لیکن ان کے سر اور ریش کے بالوں میں کوئی بال سفید نہ ہوا اور نہ ان کے چہرے پر بڑھاپے کے آثار وارد ہوئے۔

امام احمد وغیرہ نے روایت کیا کہ آپ نے عتبہ کے سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا۔ تجھ میں نور ہے اس کے بعد رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ برکت سے اگر وہ اس جگہ کو کسی متورم جگہ پر پھیر دیتے تو وہ ورم دُور ہو جاتا۔

بغل مبارک

کثیر صحابہ کرام سے مروی ہے کہ آپ کی بغل شریف سارے بدن کی مانند سفید تھی۔ یہ دوسری حدیث صحیح کے خلاف ہے جس میں ہے۔ عَفَرَ اِبْطَیْہِ۔ غیر قابعض سفیدی کو کہتے ہیں۔ ان دونوں میں یوں تطبیق دی گئی ہے کہ اول میں سفید پھر عفرہ میں تبدیل ہو جائیں۔ بعض روایات میں ہے کہ آپ کی بغل میں بال نہ تھے لیکن یہ روایت ثابت نہیں ہے۔ آپ کی بغل میں خوشبو مہکتی تھی۔

سینہ کے مُوئے مُبارک

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ کے بالوں کے بارے آتا ہے۔

کَانَتْ لَہٗ مَسْرُبَۃٌ۔ آپ کے بال مسربہ تھے۔

مسربہ کہتے ہیں جو سینہ کے اوپر سے ناف تک ہوں یہ باریک تھے لہٰذا اسے خیط (ڈوریا شاخ) سے تعبیر کرتے ہیں۔

بعض روایات میں ہے کہ گردن کی ہڈی سے لے کر ناف تک ڈور کی مانند بال تھے اور اس کے علاوہ کہیں نہ تھے۔

بطن اطہر و پشت شریف

روایت میں آتا ہے کہ آپ کا شکم اطہر سینہ کے برابر تھا اور بعض میں جس کا معنی ہے کشادہ شکم جو کہ عریض الصدر کو لازم ہے۔

اور بعض نے (حضرت ابن ام ہانی) نے آپ کے بطن شریف کی تعریف میں کہا ہے۔ وہ گویا کاغذ تھا جنہیں لپیٹ کر تہ کر کے ایک دوسرے پر رکھ دیا گیا ہے۔

marfat.com

قلبِ انور آپ کے قلبِ اطہر نے اسرارِ الٰہیہ معارفِ ربانیہ کی امانات کو سب سے پہلے قبول کیا ہے لہٰذا یہ سب سے پہلے مخلوق ہوا جیسا کہ پہلے اس کا ذکر ہو چکا ہے اور صورت سب انبیا علیہم السلام سے آخر میں بنی۔ لہٰذا آپ بیک وقت اوّل بھی ہیں اور آخر بھی۔ اور کمالاتِ خلقیہ وخُلقیہ کے جامع ترین بھی۔

آپ کو معلوم ہونا چاہیئے جو بار امانت آپ کے قلبِ اطہر نے اٹھایا وہ کوئی نہیں اٹھا سکا۔ متعدد بار شق قلب ہوا اور نور وحکمت پُر کیا گیا خون کا وہ لوتھڑا جو شیطان کا حصہ ہے اسے نکالا گیا چنانچہ اس پر تفصیل سے رضاعت کے مبحث میں گزر چکی ہے محاسن ظاہریہ جو کہ اخلاق باطنہ کی علامت ہوتے ہیں مخلوق میں سے کوئی ان میں آپ کے مساوی نہ ہو سکا تو کوئی قلب آپ کے قلبِ اطہر کے بھی مساوی نہیں ہو سکتا۔

ازدواجی زندگی مبارک حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا اپنی بیوی سے مباشرت فرمانا۔ اور آپ میں قوتِ جماع اس کے متعلق حضرت انس سے صحیح روایت سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا ہم آپس میں گفتگو کیا کرتے تھے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے تیس ۳۰ مردوں کی طاقت عطا فرمائی ہے امام اسماعیل بخاری نے روایت کیا کہ مجھے چالیس جنتی مردوں کی طاقت دی گئی۔ ترمذی کی روایت کے مطابق جنتی آدمی کی طاقت سو مردوں کے برابر ہے۔ اور اسے غریب کہا۔ اگر چالیس کو سو سے ضرب دیں تو چار ہزار بنتا ہے (تو اس سے معلوم ہوا کہ آپ میں چار ہزار مردوں کی طاقت تھی) اس کے باوجود آپ نہایت قلیل غذا تناول فرماتے یہ دونوں چیزیں خرقِ عادت آپ میں جمع تھیں۔

آپ احتلام سے محفوظ تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور جملہ انبیا علیہم السلام کو کبھی احتلام نہیں ہوا کیونکہ یہ شیطان کا فعل ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رمضان المبارک میں فجر کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بغیر احتلام کے جنبی ہوتے تھے (بیوی سے شب باشی کرنے کے بعد وجوبِ غسل کا نام جنبی ہے) پھر آپ غسل فرماتے

marfat.com

اور روزہ رکھتے ۔ اس عبارت میں "بغیر احتلام" کی قید سے مفہوم پیدا ہوتا ہے کہ آپ پر احتلام کی نسبت جائز ہے ورنہ استثنا کرنے کا کیا فائدہ ؟ (اس کا جواب یہ ہے کہ استثنا کی بنیاد عدم جواز پر ہے ۔ اور یہ قید اتفاقی ہے) اس حدیث میں احتلام کا مطلب یہ ہے ۔ کہ خواب میں بغیر کچھ دیکھے انزال ہو جائے اور جو خواب میں دکھائی دیتا ہے وہ شیطان ہے ۔

قدم مبارک

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم کی توصیف میں کثیر روایت میں شَثْنُ الْقَدَمَیْنِ وارد ہے ۔ (دونوں قدم مبارک نرم اور فربہ تھے)

اے غلط اصابع فربہ و نرم پاؤں کی انگلیاں

آپ کے پائے اقدس کی انگشت سبابہ پاؤں کی تمام انگلیوں سے بڑی تھی جو آپ کے دست مبارک کی انگشت شہادت بہ نسبت بیچ کی انگلی کے دراز تھی ۔ جس کسی نے یہ کہا وہ غلط ہے ۔

کَانَا لَا اَخْمَصَ لَهُمَا ۔ ترجمہ: آپ کے پاؤں زمین سے بلند نہ تھے ۔ (یعنی دونوں قدم مبارک ہموار تھے ۔)

ایک روایت میں مَسِیحَ الْقَدَمَیْنِ (ہموار قدم) آتا ہے یعنی آپ کے قدم مبارک نرم اور پورے زمین پر لگتے تھے ۔

قامت مبارک

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قامتِ زیبا لطیف ، درست اور چست تھا ۔ نہ کوتاہ نہ بہت دراز لیکن مائل بہ درازی تھا ۔ جب آپ کسی قوم میں تشریف لاتے ۔ تو انہیں چھپا لیتے اور ان کے پست و کوتاہ قد لوگ آپ کے قریب چھپ جاتے اگر دو آدمی دائیں بائیں ہوتے تو آپ دونوں سے بلند نظر آتے اور جب ان کے درمیان سے جدا ہو جاتے تو پھر منسوب بہ متوسط القامت ہوتے ۔

marfat.com

رفتار مبارک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار مبارک کے متعلق حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی حدیث میں ہے۔

كَانَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَشٰى تَكَفَّأَ كَاَنَّمَا يَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ۔	ترجمہ: رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار جب چلتے تو جھک کر چلتے گویا کہ اوپر سے اتر رہے ہیں۔

آپ چلتے تو زمین سے پورا قدم اٹھاتے اور کشادہ رکھتے اور آسان وسبک اور تیز بغیر حرکت کے چلتے۔ ناظم علامہ بوصیری نے وَالْمَشْیُ رفتار اَلْهُوَیْنَا سکون واطمینان کی رفتار۔ ایسی رفتار والوں کی تعریف اللہ تعالیٰ نے کی ہے۔

عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا ۔[1]	ترجمہ: رحمٰن کے خاص بندے تو وہی ہیں جو زمین پر آہستہ چلتے ہیں۔

ترمذی میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی کو راہ میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تیز تر چلتے نہیں دیکھا گویا کہ زمین آپ کے قدموں کے نیچے سے لپٹی جاتی تھی اور ہم آپ کی ہمراہی میں تکان اور محنت محسوس کرتے تھے۔ آپ کے ساتھ رہنے کے لیے ہمیں دوڑنا پڑتا تھا جس سے ہمارے سانس پھول جاتے تھے لیکن آپ کو کچھ محسوس نہ ہوتا تھا اور آپ معمول کے مطابق بے تکلف چلتے تھے اور اصلاً اضطراب نہ فرماتے تھے یہ چلنا اولو العزم، اہل ہمت اور شجاعت، کا آئینہ دار ہے اور یہ چلنا اقسام رفتار میں قوی واعتدال پر ہے اس سے اعضا کو راحت وآرام ملتا ہے۔

کثیر لوگ تعادت افتادیعنی افسردہ اور مریل مانند خشک لکڑی کے مٹھی چال ہے۔ یا ازعاج یعنی طیش وخفت۔ سبک سری اور پریشانی کی چال چلتے ہیں۔ جو کہ مذموم وقبیح اقسام رفتار میں سے ہیں۔

اور جب آپ صحابہ کرام کے ساتھ چلتے تو صحابہ کو اپنے آگے آگے چلاتے اور خود

---

[1] پارہ ۱۹، سورۂ فرقان، آیت ۶۳۔

marfat.com

ان کے پیچھے رہتے۔ فرماتے۔

خَلُّوْا ظَهْرِي لِلْمَلَائِكَةِ۔ ترجمہ: میری پشت کو فرشتوں کے لیے خالی چھوڑ دو۔

بے سایہ و سائبانِ عالم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا نہ آفتاب کی روشنی میں نہ ماہتاب کی طلعت میں۔ ہو سکتا ہے کہ آپ کی دُعا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ نُوْرًا کا سبب ہو[1] اے اللہ مجھے نور فرما۔

رنگ مبارک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ مبارک روشن و تاباں تھا۔ جمہور صحابہ کا اتفاق ہے کہ آپ کا رنگ مبارک مائل بہ سفیدی تھا۔ سفیدی کے ساتھ ہی آپ کی توصیف کی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ کا رنگ سُرخ و سفید تھا۔ بعض نے کہا کہ جو شخص کہے کہ آپ کا رنگ سیاہ تھا وہ کافر ہو جائے گا۔ ایک قول ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے کیونکہ سیاہی سے توہین ہوتی ہے۔

پسینہ و فضلات کی خوشبُو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عجیب صفات میں سے ایک پاکیزہ و طیب خوشبُو ہے یہ آپ کی ذاتی تھی کسی قسم کی خوشبو استعمال کیے بغیر ہی دنیا کی کوئی خوشبو آپ کے جسم اطہر کی خوشبُو سے ہمسری نہ کر سکتی تھی۔

ابو یعلیٰ اور طبرانی نے روایت کیا ہے ایک شخص کو اپنی لڑکی کو اس کے شوہر کے گھر بھیجنے کے لیے خوشبُو کی ضرورت تھی بہت جستجو کی مگر نہ مل سکی۔ تو اس نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض حال کیا کہ حضور کوئی خوشبو عطا فرمائیں۔ مگر کوئی خوشبو موجود نہ تھی۔ تو حضور نے شیشی طلب فرمائی تاکہ اس میں خوشبو ڈال دی جائے پھر آپ نے اپنے جسم اقدس سے پسینہ لے کر اس شیشی میں ڈال دیا اور فرمایا جا کر اسے اپنی بیٹی کے جسم پر مل دو جب اسے ملا گیا تو سارا مدینہ خوشبُو سے مہک گیا اور اس

---

[1] ای دقیقہ دانِ عالم   بے سایہ و سائبانِ عالم

(مولانا جامی)

گھر کا نام ہی "بیت المطیبین" خوشبو والا گھر رکھ دیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب کوئی صحابی بقصدِ حضوری آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا اور آپ کو کاشانۂ اقدس میں نہ پاتا تو وہ راستہ میں آپ کی اس خوشبو کو سونگھتے جو آپ کی گذرگاہ ہونے کے سبب راہ میں پھیلی ہوئی تھی۔ مدینہ کے جس کوچہ میں وہ خوشبو محسوس کرتے چلے جاتے تھے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اس راہ سے گزرے ہیں۔

بوقت قضائے حاجت زمین کا شق ہوجانا غریب روایت میں ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کا ارادہ فرماتے تو زمین میں شگاف پڑجاتا اور زمین آپ کا بول و براز اپنے اندر سمو لیتی اور اس جگہ خوشبو پھیل جاتی تھی۔ اس براز کو کسی نے نہ دیکھا حافظ عبد الغنی نے اس کی تائید کی ہے۔

پیشاب مبارک اب رہی پیشاب کی کیفیت تو اس کا کثرت صحابہ نے مشاہدہ کیا ہے اور صحابہ کرام اس سے شفا حاصل کرتے اور ایسے خون مبارک بھی بطور شفا نوش کیا گیا ہے۔

آپ کے فضلات طیب و طاہر ہیں اسی لیے ہمارے آئمہ کرام نے کہا کہ آپ کے فضلات دخون، بول، براز وغیرہا، طیب و طاہر ہیں۔

نیند مبارک حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر خفیف نیند آتی تھی اور نیند کا غلبہ نہ ہوتا تھا کہ وہ غفلت قلب جو بکثرت اکل طعام سے ہوتا ہے۔ دیگر انبیا علیہم السلام پر بھی نیند کا غلبہ نہ ہوتا تھا کہ جس سے دل میں غفلت پیدا ہو آپ کی چشمان مبارک سوتیں اور قلب اطہر ہمیشہ بیدار رہتا۔ اسی لیے تو نیند سے آپ کا وضو نہ ٹوٹتا جس کی وجہ سے آپ کا قلب اطہر دائمی بیدار مشاہدہ حق تعالیٰ میں محو رہتا اسی لیے آپ کو بیدار نہ کیا جاتا کہ شاید اس حالت میں وحی کا نزول ہو رہا ہو۔

marfat.com

یہ اس حدیث کے منافی نہیں جس میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے رات گئے تک سفر جاری رکھا آخر شب میں آرام کیا تو نماز ادا کرنے سے قبل سورج طلوع ہوگیا کیونکہ سورج کے طلوع ہونے کا احساس وغیرہ ظاہری چشم کے ساتھ ہے ہوسکتا ہے کہ دل مشاہدۂ حق میں مستغرق اور چشمانِ مبارک محوِ خواب جس کی وجہ سے وقت معلوم نہ ہوسکا تاکہ احکامِ شریعت کی تشریح ہوسکے نماز میں سہو کا واقع ہونا بھی اسی پر محمول ہے۔

بعض نے تاویل کی کہ خواب ایسا تھا اس میں دل بھی غافل ہوگیا ہو۔ لیکن یہ تاویل مردود ہے کہ غفلتِ قلب کا ثبوت نہیں ملتا۔ یوں بھی لا نیام کی بلا دلیل ظاہر سے عدول کرکے تاویل مردود ہے۔

یہاں محاسن ذات کا ذکر ختم ہوا اب ہم محاسن اخلاق وصفات کا ذکر کرتے ہیں۔

خُلقِ عظیم

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے اتنے اعلیٰ، اشرف، اور پاکیزہ اخلاق تھے کہ کوئی آپ کا ہمسر نہیں ہوسکتا۔ آپ کے کمالات وصفات جلالُ جمال کا احاطہ اور حیطۂ تحریر میں نہیں لائے جا سکتے اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ[1] ترجمہ: اور بے شک تمہاری خو بو بڑی شان کی ہے۔

خلق کی صفت عظیم کے ساتھ بیان کی اور اعلیٰ جو استعلاء کے لیے آتا ہے جس سے صاف عیاں ہوتا ہے آپ اعلیٰ اخلاق کے مالک ہیں جہاں دوسرے کی رسائی تک نہیں اور کریم کے ساتھ وصف بیان نہیں کی کیونکہ اس سے مراد سخاوت وایثار ہے اور اس کا انحصار نہیں جس طرح مومنین پر رحمت کی انتہا اور کفار پر غلظت کی انتہا۔ لہٰذا افعام انتقام مساوی ہوئے لہٰذا اکرم کی ہمت اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔ بایں وجہ عظیم صفت ذکر کیا۔ جس کا تعلق قلب سے ہے۔

مروی ہے:

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ وَكَمَالِ مَحَاسِنِ الْاَفْعَالِ۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے مجھے مکارم اخلاق کی تمام اور محاسنِ افعال کی تکمیل کے لیے بھیجا ہے۔

---

[1] پارہ نمبر ۲۹، سورۂ نون والقلم، آیت نمبر ۴

marfat.com

اور موطا کی روایت میں ہے۔

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ۔ ترجمہ: میں مکارم اخلاق کی تکمیل کے لیے مبعوث ہوا ہوں۔

چنانچہ آپ ہر عمدہ خلق کے جامع ہیں اس لیے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

کَانَ خُلُقُہُ الْقُرْاٰنِ۔ ترجمہ: آپ کا خلق قرآن تھا۔

شیخ شہاب الدین عوارف المعارف میں اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ اس میں ایک لطیف اشارہ ہے کہ آپ صفاتِ الٰہیہ سے متخلق تھے۔ بجائے جلال اور لطیف متعال کی حیا فرماتے ہوئے قرآن کہہ دیا اس میں کمال ادب ہے۔ بعض عارفین نے کہا آپ کا خلق اعظم اس لیے ہے کہ جمیع مخلوق کی طرف مبعوث ہونا تھا۔

ام المومنین کے کلام سے معلوم ہوا کہ جو کچھ قرآن کریم میں اخلاق وصفات محمودہ مذکور ہیں آپ ان سب سے متصف تھے۔ جس طرح قرآن کریم کے معانی لاتتناہی ہیں اور جزئیات کا انحصار نہیں ہو سکتا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ کریمہ سب کے سب فطری، جبلی اور پیدائشی ہیں نہ کہ علمی اور اعمال سے حاصل کردہ ہیں بلکہ اول خلقت اور اصل فطرت میں بغیر اکتساب وریاضت کی محنت اٹھائے سے حاصل ہیں۔ اور وہ سب وجودِ الٰہی کے اجتبأ اور اس کے لاتتناہی فضل کے فیض سے ہیں۔

کمال خلق کمال عقل سے مسترشح ہوتا ہے کہ فضائل کو حاصل کرتی ہے اور نقائص سے اجتناب کرتی ہے۔ عقل رُوح کی لسان ترجمان ہے لہٰذا آپ جوہر انسان اور جوہر بصیرت ہیں۔ مشہور حدیث "اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْعَقْل" موضوع ہے۔ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عقل کمال کی انتہا پر فائز ہوتا جہاں کسی کے عقل کی رسائی نہیں۔

آپ کا بے مثل عقل مُبارک

اسی لیے ابو نعیم اور ابنِ عساکر وہب سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے اکانوے کتب کا مطالعہ کیا جن میں درج ہے ابتدائے آفرینش سے تا اختتام دنیا تمام لوگوں کے عقول

marfat.com

کو جمع کیا جائے تو آپ کے عقل مبارک کے سامنے ایسا ہے گویا کہ ریگستان کے مقابلے میں ریت کا ایک ذرہ ہو۔

چنانچہ اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ عرب کے وحشی درندوں جیسے لوگ جو ایک دوسرے کے قتل کے درپے اور باہمی منافرت رکھتے تھے۔ اور سابقہ امم کے حالات سے نابلد تھے کو کمال عقل عطا کر کے دنیا کا راہنما بنا دیا۔

ابن حجر کے جوہرات میں سے امام بوصیری کے اس شعر کی تشریح۔

كُلُّ فَضْلٍ فِي الْعَالَمِينَ فَمِنْ　　فَضْلِ النَّبِيِّ اسْتَعَارَهُ الْفُضَلَاءُ

ترجمہ: ہر فضل جو کائنات میں موجود ہے وہ فضیلت والوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل سے مستعار لیا ہے۔

شرافت و بزرگی میں تمام انسان آپ کے گداگر ہیں

تمام کمالات و محامد، اوصاف حمیدہ آپ اللہ تعالیٰ سے حاصل کرتے ہیں اور آپ کے توسط سے جملہ انسانوں کو ملتے ہیں پس جس کامل کو بھی کوئی کمال حاصل ہوا تو وہ آپ کے کمال کا حصہ ہے۔ تمام آیات و معجزاتِ انبیا آپ کے نور سے مستفاد ہیں۔

آپ فضل و کمالات کے آفتاب اور انبیا علیہم السلام ستارے ہیں جس طرح ستاروں کا ذاتی نور نہیں ہوتا بلکہ ان کی روشنی آفتاب سے مستنیر ہوتی ہے جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو ستاروں کی روشنی مدہم اور غائب ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی حضرات انبیا کرام آپ کی بعثت سے قبل اپنے انوار و تجلیات سے دنیا کو روشن کر رہے تھے وہ انوار و تجلیات آپ کے نور سے مستفیض تھے۔

چنانچہ خلافتِ آدم علیہ السلام کا ظہور اور ان کا کل اسماء کے علم کا احاطہ کرنا حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے جوامع الکلم سے مستفاد ہے۔ یونہی ہر نبی کا کمال و معجزہ آپ کے کمالات سے مستفاد ہے یہاں تک کہ تمام مخلوق کا وجود آپ کے وجود سے مستعار ہے۔
جب آفتاب کمالات و صفات محمودہ کا طلوع اور تاباں ہوا تو اس کے نور میں تمام انوار

marfat.com

گم ہو گئے - لہٰذا جو کمال بھی کسی نبی و رسول کو عطا ہوا۔ وہ ان سے بڑھ کر آپ کو عطا ہوا۔ جیسا کہ اصحاب سیر نے اس کی تصریح کی ہے۔

اگر جناب ابوالبشر ہیں تو آپ ابوالانبیاء ہیں

ان کمالات میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالٰے نے جناب آدم علیہ السلام کو اپنے دستِ قدرت سے تخلیق فرمایا اور ہمارے آقا و مولیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا شقِ صدر اور نور و حکمت سے پُر کرنا عطا فرمایا۔ اگر جناب صفی اللہ علیہ السلام سے بشریت و جسمیت کی ابتدا ہوئی تو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے نبوت و رسالت کی ابتدا ہوئی۔ چنانچہ آدم علیہ السلام کو مسجودِ ملائکہ بنایا کہ آپ کی جبین مبارک میں نورِ مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم جلوہ گر تھا۔ جیسا کہ امام فخرالدین رازی نے تصریح کی ہے۔

جامع کمالاتِ انبیاء

اور حضرت ادریس علیہ السلام کو مکانِ علیا سے نوازا تو رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو شبِ معراج ان سے بھی مقامِ علیا عطا کیا۔ جناب نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کو طوفان سے نجات دی تو اُمتِ محمدیہ کو عذابِ عام سے محفوظ رکھا۔

نیز تفسیر کبیر میں رازی نے روایت نقل کی ہے کہ سفینۂ نوح کے عوض اللہ تعالیٰ نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اعجاز عطا ہوا کہ آپ کے پکارنے سے پتھر پانی پر تیرتے ہوئے آپ کے حضور حاضر ہوا۔ اور آپ کی نبوت و رسالت کی شہادت دی۔

کلیم و حبیب میں فرق

جناب خلیل اللہ علیہ السلام نے نارِ نمرود گلزار کی تو آپ پر نارِ حرب و قتال کو ٹھنڈا کیا جس کی شہادت قرآنِ کریم دیتا ہے۔

كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ[1]

ترجمہ: جب کبھی لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کو بجھا دیتا ہے۔

---

[1] پارہ ۶، سورۂ مائدہ، آیت ۶۴۔

marfat.com

نسائی میں ہے کہ ایک بچہ آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ جو آگ میں جھلس گیا تھا۔ تو آپ نے دستِ اقدس پھیرا تو وہ تندرست و شفایاب ہو گیا۔

○ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مقامِ خُلّت سے شرف یاب کیا تو ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو مقامِ محبت و مودّت اور شانِ محبوبی سے مشرف کیا جو اس سے بھی ارفع و اعلیٰ ہے۔ اسی سبب سے جب ابراہیم علیہ السلام نے شفاعت عظمیٰ کا سوال کیا تو پردۂ غیب سے انہیں اس سوال سے باز رکھا۔

خلیل اللہ علیہ السلام نے کعبہ کی تعمیر کی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرِ اسود کو اپنے مقام پر نصب کیا جب کہ قریش اس کو بارے سخت نزاع تھا۔

○ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ اعجاز عطا کیا کہ ان کا عصا اژدھا بن گیا تو ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجر میں استن گریہ و نالہ کناں ہوا جو اس سے بھی عجیب تر ہے۔

○ امام رازی وغیرہ نے ذکر کیا کہ ایک مرتبہ جب ابو جہل نے آپ پر پتھر پھینکنے کا ارادہ کیا۔ تو آپ کے دونوں شانوں کے درمیان سے دو سانپ نمودار ہوئے تو وہ مرعوب ہو کر واپس مڑ گیا۔

○ جناب کلیم اللہ علیہ السلام کو ید بیضا عطا کیا جس سے آنکھ کی روشنی چکا چوندھ گئی تو رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک رات عباد بن بشر اور اسید بن حضیر کے لیے ایک چھڑی پر ہاتھ پھیرا تو وہ روشن ہو گئی اس کی روشنی میں وہ گھر جا رہے تھے جب ان کے راستے جدا ہوئے تو دوسرے نے اپنے عصا کو اس سے مس کیا تو وہ بھی روشن ہو گیا۔ اس کو حاکم نے صحیح کہا۔

امام بخاری نے اپنی تاریخ بیہقی اور ابو نعیم نے حمزہ اسلمی سے روایت کیا کہ ہم ایک تاریک رات میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں سفر کر رہے تھے کہ ایک دوسرے سے جدا ہو گئے تھے۔ تو آپ نے میری انگلیوں کو پکڑا تو وہ روشن ہو گئیں میں نے ہاتھ اوپر اٹھایا تو سب لوگ اس روشنی پر جمع ہو گئے۔

○ حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کو فلق بحر (دریا میں راستہ بنانا) دیا تو آپ کو شق قمر دیا۔

جو اس سے بھی اعلیٰ ہے کیونکہ اس میں تسخیر علویات ہے مزید برآں زمین و آسمان کے مابین ایک سمندر جس کو مکفوف کہتے ہیں۔ اس زمینی سمندر کی نسبت اس کے مقابلے میں ایک قطرہ کی ہے جن کا انفلاق شبِ معراج ہوا۔

نیز آپ کے انگشتہائے دستِ مبارک سے پانی جاری ہونا پتھر سے پانی نکلنے سے عجیب تر ہے کیونکہ پتھر زمین کی جنس ہے جس سے پانی نکلتا رہتا ہے۔

○ موسیٰ علیہ السلام کو ہمکلامی سے مشرف کیا تو آپ کو مقام قاب قوسین پر بلا کر ہمکلامی اور چشمِ ظاہری سے دیدار عطا کیا۔ کلیم اللہ کو جبل طور پر ندا آئی تو آپ کو مافوق العرش پر ندا آئی۔

○ حضرت ہارون علیہ السلام کو فصاحت دی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے بڑھ کر فصاحت و بلاغت عطا کی۔ ان کی زبان عبرانی تھی اس سے عربی زبان زیادہ فصیح ہے۔ اس لیے ان کی فصاحت معجزہ نہ تھی۔ جب کہ ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت معجزہ بلکہ اعجاز تھی یہ سب کے نزدیک مسلّمہ ہے اس وجہ سے بھی آپ کا کلام معجزہ ہے کہ یہ مغیبات پر مشتمل ہے۔ جو صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوا۔ اس بنا پر بعض صحابہ نے عرض کیا۔ ہم نے آپ سے بڑھ کر کوئی فصیح نہیں دیکھا۔ تو آپ نے فرمایا کیوں نہ ہو تا جب کہ عربی زبان میں فصیح و بلیغ قرآن حکیم میری زبان میں نازل ہوا ہے۔

○ سیدنا یوسف علیہ السلام کو حسن کا ایک حصہ و جزو عطا ہوا اور آپ کو کل حسن عطا کیا گیا جیسا کہ حدیث پاک میں ہے ان کو تاویل رویا کا کمال ملا تو آپ کو بھی تعبیر رویا میں کمال عطا کیا گیا جیسا کہ قرآن حکیم سورۂ یوسف میں ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی تین اشخاص تعبیر رویا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بے شمار اشخاص کی تعبیر رویا بیان کی جس طرح تعبیر بیان کی اسی طرح وقوع ہوا۔

داؤد علیہ السلام اور آپ کے معجزات میں تقابل

حضرت داؤد علیہ السلام کے

marfat.com

ہاتھ لوہا موم ہو جاتا تھا تو آپ کے دستِ حق میں خشک لکڑی سرسبز و شاداب ہو جاتی اور اُمِّ معبد کی بکری کے خشک تھنوں میں آپ کے دستِ رحمت کی برکت سے دودھ اتر آیا اور نہ ہی اس نے کوئی بچہ جنا تھا۔

کمالات سلیمان علیہ السلام اور آپ میں تقابل

حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے پرندوں کی زبان کی پہچان عطا فرمائی۔ تو آقا علیہ السلام سے پتھر نے کلمہ پڑھا۔ آپ کی مٹھی میں کنکروں نے تسبیح پڑھی۔ زہر آلود طعام نے کلام کی۔ ہرن اور اونٹ نے شکایت کی۔

○ سلیمان علیہ السلام ہوا پر صبح و شام ایک ایک ماہ کا سفر طے کرتے، تو آپ براق پر جو ہوا سے بھی تیز تر ہے سوار ہو کر ایک لحظہ میں فرش سے عرش پر پہنچے۔ جس کی مسافت کم از کم سات ہزار برس ہے۔ اور اس سے مستوی اور رفرف تک جس کی مسافت بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔

○ ہوا سلیمان علیہ السلام کو اطرافِ زمین پر لے جاتی اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے زمین سمیٹ دی گئی تو آپ نے اس کے مشارق و مغارب کو دیکھا۔ زمین کے اطراف کے دیکھنے اور زمین آپ کے لیے سمٹنے میں کتنا فرق ہے۔

جنابِ سلیمان علیہ السلام کو تسخیر جنات عطا ہوئی تو آپ نے وہ جن جو نماز میں مخل ہونا چاہتا تھا کو پکڑ کر مسجد کے ستون کے ساتھ باندھنے کا ارادہ کیا۔ اور جنات کی طرف مبعوث ہوئے۔ اور جنات آپ پر ایمان لائے جب کہ سلیمان علیہ السلام کے لیے صرف عمل کی تسخیر تھی۔

سلیمان علیہ السلام کے لشکر میں پرندے آپ کے مسخر تھے تو آپ کے لیے غارِ ثور کے دہانے پر کبوتر نے انڈے دیئے اور عنکبوت نے جال بنا۔ یہ معجزہ اس سے عجیب تر ہے کہ قلیل شئی کے ساتھ کثیر دشمن سے آپ کو محفوظ رکھا۔

کمالاتِ عیسٰے اور محمد رسول اللہ علیہما السلام میں فرق

عیسٰے علیہ السلام نے

marfat.com

پیدائشی اندھوں، برص والوں کو شفا دی اور مُردوں کو زندہ کیا تو ہمارے رسُولِ معظم صلے اللہ علیہ وسلم نے آنکھ سے باہر نکلے ہوئے ڈھیلے کو اصل مقام پر رکھ کر بصارت عنایت کی۔

امام فخر الدین رازی نے روایت کیا کہ آپ نے برص والوں کو بھی شفا دی۔

بیہقی نے روایت کیا کہ ایک شخص نے کہا کہ میں اس شرط پر ایمان لاتا ہوں کہ آپ میری مُردہ بیٹی کو زندہ کر دیجیے تو آپ اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور مخاطب کیا تو اس نے جواب دیا۔

کنکروں کا کلمہ پڑھنا۔ استن حنانہ۔ مُردوں کے کلام کرنے سے زیادہ بلیغ ہے کیونکہ وہ کلام کرنے والوں کی جنس سے ہیں۔

حاصل کلام

الغرض جتنے کمالات و معجزات و محامد جملہ انبیاء کرام علیہم السلام کو ملے وہ سب آپ کی ذات میں مجتمع ہیں اس کے علاوہ بھی لامحدود کمالات وصفات محمودہ عطا کیے جو حیطۂ تحریر میں نہیں آسکتے۔

خلقت رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

امام ابن حجر کے وہ جواہرات جو امام ترمذی کے شمائل میں باب ان احادیث میں جو رسُولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خلقت کے متعلق آئی ہیں کی شرح میں بیان کیے ہیں آدمی کا ایمان اس وقت مکمل ہوتا ہے جب یہ اعتقاد رکھے کہ جتنے بھی محاسنِ ظاہرہ انسان میں جمع ہو سکتے ہیں وہ با حسن وجود حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم میں موجود ہیں۔ جس کی وجہ یہ ہے۔ محاسن ظاہرہ دلیل ہیں محاسن باطنہ اخلاقِ زکیہ کی۔ جب اخلاق زکیہ و محاسن باطنہ میں آپ کا کوئی ہمسر نہیں تو ان کی دلیل یعنی محاسن ظاہرہ میں بھی آپ کا ہمسر نہیں۔

آپ کا حُسن مستور ہے۔

قرطبی نے بعض کے حوالے سے نقل کیا کہ آپ کا حُسن مکمل ظاہر نہیں ہوا اور نہ کسی کو دیکھنے کی طاقت ہوئی۔ آپ کی تخلیق پر کلام کا تقاضا ہے۔ پہلے آپ کے ابتدائے وجود کے متعلق گفتگو کی جائے۔ اگرچہ اس کے متعلق مصنف نے کچھ بیان نہیں کیا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی تخلیق سے پچاس ہزار سال قبل تقدیر کو پیدا کیا۔ اس وقت عرش الٰہی پانی پر تھا۔ جوام الکتاب میں لکھا گیا ان میں سے ایک یہ ہے۔

marfat.com

حدیث صحیح میں ہے۔

اِنَّ مُحَمَّدًا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ اِنِّي عِنْدَ اللّٰهِ فِي اُمِّ الْكِتَابِ لَخَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَاِنَّ آدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِي طِيْنَتِهِ۔	ترجمہ: بے شک رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ تحقیق میں اللہ تعالیٰ کے حضور ام الکتاب میں خاتم النبیین تھا جب کہ آدم علیہ السلام مٹی میں تھے۔

یعنی رُوح ڈالے جانے سے قبل آپ کا جسم گرمی و تپش میں رکھا ہوا تھا۔

صحیح حدیث میں ہے کہ:۔

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَتٰى كُنْتَ نَبِيًّا فَقَالَ وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ۔	ترجمہ: یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ کب سے نبی ہیں فرمایا جب ابھی آدم علیہ السلام رُوح وجسم کے مابین تھے

ایک روایت میں متٰی کتبت کتابت سے ہے۔ آپ کب سے نبی مقرر ہوئے۔

یہ حدیث کہ۔

كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ۔	ترجمہ: میں نبی تھا جب کہ آدم آب و گل میں تھے۔

بعض حفاظ ان الفاظ سے کسی حدیث پر مطلع نہ ہوئے۔ اور مصنف کی روایت حسن ہے۔

مَتٰى وَجَبَتْ لَكَ النُّبُوَّةُ قَالَ وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ۔	ترجمہ: یا رسول اللہ آپ کو نبوت کب ملی تو فرمایا ابھی آدم علیہ السلام رُوح وجسم میں تھے۔

وجوب وکتابت نبوت کا مطلب

نبوت کے وجوب اور کتابت کا مطلب اس کا خارج میں ظہور ہے۔ جیسے كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ۔ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ۔ میں ظہور اور تقرر مراد ہے۔ یہاں حدیث میں مراد ہو گا کہ آپ کا ملائکہ پر ظہور اور عالم ارواح میں آپ کی

marfat.com

روح کا ظہور تا کہ جملہ انبیائے کرام علیہم السلام پر برتری شرف اور بزرگی کا اظہار ہو۔

اس اظہار تخلیق کے ساتھ مخصوص کرنے میں حکمت یہ ہے کہ تخلیق آدم ارواح کا عالم اجساد میں داخل ہونے وقت ہے۔ اس وقت امتیاز اتم و اکمل ہوگا جب مبدٔ ظہور بشریت پر شرف و بزرگی حاصل ہے تو دوسروں پر بطریق اکمل شرافت حاصل ہوگی۔

امام غزالی نے یہ حکمت بیان کی اس حدیث میں اپنے وجود سے قبل نبوت کے ساتھ اتصاف فرمایا۔ اور اسی طرح حدیث شریف کہ:

اَنَا اَوَّلُ الْاَنْبِیَاءِ خَلْقًا وَّاٰخِرُھُمْ بَعْثًا۔ ترجمہ: میں تخلیق کے اعتبار پہلا اور بعثت کے لحاظ سے آخری نبی ہوں۔

تو یہاں تخلیق سے تقدیر مراد ہے اگرچہ بشریت کی ابتداء سے قبل لوگ موجود نہ تھے۔ مگر کمالات و غایات تقدیر میں ضرور موجود تھے۔ جس بنا پر آپ نے یہ ارشاد فرمایا۔

اس کی توضیح یوں کی جاسکتی ہے۔ کہ ایک کاریگر مکان تعمیر کرنے سے بیشتر اس کا نقشہ ذہن میں تیار کرتا ہے پھر اس کے مطابق مکان تعمیر کرتا ہے۔ بلا تمثیل خالق کائنات نے پہلے تقدیر لکھی، پھر اس کے موافق مخلوق پیدا کی۔ یہ امام غزالی کے کلام کا ملخص ہے۔

امام سُبکی نے اس کی احسن و ابین توجیح کی کہ اجساد سے بیشتر ارواح کو تخلیق کیا تو سے اپنے روح شریفہ یا اپنی حقیقت کی طرف اشارہ کیا۔ جن کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ یا جن کو اس نے ان پر مطلع کیا۔ پھر حق تعالیٰ نے ہر حقیقت کو جو چاہا اور جس وقت ارادہ عطا کیا تو حقیقت محمدیہ علی صاحبہا التسلیم کو بوقت تخلیق آدم وصف رسالت و ختم نبوت سے متصف کیا یعنی حقیقت محمدیہ علی صاحبہا التسلیم کی تخلیق کے ساتھ ہی وصف نبوت و رسالت کو موصوف کر دیا۔ تو تخلیق آدم سے پہلے ہی آپ نبی تھے۔ اور ان کی تخلیق سے بیشتر ہی عرش پر آپ کا اسم گرامی لکھا تاکہ فرشتوں پر آپ کی بزرگی و عظمت ظاہر ہو جائے۔ تو حقیقت محمدیہ اس وقت موجود تھی۔ اگرچہ وجود عنصری متاخر ہے تو آپ کے تمام کمالات و اوصاف محمودہ، حکمت نبوت و رسالت پہلے ہی سے آپ میں موجود تھے۔ اور ان کا اظہار بعد میں ہوا۔

marfat.com

چنانچہ یہی حقیقت ہی اصلاب مقدسہ سے ارحام طاہرہ میں منتقل ہوتی رہی تا آنکہ سیدہ آمنہ سے ظہور قدسی ہوا۔

ایک غلط تفسیر بعض علماٴ نے غلط تفسیر کی کہ یہ علم الٰہی میں نبی تھا۔ علمِ الٰہی میں نبی ہونے کی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تخصیص نہیں بلکہ جملہ انبیاٴ علیہم السلام اپنی تخلیق سے قبل علمِ الٰہی نبی تھے۔

ابن سعد نے شعبی سے نقل کیا۔

متٰی اِسْتَنْبَئْتَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ وَآدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ حِیْنَ اَخَذَ مِنِّیْ الْمِیْثَاقَ۔	ترجمہ: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ کب نبی بنے تو فرمایا جب آدم علیہ السلام رُوح اور جسد کے مابین تھے جب مجھ سے عہد لیا۔

یہ اس پر دال ہے کہ جب آدم علیہ السلام کی صلب سے نکال کر دیوار پر مٹی کی صورت میں دکھائی گئی تو اس وقت آپ کو نبوت عطا کی گئی اور آپ سے میثاق لیا گیا۔ پھر صلب میں واپس لوٹے اپنے وقت پر ظہور رہوا۔ لہٰذا آپ خلقت کے اعتبار سے اوّل انبیاٴ ہیں آدم علیہ السلام کو بنایا تو پہلے ان کے جسد میں رُوح نہ تھی۔ بعد میں القا کی گئی حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی زندہ تھے اور نبی تھے۔ اور میثاق لیا گیا۔

یہ اس روایت کے منافی نہیں جس میں ہے کہ آدم علیہ السلام کے جسد میں رُوح ڈالنے کے بعد ان کی صلب سے ان کی ذریت نکالی گئی کہ یہ استخراج اول صرف آپ کے ساتھ مخصوص ہو دیگر ذریت کا استخراج میں ہوا ہو۔

تفسیر ابن کثیر میں حضرت علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت۔

اِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ[1]	ترجمہ: اور اس وقت کو یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے انبیاٴ سے عہد لیا۔

---

[1] پارہ ۳، سورۂ آل عمران آیت ۸۱۔

marfat.com

کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے یہ عہد لیا کہ اگر ان کی زندگی اور زمانۂ نبوت و رسالت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظہور پذیر ہوں۔ تو ان پر ایمان لا کر ان کی مدد کرنا۔ اور ہر نبی نے اپنی اپنی اُمّت سے یہ عہد لیا۔

تاج الدین سُبکی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اگر بالفرض ان کی زندگی میں آپ تشریف لائیں تو ان کی طرف مُرسل ہیں جس سے معلوم ہوا کہ آپ کی نبوت و رسالت تمام مخلوق کو آدم علیہ السلام تا قیامت کے لیے عام ہے انبیاء و رسل اور دیگر تمام مخلوق آپ کی اُمّت ہیں جس کا اظہار شبِ معراج نماز پڑھنے اور بروز حشر آپ کے جھنڈے تلے جمع ہونے سے ہو رہا ہے اور اسی کی طرف ان احادیث میں اشارہ ہے کہ میں تمام مخلوق کی طرف مبعوث ہوا ہوں۔ اس سے کُنْتُ نَبِیًّا وَ آدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ کا مطلب بھی ظاہر ہو گیا۔

امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا۔ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ نُوْرَ مُحَمَّدٍ قَبْلَ الْاَشْیَاءِ مِنْ نُوْرِہٖ فَجَعَلَ ذَالِکَ النُّوْرَ یَدُوْرُ بِالْقُدْرَۃِ حَیْثُ شَاءَ اللّٰہُ وَلَمْ یَکُنْ فِیْ ذَالِکَ الْوَقْتِ لَوْحٌ وَلَا قَلَمٌ (الحدیث بطولہ)	ترجمہ: تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق سے بیشتر نورِ محمد کو اپنے نور سے پیدا کیا پس وہ نور اس کی قدرت سے جہاں اللہ نے چاہا گھومتا رہا اور اس وقت لوح و قلم کچھ نہ تھا۔

اس میں اختلاف تھا کہ نورِ محمدی کے بعد کس چیز کو پیدا کیا۔ کچھ علماء نے کہا عرش چونکہ حدیث صحیح میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی پیدائش سے پچاس ہزار برس بیشتر مخلوق کی تقادیر کو پیدا کیا۔ اس وقت اس کا عرش پانی پر تھا۔ دوسرا قول ہے کہ پہلے قلم کو پیدا کیا جیسا کہ حدیث میں ہے۔

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْقَلَمَ۔	ترجمہ: سب سے قبل اللہ تعالیٰ نے قلم کی تخلیق کی۔

marfat.com

قَالَ لَهٗ اُكْتُبْ قَالَ رَبِّ مَا اُكْتُبُ قَالَ اُكْتُبْ مَقَادِيْر كُلِّ شَيْئٍ ۔

ترجمہ: قلم سے کہا لکھ اس نے کہا کہ میرے رب کیا لکھوں تو فرمایا ہر شئی کی تقدیر لکھ۔

لیکن مرفوع حدیث میں ہے کہ پانی کو عرش سے پہلے بنایا۔

ان روایات میں باہمی مطابقت کہ حقیقتاً سب سے پہلے نورِ محمدی کی تخلیق ہوئی۔ پھر پانی پھر عرش پھر قلم یہ سب اشیأ قلم کی تخلیق سے قبل موجود تھیں۔ تو ایک روایت کے مطابق فرمایا۔ مَاکَانَ جو کچھ ہو چکا ہے۔ پانی، عرش، قلم میں اولیۃ اضافیہ یعنی بعد کی اشیأ کی نسبت سے اوّل کہا گیا۔

مروی ہے کہ جب سیدنا آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی نورِ محمدی ان کی صلب میں رکھا جس سے ان کی جبین مبارک تاباں و درخشاں ہو گئی۔ بوقت وصال اپنے فرزند جلیل اور وصی کو اس نور کی حفاظت کی وصیت کی، اور جناب شیث علیہ السلام نے اپنے باپ کی وصیت کے مطابق اپنے فرزند کو اس نور محمدی اصلاب وارحام طاہرات میں رکھنے اور منتقل کرنے کی وصیت کی۔ چنانچہ یہ وصیت بالترتیب سلسلہ وار حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ تک پہنچی اور نور پاک سفاح جاہلیت سے محفوظ رہا جیساکہ متعدد احادیث سے ثابت ہے بالتفصیل اس کا ذکر گذر چکا ہے۔

پھر جناب عبدالمطلب نے اپنے لختِ جگر سیدنا عبداللہ کا سیدہ آمنہ جو کہ تمام مستورات قریش سے افضل تھیں عقد کیا۔ ان کی شب باشی سے وہ نور مقدس صدف رحم سیدہ میں منتقل ہوا استقرار حمل و وقت ولادت خوارق عادات کا ظہور ہوا۔ جن سے آپ کی نبوت و رسالت کی شہادت ملتی ہے۔

اگر لوگ جو استقرار حمل، ولادت اور رضاعت سے متعلق روایات ذکر کرتے ہیں ان میں زیادہ تر ضعیف اور موضوع ہے اور صحیح روایات قلیل ہیں جیساکہ حدیث صحیح ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ نے بوقت ولادت ایک نور دیکھا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے اور یہ سیدہ آمنہ کی خصوصیت ہے کیونکہ

marfat.com

زمین پر تمام عورتوں سے افضل تھیں۔ ایسے ہی یہ بھی حدیث صحیح ہے۔ کہ آپ کی جائے ولادت حرمین کے بعد افضل ترین جگہ ہے اور یہ پہلا مقام ہے جہاں آپ کا ملک کا ظہور ہوا۔

یہ روایت کہ آپ کا مختون (ختنہ شدہ) پیدا ہونا کہ بے شک ضیا مختارہ اور اشرف میں ہے کو صحیح کہا اور حاکم نے کہا اس پر متواتر احادیث ہیں لیکن ذہبی نے اس پر تعاقب کیا کہا کہ متواتر کے کجا میں تو اس کی صحت کو ہی نہیں جانتا۔ زین عراقی کے اقرار سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ مختون والی احادیث ضعیف ہیں۔

سنِ ولادت

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سن ولادت میں اختلاف ہے اکثر نے عام الفیل بتایا اور بعض نے کہا کہ اس پر اتفاق ہے۔ اور مشہور ہے کہ واقعہ فیل کے پچاس دن بعد آپ کی ولادت ہوئی۔ بعض نے چالیس اور بعض نے بیس برس بعد بتائی ہے۔

ماہِ ولادت

جمہور علماء فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ماہ ربیع الاوّل میں ہوئی ۲ تاریخ تھی بعض نے آٹھ کہا کثیر نے اس کو اختیار کیا ہے اکثر محدثین کا بھی یہی قول ہے بعض نے دس اور بارہ جو کہ مشہور ترین ہے اس کے علاوہ بھی اقوال ہیں۔

آپ ماہ ربیع الاوّل اور پیر کے دن کیوں تشریف لائے۔

خالقِ کائنات جل مجدہٗ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو رمضان، محرم کے بجائے ربیع الاول میں جمعہ کی جگہ پیر کے دن پیدا کر کے یہ بتا دیا کہ زماں و مکان کی خوبیاں و بزرگیاں آپ سے وابستہ ہیں نہ یہ کہ کسی جگہ یا کسی وقت کی خوبی سے آپ کو عظمت ملی بلکہ جس وقت اور جس مکان میں تشریف لائے وہ سب زمان و مکان سے بڑھ کر بابرکت ہوگیا۔

اصح بلکہ صواب یہ ہے کہ پیر کے دن جلوہ افروز ہوئے چنانچہ مسلم کی حدیث ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم دوشنبہ کو پیدا ہوئے یہ حدیث اس پر تصریح ہے کہ دن کو ہی دنیا میں تشریف لائے یعنی فجر کے بعد جیسا کہ ضعیف حدیث میں مذکور ہے۔

marfat.com

اسی لیے علامہ بدر زرکشی نے کہا صحیح یہ ہے کہ آپ دوشنبہ کو پیدا ہوئے۔
ابن دحیہ کا یہ کہنا کہ آپ کی ولادت کے وقت ستارہ دن کا گرنا۔ والی احادیث ضعیف ہیں درست نہیں کیونکہ سقوط نجوم خارق عادت ہے تو جس طرح ستارے خرقِ عادت رات کو گر سکتے ہیں اسی طرح دن کو بھی خرق عادت گر سکتے ہیں تو اس روز و شب میں کوئی فرق نہیں۔

مُدت استقرار حمل

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے استقرار حمل کی مُدت نو ۹ ماہ یا دس یا آٹھ یا سات یا چھ ماہ مختلف اقوال کے مطابق ہے۔ آپ کی ولادت صحیح بلکہ صواب یہ ہے کہ مکہ شہر میں ہوئی اور مشہور تر بھی یہی قول ہے عسفان ردم اور شعب کے بھی قول ہیں۔ اور حضرت حلیمہ سعدیہؓ نے آپ کو دُودھ پلایا۔

آپ کے والد ماجد کا انتقال

مشہور ہے کہ آپ کی ولادت سے بیشتر ہی آپ کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا۔ اور مدینہ منورہ میں اپنے ننھیال نبی نجار میں مدفون ہوئے بعض نے کہا کہ ان کا انتقال آپ کی شیر خوارگی کی حالت میں ہوا۔

والدہ ماجدہ کا مدفن

آپ کی والدہ محترمہ کا انتقال بھی مدینہ منورہ کے قرب و جوار میں ہوا اور مقام ابوا میں مدفون ہوئیں بعض نے جو لکھا ہے اس بیران کے احیا والی حدیث دلالت کرتی ہے۔ اگرچہ ضعیف ہے۔ لیکن موضوع نہیں جیسا کہ بعض کا خیال ہے جب کہ بعض متاخرین حفاظ حدیث نے اسے صحیح قرار دیا۔

والدہ محترمہ کے وصال کے وقت آپ کی عمر شریف

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مادر محترم کا انتقال ہوا اس وقت آپ کی عمر چار ۴ برس پانچ ۵، چھ ۶، سات، نو ۹، بارہ ۱۲ ماہ یا دس دن تھی مختلف اقوال ہیں۔

آپ کی کفالت

حضرت عبدالمطلب نے آٹھ، نو ۹ برس یا چھ ۶ سال تک کفالت و

marfat.com

پرورش کی۔ پھر ان کا انتقال ہوگیا۔ آپ کے شفیق عم محترم جناب ابو طالب نے پرورش کا ذمہ لیا آپ بارہ برس کے تھے جب آپ باصرار خود اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ بغرض تجارت شام کا سفر کیا بصریٰ میں بحیرا راہب سے ملاقات ہوئی تو اس نے آپ کے دستِ اقدس کو پکڑ کر کہا۔

هٰذَا سَيِّدُ الْعَالَمِيْنَ هٰذَا يَبْعَثُهُ اللّٰهُ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ۔ ترجمہ: یہ سید العالمین ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ رحمت اللعالمین بنا کر مبعوث فرمائے گا۔

یہ اس نے اس طرح استدلال کیا کہ جب قافلہ بلند مقام پر چڑھا تو :۔

لَمْ يَبْقَ شَجَرٌ وَلَا حَجَرٌ اِلَّا خَرَّ سَاجِدًا وَ لَا تَسْجُدُ اِلَّا لِلنَّبِيِّ۔ ترجمہ: جس درخت اور پتھر سے گزرتے وہ آپ کو سجدہ کرتا شجر و حجر صرف نبی ہی کو سجدہ کرتے ہیں۔

اور آپ کے دونوں شانوں کے درمیان مُہرِ ختم نبوت دیکھ کر ابو طالب سے کہنے لگا ان کو واپس لے جائیے مجھے خطرہ ہے کہ یہود اسے کوئی گزند پہنچائیں۔ اسے ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ابر آپ پر سایہ کرتا جاتا تھا۔

سیدہ خدیجہ کے مال سے تجارت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب پچیس برس کے ہوئے تو آپ کی دیانت و امانت داری کو دیکھ کر حضرت خدیجہ جو کہ مکہ کی مالدار خاتون تھیں نے اپنے غلام میسرہ کے ساتھ مال دے کر شام روانہ کیا اس بار تجارت میں بہت زیادہ نفع ہوا۔ واپس آکر حضرت خدیجہ کے غلام میسرہ نے آپ کی دیانتداری کی بہت توصیف کی تو تین ماہ بعد حضرت خدیجہ نے آپ کو پیغام نکاح دیا۔ اور اس طرح چالیس برس کی خاتون حضرت خدیجہ سے آپ کی شادی ہوئی۔

تعمیر کعبہ کا واقعہ آپ کی عمر پینتیس برس کی ہوگی جب سیلاب کی وجہ سے کعبہ کی دیواروں میں دراڑیں پڑ گئیں۔ تو کعبہ شریف شہید کر کے قریش نے تعمیر کیا جب حجر اسود لگانے کا وقت آیا تو قریش میں شدید اختلاف ہوگیا۔

marfat.com

ہر قبیلے کا سردار کہتا تھا کہ میں اسے اپنے ہاتھ سے نصب کروں گا۔ قریب تھا قتل وغارت کا بازار گرم ہو جاتا تو آپ کے انتہائی دانشمندانہ فیصلے سے سب خوش ہو گئے ہر قبیلے کے سردار سے مل کر حجر اسود کو نصب کیا۔

بعثت جب رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف چالیس برس ہوئی چالیس دن یا دو ماہ سے زائد ہوئی بروز دوشنبہ ماہ رمضان المبارک میں آپ کو ساری کائنات کے لیے رحمت بنا کر مبعوث کیا۔ بعض ربیع الاوّل کا مہینہ لکھا ہے بعثت کے بعد تیئیس برس مکہ اور دس برس مدینہ منورہ میں قیام فرمایا۔ (ابن حجر کا کلام ختم ہوا) اس کلام میں کچھ حصہ ابن حجر کے شرح ہمزیہ میں مذکور ہو چکا ہے لیکن اتمام فائدہ کے لیے اختصار کے ساتھ اسی طرح دوبارہ نقل کیا ہے اسی طرح درج ذیل کلام بھی دوبارہ منقول ہوا ہے۔ شمائل ترمذی باب ما جآء فی تعطر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شرح میں ابن حجر کے جواہرات۔

آپ کے پسینہ مبارک اور جسم مقدس سے خوشبو

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتی خوشبو ایسی تھی کہ کسی قسم کی خوشبو استعمال کئے بغیر ہی دنیا کی کوئی خوشبو مقابلہ نہیں کر سکتی۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے ہر ایک خوشبو خواہ مشک ہو یا عنبر سونگھی ہے لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبوئے اطہر سے زیادہ کوئی نہ تھی اس کو امام بخاری نے لفظ مسکۃ ولا عنبرۃ (کستوری اور نہ عنبر) سے روایت کیا۔ نیز امام احمد نے بھی روایت کیا مصنف نے باب الخلق میں لفظ۔

مِسْکًا وَلَا عِطْرًا کَانَ اَطْیَبَ مِنْ عَرَقِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔	ترجمہ: مشک اور عطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ سے زیادہ خوشبو نہ سونگھی۔

طبرانی نے روایت کیا کہ عتبہ کی زوجیت میں چار عورتیں تھیں ان میں سے ایک کوشش کرتی کہ خوب سے خوب تر خوشبو استعمال کرتی لیکن کسی کی خوشبو عتبہ کی خوشبو

marfat.com

تک نہ پہنچتی تھی جس کی وجہ یہ ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ان کے جسم پر پت کے دانے نکل آئے تھے جن کی وجہ سارے جسم پر آگ کی چنگاریاں سی لگی رہتیں۔ تو آپ نے ان کے پشت اور شکم پر دستِ رحمت پھیرا اس وقت سے یہ خوشبو پیدا ہو گئی تھی۔

طبرانی اور ابو یعلیٰ نے روایت کیا کہ ایک شخص نے اپنی لڑکی اس کے شوہر کے ہاں بھیجنے کے لیے خوشبو کی جستجو کی تھی۔ مگر نہ مل سکی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض گذاشت کی لیکن خوشبو نہ تھی تو آپ نے ایک شیشی طلب فرمائی اور اپنے جسم اقدس سے پسینہ لے کر اس شیشی میں بھر دیا اور فرمایا جاکر اسے اپنی بیٹی کے جسم پر مل دو جب اسے ملا گیا تو سارا مدینہ اس کی خوشبو سے مہک گیا تھا اور اس گھر کا نام "بیت المطیبین" رکھ دیا۔

دارمی، بیہقی اور ابو نعیم سے روایت ہے کہ اگر کوئی صحابی درِ اقدس پر حاضر ہوتا۔ اور آپ کو کاشانۂ اقدس میں نہ پاتا تو وہ راہ میں آپ کی اس خوشبو کو سونگھتے جو آپ کی گزرگاہ ہونے کے سبب راہ میں پھیل جاتی تھی۔ اور صحابہ اس خوشبو سے معلوم کر لیتے کہ حضور علیہ السلام اس راہ سے گزرے ہیں۔ اور جس حجر سے آپ کا گزر ہوتا وہ آپ کو سجدہ کرتا۔

ابو یعلیٰ اور بزاز نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا کہ آپ کا جس راستہ سے بھی گزر ہوتا صحابہ کرام محسوس کر لیتے کہ آپ کا یہاں سے گزر ہوا ہے۔

مسلم شریف میں ہے کہ ایک روز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُمِّ انس (انس کی والدہ) کے گھر تشریف لائے اور دوپہر کے وقت قیلولہ فرمایا۔ چونکہ حضور کو خواب میں بہت پسینہ آیا کرتا تھا تو حضرت انس کی والدہ نے شیشی لے کر آپ کا پسینہ مبارک اس میں جمع کرنا شروع کیا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کھل گئی۔ فرمایا اے ام سلیم! کیا کر رہی ہو؟ عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ کا پسینہ مبارک جمع کر رہی ہوں۔ تاکہ بطورِ خوشبو اسے استعمال کروں۔ کیونکہ یہ سب سے زیادہ خوشبودار ہے۔

اس کے بعد ابن حجر نے وہ احادیث ذکر کی ہیں جو آپ کے فضلات کی طہارت پر

marfat.com

دلالت کرتی ہے اور ان کے آخر میں ذکر کیا کہ اس سے ہمارے آئمہ شافعہ وغیرہ کی جماعت نے طہارتِ فضلات پر استدلال کیا ہے اور یہی مختار مذہب ہے ان کی موافقت میں آئمہ متاخرین نے ادلہ کثیرہ ذکر کیے اور کہا کہ یہ آپ کی خصوصیات میں سے ہے اور بعض نے کہا کہ آپ کے شکم اطہر کو شق کر کے غسل دیا گیا تھا جس کی وجہ سے فضلات طاہر ہیں۔

ابن ہالہ کی حدیث کی تشریح میں ابن حجر کے جواہرات۔

كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَكَلَّمُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ كَلَامُهُ فَصْلٌ وَلَا فُضُولَ وَلَا تَقْصِيْرَ۔

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جوامع الکلم کے ساتھ گفتگو فرماتے آپ کا کلام جدا جُدا اور مفصّل ہوتا نہ الفاظ زائد ہوتے اور نہ اتنے مختصر کہ کلام میں ابہام واشتباہ پیدا ہو جائے۔

یعنی آپ کا کلام حق و باطل کو بیان کرنے والا ہوتا جس میں ضرورت سے زائد اور نہ مقصود سے کم کوئی لفظ ہوتا بلکہ مقتضائے حال کے عین مطابق ہو اطناب اور مساوات میں جو کہ ایک فصیح و بلیغ کی شان اور فصاحت و بلاغت میں آپ کا کوئی ہمسر نہیں ہو سکتا۔

علماء نے اپنی وسعت و طاقت کے اعتبار سے بعض ایسے کلمات جمع فرمائے ہیں۔ جو آپ سے پیشتر کسی نے جمع نہیں کیے چنانچہ چند ایک درج بطور نمونہ کلمات پیش کیے جاتے ہیں۔

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ۔

ترجمہ: آدمی اس کے ساتھ ہو گا جس سے محبت رکھتا ہے۔

اَسْلِمْ تُسْلَمْ وَ اَسْلِمْ يُؤْتِكَ اللّٰهُ اَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ۔

ترجمہ: اسلام لا سلامتی میں رہے گا اور لوگوں کو سلامتی میں رکھ اللہ تعالیٰ دگنا اجر دے گا۔

اَلسَّعِيْدُ مَنْ وُعِظَ بِغَيْرِهٖ۔

ترجمہ: نیک اور خوش بخت وہ جو غیر

marfat.com

سے نصیحت حاصل کرے۔

لَیْسَ الْخَبَرُ کَالْمُعَایَنَۃِ۔ (رواہ احمد) ترجمہ: سننا دیکھنے کے مساوی نہیں ہے۔

اَلْمَجَالِسُ بِالْاَمَانَۃِ۔ (رواہ العقیلی) ترجمہ: محافل کی باتیں امانت ہوتی ہیں۔

اَلْبَلَاءُ مُوَکَّلٌ بِالْمَنْطِقِ۔ (رواہ جماعت) ترجمہ: گفتگو سے مصائب پیدا ہوتے ہیں۔

ابن جوزی نے اسے موضوع نہیں کہا۔

اَیُّ دَاءٍ اَدْوٰی مِنَ الْبُخْلِ۔ (رواہ البخاری) ترجمہ: بخل سے بڑی کوئی بیماری نہیں۔

لَا یَنْتَطِحُ فِیْھَا عَنْزَانِ۔ اے لَا یَقَعُ فِیْھَا نِزَاعٌ۔ ترجمہ: اس میں جھگڑا نہیں ہوتا۔

اَلْحَیَاءُ خَیْرٌ کُلُّہٗ۔ ترجمہ: حیا کامل بھلائی ہے۔

اَلْخَیْلُ نَوَاصِیْھَا الْخَیْرُ۔ ترجمہ: گھوڑا اس کی پیشانی بھلائی ہے۔

اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاھِرِ الْحَجَرُ ترجمہ: بچہ صاحب فراش کا ہے اور زانی کے لیے محرومی۔

اَلْحَرْبُ خُدْعَۃٌ۔ ترجمہ: جنگ دھوکا دہی ہے۔

لَیْسَ الشَّدِیْدُ بِالصُّرْعَۃِ اِنَّمَا الشَّدِیْدُ الَّذِیْ یَمْلِکُ نَفْسَہٗ عِنْدَ الْغَضَبِ۔ (متفق علیہ) ترجمہ: جوان وہ نہیں جو پچھاڑ دے طاقتور وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے پر کنٹرول کرے۔

یَا خَیْلَ اللّٰہِ ارْکَبِیْ۔ (رواہ جماعت) ترجمہ: اے اللہ کے گھوڑو (شاہسوار) سوار ہو۔

کُلُّ الصَّیْدِ فِیْ جَوْفِ الْفَرَاءِ وَھُوَ مُرْسَلٌ جَیِّدٌ۔ ترجمہ: ہر شکار نیل گائے کے پیٹ میں ہے اور وہ کھلا چھوڑا ہے۔

الفراء فا کے فتح سے بمعنی نیل گائے۔

اِیَّاکُمْ وَخَضْرَاءَ الدِّمَنِ اَلْمَرْأَۃُ الْحَسْنَاءُ فِی الْمَنْبَتِ السُّوْءِ۔ (رواہ الجماعۃ) ترجمہ: حسین عورتوں کی شر سے بچو۔

marfat.com

لَا يَجْنِيْ جَانٍ اِلَّا عَلٰى نَفْسِهٖ۔ ترجمہ: زیادتی کرنے والا اپنے ہی نفس پر زیادتی کرتا ہے۔ (رواہ احمد)

اِسْتَعِيْنُوْا عَلَى الْحَاجَاتِ بِالْكِتْمَانِ فَاِنَّ كُلَّ ذِيْ نِعْمَةٍ مَحْسُوْدٌ۔ ترجمہ: اپنی ضروریات کو مخفی رکھو کیونکہ ہر صاحب نعمت پر حسد کیا جاتا ہے۔ (رواہ الطبرانی)

اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ۔ ترجمہ: جس سے مشورہ لیا جاتا ہے وہ اس مشورہ کا امین ہے۔

اَلنَّدَمُ تَوْبَةٌ۔ (طبرانی) ترجمہ: گناہوں پر افسوس توبہ ہے۔

اَلدَّالُ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهٖ۔ (عسکری) ترجمہ: نیکی پر رہنمائی کرنے والے نیکی کرنے والے کی مانند ہے۔

حُبُّكَ الشَّيْئَ يُعْمِيْ وَيُصِمُّ۔ (ابو داؤد) ترجمہ: شیٔ کی محبت تجھے بہرہ اور گونگا بنا دیتی ہے۔

لَا تَرْفَعْ عَصَاكَ عَنْ اَهْلِكَ اَدَبًا۔ (رواہ احمد) ترجمہ: ادب کے لیے لاٹھی اپنی اہل سے نہ اٹھاؤ۔

مَنْ اَبْطَأَ عَمَلُهٗ لَمْ يُسْرِعْ بِهٖ نَسَبُهٗ۔ (مسلم) ترجمہ: عمل کی کمی نسب وحسب سے پوری نہ ہوگی۔

زُرْ غِبًّا تَزْدَدْ حُبًّا۔ (طبرانی) ترجمہ: زیارت کرنا غر کے ساتھ محبت میں اضافہ کر۔

اِنَّكُمْ لَنْ تَسَعُوا النَّاسَ بِاَمْوَالِكُمْ فَاسْعُوْهُمْ بِاَخْلَاقِكُمْ۔ (رواہ ابو یعلی والبزار) ترجمہ: بے شک اپنا مال لوگوں پر خرچ نہیں کر سکتے تو اپنے حسن اخلاق سے ان سے معاملہ کرو۔

مَنْ شَادَّ هٰذَا الدِّيْنَ غَلَبَهٗ۔ (رواہ العسکری) ترجمہ: جو اس دین سے محبت کرتا ہے اس پر غالب آجائے گا۔

اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَعَمِلَ ترجمہ: مالدار وہ ہے جو اپنے نفس پر

marfat.com

ثُمَّ بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَهٗ هَوَاهَا وَتَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ الْاَمَانِيَّ ۔
غالب ہوا اور قبر اور حشر کے لیے اعمال کیے ۔تنگ دست وہ ہے جس کی خواہشات اس کے نفس پر غالب ہوئیں اللہ تعالیٰ سے اُمیدیں وابستہ رکھتا ہے۔

حاکم نے اسے صحیح کہا اور اس پر اعتراض کیا گیا ہے۔ کہ اس کی سند میں انتہائی کمزوری ہے۔

اَلشِّتَاءُ رَبِيْعُ الْمُؤْمِنِ قَصُرَ نَهَارُهٗ فَصَامَهٗ وَطَالَ لَيْلُهٗ فَقَامَ ۔ (بیہقی)
ترجمہ: موسم سرما مومن کی بہار ہے کہ اس کے دن چھوٹے ہیں کہ وہ روزے رکھتا ہے اور راتیں طویل ہیں تو وہ اس میں قیام کرتا ہے۔

اَلْقَنَاعَةُ مَالٌ لَا يَنْفَدُ وَكَنْزٌ لَا يَفْنٰى ۔ (طبرانی)
ترجمہ: قناعت نہ ختم ہونے والا مال اور فنا نہ ہونے والا خزانہ ہے۔

اَلْاِقْتِصَادُ فِي النَّفَقَةِ نِصْفُ الْمَعِيْشَةِ وَالتَّوَدُّدُ اِلَى النَّاسِ نِصْفُ الْعَقْلِ وَحُسْنُ السُّؤَالِ نِصْفُ الْعِلْمِ (ابن داؤد ترمذی)
ترجمہ: اخراجات میں میانہ روی نصف معیشت ہے لوگوں سے محبت نصف عقل اور عمدہ سوال نصف علم ہے۔

بیہقی نے اسے ضعیف کہا لیکن اس کے شواہد ہیں۔

اَلْاِقْتِصَادُ نِصْفُ الْعَيْشِ وَالتَّوَدُّدُ اِلَى النَّاسِ نِصْفُ الْعَقْلِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ نِصْفُ الدِّيْنِ ۔ (طبرانی)
ترجمہ: میانہ روی نصف زندگی لوگوں سے محبت نصف عقل اور اچھا اخلاق نصف دین ہے۔

اَلسُّؤَالُ نِصْفُ الْعِلْمِ وَالرِّفْقُ نِصْفُ الْمَعِيْشَةِ وَمَا عَالَ امْرُؤٌ فِي اقْتِصَادٍ (عسکری)
ترجمہ: سوال نصف علم، نرمی نصف معیشت، جس نے میانہ روی سے تجاوز کیا وہ تنگدست ہوا۔

لَا عَقْلَ كَالتَّدْبِيْرِ وَلَا وَرَعَ
ترجمہ: تدبیر جیسی عقل نہیں۔ روکنے

marfat.com

كَالْكَفِّ وَلَا حَسَبَ كَحُسْنِ الْخُلُقِ ۔ جیسی پرہیز گاری اور حسنِ اخلاق جیسا حسب ونسب نہیں ۔ (ابن حبان)

اَلتَّدْبِيْرُ نِصْفُ الْمَعِيْشَةِ وَالتَّوَدُّدُ نِصْفُ الْعَقْلِ وَالْهَمُّ نِصْفُ الْهَرَامِ وَقِلَّةُ الْعِيَالِ اَحَدُ الْيَسَارَيْنِ۔ ترجمہ: تدبیر نصف معیشت محبت ودوستی نصف دانائی، غم نصف بڑھاپہ اور اولاد کی قلت دو خوشحالیوں میں سے ایک ہے۔

اَدِّ الْاَمَانَةَ اِلٰی مَنِ ائْتَمَنَكَ وَلَا تَخُنْ مَنْ خَانَكَ ۔ ترجمہ: جس نے تیرے پاس امانت رکھی وہ امانت اسی طرح واپس کر اور جو تیری خیانت کرے تو اس کی خیانت نہ کر۔

یہ حسن حدیث ہے اگرچہ اس میں ایک جماعت نے اختلاف ونزاع کیا بلکہ امام احمد نے اسے باطل کہا ۔

اَلنِّسَاءُ حَبَائِلُ الشَّيَاطِيْنِ ۔ ترجمہ: عورتیں شیاطین کی رسیاں ہیں۔

حُسْنُ الْعَهْدِ مِنَ الْاِيْمَانِ (دیلمی) (حاکم) ترجمہ: حسنِ عہد ایمان کا حصہ ہے۔

(حاکم نے اسے صحیح کہا ۔)

جَمَالُ الْمَرْءِ فَصَاحَةُ لِسَانِهٖ ۔ ترجمہ: آدمی کی زینت اس کی زبان کی فصاحت ہے۔ (رواہ جماعت)

مَنْهُوْمَانِ لَا يَشْبَعَانِ طَالِبُ عِلْمٍ وَطَالِبُ دُنْيَا ۔ ترجمہ: دو حریص کبھی سیر نہیں ہوتے ایک علم کا طالب اور دوسرا دنیا کا طالب ۔

(دوسرے طرق کے ساتھ حسن ہے)

لَا فَقْرَ اَشَدُّ مِنَ الْجَهْلِ وَلَا مَالَ اَعَزُّ مِنَ الْعَقْلِ وَلَا وَحْشَةَ اَشَدُّ مِنَ الْعُجْبِ ۔ ترجمہ: غربت جہالت سے بری نہیں اور نہ مال دانائی سے زیادہ عزیز اور نہ وحشت فخر وغرور سے بری ہے۔

marfat.com

اَلذَّنْبُ لَا يُنْسٰى وَالْبِرُّ لَا يَبْلٰى وَالدَّيَّانُ لَا يَمُوْتُ فَكُنْ كَيْفَ شِئْتَ۔ (دیلمی)

ترجمہ: گناہ بھلایا نہیں جائے گا اور نیکی ختم نہیں ہوگی۔ اور رب تعالیٰ پر فنا نہیں جیسے تیری مرضی ہے زندگی بسر کر۔

مَا جُمِعَ شَيْءٌ اِلٰى شَيْءٍ اَحْسَنَ مِنْ حِلْمٍ اِلٰى عِلْمٍ۔ (عسکری)

ترجمہ: علم کے ساتھ حلم سے بڑھ کر دو چیزوں کی اجتماعی حالت حسین نہیں۔

اَفْضَلُ الْاِيْمَانِ اَلتَّحَبُّبُ اِلَى النَّاسِ۔

ترجمہ: افضل ایمان لوگوں کے ساتھ محبت کرنا ہے۔

ثَلَاثٌ مَنْ لَّمْ يَكُنْ فِيْهِ فَلَيْسَ مِنِّيْ وَلَا مِنَ اللّٰهِ حِلْمٌ يَرُدُّ بِهٖ جَهْلَ الْجَاهِلِ وَحُسْنُ خُلُقٍ يَعِيْشُ بِهٖ فِي النَّاسِ وَوَرَعٌ يَحْجُزُ عَنْ مَعَاصِي اللّٰهِ تَعَالٰى۔ (عسکری)

ترجمہ: جس شخص میں تین چیزوں میں سے کوئی بھی نہیں اس کا میرے اور اللہ سے کوئی تعلق نہیں۔ ایک حلم (بردباری) جس سے جاہل کی جہالت دور کی جا سکے۔ دوسرا حسن خلق جس سے لوگوں میں اچھی زندگی بسر کر سکے۔ تیسرا تقویٰ جو اللہ کی نافرمانی سے بچائے۔

كُنْ فِي الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ وَعُدَّ نَفْسَكَ مِنْ اَهْلِ الْقُبُوْرِ۔ (بیہقی)

ترجمہ: دنیا میں مثل مسافر یا راہ چلنے والے کی مانند رہو۔ اور خود کو صاحب قبر شمار کر۔

مَا صَنَائِعُ الْمَعْرُوْفِ تَقِيْ مَصَارِعَ السُّوْءِ وَصَدَقَةُ السِّرِّ تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَصِلَةُ الرَّحِمِ تَزِيْدُ فِي الْعُمُرِ۔ (سند حسن)

ترجمہ: نیکیوں کے کام برائی کے راستوں سے محفوظ رکھتے ہیں اور خفیہ صدقہ دینا غضب الٰہی کو ٹھنڈا کرتا ہے اور صلہ رحمی سے عمر میں اضافہ ہوتا ہے۔

مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِّنْ مَّالٍ وَمَا زَادَ اللّٰهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ اِلَّا

ترجمہ: صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا اور نہ غلام (ملازم) کو معاف کرنے

marfat.com

عُزّاً وَمَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰهِ اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ۔ (مسلم)	سے فرق پڑتا ہے مگر دونوں میں اضافہ ہوجاتا ہے اور جو اللہ کے لیے انکساری کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو بلند کردیتا ہے۔
اِنَّ الدُّنْیَا عَرَضٌ حَاضِرٌ یَاکُلُ مِنْہُ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ وَاِنَّ الْاٰخِرَۃَ وَعْدٌ صَادِقٌ یَحْکُمُ فِیْھَا مَلِکٌ عَادِلٌ قَادِرٌ یُحِقُّ فِیْھَا الْحَقَّ وَیُبْطِلُ الْبَاطِلَ فَکُوْنُوْا اَبْنَاءَ الْاٰخِرَۃِ وَلَا تَکُوْنُوْا اَبْنَاءَ الدُّنْیَا فَاِنَّ کُلَّ اُمٍّ یَتْبَعُھَا وَلَدُھَا۔ (ابو نعیم)	ترجمہ: تحقیق دنیا ایک حاضر سامان ہے جس سے نیک و فاسق دونوں کھاتے ہیں۔ اور آخرت ایک سچا وعدہ ہے۔ جس میں منصف قدرت والا بادشاہ فیصلے کرے گا۔ احقاق حق اور ابطال باطل کرے گا۔ تم آخرت والے بنو۔ اور دنیا دار نہ بنو۔ بے شک ہر بچہ اپنی ماں کی اتباع کرتا ہے۔
اَلْیَمِیْنُ حِنْثٌ اَوْ نَدَمٌ۔ (ابو یعلیٰ)	ترجمہ: قسم (ٹوٹنے پر) حانث ہوتا یا (نہ توڑنے پر) ندامت ہوتی ہے۔
لَا تُظْھِرِ الشَّمَاتَۃَ بِاَخِیْکَ فَیُعَافِیْہِ اللّٰہُ وَیَبْتَلِیْکَ۔ (ترمذی)	ترجمہ: اپنے بھائی کو شرمسار نہ کر اسے معاف کردے گا اور تیری گرفت فرمائے گا۔
مَنْ یَضْمَنْ لِیْ مَا بَیْنَ لِحْیَیْہِ وَبَیْنَ رِجْلَیْہِ اَضْمَنْ لَہُ الْجَنَّۃَ۔ (بخاری)	ترجمہ: جو مجھے اپنی زبان اور شرمگاہ کی ضمانت دے میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

آپ کے جوامع الکلم میں سے چار احادیث ایسی ہیں جن میں شریعت کے مختلف احکام کو جمع کردیا۔

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔	ترجمہ: تحقیق اعمال کا دارومدار نیتوں

marfat.com

اَلْبَیِّنَۃُ عَلَی الْمُدَّعِیْ وَالْیَمِیْنُ عَلٰی مَنْ اَنْکَرَ۔ — ترجمہ: شہادت مدعی کے ذمہ اور قسم مدعیٰ علیہ پر ہے۔

لَایَکْمُلُ اِیْمَانُ الْمَرْءِ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ (بخاری و مسلم) — ترجمہ: آدمی کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک کہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے وہ چیز پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

اَلْحَلَالُ بَیِّنٌ وَالْحَرَامُ بَیِّنٌ۔ (مسلم) — ترجمہ: حلال (اشیا) بیان شدہ ہیں اور حرام (اشیا) بھی واضح ہیں۔

شمائل ترمذی باب ما جاء فی عیش رسول اللہ کی شرح سے ابن حجر کے جواہرات۔

ایسے کلمہ کا آپ پر اطلاق جائز نہیں جو لوگوں میں اوصافِ ضعف میں شمار ہوتا ہو

حلیمی سے شعب الایمان میں مذکور ہے کہ آپ کی تعظیم میں سے ہے۔ کہ ایسے کسی اوصاف سے آپ کو متصف نہ کیا جائے جو لوگوں میں اوصافِ ضعف و کمزوری میں شمار ہوتی ہو۔ لہٰذا آپ کو فقیر کہنا جائز نہیں۔ چنانچہ بعض نے کہا، آپ پر ہر زہد کا اطلاق جائز نہیں۔

محمد بن واسع سے کہا گیا کہ فلاں زاہد ہے تو اس نے کہا دنیا تنگ نہیں ہوتی، جب تک اسے نہ چھوڑے۔

سبکی نے شفا سے نقل کیا کہ فقہائے اندلس نے فتویٰ دیا کہ جو شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ادنیٰ سی خفت کرے۔ ان کا یتیم نامی شخص سے مناظرہ ہوا وہ کہتا تھا کہ آپ کا قصداً فقر نہیں تھا اگر ان کے پاس طیبات ہوتیں تو ضرور تناول کرتے تو علمائے اندلس نے اس کے قتل کا حکم دیا۔

علامہ بدر زرکشی نے بعض علمائے متاخرین سے نقل کیا ہے کہ آپ نہ مال کی وجہ سے فقیر تھے اور حالت فقر میں کوئی حالت فقیرانہ تھی۔ بلکہ تمام لوگوں سے زیادہ

marfat.com

غنی باللہ تھے۔ دنیا سے اتنا ہی لیتے جو اپنے اور عیال کی کفالت کر سکتا تھا ۔ اور دعا فرماتے۔

اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا ۔ ترجمہ: اے اللہ! مجھے مسکین زندہ رکھنا۔

تو اس سے استکانت قلب مراد ہے مسکنت شرعی جو اس کے خلاف نظریہ رکھتا تھا اس کا بہت سخت انکار کرتے۔

شرح ترمذی باب ما جاء فی تواضع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شرح سے ابن حجر کے جواہرات۔

آپ کی تواضع

انسان تواضع جو تذلل و خشوع کا نام ہے کی حقیقت کو نہیں پا سکتا۔ جب تک کہ اس کا قلب مشاہدہ کے نور سے منور نہ ہو۔ جس کی وجہ نفس کو تہذیب سکھانا ہے۔ تکبر و غرور کے کھوٹ سے محفوظ رہتا ہے۔ اور حق و خلق کے لیے مطمئن ہو جاتا ہے۔ ان کے آثار کے محو ہونے، ان کے بھڑکنے کا سکون حقوق کے نسیان اور قدر و مرتبہ کے لحاظ سے صرف نظر کے ساتھ جب ان کا وافر حصہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہے تو سب لوگوں سے زیادہ متواضع ہیں۔ اس پر یہی شہادت ہی کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شہنشاہ نبی اور عبد نبی ہونے کا اختیار دیا تو آپ نے نبی عبد ہونے کو پسند کیا۔

چنانچہ زندگی بھر آپ نے تکیہ لگا کر کبھی کوئی چیز نہ کھائی۔ اور نہ آپ نے کسی خادم کو ناموافق کام کرنے پر اف کہا اور نہ غلام یا کسی کنیز کو مارا۔ یہ ایسی چیز ہے جو طاقت بشری سے مافوق ہے۔ البتہ اگر تائید الٰہی حاصل ہو۔

مسلم شریف میں ہے۔

مَا رَأَیْتُ اَحَدًا اَرْحَمَ بِالْعِبَادِ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ۔ ترجمہ: مخلوق پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مہربان میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ سے دریافت کیا گیا۔ کہ گھر میں آپ کیسے تھے تو آپ نے فرمایا سب لوگوں سے زیادہ نرم فرخندہ

marfat.com

پیشانی تھے۔ آپ نے اپنے صحاب کی طرف پاؤں دراز نہ کیے۔

ام المومنین سے ہی مروی ہے کہ آپ کے اخلاق حسنہ کا کوئی شخص ہمسر نہیں۔ جب بھی کسی صحابی نے آپ کو پکارا تو آپ نے لبیک ہی فرمایا۔ دراز گوش پہ ہوتے تو اپنا ردیف بنا لیتے۔

ابو داؤد میں ہے حضرت قیس بن سعد آپ کا ہمسفر ہوتا تھا اور دراز گوش ان کے والد کا تھا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا میرے پیچھے سوار ہو جاؤ تو انہوں نے اعراض کیا تو فرمایا سوار ہو جاور نہ واپس چلا جا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا میرے آگے سوار ہو جاکیونکہ مالک سواری کے آگے بیٹھنے کا زیادہ حقدار ہے۔

محب طبری کی مختصر سیرت میں ہے ایک دفعہ کا ذکر ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوہریرہ کے ساتھ قبا تک تشریف لے جانا تھا۔ تو آپ دراز گوش کی ننگی پشت پر سوار ہوئے اور ابوہریرہ سے فرمایا، آپ بھی سوار ہوں گے۔ اس نے کہا حضور جیسے آپ کی مرضی۔ تو آپ نے فرمایا پیچھے بیٹھ جائیے تو وہ بیٹھنے کے لیے اچھلے لیکن بیٹھ نہ سکے۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ پکڑ کر اوپر کھینچا۔ تو دونوں گر گئے دوبارہ آپ سوار ہوئے اور ابوہریرہ کو سوار کرانا چاہا تو پھر دونوں گر گئے۔ تیسری بار آپ سوار ہوئے اور فرمایا سوار ہونے کی کوشش کرو تو عرض کیا یا رسول صلے اللہ علیہ وسلم نبی کو تیسری بار نہیں گراؤں گا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ اپنے اصحاب کے ساتھ سفر میں تھے تو اصحاب سے بکری ذبح کر کے گوشت پکانے کے متعلق مشورہ کیا اور اپنا اپنا کام کرنے کو کہا کہ کون کیا کرے گا۔ تو ایک صحابی نے کہا میں بکری ذبح کروں گا۔ دوسرے نے کہا میں کھال اتاروں گا۔ تیسرے نے کہا میں پکاؤں گا۔ تو آپ نے فرمایا میں لکڑیاں جمع کر کے لاؤں گا۔ تو اصحاب نے عرض کیا ہم سب کام کرلیں گے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ آپ کام کرلیں گے۔ لیکن میں اس کو ناپسند کرتا ہوں کہ تم میں ایک ممتاز حیثیت رکھوں۔ بے شک اللہ تعالیٰ اس بندے کو ناپسند کرتا ہے۔ جو اپنے

marfat.com

دوست و احباب میں امتیازی حیثیت رکھے۔ ابن عساکر نے اس کو مختصر روایت کیا۔

سیرت طبری میں یہ بھی لکھا ہے ایک دفعہ حضور علیہ السلام کا دوران طواف تسمہ ٹوٹ گیا۔ ایک صحابی نے عرض کیا مجھے دیجیے میں درست کر دوں تو آپ نے فرمایا یہ خود پسندی اور خود غرضی ہے جسے میں پسند نہیں کرتا۔ اثرۃ فا کے فتح سے جس کا معنی خود غرضی ہے۔

شفا شریف میں ہے جب نجاشی کا وفد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہوا تو آپ نے خود ان کی مہمان نوازی اور خاطر تواضع کی۔ اصحاب نے عرض کیا کہ ہم ان کی خدمت کرتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا وہ ہمارے لیے محترم ہیں تو میں ہی ان کی مکافات کروں گا۔

ابن حجر کا ایک فتویٰ جو ان کی کتاب فتاویٰ حدیثیہ میں مذکور ہے

سوال آپ سے ایسے شخص کے بارے سوال ہوا جس نے کہا کہ فاتحہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل و شرف میں زیادتی ہوتی ہے تو ایک اہل علم نے کہا ایسی بات رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہ کر کہ اس سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ حل طلب بات ہے کہ کیا ایسا انکار جائز ہے اور تکفیر جائز ہے؟ اگر نہیں تو منکر کے لیے کیا حکم ہے؟

جواب امام ابن حجر (متع اللہ بحیاتہ) نے جواب دیا کہ یہ انکار جائز نہیں۔ یہ منکر کی کم علمی، سوء حافظہ اور دین اسلام میں رائے زنی کی دلیل ہے۔ ایسا کلام جس میں کفریہ اور غیر کفریہ دونوں شقیں موجود ہوں تو کفر کی تاویل تحکم و زوری ہے العیاذ باللہ بلا وجہ کسی مسلمان کو کافر کہنے سے انسان خود کافر ہو جاتا ہے جیسا کہ ائمہ کرام نے اس اصول کی تصریح کی ہے۔ لہٰذا اس انکار کی حرام یا کفر دو ہی صورتیں حرام یقینی اور کفر مشکوک ہے کہ شرط کفر متحقق نہیں۔ بایں وجہ منکر تعزیر کا مستحق ہے کہ حاکم شریعت مطہرہ کو چاہیے کہ دین اسلام میں اس نے چونکہ جرأت کا مظاہرہ کیا ہے اس کی تعزیر میں مبالغہ کرے تاکہ آئندہ کسی شخص کو ایسی جرأت نہ ہو بلکہ ائمہ کرام نے اس کے خلاف تصریح کی ہے۔ بلکہ کتاب و سنت سے ثابت ہے کہ آپ کے کمالات و مدارج میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اور زیادتی مطلوب بھی ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:۔

marfat.com

قُلْ رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا۔ ترجمہ: کہہ دو اے رب میرے علم میں اضافہ فرما۔

مسلم شریف میں ہے ایسے دعا میں ذکر کیا کرتے تھے نیز دعا مانگتے کہ۔

وَاجْعَلِ الْحَیَاۃَ زِیَادَۃً لِیْ فِیْ کُلِّ خَیْرٍ۔ ترجمہ: اے پروردگار ہر بھلائی کو میری زندگی میں اضافہ فرما۔

لہٰذا فاتحہ وغیرہا سے شرف وفضل میں زیادتی کی طلب حقیقت میں عمل اور کمالات عُلیا میں ترقی کا سبب ہے اگرچہ مدارج وکمالات اتنا مقام نہایت کو پہنچ چکے ہیں جہاں کسی اور کے کمالات کی رسائی نہیں۔ توآیت وحدیث سے جو کمالات ومدارج میں زیادتی وترقی ثابت ہو رہی ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا آپ کے علم، ثواب اور تمام مراتب ومدارج میں ترقی ہوتی ہے نیز مدارج وکمالات کی کوئی انتہا نہیں بلکہ ہمیشہ ترقی پذیر رہتے ہیں۔ اور ان کی حقیقت کو خدائے برتر کے علاوہ کوئی جانتا ہی نہیں۔

نیز آپ کے کمالات ترقی کے محتاج نہیں بلکہ اس کے فضل وکرم اور جودِ ذاتی سے بلا احتیاج اضافہ ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں آپ کا مقصد یہ بھی نہیں کہ اس سے پیشتر ان میں نقص تھا اس لیے آپ کا علم تمام کے علوم سے اکمل ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں طلب زیادتی کا حکم بھی دیا ہے۔

ہمیں یہ حکم استحبابی ہے کعبہ شریف کو دیکھتے وقت دُعا کریں اس دعا میں یہ بھی ہے کہ اے اللہ اس کو زیادتی عطا کر، جس نے اس کی تعظیم وتشریف کی یا حج یا عمرہ کیا الخ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر انبیاء کی مانند حج بیت اللہ کیا تو اس میں تمام انبیاء شامل ہیں۔ صرف ایک قلیل فرقہ اس کے خلاف ہے۔ انبیاء علیہم السلام کا اس دُعا میں شمول دلالۃ ظنیہ یا قطعیہ سے ہے کہ ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے لیے دُعا مانگیں اور یہ امر مستحسن ہے واجب نہیں اور اس کی تائید طبرانی کی حدیث جو حضرت علی المرتضیٰ سے روایت کردہ سے ہوتی ہے لیکن اس کی سند میں نظر واعتراض ہے۔ آپ علی المرتضیٰ لوگوں کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف

marfat.com

پڑھنے کا طریقہ وکیفیت کی تعلیم دیتے اور اس میں آپ کے لیے مضاعفات خیر اور عطائے جزیل میں طلب زیادتی کی تصریح موجود ہے۔

یہ دلائل میں نے ذکر کیے ہیں اگرچہ میں نے پہلے کسی کے نہیں دیکھے۔ اس سے شیخ الاسلام صالح بلقینی کا رد ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اس پر کوئی دلیل ضروری ہے کہ ان سے یہ کہنا چاہیے کہ قرآن وسنت سے اعلیٰ کون سی دلیل ہے میں نے جو ذکر کیا ہے۔ قرآن وحدیث زیادہ شرف کی طلبِ دُعا پر دلالت کر رہی ہیں۔ شرف کا معنی لغت میں علو مرتبت و مکان ہے ان میں علم، خیر اور دیگر مراتب و مدارج کی زیادتی سے ہوتا ہے۔ علم وخیر کی زیادتی کی دعا پچھلے کلام سے ثابت ہو چکی ہے تو ہم طلب زیادتِ شرف کے ماجور ہیں اور شیخ الاسلام حافظ ابن حجر کی تردید ہو گئی کہ وہ کہتے ہیں یہ دعا اس زمانے کی اختراع ہے۔ اگر نووی کے کلام کو دیکھا یا یاد ہوتا تو یہ نہ کہتے بلکہ نووی سے قبل اس مسئلہ میں ابو عبد اللہ حلیمی جو ہمارے اکابرین سے ہیں اور ان کے صاحب امام بیہقی ہیں سبقت لے گئے اس کا قول اَصْلَہٗ فِی السُّنَّۃِ کہ سنت میں اس کی اصل نہیں ان سے بھی یہی گزارش ہے۔ کہ اس کی اصل قرآن وسنت میں موجود ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ شائد ان کا یہ قول پہلے کا ہو جب اس پر مطلع نہیں ہوئے تھے۔ تحقیق ان دونوں اماموں کا نزاع جواز میں نہیں بلکہ اس میں ہے کہ کیا ایسی دلیل ہے جو اس کی طلب پر دلالت کرے جو یہ کیا جائے ورنہ ترک کرنا چاہیے اور تمہیں اس کی اصل معلوم ہو چکی ہے جو طلبِ زیادتی شرف پر دلالت کرتی ہے۔

چنانچہ امام نووی جو عاملِ سُنت تھے اور اتنے پابند سُنت تھے کہ بعد میں اتنا کوئی متبع سنت نہیں ہوا۔ جیسا کہ بعض حفاظ نے اس کی تصریح کی ہے۔ انہوں نے اپنی دو کتابوں منہاج اور روضۃ کے خطبوں میں کہا ہے وَزَادَہٗ فَضْلًا وَّشَرَفًا لَّدَیْہِ۔ اللہ تعالیٰ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل و شرف میں اضافہ کرے یہ دونوں کُتب علماء کے ہاتھوں تقریباً عرصہ تین سو سال سے متداول ہیں اور کسی نے کوئی اعتراض نہ کیا۔

شائد دونوں امام اس سے غفلت میں رہے ہوں۔ دوسرے کی اس قول کی بناء پر

marfat.com

کہ یہ دعا اس زمانے کی اختراع ہے اس لیے کہ اگر ان کو امام نووی کا کلام یاد ہوتا تو یہ بات کبھی نہ کہتے اور ان سے قبل امام مجتہد ابو عبداللہ حلیمی اور صاحب بیہقی نے یہی کہا۔ دونوں کی عبارت کو افتا رمیں بسط سے ذکر کیا ہے۔

اول کی (حلیمی) تصریح میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اجر و ثواب دینا اور اولین و آخرین پر مقام محمود سے فضیلت دینا اور تمام مقربین پر برتری دینا اگرچہ خالق کائنات نے پہلے ہی سے آپ کے لیے مخصوص کر دی ہیں لیکن ہر ایک چیز کے مدارج ہوتے ہیں جب آپ پر کوئی اُمتی صلوٰۃ بھیجتا ہے اس کی مقبول ہوتی ہے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ و مراتب بڑھ جاتا ہے۔ (یہاں تک اس کا کلام ختم ہوا)

تو اس کلام میں تصریح ہے کہ آپ کے شرف میں طلب زیادہ کرنا ہے۔ صلاۃ (درود شریف) میں داخل ہے۔ جس کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ جیسا کہ امام نے تصریح کر دی۔

حلیمی کی تصریحات میں سے ایک یہ بھی ہے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہٗ کا معنی سَلَّمَکَ اللّٰهُ مِنَ الْمَذَامِّ وَالنَّقَائِصِ۔ کہ اللہ تعالے آپ کو مذموں ات اور نقائص سے محفوظ رکھے اور اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ۔ کا مطلب ہے کہ اے اللہ ان کی دعوت اور اُمت میں ہر نقص سے سلامتی لکھ دے اور مرور ایام کے ساتھ آپ کی دعوت کو بلند کر اور اُمت کو زیادہ اور ذکر کو علو کر۔ (انتہٰی کلام)

مِنَ الْمَذَامِّ وَالنَّقَائِصِ۔ اور مِنْ کُلِّ نَقْصٍ کے قول پر غور و خوض کر کہ اس میں تصریح ہے کہ آپ کے لیے زیادت شرف کی طلب کا ہمیں حکم ہے۔ اور جاہل منکر کے دعویٰ پر اس کے پاس کوئی چیز نہیں زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتا ہے طلب زیادت کمال مطلق پر نفی پر دال ہے اس میں کوئی قباحت نہیں کہ کمال مطلق صرف اور صرف رب تعالیٰ کے لیے ہے اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اگرچہ مخلوق میں سے اکمل ہیں۔ لیکن مطلق کمال نہیں پس زیادتی ہو سکتی ہے تو مراتب زیادت کو اپنے مافوق کی نسبت سے عدم کمال کہہ سکتے ہیں۔

حافظ سخاوی نے شیخ ابن حجر سے انہوں نے اپنے حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے روایت

marfat.com

کیا اس کے آخری الفاظ ہیں۔

أَجْعَلُ لَكَ صَلَوَاتِي كُلَّهَا اَے ترجمہ: میں اپنی پوری دعا آپ کے لیے
دُعَائِيْ كُلَّهُ۔ کرتا ہوں۔

جس طرح روایت میں ہے کہ تیرے تمام غم دور اور گناہ معاف ہو جائیں جب دعا کے بعد یہ کہے گا۔

أَجْعَلُ ثَوَابَ ذَالِكَ لِسَيِّدِنَا ترجمہ: اے اللہ اس تمام کا ثواب سیدنا
رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا۔

گویا کہ اس کلام سے الحافظ شیخ ابن حجر نے اپنے شیخ الاسلام سراج البلقینی کا رد کیا ہے۔ اس کا قول کہ اس پر کوئی دلیل ضروری ہے اسے اس کے بیٹے علم الدین نے اخذ کیا جس کی تردید ہو چکی ہے۔

امام سخاوی نے اپنے استاد ابن حجر سے یہ بھی نقل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ اس کے ثواب سے آپ کے شرف میں زیادتی ہوتی ہے اس علم کے باوجود کہ آپ اعلیٰ کمالات پر فائز ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس قرأت کو قبول کر کے ثواب عطا فرمائے۔ جب اسے ثواب ملا تو اس کے معلّم (ثواب بتانے والا) کو بھی ثواب عطا ہوگا۔ تو سب کے معلّم اول حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس تو تمام تلامذہ کا اور تمام امت کی نیکیوں کا ثواب آپ کو بھی عطا ہوگا۔ یہی معنی ہے کہ آپ کے شرف وفضل میں زیادتی فرما۔ اگرچہ مستقل طور پر پہلے ہی آپ کو میسر ہے۔ تو اس کا مطلب ہوا کہ اس عمل کو قبول کرتا کہ اس کا ثواب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی پہنچے۔ نیز اس کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ آپ کے متبعین میں کثرت فرما۔ خصوصاً علماء و مشائخ کو کہ جس سے آپ کے مدارج و مراتب علیا مزید بلند ہوں۔ یہ جس طرح حلیمی سے گزر چکا ہے۔

شیخ الاسلام ابو عبد اللہ قابانی نے علم الدین اور اس کے باپ سے مذکور ہو چکا ہے۔ تو روضہ میں فرمایا۔

قاری قرآن تلاوت کر کے اسے میت کو بخشتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے اس

کا ثواب میت کو پہنچے تاکہ وہ اس سے مستفیض ہو۔[1]

اذکار میں ہے مختار مذہب یہ ہے اس جمل کا مطلب ہوتا کہ اس کلام وغیرہا کا ثواب فلاں میت کو پہنچا۔ جب کوئی چیز قدرتِ الٰہیہ سے متعلق ہوتی ہے تو وہ ختم نہیں ہوتی۔ پس خیرِ الٰہی ختم نہیں ہوتی اور کمالات ابدالآباد تک ترقی پذیر رہتے ہیں۔

شیخ الاسلام شرف مناوی ان کی موافقت کی اور اس دُعا کے مستحسن ہونے پر فتویٰ دیا۔ ان کے ہمعصر امام الحنفیہ کمال ابن ہمام (صاحب فتح القدیر شرح ہدایہ) نے بھی استحسان کا فتویٰ دیا۔ بلکہ اس دُعا کی عظمتِ شان میں مبالغہ کیا۔ فرمایا کہ درود شریف میں جتنی کیفیات وارد ہوتی ہیں وہ سب ایک ہی کیفیت میں موجود ہیں۔ ان دعاؤں میں سے ایک یہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ اَبَدًا اَفْضَلَ صَلَوٰتِكَ	ترجمہ: اے اللہ! ہمیشہ ہمیشہ افضل صلوٰۃ
عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ	بھیج ہمارے سردار محمدؐ پر جو تیرے بندے
وَنَبِيِّكَ وَرَسُوْلِكَ وَآلِهٖ	نبی اور رسول ہیں اور ان کی آل پر اور
وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا وَزِدْ تَشْرِيْفًا	خوب سلام پہنچا۔ ان کی تشریف و تکریم
وَتَكْرِيْمًا وَاَنْزِلْهُ الْمُقَرَّبَ	میں اضافہ کر روزِ حشر تیرے پاس
عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔	اعلیٰ مقام ہے وہ ان کو عطا کر۔

امام ابن ہمام نے طلب زیادت شرف وفضل کو ان اسباب سے بنایا جو اس کیفیت کی مقتضی ہیں اور جو کیفیات آپ سے وارد ہونے والی ہیں ان کے معانی پر مشتمل ہے۔

ابو یحییٰ ذکریا انصاری کا فتویٰ

اسی طرح ان کے ہمعصر شیخ الاسلام خاتمۃ المحققین ابو یحییٰ ذکریا انصاری کا فتویٰ ہے۔ کہ ایک واعظ نے کہا کہ بالاتفاق کسی کے لیے جائز نہیں کہے کہ اے اللہ! اس قرآن و حدیث کا ثواب رسولِ پاک صلے اللہ علیہ وسلم کے صحائف میں ہدیہ کر۔ یہی متقدمین و متاخرین کا فتویٰ ہے۔

تو اس کے جواب میں فرمایا کہ واعظ صاحب کا قول مسائل کی (عدم جواز) عدم معرفت

---

[1] شیخ ابنِ حجر کے پورے فتوٰی سے ایصال ثواب کا ثبوت بھی فراہم ہوتا ہے جن دلائل سے طلب زیادتِ شرف کا ثبوت ملتا ہے حقیقت میں وہ تمام ایصالِ ثواب کے دلائل ہیں۔

marfat.com

پر مبنی ہے اجماع پر افترا کی وجہ سے تعزیر کا مستحق ہے بڑا تعجب خیز امر ہے یہ کہہ دینا کہ اس پر اجماع امت ہے حالانکہ اس کا جواز اعصار و امصار میں شائع و ذائع ہے۔

سوال - حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے زیادتی شرف کی طلب ممتنع ہے کیونکہ اس کی طلب کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ میں اس کی ضد پہلے موجود ہے یہ محال ہے؟

جواب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں ارفع و اعلیٰ کمالات موجود ہیں آپ اکمل المخلوقات ہیں لیکن ہر کمال کے درجات و مراتب ہیں جن کی کوئی انتہا نہیں۔ اور ان کی حقیقت کو سوا باری تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ کمالات کے درجات و مراتب کی ترقی کی طلب کرتے ہیں کہ کمال کے جس اعلیٰ درجہ پر آپ فائز ہیں۔ اس سے بھی اعلیٰ وارفع درجہ پر فائز ہوں۔

زیادتِ شرف کی طلب کے فوائد

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے زیادت شرف کے طلب سے ہمیں بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

فائدہ نمبر ۱ - حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے شرف و عظمت قدر اور رفعتِ شان۔ عظمت توقیر کا اظہار ہوتا ہے۔

فائدہ نمبر ۲ - آپ کے اُمت پر احسانات عظیمہ کے تشکر کا اظہار۔

فائدہ نمبر ۳ - اس پر ہمیں ثواب ملتا ہے۔

ہماری مذکورہ بالا کی تائید اس حدیث سے بھی ملتی ہے کہ :

كَانَ أَجْوَدَ النَّاسِ - ترجمہ : رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے۔

اس حدیث پاک کا بنظرِ غائر مطالعہ کیا جائے تو اس میں تخصیص در تخصیص بر سبیل ترقی شرف و فضل کی موجود ہیں کہ اول سب لوگوں سے زیادہ جود و سخا کا موجود ہونا۔ دوم جود کے اوقات میں سے رمضان المبارک میں جود کا زیادہ ہونا۔ سوم پھر رمضان المبارک

marfat.com

میں سے بوقت ملاقاتِ جبریل علیہ السلام جود کے زیادہ شرف وفضل کا ہونا تو اس میں باعتبارِ نفس زیادتی اور فضل بر سبیل ترقی موجود ہے اور یہی ہمارا مدعیٰ ہے۔ ہمارے مدعیٰ کی نظیر یہ دُعا بھی ہے۔

اَللّٰھُمَّ زِدْ ھٰذَا الْبَیْتَ تَشْرِیْفًا ترجمہ: اے اللہ اس گھر بیت اللہ کی
فِیْ حَقِّ اللّٰہِ تَعَالٰی الْحَرَامِ۔ شرافت میں زیادتی فرما۔

زیادت شرف کے ساتھ دعا کرنا مامور بہ ہے کسی نے نہیں کہا کہ یہ ممنوع ہے۔

ان دلائل سے آپ پر عیاں ہو گیا کہ منکر کا انکار خبط و زلّت قدم سے ہے شاید اس کا دین بھی محفوظ رہا یا نہیں کیونکہ مباح بلکہ حسن و ترقی کا انکار ہے جس کو کفر کی طرف منسوب کرنا خطاعظیم و جرم کبیر ہے۔ وہ دنیا و آخرت میں سزا و عقوبت کا مستحق ہے۔

علاوہ ازیں منکر نے اس دُعائیہ کلمہ اَلْفَاتِحَۃُ زِیَادَۃٌ فِیْ شَرْفِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی ترکیب پر بھی غور نہیں کیا۔ کیا مبتدٔ و خبر سے جُملہ اسمیہ بنتا ہے یا فعل مقدر" اِقْرَءُ وْا کا مفعول یا اِجْعَلُوْا کا مفعول ثانی ہے۔ ان تین صورتوں میں الگ الگ معنیٰ بنتا ہے منکر کو انکار سے بیشتر یہ تفصیل دریافت کرنی چاہیے تھی۔ ہر صورت پر الگ الگ حکم لگتا لیکن ظاہر ہے کہ منکر ان صورتوں میں معانی کے مختلف ہونے کو نہیں سمجھتا تو حکم الگ کیسے بیان کرتا۔

اس کے بعد ابن حجر اور سوال وجواب طویل ذکر کیے جن کے نقل کرنے کو میں مناسب نہیں سمجھتا۔ جو تفصیل دیکھنا چاہے تو وہ فتاوی حدیثیہ کا مطالعہ کرے۔

ابن حجر کا افضلیت وولایت مصطفیٰ وغیرہا پر آٹھ سوالات کے متعلق فتویٰ

فتاویٰ حدیثیہ سے ابن حجر کا ایک اور فتویٰ کہ رسُول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی رُسلانِ عظام پر افضلیت عامہ ہے یا خاصہ یا نہیں؟ (۲) ولایت مخصوصہ مرتبہ نبوت میں ہے یا نہیں؟ کیا نبی کی ولایت نبوت سے افضل ہے یا نبوت اس کی ولایت سے افضل ہے یا دونوں مساوی ہیں۔ (۳) کیا آپ نے بعثت سے قبل یا بعد کسی نبی کی شریعت کے موافق

marfat.com

عبادت کی یا نہیں ؟ (۴) کیا آپ ملائکہ سمیت تمام مخلوق کے لیے مبعوث ہوئے یا ثقلین (جن و انس) کی طرف ؟ (۵) کیا خلفاء اربعہ راشدین کے مابین فضیلت قطعیہ ہے یا ظنیہ کیونکہ عقل کے پاس ایسی کوئی دلیل نہیں جس سے بعض آئمہ کی بعض پر افضلیت ثابت ہو۔ ان کے فضائل میں احادیث متعارضہ ہیں۔ (۶) کیا وہ شخص جو بعثت سے قبل اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے جنتی ہے یا نہیں ؟ (۷) جو شخص کہے کہ بندہ اپنے افعال کا خالق ہے وہ مشرک ہے یا نہیں۔ (۸) اور عقل کافر کو ثواب دینے اور مومن کو عقوبت دینے کو جائز سمجھتا ہے یا نہیں ؟

اوّل سوال کا جواب کہ آپ افضل الخلق ہیں

جس شخص کو کتاب و سنت سے ادنیٰ سا شغف و مطالعہ ہے اس کے لیے اظہر من الشمس کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم جمیع انبیاء و مرسلین پر خصوصًا و عمومًا دونوں طرح فضیلت رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ[1]	ترجمہ: یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا۔
مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ اِلٰی مُوْسٰی وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ اَیْ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ؕ[2]	ان میں سے کسی سے اللہ تعالیٰ بلاواسطہ کلام کیا یعنی موسیٰ علیہ السلام اور کوئی وہ ہے جس کو سب پر درجوں میں بلند کیا یعنی محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو برتری تین طرح سے حاصل ہے۔ اول بذات معراج کے ذریعہ، دوم سیادت سے جمیع مخلوق پر، سوم غیر متناہی اور غیر فانی معجزات کے ساتھ۔ بالخصوص قرآن کریم جو قرب قیامت تک ہمیشہ محفوظ رہے گا اور اس میں رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے بے شمار معجزات و فضائل موجود ہیں۔

علامہ جار اللہ زمخشری اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ رفع کے مفعول کا ظاہر

---

[1] پارہ ۳، سورۃ البقرہ، رکوع ۱۔ [2] پارہ ۳، سورۃ البقرہ، آیت ۲۵۳۔

marfat.com

نہ کرنے میں آپ کی عظمت وفضیلت بلندی قدر کی طرف اشارہ ہے کیونکہ یہاں التباس و اختلاط کا کوئی شبہ نہیں بلکہ بلاشبہ آپ کی طرف اشارہ ہے۔

فضیلت کی دوسری آیت آپ کی فضیلت میں ایک آیت یہ ہے۔

وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّينَ عَلٰى بَعْضٍ[1] ترجمہ: اور بیشک ہم نے نبیوں میں ایک کو ایک پر بڑائی دی۔

علمأ نے معتزلہ کے اس قول کی بڑی شدت سے تردید کی ہے جو وہ کہتے ہیں کہ کوئی نبی دوسرے نبی سے افضل نہیں بلکہ انبیأ علیہم السلام کے مابین فضیلت دینے سے احادیث میں ممانعت ہے۔

تو ان کا جواب دیتے ہیں کہ یہ احادیث ان فضیلت پر محمول ہیں جس سے دوسرے کی توہین و تنقیص ہوتی ہے اور بعض نے کہا کہ آدم علیہ السلام سب سے افضل ہیں کہ وہ ابوالبشر ہیں۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ فضیلت نفس ابوت کے اعتبار سے ہے تو مسلّم ہے اگر معجزات وفضائل و نبوت کے اعتبار ہے تو غیر مسلم۔ اور بلا دلیل قول ہے۔ بلکہ افضلیت مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم میں احادیث کثیرہ ہیں۔ چنانچہ ترمذی شریف میں ہے کہ۔

اَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ وَبِيَدِيْ لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ وَمَا مِنْ نَبِيٍّ آدَمُ فَمَنْ سِوَاهُ اِلَّا تَحْتَ لِوَائِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

ترجمہ: میں اولادِ آدم کا سردار ہوں۔ اس میں کوئی فخر نہیں۔ میرے ہاتھ میں لوأ الحمد (حمد کا جھنڈا) ہوگا۔ اس میں کوئی فخر نہیں۔ تمام نبی آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ روزِ حشر میرے جھنڈے تلے ہوں گے۔

تو آدم فمن سواہ سے آپ کا افضل واکمل ہونا اظہر من الشمس ہے وَلَا آدَمَ مقامِ ابوت کا ادب کرتے ہوئے فرمایا لا فخر مطلب ہے کہ بطور فخر و بڑائی کے نہیں

---

[1] پارہ نمبر ۱۵، سورہ بنی اسرائیل، آیت ۵۵۔

marfat.com

بلکہ اظہار حقیقت کے لیے بیان کر رہا ہوں۔ یوم القیامۃ روز محشر سے تخصیص اس لیے کہ اس دن تمام انبیاء پر فضیلت ظاہر ہوگی۔ خصوصاً مقام محمود عطا کیا جائے گا جو کہ شفاعت عظمیٰ ہے جب مخلوق اولوالعزم پیغمبر موسیٰ علیہ السلام ابراہیم نوح علیہم السلام سے مایوس ہو کر آپ کے پاس آئے گی کہ انبیاء نفسی نفسی پکار رہے ہوں گے۔ اور آپ انا لہا انا لہا فرمائیں گے۔ بخاری شریف میں ابو ہریرہ سے مرفوعاً مروی ہے:۔

اَنَا سَیِّدُ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔ ترجمہ: میں روز محشر سب لوگوں کا سردار ہوں گا۔

اس میں آدم علیہ السلام اور ان کی جمیع اولاد انبیاء و مرسلین پر فضیلت ثابت ہو رہی ہے۔ بیہقی شریف کی حدیث میں ہے۔

اَنَا سَیِّدُ الْعَالَمِیْنَ۔ ترجمہ: میں تمام کائنات کا سردار ہوں۔

و د جن و انس اور فرشتے ہیں تو یہ بھی تمام مخلوق پر افضل ہونے کی دلیل ہے۔

مسلم شریف کی حدیث بھی اس کی موید ہے۔

وَاُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّۃً۔ ترجمہ: میں تمام مخلوق کا رسول ہوں۔

رسول کی شان جن کا رسول ہو ان سے اعلیٰ وارفع و افضل ہوتی ہے۔

امام فخرالدین رازی نے تفسیر کبیر میں اس آیت۔

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ ھَدَی اللّٰہُ فَبِھُدٰىھُمُ اقْتَدِهْ[1] ترجمہ: یہ وہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے راہ دکھائی تو آپ انہی کی راہ پر چلیئے۔

سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم افضل البشر و افضل الانبیاء ہونے پر استدلال کیا ہے۔ کہ انبیاء علیہم السلام کو اوصاف حمیدہ سے موصوف کیا پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ ان سب کی اقتدا کریں تو یقیناً ان سب کی اقتدا کی یعنی ان سب کے کمالات کو جمع کر لیا ورنہ مقتضائے امر کا ترک لازم آئے گا۔ جو شان نبوت کے خلاف ہے۔ جب آپ تمام انبیاء کے متفرق کمالات کے جامع ہوئے تو سب سے افضل ٹھہرے۔

علامہ سعد الدین تفتازانی نے آپ کی افضلیت کا اس آیت سے استدلال کیا۔

[1] پارہ ۷ - سورہ الانعام آیت ۹۰۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ [1] — ترجمہ: تم ان سب امتوں میں بہتر اُمّت ہو۔

یقیناً امت کی برتری ان کے دین میں کمال حاصل کرنے کی وجہ ہوتی ہے اور یہ کمال نبی کے تابع ہے جس کی وہ اتباع کر رہی ہے۔ جب یہ امت افضل الامم ہوئی تو ان کا نبی افضل الانبیاء ہوا کیونکہ ان کے درمیان ظاہر واضح ہے۔

دوسرے سوال کا جواب کہ ولایت مخصوصہ نبوت میں ہے یا نہیں؟

سائل کا یہ سوال کہ ولایت مخصوصہ مرتبہ نبوت میں ہے یہ کلام مجمل محتاج بیان ہے کہ ولایت سے کیا مُراد ہے۔ ولایت افضلیت سے ولایات اولیاء ہے جو انبیاء کے علاوہ ہے۔

تو حق یہی ہے کوئی ولی کسی نبی کے درجے کو نہیں پہنچ سکتا۔ جو ولی کی ولایت کو نبی لمسے افضل خیال کرے وہ کافر واجب القتل ہے مگر یہ کہ توبہ کرے اور اگر وہ سبب مراد لیا ہے جو افضلیت مُصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا متقاضی ہے وہ نبوت سے افضل ہے۔ تو یہ سابقہ سوال کے جواب کے بعد محتاجِ بیان نہیں رہتا کہ پہلے متحقق ہو چکا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر وصف میں افضل الانبیاء ہیں اسی بنا کر آپ کو نام لے کر نہیں پکارا جب کہ دیگر انبیاء کو ناموں سے پکارا بلکہ ان القابات سے نوازا۔ کہ یاایھا النبی۔ یاایھا الرسول۔ یاایھا المدثر۔ یاایھا المزمل اور انبیاء علیہم السلام سے عہد لیا گیا کہ تمہاری موجودگی میں وہ نبی تشریف لائیں تو ان کی اتباع اطاعت ونصرت لازم ہے۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ — ترجمہ: اے نبی اس وقت کو یاد کرو کہ جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے عہد لیا کہ جب میں تم کو کتاب وحکمت عطا فرماؤں

---

[1] پارہ ۴ سورۃ آل عمران ایت ۱۱۰۔

marfat.com

رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ[1] الآیۃ

پھر جو کچھ تمہارے پاس ہو اس کی تصدیق کے لیے ایک رسُول تشریف لائے تو تم اس پر ضرور بہ ضرور ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا۔

ابن عبدالسلام سے یہاں جو لغزش ہوئی اس سے اجتناب کر۔ اور اگر ولایت النبی سے مراد ابن عبدالسلام کا مشہور مسئلہ ہے کہ نبوت رسالت سے افضل ہے کیونکہ نبوت میں تعلق اللہ کی طرف اور رسالت میں تعلق مخلوق کی طرف ہوتا ہے۔ تعلق باللہ مخلوق کے تعلق سے افضل ہے یہ انتہائی سقیم استدلال ہے۔ اسی لیے کثیر متاخرین نے اس کی تضعیف کی وجہ ضعف یہ ہے کہ رسالت میں صرف مخلوق کی طرف ہی تعلق نہیں ہوتا بلکہ تعلق الی اللہ بھی ہوتا ہے کیونکہ رسول احکام الٰہی کو مخلوق تک پہنچاتا ہے۔ احکام کا اللہ تعالیٰ کی جناب سے حاصل کرنا تعلق الی اللہ ہوا اور مخلوق کو اس کی تبلیغ کرنا تعلق الی الخلق ہوا تو رسول خلیفۃ اللہ ہوا لہٰذا وہ مجرد نبی سے افضل ہوگا۔ کہ وہ اس درجہ عالیہ پر فائز نہیں۔ ہمارا مبحث رسول کی نبوت و رسالت میں کون افضل ہے۔ بہرکیف رسول نبی سے بالاتفاق اشرف ہے۔

بعض علماء کا قول کہ انبیاء و رسل میں ایک دوسرے پر فضیلت نہیں دینی چاہیے تو اس کی تاویل یوں ہوگی۔ کہ نفسِ نبوت و رسالت میں سب انبیاء یکساں ہیں اس میں تفضل نہیں۔ برتری و بزرگی صرف مدارج و مراتب میں ہے

یہ سوال کہ رسُول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم

تیسرے سوال کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت سے قبل یا بعد کسی نبی کے دین کی پیروی کی ؟ کا جواب نے بعثت سے بیشتر یا بعد کسی رسول و نبی کے دین کی اتباع کی تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں علماء کا اختلاف ہے جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ کسی کے دین کی اتباع نہیں کی اس پر

[1] پارہ ۳، سورۂ بقرہ، آیت ۸۱۔

استدلال یہ کیا کہ آپ سے اس بارے میں کوئی روایت نہیں ملتی تو اس بات سے یقین ہو گیا کہ کسی نبی کی اتباع نہیں کی۔

ایک جماعت نے اس پر عقلی دلیل پیش کی اگر اتباع کرے تو آپ تابع اور وہ نبی متبوع ہوتا حالانکہ آپ تمام مخلوق کے متبوع ہیں اور اس کی شریعت کے متبعین بھی اس پر فخر کرتے۔

ایک جماعت نے اس بارے توقف کیا اور قطعی حکم سے احتراز کیا۔ اسی طرف امام الحرمین گئے ہیں اور ایک جماعت نے کہا پہلی شریعت کے تبع تھے پھر اس میں اختلاف ہے کہ کسی نبی کے دین کے تابع تھے۔ تو ایک جماعت نے تعین میں توقف کیا اور بعض نے جسارت کر کے کچھ نے نوح بعض نے حضرت ابراہیم بعض نے حضرت موسٰی بعض نے حضرت عیسٰی اور بعض نے حضرت آدم علیہم السلام کے تبع کہا یہ تمام مذاہب اس مسئلہ میں ہیں۔ پہلا جمہور کا مذہب اظہر ہے اور تعین والوں کا مذہب بعید از عقل ہے۔ اس لیے کہ اگر کچھ ہوتا تو اسے ضرور نقل کیا جاتا۔

بعض کا خیال ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام آخری نبی ہیں تو ظاہر ہے بعد میں آنے والا انہی کی اتباع کرے گا۔ یہ دلیل مضبوط ہے کیونکہ عیسٰے علیہ السلام کی عموم دعوت ثابت نہیں۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی نبی کی دعوت عامہ نہیں۔ اسی لیے آپ کے علاوہ کوئی نبی جنات کی طرف نہ آیا۔ سورۂ احقاف کے آخر میں جو جنات کا تورات پر ایمان لانے کا ذکر ہے وہ ایمان تبرع ہے۔ فرضی نہیں جیسا کہ بعض عرب وغیرہ کا انجیل پر ایمان نفلی ہے کہ موسٰی علیہ السلام کی نبوت کا بنی اسرائیل اور قبط کے علاوہ ثابت نہیں، اور نہ عیسٰے علیہ السلام کی نبوت بنی اسرائیل کے علاوہ ثابت ہے۔

بعض کا خیالِ باطل یہ ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم شریعت ابراہیم علیہ السلام کے تبع تھے۔ کوئی الگ شریعت نہ تھی بلکہ شریعت ابراہیمی کے احیاء کے لیے تشریف لائے۔ جیسا کہ قرآنِ کریم میں ہے:

ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ[1]

ترجمہ: پھر ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی کہ آپ ابراہیم کے دین کی پیروی کیجیے جو ہر باطل سے جدا ہے۔

---

[1] پارہ ۱۴، سورہ النحل، آیت ۱۲۳۔

marfat.com

یہ گمان سراسر باطل وخرافات پر مبنی ہے اور قرآن وسُنّت پر دسترس نہ ہونے کی دلیل ہے کیونکہ اس آیت میں توحید خاص جو مقام خلت جو کہ ابراہیم علیہ السلام کو حاصل ہے کے مطابق ہو اس کی اتباع کا حکم دیا جا رہا ہے اس طرف اشارہ ہے :۔

حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ[1]۔ ترجمہ :۔ اس کی ذات کی طرف منہ پھیر لیا اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔

اس توحید خاص کا سبب یہ ہے کہ جب آپ کو نارِ نمرود میں ڈالا گیا تو اعانت کے لیے جبریلِ امین حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا :

اَمَّا اِلَيْكَ فَلَا۔ ترجمہ : مجھے تیری مدد کی کوئی ضرورت نہیں۔

یہ فرما کر استعانت سے انکار کر دیا۔ تسلیم کے اس درجہ پر فائز ہوئے جس پر آپ سے قبل یا بعد کوئی نبی نہ پہنچ سکا مگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بلند ترین مرتبہ پر پہنچے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اس درجہ تک پہنچے جس کو خالق و مالک کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اسی بنا پر روزِ حشر مخلوقِ خدا جب مختلف انبیاؑ سے ہوتی ہوئی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس حاضر ہوگی۔ تو یوں گویا ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مقامِ خُلت سے نوازا ہے۔ بے شک آپ خلیل ہیں، تو ابراہیم علیہ السلام اگرچہ خلیل اللہ ہیں لیکن ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام و مرتبہ اس سے بھی وراء الوراء ہے۔ جس کی نظیر سابقہ آیت :۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ[2]۔ ترجمہ : وہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے راہ دکھائی تو آپ انہی کی راہ پر چلیے۔

اس امر اقتدأ توحید اور مقاماتِ علیا جو اصول کی طرف راجع ہیں نہ فروع اس لیے کہ بعض نبی مثلاً یوسف علیہ السلام ایک قول کے مطابق بالکل رسول نہ تھے۔ شرائع میں فروعات تو مختلف ہیں تو ان فروع میں اقتدأ محال ہے۔

سوال توحید تو دلائل قطعیہ سے ہے تو اس میں اقتدأ کیسے ہو سکتی ہے ؟

---

[1] پارہ ، سورۃ الانعام آیت ۹۔ [2] پارہ ، سورۃ الانعام آیت ۹۰۔

marfat.com

جواب ہم اس کی تردید کی طرف مقاماتِ علیا سے جو لائق ہیں اشارہ کر دیا ہے ان میں ایک کیفیت دعوۃ توحید ہے ۔ نرمی آسانی کے ساتھ حق کی دعوت اور دلائل واضح ظاہرہ بار بار مختلف انداز سے بیان کرنا ۔ تاکہ قلب میں راسخ ہو جائے ۔

آپ کی قبل از بعثت کیفیت عبادت معلوم نہیں

شیخ الاسلام سراج بلقینی شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ احادیث میں ایسی کوئی روایت نہیں ملتی جس سے آپ کی بعثت سے قبل کی کیفیت عبادت معلوم ہو ۔ لیکن ابن اسحاق وغیرہ نے لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سال میں ایک ماہ غار حرا میں عبادتِ الٰہی میں مصروف ہوتے ۔ دور جاہلیت کی عبادت یہ تھی کہ جو مسکین بھی آئے اسے کھانا کھلانا ۔ جب واپس گھر تشریف لاتے تو گھر میں داخل ہونے سے قبل بیت اللہ کا طواف کرتے ۔

بعض علماء کہتے ہیں آپ کی عبادت تفکر و تدبر تھی ۔

اور کہا کہ میرے نزدیک (شیخ الاسلام سراج بلقینی) عبادت مختلف اقسام پر مشتمل تھی ایک خلوت و یکسوئی ، جیسے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے تنہائی اختیار کی ۔ دوم توجہ الی اللہ کیونکہ یہ بھی عبادت ہے ۔ جس طرح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے ۔ سوم تفکر و تدبر ، اسی لیے بعض علماء نے کہا کہ غار حرا میں آپ کی عبادت تفکر تھی ۔

چوتھا سوال کیا آپ تمام مخلوق کی طرف رسول ہیں جواب

یہ سوال کہ کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق کے رسول ہیں یہ اکثر لوگوں نے مجھ سے دریافت کیا ہے اور اس کا جواب مبسوط اور مختصر طور پر پہلے گزر چکا ہے معتمد قول کا خلاصہ یہ ہے کہ فرشتوں کے بھی ہیں اس میں دو قول ہیں ایک قول جس کو شیخ الاسلام تقی سبکی محقق متاخر محققین نے ترجیح دی ۔ امام رازی نے جو تفسیر کبیر میں بیان کیا ہے اس کی تردید کی ۔ اسی طرح حلیمی اور بیہقی کی بھی تردید کی انہوں نے کہا کہ آپ فرشتوں کے رسول ہیں اس کی تائید اس آیت سے بھی ہوتی ہے ۔

marfat.com

لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۔ؕ ترجمہ: تاکہ وہ سارے جہان کو ڈر سنانے والا ہو۔

وہ جن وانس اور فرشتے مراد ہیں۔

بعض نے کہا کہ بعض فرشتوں کے رسول ہیں یہ قول بلا دلیل ہے جس طرح یہ قول کہ آپ کسی فرشتے کے رسول نہیں بلا دلیل ہے ان کے لیے آپ کا نذیر ہونا ان کے معصوم ہونے کے منافی نہیں کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کی طرف رسول ہونے کا مقصد ان کو آپ پر ایمان لانے کے ساتھ مکلف کرنا آپ کی سیادت و رفعت کا اقرار، آپ کے حضور ان کا عاجزی و انکساری کرنا۔ آپ کے متبعین میں اضافہ کرنا ہے۔ تاکہ آپ کے شرف میں زیادتی ہو۔

پھر یہ انداز شب معراج سب فرشتوں پر ظاہر ہوا۔ یا بعض کے لیے شب معراج اور بعض کے لیے دوسرے کسی مقام پر مخصوص چیز میں اخراج سے تمام شریعت کا اخراج مستلزم نہیں۔

ایک شاذ قول ہے فرشتے جنات سے ہیں اور جنات سماویہ مسلمان ہیں اگر اس قول کی تحقیقی قول کے ساتھ ملایا جائے تو اس سے ثابت ہوگا کہ آپ تمام ملائکہ کے رسول ہیں۔ اور محتاج بیان نہیں اور یہی ظاہر آیت سے ثابت ہے۔ اور مسلم شریف کی یہ حدیث جس کی صحت میں کوئی نزاع نہیں کہ۔

اُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً ۔ ترجمہ: میں تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہوں۔

خلق اور کافۃ کا لفظ بتا رہے ہیں کہ آپ سب کے رسول ہیں یہی شیخ جمال بارزی نے کہا کہ آپ تمام مخلوق کے رسول ہیں۔ یہاں تک کہ جمادات کے بھی رسول ہیں کہ ان میں فہم و عقل مخصوص عطا کی گئی کہ انہوں نے آپ کو پہنچانا آپ پر ایمان لائے اور کمالات و فضائل کا اعتراف کیا۔

ؕ پارہ ۱۸، سورہ الفرقان، آیت ۱۔

marfat.com

جس کی شہادت حدیث مؤذن سے ملتی ہے کہ مؤذن کی آواز جہاں تک جاتی ہے روزِ حشر اس کے حق میں ہر شجر و حجر و غیرہ ہر چیز شہادت دے گی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ[1]

ترجمہ: اگر ہم قرآن کو کسی پہاڑ پر اتارتے تو ضرور آپ اس کو اللہ کے خوف سے جھکا ہوا پاش پاش دیکھتے۔

اور

اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ[2]

ترجمہ: ایسی کوئی چیز بھی نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ اس کی پاکی نہ بیان کرتی ہو۔

جب ان جمادات کو یہ ادرکات حاصل ہیں تو بارزی کے قول کا انکار نہیں کیا جا سکتا بالخصوص جب حدیث مسلم سے بھی تائید ہو رہی ہے۔

سوال جمہور مفسرین عالمین کی تفسیر جن و انس سے کی ہے اور آپ اس میں ملائکہ کو بھی شامل کر رہے ہیں۔؟

جواب اس سے فرشتوں کی طرف مطلق ارسال کی نفی ہوتی نہیں کیونکہ جن و انس شریعت کے مکلف ہیں تو ان کی طرف رسالت تکلیفی ہے دوسروں کی طرف تکلیفی نہیں تو مفسرین نے مکلف بالشریعت ہونے کی وجہ سے جن و انس کے ساتھ تفسیر کی۔

حاصلِ کلام: فریقین دونوں کے پاس دلائل ہیں ان میں کوئی بھی امر یقینی نہیں۔

پانچواں سوال کہ خلفأ اربعہ کے مابین افضلیت قطعی ہے یا نہیں جواب

یہ سوال کہ خلفائے راشدین میں افضلیت قطعی ہے یا نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلفائے ثلاثہ پر افضلیت قطعی اور یقینی ہے پھر

---

[1] پارہ ۲۸، سورۃ الحشر، آیت ۲۱ - [2] پارہ ۱۵، سورۃ بنی اسرائیل، آیت ۴۴۔

حضرت عمرؓ بن خطاب دونوں سے افضل ہیں۔ لیکن حضرت عثمان کی حضرت علی سے افضلیت تو وہ ظنی ہے اس لیے بعض اکابر اہل سنت مثلاً سفیان ثوری وغیرہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر ترجیح دیتے ہیں تو جس میں اہل سنت کا آپس میں اختلاف ہوا تو وہ امر ظنی ہے۔

اس مسئلہ پر احادیث متعارض ہیں جتنی کثیر احادیث حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں مروی ہیں جو دیگر اصحاب ثلاثہ کے فضائل میں نہیں۔

اس کا بعض آئمہ نے یہ جواب دیا کہ ان کے دور خلافت میں کثرت سے فتنے بپا ہوئے اور آپ کے اعداء بکثرت ہو گئے جو آپ کی شان میں تحقیر اور تنقید کرتے تھے تو ان فساق و فجار کو جواب دینے کے لیے آپ کی شان میں بکثرت احادیث روایت کیں۔ اور اصحاب ثلاثہ کے دور میں ان کے مخالف کثیر تعداد میں نہ تھے۔ اس لیے ان کے فضائل روایت کرنے کی چنداں ضرورت نہ تھی۔

چھٹا سوال کہ اہل فترت کو توحید پر ایمان لانا فرض تھا یا نہیں

اصح مذہب ان کے لیے توحید پر ایمان لانا لازم تھا۔ بلکہ اصح مذہب میں اہل فترت جن کے پاس کوئی رسول نہیں آیا۔ وہ جنت میں جائیں گے جیسے آیت کریمہ ہے۔

مَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا۔ [1]

ترجمہ: اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج دیں۔

یہ آیت قبل از بعثت لوگوں کے حق میں نازل ہوئی کیونکہ پہلے رسول آدم ہیں یا نوح علیہم السلام۔ بعض حضرات نے کہا جو شخص آدم علیہ السلام یا نوح علیہ السلام کی بعثت کے بعد ایمان نہیں وہ دوزخی ہے یہ قول ظاہر آیت کے مخالف ہے لہٰذا یہ قول معتبر نہیں۔

ساتواں سوال کہ بندہ اپنے افعال کا خالق ہے یا نہیں کا جواب

تحقیق تخلیق کسی چیز کا عدم سے وجود میں

[1] پارہ ۱۵، سورہ بنی اسرائیل، آیت ۱۵۔

marfat.com

لانا) غیر اللہ کے لیے کسی چیز میں ثابت کرنا صریح کفر ہے۔ وہ شخص واجب القتل ہے لیکن اپنے افعال کا خالق ہونا کے نظریہ سے معتزلہ کے نظریہ کی مانند بدعت، ضلالت اور فسق ہے اصح قول کے مطابق وہ مسلمان ہے۔

آٹھواں سوال کہ کافر کو ثواب اور مؤمن کو عذاب دینے کو عقل جائز سمجھتی ہے کا جواب

مؤمن کو عذاب دینا اس کو عقل جائز سمجھتی ہے بلکہ اس کا عقیدہ رکھنا ضروری ہے۔ انبیاؑ ورسل اور دیگر بندوں کے لیے اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز لازم نہیں۔ جیساکہ قرآنِ کریم میں ہے۔

قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا[1]

ترجمہ: آپ ان سے فرما دیں کہ اگر اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم اور ان کی ماں اور زمین کے سب رہنے والوں کو ہلاک کرنا چاہے تو اس کے مقابلے میں کوئی کیا کرسکتا ہے۔

مطیع کو ثواب اللہ تعالےٰ اپنے فضل وکرم سے دیتا ہے اور سزا بھی دے سکتا ہے۔ لیکن وہ مقتضائے وعدہ عذاب نہ دے گا۔ اور وہ کبھی اپنے وعدہ کے خلاف نہ کرے گا۔ عاصی اور گناہوں کے مرتکب کو محض اپنے عدل سے سزا دے گا۔ اور معاف کرکے ثواب بھی دے سکتا ہے کیونکہ وعید کے خلاف کرسکتا ہے خلف وعدہ نہیں کہ وہ جھوٹ بن جاتا ہے جو اس کی شان کے خلاف ہے اور منصوص ہے کہ اپنے وعدہ کے خلاف نہ کرے گا۔ وعدہ صرف خیر میں ہوتا ہے اس کا تقاضا ہے کہ وعید کا بھی خلاف نہ کرے کیونکہ خُلف وعدہ اور خُلف وعید میں نسبت تقابل ہے۔

---

[1] پارہ ۶، سورت مائدہ، آیت ۱۷۔

marfat.com

مذکورہ بالا کلام مؤمن کے بارے تھا کافر کو ثواب نہیں دے سکتا کہ اس نے خبر دی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ[1]	ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اس گناہ کو نہیں بخشتا ہے کہ اس کا کوئی شریک ٹھہرایا جائے اور اس کے لیے اور گناہوں میں سے جو کچھ جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے۔

لہٰذا کافر کو ثواب دینے کو جائز نہیں رکھتی اس وجہ سے اس پر اتفاق ہے کہ جو شخص کافر کو ثواب دینے کو جائز رکھے وہ کافر ہے۔

ابن حجر کے فتاویٰ حدیثیہ سے ایک فتویٰ

درود شریف سے متعلق ایک جماعت جامع از ہر اکہ اور بعض دیگر مقامات پر شب دوشنبہ اور جمعرات کو درود شریف پڑھتے ہیں۔ الفاظ درود شریف میں سے ایک کے الفاظ یہ ہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ اَفْضَلَ صَلٰوةٍ عَلٰى اَفْضَلِ مَخْلُوْقَاتِكَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ۔ الخ۔	ترجمہ: اے اللہ افضل صلاۃ تیری مخلوق میں سے افضل شخصیت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرما۔

اس پر بعض لوگوں نے اعتراض کیا اور کہا کہ اس پر کوئی دلیل نہیں ہے لہٰذا یہ درود شریف نہیں پڑھنا چاہیے کیا یہ مانعین حق پر ہیں یا نہیں۔

مانعین سخت خطا پر ہیں بلا دلیل اور بلا وجہ مادحین پر اعتراض کیا ہے اسی طرح بعض لوگ مادحین کے اس قول اگر آپ نہ ہوتے تو کوئی ملک ہوتا نہ فرشتہ،، پر اعتراض ہے کہ یہ بغیر دلیل کے ہے یہ نہیں کہنا چاہیے۔ نیز اسی طرح ہے۔ اس قول آپ صلی

---

[1] پارہ ۵ سورۃ النسآء، آیت ۱۱۶۔

اللہ علیہ وسلم اشرف المخلوقات ہیں۔ مخلوق میں سے کوئی ایک ہمسر نہیں" پر بھی اعتراض بلادلیل ہے۔ بلکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی افضلیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میں اولادِ آدم کا سردار ہوں۔

کیا صالحین فرشتوں سے افضل ہیں

رہا یہ مسئلہ کہ صالحین بشر ملائکہ سے افضل ہیں؟ تو اس کا جواب امام الائمہ و سراج الامم امام ابوحنیفہ نے دیا لَا اَدْرِیْ میں نہیں جانتا (ابن حجر فرماتے ہیں) یہی صحیح جواب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا [1]

ترجمہ: اور بے شک ہم نے اولادِ آدم کو عزت دی اور ان کو خشکی اور تری میں سوار کیا اور ان کو پاکیزہ رزق دیا اور ہم نے ان کو بہت سی مخلوق پر بزرگی اور فضیلت عطا کی۔

اللہ تعالیٰ نے مخلوق پر نہیں فرمایا بنی آدم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں۔ اس قسم کی معلومات کے ہم مکلف نہیں۔ اس پر بحث اور کلام کرنا فضول ہے اور سکوت جواب ہے (معترض کا کلام ختم ہوا) اس نے بھی اس معترض کی تقلید کی ہے۔ دونوں خطا پر ہیں علما مُصیب رائے والوں پر تنقید اور شیطن کے خرافات کی تائید کی ہے۔

دونوں معترضین کے بطلان کے لیے ہے اَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَیَّ کے الفاظ اظہر من الشمس ہیں جس کو حاکم نے صحیح کہا اور روایت کیا۔

قَالَ قَالَ اٰدَمُ يَا رَبِّ اَسْأَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تَغْفِرَ لِيْ فَقَالَ

ترجمہ: فرمایا آدم علیہ السلام نے عرض کیا اے پروردگار! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے میری خطا معاف فرما

---

[1] پارہ ۱۵، سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۷۰۔

marfat.com

اللّٰہُ تَعَالٰی یَا آدَمُ وَکَیْفَ	اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم! تُو نے
عَرَفْتَ مُحَمَّدًا وَلَمْ	محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو کیسے پہچانا
اَخْلُقْہُ قَالَ یَارَبِّ لَمَّا	جب کہ ابھی وہ پیدا ابھی نہیں ہوئے
خَلَقْتَنِیْ بِیَدِكَ وَنَفَخْتَ	تو عرض گویا ہوئے۔ اے میرے پروردگار
فِیَّ مِنْ رُوْحِكَ رَفَعْتُ	جب تُو نے مجھے اپنے ہاتھ بنایا اور مجھ
رَاْسِیْ عَلٰی قَوَائِمِ	پر رُوح کا القا کیا تو میں نے سر اٹھا
الْعَرْشِ مَكْتُوْبًا لَا اِلٰہَ اِلَّا	کر دیکھا تو ساقِ عرش پر لکھا ہوا پایا
اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ	لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ (اللہ کے
فَعَلِمْتُ اَنَّكَ لَمْ تُضِفْ	سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول
اِلٰی اِسْمِكَ اِلَّا اَحَبَّ الْخَلْقِ	ہیں) تو مجھے یقین ہو گیا۔ تو اپنے نام
اِلَیْكَ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی یَا آدَمُ	کے ساتھ مخلوق میں سے اسی کا نام
اِنَّہُ لَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَیَّ وَ	ملاتا ہے جو تجھے سب سے زیادہ عزیز
اِذْ سَاَلْتَنِیْ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ	ہو تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے پیارے
قَدْ غَفَرْتُ لَكَ وَلَوْلَا	آدم وہ واقعی سب سے زیادہ عزیز ہیں۔
مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُكَ۔	جب تو (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم
	کے وسیلہ سے استغفار چاہی تو میں نے
	تجھے معاف کر دیا۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ
	وسلم نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔

اس کی سند میں سقم ہے ابن عدی نے کہا اس حدیث کو بیان کرتے ہیں اس کے غیر کا اس حدیث کی تضعیف کرنا قلیل ہے۔ ان احادیث سے جن کو حاکم نے صحیح کہا ایک حدیث یہ بھی ہے۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ	ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے
عَنْہُمَا قَالَ اَوْحَی اللّٰہُ تَعَالٰی	مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ

marfat.com

اِلٰی عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ	السلام کی طرف وحی کی اے عیسیٰ محمد
یَا عِیْسٰی آمِنْ بِمُحَمَّدٍ وَمُرْ	(صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لا، اور اس
مَنْ اَدْرَکَہٗ مِنْ اُمَّتِکَ	اُمّت کو حکم دے کہ ان میں سے جو اس کو
اَنْ یُّؤْمِنُوْا بِہٖ فَلَوْلَا	پائے وہ آپ پر ایمان لائے۔ اگر محمد
مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُ آدَمَ	نہ ہوتے تو میں آدم کو پیدا نہ کرتا
وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُ	اور محمد کو پیدا نہ کرتا تو جنت و دوزخ
الْجَنَّۃَ وَالنَّارَ وَلَقَدْ	کو پیدا نہ کرتا۔ میں نے عرش کو پانی
خَلَقْتُ الْعَرْشَ عَلَی الْمَاءِ	پر بنایا تو وہ مضطرب ہوا تو میں نے اس
فَاضْطَرَبَ فَکَتَبْتُ	پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھ دیا۔
عَلَیْہِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ	تو اس کو سکون ملا۔
مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ	
فَسَکَنَ۔	

اس قسم کا ذکر انسان اپنی عقل سے بیان نہیں کر سکتا اور ابن عباس سے جب صحت کی روایت ہو تو یہ مرفوع کے حکم میں ہوگی۔ کہ انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر بیان کی ہے جیسا کہ آئمہ اصول وحدیث وفقہ نے بیان کیا۔

اگر پہلی حدیث کو سقیم تسلیم کر لیا جائے تو اس کی کمزوری اس حدیث سے پوری ہو جاتی ہے کیونکہ یہ تنہا ہی حجت کے کافی ہے تو اگر اس کے ساتھ پہلی کو ملا لیا جائے۔ تو مزید قوت پیدا ہو گی۔

صاحب شفا الصدور وغیرہ نے حدیث روایت کی ہے۔

قَالَ اللّٰہُ یَا مُحَمَّدُ وَعِزَّتِیْ	ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے محمد
وَجَلَالِیْ لَوْلَاکَ مَا	مجھے اپنے عزت وجلال کی قسم اگر تو نہ
خَلَقْتُ اَرْضِیْ وَلَا سَمَائِیْ	ہوتا تو میں زمین و آسمان کو نہ بناتا اور
وَلَا رَفَعْتُ ھٰذِہِ الْخَضْرَاءَ	نہ سبزیات کو بلند کرتا اور نہ اس

marfat.com

وَلَا بَسَطْتُ ھٰذِہِ الْغَبْرَاءَ۔ کے گرد کا فرش بناتا۔

ایک روایت میں ہے :۔

مِنْ اَجْلِكَ اَسْطَحُ الْبَطْحَاءَ وَاَمُوْجُ الْمَاءَ وَاَرْفَعُ السَّمَاءَ وَاَجْعَلُ الثَّوَابَ وَالْعِقَابَ وَالْجَنَّۃَ وَالنَّارَ	ترجمہ : تیری وجہ سے وادی کو پھیلاتا ہُوں۔ پانی کا تموج ، آسمان کو رفعت ثواب وعقاب اور جنت و دوزخ کو بناتا ہوں۔

قاضی عیاض شفا میں ذکر کرتے ہیں۔

فَقَالَ آدَمُ لَمَّا خَلَقْتَنِیْ بِیَدِكَ رَفَعْتُ رَأْسِیْ اِلَی الْعَرْشِ فَاِذَا ھُوَ فِیْہِ مَكْتُوْبٌ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللہِ فَعَلِمْتُ اِنَّہٗ لَیْسَ اَحَدٌ اَعْظَمَ قَدْرًا عِنْدَكَ مِمَّنْ جَعَلْتَ اِسْمَہٗ مَعَ اِسْمِكَ فَاَوْحَی اللہُ اِلَیْہِ وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ اِنَّہٗ لَاٰخِرُ النَّبِیِّیْنَ مِنْ ذُرِّیَّتِكَ وَلَوْلَاہُ لَمَا خَلَقْتُكَ۔	ترجمہ : آدم علیہ السلام نے عرض کیا جب تُو نے مجھے اپنے دستِ قدرت سے بنایا میں نے عرش کو دیکھا تو اس پر یہ کلمہ لکھا ہوا دیکھا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو مجھے یقین ہو گیا کہ تیرے ہاں ان سے زیادہ کوئی معزز نہیں۔ جس لیے تُو نے ان کے نام کو اپنے نام سے ملایا۔ تو اللہ تعالیٰ نے وحی کی اے آدم! مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم وہ تیری اولاد سے آخری رسُول ہیں۔ اگر وہ نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔

ان تمام احادیث سے روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ پہلے معترض کا اعتراض باطل ہے اور دوسرے معترض کا اعتراض کہ آدم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہیں تو اس کا بطلان بھی اسی روایت کردہ حدیث سے ہو جاتا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں روزِ حشر اولادِ آدم کا سردار ہوں گا۔ اس میں فخر نہیں اور ہر نبی آدم ہوں یا کوئی اور میرے جھنڈے تلے ہو گا۔

marfat.com

اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی آدم علیہ السلام پر فضیلت ثابت ہو رہی ہے۔ آدم علیہ السلام کی فضیلت فرشتوں پر تو یہ قرآن سے صراحتًا ثابت ہے۔

اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ [1]
ترجمہ: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یاد کیجیے جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ تعظیمی کریں۔

اور آیت:

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ [2]
ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم اور نوح اور ابراہیم کے خاندان اور عمران کے خاندان کو تمام عالم پر برگزیدہ کیا۔

فرشتے بھی بالاتفاق کائنات میں شامل ہیں۔

جب ادلہ صحیحہ سے ثابت ہے کہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آدم علیہ السلام اور دیگر انبیاء سے افضل ہیں جیسا کہ چند سطور بالا سے بیشتر مذکور ہوئی کہ ہر نبی روزِ محشر حضور کے جھنڈے تلے ہوگا۔ اور مندرجہ بالا دو آیات سے ثابت ہوا۔ آدم، نوح، آلِ ابراہیم و آلِ عمران فرشتوں سے افضل ہیں۔ (مذکورہ حدیث اور آیات کو جوڑ کر صغریٰ کبریٰ ملانے سے نتیجہ اخذ ہوتا ہے) کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آلِ ابراہیم و آلِ عمران اور جملہ انبیاء اور تمام فرشتوں سے افضل تر ہیں۔

اسی طرح بخاری و مسلم کی حدیث ہے:

اَنَا سَیِّدُ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔
ترجمہ: روزِ حشر میں تمام لوگوں کا سردار ہوں گا۔

تمام مخلوق پر افضلیت اس آیت سے بھی ثابت ہے۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ [3]
ترجمہ: اور ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر بلند کیا۔

---

[1] پارہ ۱، رکوع ۴، آیت ۳۴۔ [2] پارہ ۳، سورۂ بقرہ آلِ عمران، آیت ۳۳۔
[3] پارہ ۳۰، سورہ انشراح، آیت ۴۔

marfat.com

قاضی (بیضاوی) نے کہا اس سے رفع عظیم مراد ہے اسی لیے مفسرین نے ذکر کیا۔
اس سے مراد ہے کہ جب بھی میرا ذکر ہوگا ساتھ تیرا ذکر بھی ہوگا۔ اس رفع عظیم سے تمام مخلوق پر آپ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ کیونکہ جن پر رفعت و بلندی دی ان کا ذکر نہیں کیا اور اصل اس میں عدم تخصیص ہے۔

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی تمام مخلوق پر رفعتِ شان پر یہ آیت دلالت کر رہی ہے:۔

وَعَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا[1]	ترجمہ: قریب ہے کہ آپ کو آپ کا رب ایسے مقام میں کھڑا کرے کہ جہاں سب لوگ آپ کی تعریف کریں۔

اس کی تفسیر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث حسن میں شفاعتِ عظمٰی کے ساتھ بایں وجہ کہ اس وقت اولین و آخرین اس کی حمد و ثنا کریں گے۔ لیکن آپ حمد و ثنا میں سب پر برتری حاصل کریں گے۔

آپ کی افضلیت پر دلالت کرنے والی احادیث میں سے ایک جس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا:۔

ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ مَنْ كَانَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّنْ سِوَاهُمَا الخ	ترجمہ: تین خصلتیں جس میں ہوں گی وہ ایمان کی حلاوت اور مٹھاس پائے گا۔ ایک کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہر چیز سے اسے پیارے ہوں الخ

اس میں تفکر کر تجھے اس سے افضلیت ثابت ہو جائے گی۔ اسی طرح صحیح حدیث کہ:
سب سے پہلے میری قبر کھلے گی میں جنتی لباس پہن کر عرش کی داہنی طرف کھڑا ہوں گا۔ جہاں میرے سوا کوئی فرشتہ بھی کھڑا نہ ہو سکے گا۔"
اس نے الحدیث الحسن کہا اور ترمذی نے اسے غریب جیسا کہ شیخ الاسلام سراج

---

[1] پارہ ۱۵، سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۷۹۔

marfat.com

بلقینی نے بیان کیا۔

اَنَا حَبِیْبُ اللّٰہِ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا حَامِلُ لِوَاءِ الْحَمْدِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا اَوَّلُ شَافِعٍ وَ اَوَّلُ مُشَفَّعٍ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ یُحَرِّکُ حَلَقَ الْجَنَّۃِ فَیَفْتَحُ اللّٰہُ لِیْ وَمَعِیْ فُقَرَاءُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَنَا اَکْرَمُ الْاَوَّلِیْنَ وَ الْاٰخِرِیْنَ وَلَا فَخْرَ۔	ترجمہ: میں اللہ کا حبیب ہوں اس پر فخر نہیں۔ میں روزِ حشر حمد کا جھنڈا اٹھانے والا ہوں۔ اس میں فخر نہیں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا اور جس کی شفاعت قبول ہو گی۔ اس میں کوئی فخر نہیں سب سے پیشتر بابِ جنت کھٹکھٹاؤں گا تو اللہ تعالیٰ میرے لیے کھولے گا میرے ساتھ مومن فقرا ہوں گے میں اولین و آخرین کا سردار ہوں اور اس میں کوئی فخر نہیں۔

ان احادیث کے الفاظ پر غور کیجیے۔ لیس احد غیری من السلائکۃ" انا اکرم الاولین والآخرین"، یہ تمام ملائکہ انبیا و مرسلین کو شامل ہیں آپ کی افضلیت تمام مخلوق پر دلالت کر رہی ہے۔ قصہ آدم علیہ السلام انہ لا حب الخلق بھی آپ کی افضلیت پر صریح دال ہے۔

اس کے موافق ہے کہ جو امام بلقینی نے بعض محدثین سے روایت کیا اور کہا کہ اس کی سند کا ذکر نہ کرنا۔ نقصان دہ نہیں کیونکہ آئمہ محدثین نے بکثرت احادیث ایسی روایت کی ہیں۔ جو اس کے موافق اور شواہد ہیں۔ ان میں ایک حدیث جبریل ہے جس کو اسی محدث نے روایت کیا۔

قَالَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ جِبْرِیْلَ عَنِ اللّٰہِ تَعَالٰی قَالَ لِنَبِیِّہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَدْ مَنَنْتُ عَلَیْکَ	ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بواسطہ جبریل اللہ تعالیٰ سے روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے فرمایا میں نے تجھ پر سات اشیا سے احسان

marfat.com

بِسَبْعَةِ اَشْیَاءَ اَوَّلُهَا اِنِّیْ لَمْ — کیا ایک ان میں سے یہ ہے کہ تجھ سے
اَخْلُقْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ — زیادہ معزز میں نے زمین وآسمان میں
اَکْرَمَ عَلَیَّ مِنْكَ۔ — کسی کو پیدا نہیں کیا۔

دوسری حدیث۔

عَنْہُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ — ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
قَالَ قَالَ لِیْ جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ — ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مجھ سے جبریلؑ
اَبْشِرْ فَاِنَّكَ خَیْرُ خَلْقِہٖ وَصَفْوَتُہٗ — نے کہا آپ کو مبارک ہو کہ آپ اللہ کی
مِنَ الْبَشَرِ حَبَاكَ اللّٰہُ بِمَا لَمْ — مخلوق سے بہتر وبرتر ہیں جتنی آپ سے
یُحِبَّ اَحَدٌ مِنْ خَلْقِہٖ لَا مَلَکًا — محبت ہے مخلوق میں سے کسی سے نہیں
مُقَرَّبًا وَلَا نَبِیًّا مُرْسَلًا وَلَقَدْ — نہ مقرب فرشتہ سے اور نہ نبی مرسل
قَرَّبَكَ الرَّحْمٰنُ اِلَیْہِ اَحَدٌ مِنْ — سے۔ رحمٰن نے عرش کے قریب مقام
قُرْبِ عَرْشِہٖ مَکَانًا لَمْ یَصِلْ — عطا کیا جہاں زمین وآسمان والوں میں
اِلَیْہِ اَحَدٌ مِنْ اَھْلِ السَّمٰوٰتِ وَلَا مِنْ — سے کوئی نہ پہنچ سکا۔ اللہ نے تکریم سے
اَھْلِ الْاَرْضِ فَھَنَّاكَ اللّٰہُ بِکَرَامَتِہٖ وَمَا حَبَاكَ بِہٖ — تہنیت فرمائی اور مرحبا کہا۔

اور کہا معلوم ومشہور حدیث تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آگے گزر گئے اور جبریل اپنے مقام پر ٹھہر گئے اور ایک فرشتہ ملا، اس نے کہا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آگے ہوں میں نے کہا تو آگے ہو۔ اس نے جواب دیا آپ کا حق ہے کہ آپ مجھ سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک معزز ومکرم ہیں۔

حدیث سواد مشہور میں ہے۔ یا خیر مرسل۔ اے مرسلین سے اشرف۔ یہ فرشتوں کو شامل ہے کہ فرشتے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف مرسل (پیامبر) ہیں۔

مشہور بحیرا کی حدیث صحیح میں ہے۔

هٰذَا سَیِّدُ الْمُرْسَلِیْنَ۔ ترجمہ: یہ رسولوں کے سردار ہیں۔

حاکم کے نزدیک مندرجہ ذیل حدیث صحیح کہ بشر بن سعاف کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ

جمعہ کے روز حضرت عبداللہ بن سلام کے پاس مسجد میں بیٹھے تھے۔ حضرت عبداللہ بن سلام نے فرمایا: دنیا کے تمام ایام سے جمعہ کا روز افضل ہے کہ اس میں آدم کی تخلیق ہوئی اور اسی میں قیامت برپا ہوگی۔ اور بتحقیق اللہ تعالیٰ کے پاس خلفاء میں سے خلیفۃ ابوالقاسم (محمد مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ مکرم و محتشم ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے کہا فرشتے کہاں گئے تو آپ نے میری طرف دیکھ کر مسکرا کر کہا۔ اے بھائی کے بیٹے کیا جانتا ہے۔ فرشتے کیا ہیں! بے شک فرشتے زمین و آسمان کے مانند ایک مخلوق ہیں۔ ہوا، بادل، پہاڑ کی مخلوق اور دیگر مخلوق میں سے کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے پاس معزز و مکرم نہیں بلکہ تمام مخلوق سے بزرگتر ابوالقاسم صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اس قسم کی روایت بالعقل نہیں ہوسکتی تو عبداللہ بن سلام جیسی شخصیت جو کہ اکابر صحابہ سے ہیں کا بیان کرنا اس بات کی دلیل ہے۔ یقیناً انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوگا (تو یہ مرفوع کے حکم میں ہوئی) یہ احتمال کہ انھوں نے تورات سے بیان کیا ہو کہ آپ احبار یہود سے تھے اگر تورات سے نقل کردہ بھی تسلیم کرلیں۔ تو پھر بھی کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ آپ صحابہ اور اہلِ کتاب میں سے مومن ہیں تو منشا حدیث کو سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث رجم زانیہ ان سے مروی ہے اور تورات سے روایت کردہ قرآنِ کریم کے عین مطابق ہے اور نبی کریم نے بھی اس کی تصدیق فرمائی۔

بلقینی کہتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام مخلوق پر افضلیت یہ کثیر صحابہ سے مروی ہے کسی صحابی یا تابعی نے اس کی مخالفت نہیں کی۔ بشر بن سعاف کا این الملائکہ کہنا امرِ واقع اور عموم کا اظہار مطلوب تھا اور نہ ہی کسی امام سے اس کی مخالفت ہوئی۔

معتزلہ اور باقلانی اور حلیمی سے جو مخالفت مذکور ہے وہ ممکن ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کے لیے کہا ہو جیسا کہ متاخرین نے بعض اکابر متقدمین سے نقل کرکے اس پر اعتماد کیا۔

زمخشری کے نزدیک جبریل افضل ہیں اور اس کی تردید

سورۂ تکویر کی تفسیر زمخشری جبریل امین

marfat.com

کی افضلیت کی صریح کی ہے۔ جس کی تردید بھی ہماری سابقہ گفتگو سے ہو گئی۔

باقلانی اور حلیمی کے قول کی ترجیح

ممکن ہے کہ حلیمی اور باقلانی نے ملائکہ کی افضلیت ایک نوع مخصوص میں مراد لی ہو مثلاً ان کا ہمیشہ تسبیح و تہلیل میں مصروف رہنا وغیرہ اور مطلق افضلیت جمیع عبادت میں تو انبیاؑ کو فرشتوں پر حاصل ہے۔ افضلیت مخصوصہ کی امثلہ بہت ہیں اَقْرَءُكُمْ اُبَیٌّ تم سے بڑے قاری ابی ہیں۔ اَمِیْنُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَبُوْ عُبَیْدَةَ اس اُمت کے امین ابو عبیدہ (بن جراح) ہیں۔

مَا اَقَلَّتِ الْغَبْرَاءُ وَلَا اَظَلَّتِ الْخَضْرَاءُ اَصْدَقَ لَهْجَةً مِنْ اَبِیْ ذَرٍّ ترجمہ: زمین کے اُوپر آسمان کے نیچے ابو ذر سے زیادہ سچا کوئی نہیں۔

ان میں فضیلتِ مخصوصہ ہے لہٰذا خلفاء راشدین کی افضلیت کے منافی نہیں دیگر اوصاف میں ان حضرات اور باقی اصحاب پر فضیلت رکھتے ہیں۔

امام ابو حنیفہ کے قول لا ادری کی توجیح

مسائین بشر کی فرشتوں پر فضیلت کے مسئلہ میں امام ابو حنیفہ کا فرمان لا ادری (میں نہیں جانتا) اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ آپ کا ایک قول ہے۔ دوسرا قول ہے انبیاؑ فرشتوں سے افضل ہے۔

احناف کا معتمد علیہ قول

لیکن علماءِ احناف کا معتمد علیہ قول ہے کہ خاص بشر یعنی مرسلین تمام فرشتوں سے افضل ہیں۔ خواص فرشتے انبیاؑ غیر ملائکہ سے افضل ہیں۔ خواص فرشتے غیر مرسلین انبیاؑ سے افضل ہیں۔

اس کے مطابق بھی ہمارا مدعا ثابت ہے کہ ہمارے پیارے رسول جمیع ملائکہ سے اشرف ہیں۔

ایک مغالطہ کا ازالہ

امام ابو حنیفہ اور دوسرے کسی امام کے بارے یہ خیال نہ کیا جائے کہ شائد وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فرشتوں پر فضیلت میں توقف کرتے ہیں۔

امام شافعی کا مسلک

امام شافعی علیہ الرحمہ اپنی کتاب الرسالۃ میں

marfat.com

لکھتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو وحی کے ساتھ بالخصوص منتخب ہوئے۔ جمیع مخلوق پر بزرگی رکھتے ہیں رحمت اور ختمِ نبوت کے اعتبار اور آپ کی نبوت و رسالت اولین و آخرین سب کے لیے یکساں ہیں آپ کا ذکر بلند ہے اس طرح کہ اللہ کے ذکر کے ساتھ آپ کا بھی ذکر ہوتا ہے محشر کے روز سب سے قبل شفاعت کرنے والے تمام سے ذات کے اعتبار سے طیب اور نسب و مکان کے اعتبار مختار۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ آپ کا شرف و کرم اور وجود مسعود دین و دنیا میں نعمۃ خاصہ و عامہ ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے :-

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ [1]

ترجمہ :- بے شک تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول تشریف لائے جن کو تمہارا تکلیف میں پڑنا سخت ناگوار ہے۔ وہ تمہاری بھلائی بہت زیادہ چاہنے والے ہیں مسلمانوں پر تو نہایت ہی شفیق اور مہربان ہیں۔

امام شافعی علیہ الرحمہ کا تصریح کردہ قول کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق سے افضل ہیں۔ یہی عام علماء کا قول ہے۔

اور معترض کا قول کہ لاادری سے جواب دینا صحیح ہے بالکل غلط ہے۔ صحیح جواب جس پر علماء کا اتفاق ہے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام فرشتوں سمیت کل مخلوق پر فضیلت ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی فرشتوں پر برتری ہے۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ [2]

ترجمہ :- بے شک ہم نے اولادِ آدم کو عزت دی۔

انبیاء علیہم السلام کی ملائکہ پر فضیلت اس آیت سے واضح طور پر ثابت ہے۔ مگر جو دلیل سے خارج ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان :-

---

[1] پارہ ۱۱، سورۂ توبہ، آیت ۱۲۸ - [2] پارہ ۱۵، سورہ بنی اسرائیل، آیت ۷۰۔

marfat.com

وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا ۔[1] ترجمہ:۔ اور ان کو اپنی بہت مخلوق سے افضل کیا۔

اس کے متعلق کہا گیا ہے کہ یہ فضیلت غلبہ کے اعتبار سے ہے اور بعض نے کہا کہ سوزِ حشر میں ثواب وجزا کے لحاظ سے ہے۔

اس بنا پر انسان و فرشتوں کے مابین فضیلت میں اختلاف کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انسان فرشتہ سے افضل ہے اگر یہ قول ان سے صحیح طور پر ثابت ہو جائے تو اس کا مطلب ہے کہ انبیاء کے علاوہ مخلوق پر محمول ہے۔ بالخصوص ہمارے سید و آقا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جن کی افضلیت تمام مخلوق پر براہین قاطعہ سے مبرہن ہو چکا ہے۔

معترض کا قول ہم اس کی معرفت کے دین میں مکلف نہیں یہ بھی غلط ہے یہ اصولِ دین سے ہے اور ہم اس کے مکلف ہیں کہ ہم آپ کی عزت و تکریم کریں اور دلائل سے شانِ مرتبہ اور اللہ کے پاس معترض کا قول "اس میں بحث فضول ہے" بھی غلط ہے بلکہ اس میں اجرِ عظیم ہے۔ اس میں صحابہ کرام، علمائے عظام نے گفتگو کی ہے۔ اس میں بحث و گفتگو مطلوب ہے۔ (بلقینی کا کلام تھوڑے سے اضافے کے ساتھ ختم ہوا)

اس تقریر کے بعد نمازی حضرات کا مساجد میں درود شریف کا اعلان کرنا اور بلند آواز کرنا واضح حق ہے اس پر کسی طرح سے اعتراض نہیں ہو سکتا جو اعتراض کرے تو اسے شیطانی وسوسہ ہوا ہے۔ جن سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ اور توبہ کرنی چاہیے۔ اختلاجِ قلب سے دور رہے کہ یہ فسادِ کبیر تک پہنچا دے گا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

وَاللہُ الموافق للصواب۔

---

[1] پارہ ۱۵، سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۷۰۔

امام العلامہ الشیخ علی نورالدین حلبی

صاحب السیرت متوفی ۱۰۴۴ھ

کے

فرمودات گرامی

marfat.com

شیخ نور الدین حلبی کے جواہرات جوکہ اس کے رسالے تعریف اہل الاسلام والایمان کہ کوئی جگہ وزمان حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے خالی نہیں۔ سے لیے گئے ہیں یہ آپ کی تالیف ہے جیساکہ سرورق مکتوب ہے۔ میں علامہ ابن علان کے ترجمہ "خلاصۃ الاثر" میں دیکھا ہے کہ یہ آپ کی تصنیف ہے۔

رسالہ تعریف اہل الاسلام والایمان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ تمام تعریفات اللہ کے لیے جس کے قصد سے کوئی چیز خالی نہیں بلکہ تمام اشیأ اسی کے قصد سے وجود میں آئیں جو منکرین کے خرافات سے بلند و بالا ہے۔

صلوٰۃ وسلام اس ذات اکمل جو ہر نبی مقرب سے افضل اللہ کے عبد سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نبی رحمت وشفاعت جن کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اللہ کی رحمتیں اور سلام آپ پر جمیع انبیأ و مرسلین زمین و آسمان کے جمیع ملائکہ اور جمیع اہلِ بیت و قرابت دار اور صحابہ کرام و تابعین پر۔ اما بعد۔

اس تصنیف کے موضوع بالمعنی پر کئی بار لکھا جاچکا ہے اور اس سے متعلق متعدد سوالات کا بھی جواب دے چکا ہوں۔ اب اس تالیف سے مقصود ایک سوال کا جواب دینا ہے۔ بسم اللہ شریف کے بعد :۔

سوال :۔ صورت سوال یہ ہے کہ تم اپنی کتب و مجالس میں تصریح و تلمیح سے کہتے ہو۔ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خیرالبریہ اور عالمِ علیا وسفلیہ میں کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں آپ کی ذات جلوہ گر نہیں۔ تو حلِ طلب یہ ہے کہ پھر آپ قبرانور میں جلوہ افروز ہیں یا نہیں، اگر قبر انور میں موجود ہیں تو ہر جگہ جلوہ گر ہونے کا مطلب کیا ہوا اور ہر جگہ موجود ہونے کی کیا صورت ہوگی۔؟

جواب :۔ الحمد للہ الھمنا الھاما وھدایۃ لاصابۃ الصواب۔ اے اخی صادق اور اے مرید صادق اللہ تعالیٰ مجھے اور تجھے ہم وغم کی بیماری سے شفا اور اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنا علم وافر عطا فرمائے۔ اس جواب سے

marfat.com

قبل ایک

تمہیدی مقدمہ تمہیدی مقدمہ ہے۔ عوالم مختلف اور اکوان متباین۔ ایک کون و عالم بطنِ مادر شکم مادر۔ اس دارِ فانی دنیا کی مانند نہیں جب شکم مادر میں تھا تو اسے بہت وسیع خیال کرتا تھا لیکن اس دنیا میں آنے کے بعد اسے نہایت تنگ و تاریک محسوس کرتا ہے کہ اب وہاں ایک لمحہ کے لیے رہنا پسند نہیں کرتا۔ اس دنیا سے عالمِ تفکر کشادہ ہے کیونکہ انسان جب آنکھیں بند کرتا ہے اور اپنے نفس میں فکر کرتا ہے۔ تو اس پر حال کشادہ ہو جاتا ہے۔ عالمِ نوم عالمِ تفکر سے وسیع ہے کہ نیند کے عالم میں روح انسان ہر جگہ فرش تا عرش جا سکتی ہے عالمِ برزخ نوم سے وسیع تر ہے کہ روح بدن سے مجرد ہو جاتی ہے اور اس کی قوت فرشتہ کی قوت کی مانند ہوتی ہے تو اسے اس دنیا کی وسعت پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ اس تمہیدی مقدمہ سے جواب بالکل واضح ہو جاتا ہے۔

الجواب یہ ہے۔ کہ حضرات انبیاءٔ علیہم السلام کو قوت ملکیہ حاصل ہے۔ جب جنات کو یہ قوت حاصل ہے۔ اس کو ایک شخص بلاتا ہے وہ اگرچہ مشرق میں ہو ایک لحظہ میں اس کے پاس آجاتا ہے۔ دوسرا شخص اگر مغرب میں بیٹھ کر اسے حاضر کرنا چاہے تو ایک لحظہ میں اس کے پاس پہنچ جاتا ہے تو حضرات انبیاءٔ علیہم السلام و اولیاءٔ کو ان سے کئی گنا زیادہ قوت حاصل ہے۔ اس لیے کہ انبیاءٔ و اولیاءٔ کی موت و حیات تشریفی ہے اس لیے کہ انہوں نے ایسی گفتگو کی جو انسان کے مقدور سے ماوراء اور ایسے کام کے لیے اور برداشت کیے جو مقدور سے باہر ہے تو ان میں ثقلین کے فضائل جمع ہوئے بخلاف جنات کے کہ ان کے فضائل صرف طبعی ہیں نیز جن اگر ایک رومال میں متشکل ہو سکتا ہے تو وہ خیال محض ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّهُ يَرَاكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُ[1] ترجمہ: بے شک وہ اور اس کا کنبہ تمہیں وہاں سے دیکھتے ہیں۔

---

[1] پارہ ۸ سورۃ الاعراف آیت ۲۷۔

marfat.com

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض اولیأ میں یہ صفت بحیثیت خصوصیت ہے تو اس کا معنی یوں ہوگا۔ انبیأ و اولیأ کی یہ صفت شرف و بزرگی میں انتہائی قوت کے قبیلہ سے ہے۔ جب کہ جن میں خوبی طبعی طور پر ہے۔

(۵) عالم حشر و نشر۔ عالم برزخ سے وسیع (۶) اور عالم جنت و دوزخ ان تمام سے وسیع ترین ہے۔ تو فضل و رحمتِ الٰہی کی وسعت، اس کی وسعتِ علم ان تمام عوالم سے کئی گنا زیادہ ہے۔ بایں وجہ یہ عوالم اور جن پر یہ مشتمل ہیں اس کے فضلات سے ایک حصّہ اور اس کی معلومات میں سے ایک دقیقہ ہیں۔ جیسے جنت اس کے ثواب و منایات کا ایک حصّہ اور جہنم اس کے عتاب کا بعض و جزء ہے۔

دوسرا مقدمہ دنیا برزخ اور بعثت کی زندگی رُوح کے اعتبار سے متحد اور قوت کے لحاظ سے مختلف ہے۔ ادنیٰ مقام بطش ادراک، تشکل و تصرف اور حیاتِ دنیا کا احاطہ ہے۔ درمیانہ حیات برزخ ہے۔ میت مرنے کے بعد زندگی بسر کرتا ہے۔ اعلیٰ مقام حیاتِ اُخرویہ۔

اس تمہید کے بعد جواب یہ ہے کہ علمأ محققین مثلاً قرطبی وغیرہ فرماتے ہیں:

جواب کہ موت عدم محض کا نام نہیں۔ بلکہ عالم (ملک دنیا) سے عالم ملکوت کی طرف انتقال کے طریقہ اور اہل دنیا و اہل برزخ کے مابین حجاب کا نام ہے تو میت اس حالت پر نہیں کہ جس طرح کہ دنیا میں اس کو احساس ہوتا تھا۔ یہ مُردوں کے متعلق کلام ہے۔

علمأ فرماتے ہیں کہ رُوح امر لطیف ہے اجسام کی طرح ثقیل و کثیف نہیں وہ جہاں چاہے مشیتِ ایزدی سے جاسکتی ہے وہ ماذون ہے مقید نہیں۔ اس صورت میں تمام اُمم متساوی ہیں۔

اور اُمتِ محمدیہ کو ان کی ارواح کے لیے تصرفات مزید حاصل ہیں جو دیگر اُمم کے ارواح کو میسر نہیں۔ اُمتِ محمدیہ میں سے علما عاملین اور اولیأ عارفین کو مزید تصرفات حاصل ہیں۔ پھر ان کے آئمہ جیسے امام اعظم امام شافعی، امام مالک اور زیادہ خصوصیت ان سے تابعین ان کے اوپر صحابہ کرام کے لیے شرف و بزرگی اور کمالِ علم ثابت ہے۔

marfat.com

ان خصوصیات کا اختتام نبی الرحمۃ شفیع اُمّت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوتا ہے۔ جیسا کہ ان کی ابتدا بھی آپ سے ہی ہوئی اور آپ کے لیے وہ خصوصیات ہیں جو دیگر انبیاء و مرسلین کے لیے بھی نہیں۔

کیا تجھے معلوم ہے کہ منصبِ شفاعت آپ ہی کے لیے ہیں۔ دوسرے لیے شفاعت کا منصب آپ کی اجازت سے حاصل ہوگا اور آپ کو منصبِ شفاعت باذن اللہ ملے گا۔ یہ بعض حضرات کا قول ہے۔

انبیا و اولیا سے توسّل جائز ہے

صحیح و تحقیق یہ ہے کہ جمیع انبیائے کرام و اولیائے کرام سے توسّل جائز ہے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا جیسا کہ اس کا بیان آگے آ رہا ہے اور بعض دوسرے انبیا کو آسمانوں پر دیکھا آپ کا یہ دیکھنا اس معنی کے ساتھ جس کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا، اور حق سبحانہٗ نے آپ کے لیے اس کتاب کی وضع کا ارادہ کیا۔ اس گفتگو سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام تصرّف کی معرفت ہو گئی۔

آپ کے وجود کی سیر کا مقصد عون و مددِ کائنات ہے۔ اور جسم شریف ہماری مدد بطرقِ اُولیٰ کرتا ہے۔

یہ سوال، کیا آپ اپنی قبرانور میں موجود ہیں؟

کیا آپ روضۂ اطہر میں مقیم ہیں؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ امام سیوطی نے اپنی کتاب "تنویر الحلک بامکان رؤیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم والملک" میں حضرت انس سے روایت کیا ہے۔ کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں نہیں چھوڑے جاتے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا کہ :-

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْاَنْبِیَاءَ لَا یُتْرَکُوْنَ فِیْ قُبُوْرِھِمْ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَۃً وَلٰکِنَّھُمْ یُصَلُّوْنَ بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ	ترجمہ :- بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیا علیہم السلام چالیس رات قبور میں نہیں چھوڑے جاتے بلکہ وہ صور پھونکے جانے تک اللہ تعالیٰ کے

marfat.com

حَتّٰی یُنْفَخَ فِی الصُّوْرِ۔ حضور نماز میں مشغول رہیں گے۔

اس میں یہ روایت بھی ہے کہ امام سفیان ثوری نے کہا کہ ہمارے شیخ نے حضرت سعید بن مسیب سے نقل کیا آپ نے فرمایا:۔

کوئی نبی بھی اپنی قبر میں چالیس رات سے زیادہ نہیں چھوڑا جاتا۔ یہاں تک کہ اسے اٹھا لیا جاتا ہے۔ بیہقی نے کہا اس میں تمام انبیا یکساں ہیں۔ (اس کا کلام ختم ہوا)

میں (نور الدین حلبی) کہتا ہوں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رفعت مکان و زمان میں مزید خصوصیت ہے۔ کتاب مذکور میں یہ بھی ہے۔ امام عبدالرزاق اپنی مسند میں ثوری سے اس نے ابی مقدام انہوں نے سعید بن المسیب سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ کوئی نبی اپنی قبر میں چالیس دن سے زیادہ نہیں ٹھہرتا۔

نیز اس میں ہے کہ امام الحرمین نے اپنی تاریخ، طبرانی نے کبیر اور ابراہیم نے حلیہ میں جو حضرت انس سے روایت کیا ہے۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ کسی نبی کو وصال نہیں ہوتا کہ قبر میں مقیم رہے مگر چالیس دن تک۔

اسی میں ہے کہ امام الحرمین نے نہایہ اور امام رافعی نے اس کی شرح میں دونوں نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں اللہ کے پاس سب سے زیادہ مکرم ومحتشم ہوں قبر میں تین دن سے زیادہ نہیں رکھتا۔ امام الحرمین نے اضافہ کیا کہ دو دن سے زیادہ۔

اسی میں ہے کہ ابوالحسن بن زعفرانی حنبلی نے اپنی کتب میں اس حدیث کو ذکر کیا کہ بے شک اللہ تعالیٰ کسی نبی کو نصف دن سے زیادہ قبر میں نہیں رکھتا۔

میں (نور الدین حلبی) کہتا ہوں کہ یہ تمام احادیث مشکل ہیں بالخصوص اس دور کے منکریں کے نزدیک جنہوں نے یہ سوال کیا جو وجہ تالیف ہیں۔ اس سوال کو جو کتاب مذکور میں موجود ہے۔ کہ واضح کرتی ہے۔ اسے کتاب "مصباح الظلام فی التغشین بسید الانام فی یقظۃ والنوم" جو کہ حافظ ابن نعمان مغربی کی ہے میں روایت کیا کہ۔

روضۂ رسول سے بشارت ایک اعرابی روضۂ رسول پہ حاضر ہوکر عرض گو ہوا کہ آپ

marfat.com

نے فرمایا تو ہم نے اسے یاد کر لیا دیہاں تک کہ یہ الفاظ کہے) کہ آپ پر یہ آیت نازل ہوئی :۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا [1]

ترجمہ :- اور کاش وہ لوگ جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا آپ کے پاس آتے اور پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے اور رسول اللہ بھی ان کی سفارش فرماتے تو ضرور اللہ تعالیٰ کو بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان پاتے۔

میں نے اپنی جان پر ظلم کیا استغفار کرتے ہوئے پاس حاضر ہوا اور آپ کے استغفار کی آرزو رکھتا ہوں کہ آپ میرے لیے دُعائے مغفرت فرمائیں کہ قبر انور سے ندا آئی کہ تحقیق تیری مغفرت ہو گئی حدیث صراحتاً دلالت کر رہی ہے۔ کہ آپ قبر انور میں موجود ہیں۔

سلام کا جواب پانا

یہ اشکال کتاب سیوطی سے بھی واضح ہوتا ہے کہ سید نور الدین ایجی روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہوا۔ پھر سلام عرض کیا :۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

ترجمہ :۔ اے نبی آپ پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں

تو قبر انور سے ندا آئی، جس کو سب حاضرین نے سُنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا۔

وَعَلَيْكَ السَّلَامُ يَا وَلَدِيْ۔ ترجمہ :۔ میرے بیٹے تجھ پر بھی سلام ہو۔

شیخ ابو بکر دیار بکری نے مواجہہ کے سامنے کھڑے ہو کر سلام عرض کیا ان کو بھی قبر انور سے جواب ملا - ایک ہاشمی عورت مدینہ منورہ میں خاکروبی کرتی تھی۔ بعض خدام اسے ایذا دیتے تو اس نے روضۂ انور پر شکایت کی تو اسے جواب ملا کہ جس طرح میں نے مصائب میں صبر کیا تو بھی صبر کر یا جس طرح آپ نے فرمایا۔

---

[1] پارہ ۵ ، سورۃ النسآء ، آیت ۶۴ ۔

marfat.com

سید احمد رفاعی کا واقعہ

استاذ شیخ احمد الرفاعی علیہ الرحمۃ فریضۂ حج ادا کرنے کے بعد درِ رسول پر حاضر ہوئے اور مواجہ شریف کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کی :۔

فی حالۃ البعد روحی کنت ارسلہا
تقبل عنی وھی نائبتی

ترجمہ :۔ دوری میں میری روح حاضر ہوتی اور سلام کے ایجاب کا عرض کرتی جب وہ میری نائب تھی۔

وھذہ دولۃ الاشباح وحضرت
فامدد یمینک کی تحظی بھا شفتی

ترجمہ :۔ یہ حالت شباح تھی (میں خود موجود ہوں) میں خود آپ کی خدمت میں حاضر ہوں اپنا داہنا ہاتھ نکالیے تاکہ میرے لب اس سے برکت حاصل کریں۔

تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک نکالا تو سید احمد الرفاعی نے بوسہ لیا۔

اس کے علاوہ بھی کتاب مذکور میں واقعات موجود ہیں جن سے اشکال کی توضیح ہوتی ہے۔ اس سے یہ بھی توضیح ہوتی ہے کہ آپ نے فرمایا شبِ معراج میں کثیب احمر کے مقام پر قبر موسٰی سے گزرا تو وہ قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔

اس سے بڑھ کر عجیب بات یہ ہے کہ مورخین نے نقل کیا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کی قبر کھود کر انھیں اپنے ساتھ کشتی میں سوار کیا تاکہ طوفان سے محفوظ رہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام مصر میں قرافہ کے مقام پر اور یوسف علیہ السلام فیوم میں مدفون تھے دونوں کو نکال کر شہر خلیل اللہ علیہ السلام بیت المقدس جوار ابراہیم علیہ السلام میں دفن کیا۔

خلاصہ کلام کہ اگر تسلیم کر لیا جائے کہ انبیاء اپنی قبور میں ہی ہوتے ہیں اور کہیں اور مقام پر نہیں تو یہ حدیث غایۂ اشکال بن ہے۔ اور حقوق انبیا علیھم السلام پر تنقیص

marfat.com

لازم آتی ہے جب اولیأ واصفیا اپنی قبور سے نکل کر ان کی اشباح ان کی قبور سے نکل دراز علاقوں میں دیکھی جاسکتی ہیں تو انبیأ کیوں نہیں آجا سکتے اور لوگوں میں یہ خبر تواتر کی حد تک مشہور ہے کہ قطب عالم عارف وکامل سید احمد بدوی جلاد کفار ہیں قطاف کے نام مشہور ہیں کہ وہ اپنی موت کے بعد افرنگی علاقہ سے قیدیوں میں اپنے وطن مصر لائے گئے۔

مقام وعظمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

یہ چیز بالکل عیاں ہے کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم بوقت وصال از کی رضوان اور جنت الفردوس کے اعلیٰ مقام اور درجہ وسیلہ کے مقام پر فائز ہوئے تو روضہ اطہر میں پہنچے پھر اللہ کے پاس جو سب سے اعلیٰ درجہ ہے وہاں پہنچائے گئے وہ مقام وسیلہ جن پر اولین وآخرین غبطہ کریں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو حتمی اذن دیا زمین و آسمان بحر وبر سہل وسخت جہاں چاہیں سیر کریں اور اس کے ساتھ ساتھ آپ کو قوتِ وہبیہ ایسی عطا کی کہ درجہ وسیلہ میں موجود ہوتے ہوئے اگر کوئی نبی مرسل یا ملک مقرب پکارے تو آپ اس کو جواب دیتے ہیں یہ کیفیت لانہایہ بعداز قیامت بھی رہے گی۔ یونہی درجہ وسیلہ میں ہوتے ہوئے طالب پکارنے والا اللہ کے حضور اور قبر پر پکارنے والا قبر میں غرض جہاں بھی پکارے گا وہیں آپ کو موجود پائے گا۔ یہاں تک کہ مراقبہ کرنے والا اپنے مراقبہ اور عارف اپنے میں آقا علیہ السلام کو موجود پائے گا۔ یونہی انبیأ علیہم السلام قدس اعلیٰ میں پہنچنے کے بعد ماذون ہیں کہ ان کی شبیح تالیف قلوب اہل ارض کے لیے قبر میں موجود ہو اور اشباح سے مجرد ہو کر جہاں چاہیں جاسکتے ہیں ان کے لیے کوئی ممانعت نہیں قبر میں شبح کے مقام ہونے کا معنی یہ ہے کہ جب طالب اس کو طلب کرے گا۔ تو وہاں پالے گا۔ جب ان کے حضور زیارت کے قصد سے آئے گا تو ان کی شبح دیکھ لے گا جس کی توضیح موسیٰ علیہ السلام کے بیان میں آئے گی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بجسدہٖ وروحہ زندہ ہیں

حافظ امام سیوطی نے اپنی مذکورہ کتاب میں احادیث و اکثر اقوال علمأ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اقوال علمأ اور وہ احادیث جو خواب اور

marfat.com

بیداری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کے ممکن ہونے پر دال ہیں سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ جسم و روح سمیت زندہ ہیں اطراف زمین اور ملکوت میں تصرف فرماتے ہیں اور اسی حالت و ہیئت پر ہیں جو آپ کی قبل از وصال تھی۔ اس میں ذرہ برابر فرق نہیں۔ صرف یہ ہے لوگوں کی آنکھوں سے اوجھل ہیں جیسے فرشتے نظر نہیں آتے۔ حالانکہ فرشتے اپنے جسموں کے ساتھ زندہ ہیں۔

خوش بخت لوگوں کو زیارت بھی ہوتی ہے جس شخص پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہو جائے تو اس کے لیے حجاب اٹھ جاتے ہیں تو وہ آقا علیہ السلام کی اسی دنیوی زندگی کی کیفیت میں دیدار کر لیتا ہے اور شبیح و مثال کی ضرورت ہی نہیں۔ (سیوطی کا کلام ختم ہوا)

میں (نورالدین حلبی) کہتا ہوں ہمارا کلام اسی طرح ہے۔ جس طرح امام سیوطی نے بیان کیا۔ اور اس سے بھی اخص ہے۔

آپ ہر جگہ موجود ہیں کہ میں آپ کے جسد اقدس کو دیکھتا ہوں کہ اس سے کوئی زمان، امکان، محل، امکان، عرش، کرسی، لوح، قلم، بحر بر، نرم، سخت، برزخ اور قبر ہر جگہ جلوہ افروز ہیں اور کوئی جگہ آپ سے خالی نہیں۔ عالم علیا بھی عالم سفلی کی طرح خالی نہیں یعنی درجہ وسیلہ میں موجود ہوتے ہوئے قبر میں بھی موجود بیت اللہ کا طواف اللہ تعالیٰ کے حضور میں بھی موجود، جس ساعت مشرق والے زیارت سے مشرف ہو رہے ہیں۔ بعینہٖ اسی وقت و لحظہ مغرب والے کو بھی شرف دیدار سے نواز رہے ہیں۔ مراقبے والے کے مراقبہ سر والے کے سر میں موجود عالم رؤیا میں دیدار کرانے کے وقت عالم یقظہ (بیداری) میں دیدار کرا رہے ہیں۔ دونوں صفات جلال و جمال کے ساتھ موصوف غایت درجہ کمال پر فائز ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا:۔

ع

لَيْسَ عَلَى اللّٰهِ بِمُسْتَنْكِرٍ ۔۔۔ اَنْ يَّجْمَعَ الْعَالَمَ فِيْ وَاحِدٍ

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ کے لیے یہ کوئی بڑی چیز نہیں کہ تمام کائنات کو ایک میں جمع کر دے۔

marfat.com

سوال کیا سماءِ فضل کے افق پر اس پر قبل نور طلوع ہوا ہے یا تم اپنی ذاتی رائے سے یہ بات کر رہے ہو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جسم واحد بیک وقت تمام جگہ موجود ہو جائے۔

جواب جو شخص رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا باندھے وہ مستحق نار ہے جو آپ کے متعلق کوئی اپنی طرف سے کوئی نئی بات نکالے تو وہ مردود ہے۔ ہم نے جو اپنے مدعی میں ذکر کیا ہے یہ بفیضان الٰہی ہے۔ اس میں کوئی اہل علم و افہام تردد و توقف نہیں کرتا۔ مگر چند ایک وہم و ابہام پرست۔

وَلَيْسَ يَصِحُّ فِي الْاَذْهَانِ شَيْئٌ اِذَا احْتَاجَ النَّهَارُ اِلٰى دَلِيْلٍ

ترجمہ: اذہان میں کوئی چیز صحیح نہیں رہے گی۔ جب دن دلیل کا محتاج ہو۔

وَاِذَا لَمْ تَرَ الْهِلَالَ فَسَلِّم لِاُنَاسٍ رَاَوْهُ بِالْاَبْصَارِ

ترجمہ: جب چاند نظر نہ آئے تو ان لوگوں کے لیے سلامتی ہے جو آپ کو بچشم ظاہر سے دیکھتے ہیں۔

جس نے جانا وہ اس پر حجت ہے جس نے نہیں جانا جس نے سمجھا وہ اس شخص پر حجت ہے جس نے نہیں سمجھا۔ جس نے یاد رکھا وہ اس پر حجت جس نے یاد نہیں رکھا۔

اس کے علاوہ ہم کہتے ہیں کہ صرف جمیل سے فراق ہوتا ہے اور دلیل کے بغیر کوئی قول معتبر نہیں تو ہمارے پاس اس مسئلہ پر صحیح دلائل نقلیہ و براہین قطعیہ ہیں۔

آقا علیہ السلام کے ہر جگہ موجود ہونے پر دلائل صحیحہ ان دلائل نقلیہ میں سے جو ہم نے اپنے عوالی میں روایت کیا جس کی اسامید ثابتہ جیدہ ہیں جمیع حفاظ حدیث اور جمیع اہل معانی والفاظ کے نزدیک ثابت محقق ہے۔

کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے شبِ معراج اپنے بھائی موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر میں نماز پڑھتے دیکھا جب بیت المقدس پہنچے تو وہاں آپ کا استقبال کرتے ہوئے پھر انبیا کے ساتھ آپ کے پیچھے نماز پڑھی پھر بیت المقدس کو چھوڑ کر آسمانوں پر جلوہ گر ہوئے تو جو تھے یا چھٹے آسمان میں موجود پایا۔ اس روایت کی بنا پر جس میں ہے کہ پہلے آسمان پر

marfat.com

آدم دوسرے پر عیسٰی، تیسرے پر یوسف، ادریس سے چوتھے پر ہارون سے پانچویں پر ابراہیم سے ساتویں پر ملاقات کی۔

دونوں روایات میں تطبیق دیتے ہوئے کہہ سکتے ہیں کہ موسٰی علیہ السلام سے دونوں جگہ ملاقات ہوئی۔ اگر موسٰی علیہ السلام بیک وقت اپنی قبر میں، بیت المقدس چوتھے یا چھٹے آسمان پر موجود ہو سکتے ہیں تو ہمارے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو نبی الانبیاء اور سب سے بلند درجہ پر ہیں عالم سفلی وعلوی میں کیوں موجود نہیں ہو سکتے۔ جب کہ شبِ معراج اس مقام تک پہنچے جہاں آج تک کوئی ملک مقرب یا نبی مرسل نہیں پہنچ سکا۔ اسی لیے رئیس ملائکہ جبریل امین علیہ السلام سدرۃ المنتہٰی پر رک گئے اور یہ دلیل پیش کی۔

مَامِنَّا وَلَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ۔ ہم میں سے ہر ایک کا مقام متعین ہے یعنی اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔

دوم دلیل دلائل نقلیہ جو اس پر صریح دال ہیں جس کی اسانید عالیہ صحیحہ اور ثابتہ رجیحہ ہیں ان میں سے دوسری دلیل جو امام الائمہ امام بخاری وغیرہ کے نزدیک صحیح ثابت ہے کہ ہر میت جب قبر میں پہنچتی ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس سے تین سوال کرتے ہیں۔ تیسرا سوال یہ ہوتا ہے۔ کہ

مَاتَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ؟ اس شخص کے بارے کیا کہتا ہے۔؟

اس میں ہذا اسم اشارہ ہے جو محسوس مبصر قریب کے لیے آتا ہے یہ معنی حقیقی ہے۔

بعض علماء نے تاویل کی کہ حاضر و قریب ذہنی مراد ہو سکتا ہے لیکن یہ معنی مجازی ہے۔ مجازی اس وقت مراد لیا جاتا ہے۔ جب حقیقی معنی ممکن نہ ہو۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ہر قبر میں بجسدہٖ تشریف لاتے ہیں۔

حکایت بعض منقولات میں ہے کہ ایک مالکی شخص کا انتقال ہوا قبر میں جب اس سے سوالات ہونے لگے تو وہ جوابات دینے سے مرعوب ہو گیا۔ اس کے سامنے والے صاحبِ قبر نے کہا دیکھ تیرے سر کے مقابل حضرت مالک بن انس تیری طرف سے جواب دے رہے ہیں۔ مصنف نے کہا کہ میں کہتا ہوں اس بنا ہمارے امام اعظم شافعی

marfat.com

علیہ الرحمۃ اس سے بھی زیادہ حق دار ہیں۔ اس لیے ہم نے اپنی نظم بدیع میں کہا :۔

اِذْ سَائَلَانِیْ مُنْکَرٌ وَّنَکِیْرٌ عَنْ — صَحِیْحِ اِعْتِقَادِیْ مَنْ جَعَلْتُ اِمَامِیْ

ترجمہ :۔ جب منکر و نکیر مجھ سے میرے صحیح عقیدہ کے متعلق سوال کریں گے جس کو میں نے اپنا بنایا ہے۔

اَقُوْلُ لَهُمْ دِیْنَ النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ — اَدِیْنُ بِهٖ وَالشَّافِعِیُّ اِمَامِیْ

میں انہیں کہوں گا کہ میرا دین ، دینِ محمدؐ اور میرے امام شافعیؒ ہیں۔

اور ہم نے کہا

لَعَمْرِیْ اَلْاِمَامُ الشَّافِعِیُّ مَنِ انْتَمٰی — لَهٗ لَا یَرٰی لَوْثًا فَاُسْتَاذُهٗ لَیْثٌ

میری جان کی قسم حضرت امام شافعی ایسا شخص جو آپ سے نسبت رکھتا ہے۔ اگر ہمت نہیں رکھتا تو اس کے استاذ تو شیر ہیں۔

وَلَا یَخْتَشِیْ ضَیْمًا وَلَا یَشْتَکِیْ ضَنًی — فَاِنَّ لَهٗ غَوْثًا مَکَارِمُهٗ غَیْثٌ

اور نہ ظلم سے ڈرے اور نہ لاغری و بدحالی کی شکایت کرے کہ اس کا وہ غوث ہے۔ جس کے مکارم (اخلاق) بادل کی مانند ہیں

نیز ہم نے کہا :۔

اِنِّیْ اتَّخَذْتُ طَرِیْقَةً وَعَقِیْدَةً — عِلْمَ ابْنِ اِدْرِیْسَ الْاِمَامِ الشَّافِعِیْ

بے شک میں نے طریقہ وعقیدہ وہ اختیار کیا ہے جو ابن ادریس امام شافعیؒ کے علم سے حاصل کیا گیا ہے۔

وَجَعَلْتُ مَذْهَبَهُ الشَّرِیْفَ وَسِیْلَةً — لِیْ فِیْ غَدٍ عِنْدَ النَّبِیِّ الشَّافِعِ

میں نے آپ کے مذہب شریف کو اپنے لیے قیامت میں شفاعت کرنے والے رسول کے پاس وسیلہ بنایا۔

اب ہم اپنے موضوع کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ امام الائمہ کی مدح میں کلام طویل ہوتے ہوتے قبضۂ اختیار سے باہر نہ ہو جائے یہ دو نقلی دلیلیں جو بیان کی گئی ہیں اس کو ہر سلیم الفطرت انسان قبول کرتا ہے۔

marfat.com

اب ہم دلائل عقلیہ ذکر کرتے ہیں جن کے بعد جس میں انسانیت ہے وہ ضرور اس مسئلہ کو تسلیم کرے گا۔

آپ کے ہر جگہ موجود ہونے پر دلائل عقلیہ دلیل اوّل

اس میں کوئی شخص بھی مخالفت نہ کرے گا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روح الوجود ہیں جس طرح بدنِ انسان کے ہر حصہ میں رُوح موجود ہوتی ہے بدن انسان کا کوئی حصہ رُوح سے خالی نہیں، ایسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کائناتِ علویہ وسفلیہ کی رُوح ہیں تو کائنات ارض وسما ومافیہا کا کوئی حصہ آپ کے جسد اقدس سے خالی نہ ہوگا۔

دوئم دلیل

اولیائے کاملین کی ایک جماعت اس مقام پر فائز ہے۔ اور اس کا مشاہدہ کیا ہے ان میں امام سیوطی نے اپنی کتاب مذکور میں واقعہ نقل کیا ہے۔ کہ عارف ابوالعباس طنجی نے کہا کہ میں شیخ استاذ احمد رفاعی کے پاس گیا تو انھوں نے فرمایا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتا ہے۔ اپنے شیخ عبدالرحیم قناوی کے پاس حاضر ہو۔ تاکہ تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت کرائیں اور تیرا سلوک مکمل ہو۔ جب میں اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ نے مجھے حکم دیا۔ بیت المقدس پہنچ جا۔ تاکہ مقصود حاصل ہو۔ حسب حکم جب بیت المقدس پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے میری آنکھوں سے حجابات اٹھا دیئے تو میں نے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حالت میں زیارت کی۔ آسمان، زمین، عرش کرسی کائنات کا گوشہ گوشہ آپ سے پُر ہے۔

سوم دلیل

اکثر عارفین واولیا سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور عالم رؤیا اور عالم یقظہ (بیداری) اکثر حاضر رہتے۔ ان عارفین میں سے ایک عارف باللہ خلیفہ بن مُوسیٰ ہیں۔ جو اکثر آپ کے پاس حاضری دیتے یہاں تک کہ ایک مرتبہ ایک ہی شب میں سترہ مرتبہ حاضری دی تو آقا علیہ السلام نے فرمایا اے خلیفہ ہم سے اکتا نہ جانا۔ بہت سے اولیا ہی ہمارے دیدار کی حسرت ویاس میں فوت ہو گئے۔

میں کہتا ہوں حاصل کلام کہ حجاب ہماری طرف سے ہے وہ بھی بموجب ہمارے گناہوں کے آپ کی طرف سے کسی قسم کا حجاب نہیں۔ اسی لیے بندہ جب نفس سے جدا ہوتا ہے

marfat.com

خواہ عالم نوم میں ہی اور اپنی آنکھیں بند کرتا ہے تو آپ کا دیدار کرتا ہے۔ جب اللہ کی منشا ہو جائے اور جب اپنے نفس پر غالب آجاتا ہے یا اسے معنوی طور پر قتل کر دیتا ہے تو پھر ہمیشہ کے لیے حجاب اُٹھ جاتا ہے۔ پھر نیند ہو یا حالتِ بیداری بہر صورت دیدار سے مشرف ہوتا رہتا ہے۔

چنانچہ ہمارے شیخ نور الدین الشونی زندگی از ہر میں آقا علیہ السلام کے پاس بیداری میں حاضر ہونے کی علامت تھی۔ آپ کھڑے ہو جاتے تو لوگ بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہو جاتے۔ کبھی آخر شب، کبھی نصف شب اور کبھی عشاء کے وقت جب تلاوت شروع کرتے تو فجر تک مسلسل کھڑے رہتے۔

اکثر باب زہومیۃ کے محلہ سیوفیہ میں خلوت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں دن رات حاضر رہتے۔

کاملین حضور علیہ السلام سے ایک لحظہ کیلیے بھی غائب نہیں ہوتے

حضرت سید ابو العباس مرسی فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں حضور علیہ السلام کے دیدار سے ایک لحظہ کے لیے محجوب ہو جاؤں تو میں اس لحظہ میں خود کو مسلمان نہیں سمجھتا۔ اس قسم کے واقعات بیشمار ہیں جن کا استقصاء ممکن نہیں۔

امام جلال الدین سیوطی وغیرہ کی کتاب مذکور میں بعض اشیاء اس قسم کی اور بھی ہیں۔ لہٰذا اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیے میں نے ان کو چھوڑ دیا ہے کیونکہ میرا مقصود اس سوال مذکور کا جواب دینا ہے۔

چہارم دلیل

اس اُمت کے ابدال کہ ایک کو بدل کہتے ہیں کیونکہ جب سفر کرتا ہے اور اپنی جگہ اپنا شکل کسی اور کو چھوڑ جاتا ہے۔

قضیب البان کا واقعہ

حضرت قضیب البان کے متعلق اتفاق ہے کہ ان کے خلاف قاضی کے پاس دعویٰ کیا گیا کہ وہ نماز نہیں پڑھتے تو قاضی نے ان کو بلا کر دریافت کیا کہ آپ نماز کیوں نہیں پڑھتے تو یکایک آپ کی سات شکلیں بن گئیں اور فرمایا کہ بتاؤ ان میں سے کون سی شکل نماز نہیں پڑھتی۔

میں کہتا ہوں کہ آپ کی اُمت کے ابدال کی یہ کیفیت ہے تو رسول اللہ صلی اللہ

marfat.com

علیہ وسلم کی ایک لاکھ مثالیں کیوں نہیں بن سکتیں۔

شیخ تاج الدین کا کمال

صحیح منقول ہے سیدی تاج الدین بن عطا اللہ سکندری رضی اللہ عنہ صاحب کتاب "الحکم" "کتاب التنویر" وغیرہا کا ایک مُرید ایک سال حج کے لیے گیا۔ جس موقف اور جس مشہد پر بھی حاضر ہوتا تو وہاں سیدی شیخ تاج الدین کو دیکھتا۔ جب وہ آپ کے پاس گفتگو کے لیے آتا تو وہاں آپ کو نہ پاتا۔ جب وہ مصر میں آیا تو اپنے شیخ کے متعلق دریافت کیا تو لوگوں نے بتایا کہ تندرست ہیں۔ جب مکاشفہ میں اپنے شیخ کے پاس حاضر ہوا تو انھوں نے فرمایا کیا فلاں فلاں مقام پر مجھے دیکھا۔

پنجم دلیل

عقل اس چیز کو تسلیم کرتی ہے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے مکان میں قائم کیا جہاں ساری کائنات دیکھتی رہے جیسے چاند ہے کہ مشرق و مغرب والے دونوں یکساں طور پر دیکھتے ہیں۔ اس کی روشنی ہر جگہ موجود ہے۔ ایسے ہی سُورج زہری، ستارے کہ انسان زمین کے جس خطے پر بھی ہو ان کو یکساں طور پر دیکھتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے ان کو ایسی جگہ دی ہے جس سے ہر ایک کو نظر آتے ہیں۔ یونہی روضۂ رسُول کو بھی ایسا مقام عطا کیا ہو کہ ہر جگہ نظر آتا ہو مگر جس کی بصیرت سلب ہو وہ نہیں دیکھ سکتا۔ جس طرح ان سیاروں کو نابینا شخص نہیں دیکھ سکتا۔ حالانکہ یہ سیارے بالکل واضح ہیں۔ اس لیے ہم نے اپنی بدیع نظم میں لکھا۔

مِثَالُ النَّبِیِّ الْمُصْطَفٰی فِیْ وَجُوْدِہٖ   بِسَائِرِ اَرْضِ اللہِ وَالْعَجَمِ وَالْعَرَبِ

وجود نبی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مثال تمام رُوئے زمین عرب و عجم میں ہے۔

عَلٰی اَنَّہٗ فِیْ قَبْرِہٖ طَابَ تُرْبَۃً   بِطِیْبٍ دَامَتْ مِنْہُ فِیْ صِلَۃِ الْقُرْبِ

اس کے باوجود کہ آپ اپنی قبر انور میں موجود ہیں جس کی خاک پاکیزہ اس کی پاکیزگی یا خوشبو سے قُرب کا صلہ حاصل ہوتا ہے۔

کَبَدْرِ السَّمَاءِ فِی الْاُفُقِ بَادٍ ضَوْءُہٗ   یَعُمُّ جَمِیْعُ الْکَوْنِ فِی الشَّرْقِ وَالْغَرْبِ

آسمان کے چاند کی مانند جو افق پر ظاہر ہے اور اس کی روشنی تمام عالم کو شرق و غرب میں عام ہے۔

marfat.com

نیز ہم نے لکھا :-

أُنْظُرْ إِلَى الْمُخْتَارِ كَيْفَ وُجُوْدُهُ مَلَأَ السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ حَقٌّ وَالْأَكْوَانَا

نبی مختار کو دیکھ آپ کے جسدِ اقدس نے آسمان زمین اور تمام عالم کو پُر کر دیا۔

فَتَرَاهُ مِثْلَ الْبَدْرِ فِيْ كَبِدِ السَّمَاءِ وَضِيَاؤُهُ مَلَأَ الْوُجُوْدَ عِيَانًا

آپ کو چاند کی مانند دیکھے گا جو آسمان کے دل میں ہے اور اس کی روشنی نے پورے وجود کو ظاہر منور کر دیا۔

ششم دلیل کائنات علویہ وسفلیہ کا تعلق یوں کیا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یوں بنا دیا ہو جیسے عزرائیل کے لیے بنا دیا ہے۔ کروڑ ہا مخلوق کی آن واحد میں رُوح قبض کر لیتا ہے۔ ایسے ایک اقصائے مشرق اور دوسرا اقصائے مغرب میں ہو تو دونوں کی ایک لحظہ میں رُوح قبض کر سکتا ہے۔ جب اس کے متعلق عزرائیل سے دریافت کیا گیا تو شرق وغرب والے دونوں اشخاص کو بیک وقت کیسے فوت کر سکتا ہے تو حضرت عزرائیل نے جواب میں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا کو میرے لیے پلیٹ دیا ہے۔ تو یہ میرے سامنے ایک کھانے والے شخص کے سامنے پیالے کی مانند ہے تو میں جس طرح چاہوں پکڑ سکتا ہوں۔

ہفتم دلیل دلائل عقلیہ میں سے امر برزخ ہے کہ دو فرشتے منکر و نکیر ہر مقبور سے سوال کرتے ہیں باوجود اتنے بڑے حجم ہونے کے ایک تنگ قبر میں کیسے آ جاتے ہیں اور پھر چلے بھی جاتے ہیں نیز بیک وقت لکھو کھا، کروڑ ہا انسان مرتے اور دفن ہوتے ہیں۔ کوئی مشرق میں دفن ہوتا ہے اور کوئی مغرب میں تو ان سے ایک وقت میں کیسے سوال کرتے ہیں۔ مزید برآں سوالات وجوابات کے بعد انگلی سے قبر میں سوراخ کر کے جنتی کے لیے جنت کی اور دوزخی کے لیے دوزخ کی کھڑکی کھول دیتے ہیں۔ جب کہ جنت سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اور جہنم سمندر کے تحت ہے۔ اگر منکر و نکیر فرشتوں میں ایسی قوت پائی جا سکتی ہے تو قادر مطلق جو علی وعظیم ہے وہ اپنے حبیب مصطفیٰ ومجتبیٰ صلے اللہ علیہ وسلم جو فرشتوں کے بھی نبی اور ان سے بلند تر ہیں کو یہ قوت عطا

marfat.com

کر دی ہے کہ وہ ہر قبر میں موجود ہوں اور کائنات کے ہر فرد کو نظر آ سکتے ہیں۔

اس بیان کے بعد انکار کرنا گمراہی جس طرح فلسفی گمراہ ہوئے۔ کہ ایک میت کے ساتھ انہوں نے زیبق (ٹیپ ریکارڈ کی طرح کا آلہ) رکھ دیا تاکہ جب میت سے سوال ہوگا تو اس میں ریکارڈ ہو جائے گا۔ اس کے بعد کھود کر انہوں نے اسے نکالا تو وہ چلا ہی نہیں[1]۔ اس لیے ہم نے اپنی نظم بدیع میں لکھا۔

إذا رمت فرداً جامعاً فيه جمعت عوالم خلق الله فضلاً من الله

ترجمہ:۔ یہ فرد ان تمام کا جامع ہے جو تمام مخلوق نے جمع کیے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہے۔

لقدر النبي المصطفى انظر وسل وقل تجده ملأ ابصار وسمع وافواه

عظمت رسول جو مصطفےٰ ہیں کے لیے دیکھ اور کہہ آپ کو پائے گا آنکھیں کان اور منہ آپ کے ذکر سے پر ہیں۔

اور کہا:۔

ما ابصرت قط عين او وعت اذن اوفاه نطق بمدح اداشيع ندا

کسی نے نہ دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ زبان میں کسی کی تعریف میں نطق کیا۔

كالمصطفى منظراً او ذكره خيراً اوقدره منصباً اوراحتيه ندا

مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم منظر، ذکر خیر یا آپ کے منصب اور آپ کے ہاتھوں کی سخاوت جیسا۔

اور کہا:۔

---

[1] اسی طرح کا ایک واقعہ ۱۹۷۰ء میں پیش آیا اس وقت جامعہ رضویہ جھنگ بازار فیصل آباد دورہ حدیث کا طالب علم تھا کہ میت کے دو دوستوں نے مل کر ٹیپ ریکارڈ لگا کر میت کے ساتھ قبر میں رکھ دی کہ معلوم ہو سکے کہ قبر میں کیا کچھ ہوتا ہے۔ دوسرے دن نکال کر جب سننے کے لیے گھر میں چلائی تو اس نے ایک ایسی دھماکہ دار آواز سنائی دی جس سے کمرہ کی چھت گر گئی۔ (مترجم)

marfat.com

اذا قدروا الاشیا تقدیر اربع ‌ ‌ ‌ وعشرین جزءًا فالنبی وآلہ

جب اشیا کی تقدیر کو چوبیس حصوں میں تقسیم کیا تو رسول کریم اور آل صلے اللہ علیہ وسلم۔

محمد منہ جزالف مقوم ‌ ‌ ‌ بسائر خلق اللہ جل جلالہٗ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم باقی مخلوق کے مقابلے میں ہزار حصے کے مالک ہیں۔

تقاصر فوق الفوق والاوج والعلا ‌ ‌ ‌ ولم یبلغوا العشار من قدرآدما۔

فوق الفوق۔ اوج اور بلندی سے قاصر ہیں اور قدر آدم کو کوئی نہیں پہنچ سکا۔

فکیف بمن فاق النبیین رفعۃً ‌ ‌ ‌ وا ضحی سماءٌ لا تطاولہٗ سما

پس اس کی بلندی تک کیسے پہنچ سکتے ہیں جو انبیاء سے رفعت و منزلت میں فائق اور کوئی آسمان آپ کی رفعتِ آسمان سے بلند نہیں۔

تقاصر مدح الناس عن مدح من علا ‌ ‌ ‌ علی المدح عبد اللہ وھو یعیبہٗ

تمام لوگوں کی تعریف بلندی پر اللہ تعالیٰ کے مخصوص بندے جو اس کے حبیب ہیں کی تعریف سے کم ہے۔

محمد المختار حتی کانما ‌ ‌ ‌ مدیح جمیع العالمین یعیبہٗ

محمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم گویا تمام مخلوق کی تعریف آپ کی تعریف کے سامنے عیب لگانے کے مترادف ہے۔

مزید لکھا:۔

لو لم یکن من جنسنا ‌ ‌ ‌ من قدرقی فوق الملک

اگر آپ ہماری جنس (نسل انسانی) سے نہ ہوتے جو کہ فرشتوں سے برتری لے گئے

محمد ما فضلوا ‌ ‌ ‌ جنس البشر علی الملک

تو جنس بشر کو فرشتوں پر فضیلت نہ ملتی۔

تفکر فدیتک فی عز من ‌ ‌ ‌ رقی فوق ما وصفہ بذکر

غور کریں تجھ پر فدا اس ذات کی عزت میں جو مذکور وصف سے بھی ترقی کر گئے۔

marfat.com

وَلَمَّا اَتَی سِدْرَۃَ الْمُنْتَہٰی　　تَدَلّٰی لَہٗ الرَّفْرَفُ الْاَخْضَرُ

اور جب سدرۃ المنتہی پر پہنچے تو آپ کے لیے سبز رنگ کا رفرف قریب ہوا۔

سوال:۔ رفرف اخضر کی تعریف کیا ہے؟ اور کیا آپ نے تنہا رفرف کو پر کیا۔؟

جواب:۔ یہ قربِ اُفقِ اعلیٰ کے اُوپر تھا اس جگہ فاضل مصنف نے سوالات اور ان کے جوابات اس پر تحریر کیے ہیں۔ آپ کے جسم شریف سے کوئی زمان و مکاں خالی نہیں۔ ہمیں عارف و ولی کامل سیدی عبدالعزیز دیرینی کے متعلق باوثوق روایت پہنچی کہ بدیرین کی شیخیت ان کی طرف منسوب ہوئی، تو اس میں اشراف کی ایک جماعت نے منازعت کی۔ تو شہر والوں نے یہ مشورہ کیا کہ نماز جمعہ کے بعد مسجد میں بیٹھ کر منازعت کرنے والے اشراف باری باری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکاریں اور سیدی عبدالعزیز بھی پکاریں جن کا جواب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم دیں وہ مشیخت کا حق دار ہوگا۔ وقت مقررہ پر کثیر تعداد میں لوگ جمع ہو گئے۔ سیدی عبدالعزیز نے اشراف سے فرمایا کہ پہلے تم سے ہر ایک باری باری ندا کرے۔ چنانچہ ایک ایک شریف آگے بڑھا اور یا جَدِّی یا رَسُوْلَ اللّٰہِ کہہ کر پکارا تو آپ نے جواب نہ دیا سب کے آخر میں سیدی عبدالعزیز نے آگے آکر پکارا یَا سَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ تو اگلی صف والوں نے سُنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا لَبَّیْکَ یَا عبدالعزیز دوبارہ پکارا تو آپ نے جواب دیا، پھر سہ بارہ پکارا تو پورے مجمع نے سُنا۔ اس میں تدبر کر۔ کہ سیدی عبدالعزیز علیہ الرحمۃ کا رسُول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کتنا مقام ہے کہ وہ بدیرین میں آواز دے رہے ہیں اور آپ مدینہ طیبہ مقام امین پر موجود ہوتے ہوئے جواب سے مشرف فرما رہے ہیں۔ اس واقعہ سے یقیناً ثابت ہوگیا کہ ہر جگہ جلوہ افروز ہیں۔

سب سے آخر جن سے ملاقات ہوئی وہ شیخ کامل صاحب تسلیک شیخ نُورالدین شونی ہیں جو صاحب حال ہیں جن کی عادت تھی شب و روز رسُول پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درُود شریف پڑھتے اور یہ ان کی ایک علامت بن چکی تھی۔ کثیر اوقات خواب و بیداری میں آپ کی بارگاہ میں شرفِ حاضری سے باریاب ہوتے۔ اس قسم کے واقعات واشلہ عوالی صحیحہ اور مسانید رجیحہ کے ساتھ ہم بیان کر چکے ہیں۔ جو امام بخاری و مسلم کے نزدیک مُستم ہیں۔

marfat.com

ابوداؤد میں ابوہریرہ سے روایت ہے۔

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَآنِىْ فِى الْمَنَامِ فَسَيَرَانِىْ فِى الْيَقْظَةِ وَلَا يَتَمَثَّلُ الشَّيْطَانُ بِىْ۔	ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا تو عنقریب وہ بیداری میں بھی مجھے دیکھ لے گا، اور شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا۔

طبرانی نے اس کی مثل مالک بن عبداللہ خثعمی اور ابی بکرہ سے حدیث روایت کی ہیں۔ اور دارمی نے اس جیسی حدیث ابوقتادہ انصاری سے روایت کی ہے۔

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اس شخص کو بشارت دی جا رہی ہے جس کو خواب میں دیدارِ مصطفوی کی سعادت حاصل ہوئی کہ اسے خواہ موت سے کچھ وقت پہلے چشمِ ظاہر آپ کا دیدار نصیب ہوگا اس وقت آپ کو سلام عرض کرے گا، اور اپنی حاجت بیان کرے گا۔

اکثر اولیاء عظام اور علمائے اُمّت نے بیداری کے عالم میں آپ کے پاس اپنی حاجات بیان کیں۔ اور اشیاء کی حکمتیں آغاز و انجام دریافت کیا تو آپ نے جواب دیتے ہوئے کچھ اُمور کے کرنے کا حکم دیا اور کچھ سے منع کیا۔ جس طرح ان سے حضورِ نبوی سے بشارت ہوئی، اسی طرح ہی ہوا۔ اس قسم امثلہ امام سیوطی اپنی کتاب مذکور میں بعینہٖ ذکر کیا ہے۔ اس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے۔

ارواحِ مؤمنین جہاں چاہیں جا سکتی ہیں۔

یہ بات ثابت ہے کہ ارواحِ مؤمنین باذن اللہ جنت، آسمان جہاں چاہیں جا سکتی ہیں اور اپنی قبور کی فنائیں آتی ہیں تاکہ اپنے اجساد کو دیکھیں۔ اپنی قبور کے عین اُوپر آسمانِ دنیا کے قریب ہوتی ہیں۔ قبر میں جانے کے بعد مسلمان اپنی زیارت کے لیے آنے والوں کو پہچانتے ہیں اور باذنِ الٰہی سلام کا جواب بھی دیتے ہیں اور اس میں مشغول نہیں ہوتے اور معرفت خمیس کی رات بڑھ جاتی ہے اور یہ روز شنبہ کی صبح تک

marfat.com

بدستور قائم رہتی ہے۔

عام مومنین سے اولیائ کی معرفت زیادہ ہوتی ہے اولیائے کرام اور اصفیاء عظام کی معرفت عام مسلمانوں سے زائد ہوتی ہے۔ ان میں سے علمائے عاملین، صحابہ کرام، شہدائ، آلِ رسول و اصحاب قرابت کی معرفت کہیں زیادہ قوی اور مخصص ہوتی ہے۔

انبیائ حج وعمرہ کرتے ہیں انبیائ علیہم السلام اپنے اشباح وارواح کے ساتھ کائنات میں سیر کرتے ہیں۔ دنیوی زندگی کی طرح باذنِ الٰہی حج وعمرہ کرتے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم علوی و سفلی کو پُر کر دیا کہ وہ تمام مخلوق سے افضل ترین دنیا وما فیہا بفضلِ ایزدی آپ کے مسطورات میں سے ہے۔

سوال : آپ نے جواب تو بہت خوب دیا لیکن ابھی ایک سوال باقی ہے جس کے جواب سے کتاب کا فائدہ مکمل ہوگا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ ایک فرشتہ کی روضۂ رسول پر ڈیوٹی ہے۔ کہ صلوٰۃ وسلام بھیجنے والوں کے درود وسلام کو آپ کی جناب میں عرض کرے اور خمیس کی رات اور جمعہ کے دن کے درود وسلام کو بذاتِ خود سنتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر آپ زمان ومکاں میں ہر وقت موجود ہیں یا قبرِ انور سے اٹھا لیے گئے ہیں تو پھر فرشتے کو مقرر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔؟

جواب : تمہیں اس کتاب سے معلوم ہو گیا ہے کہ آپ کی قبرِ انور جو مدینہ طیبہ سے ہے۔ آپ کے وجودِ مسعود سے خالی نہیں۔ دوسرے امکانات کی طرح اس میں بھی موجود ہیں بلکہ دفن ہونے کی بنا پر اس سے زیادہ تعلق وخصوصیت ہے۔ یہ شان دوسری شانوں سے زیادہ اور قوی ہیبت ہے جس طرح ہر شہنشاہ کے لیے قلعہ اور محل کرسی اس کی مملکت ہوتی ہے اسی طرح آپ کی محل کی طرح مدینہ منورہ، ور روضہ مطہرہ ہے جب محلِ خدمت روضۂ انور ہے تو خدام اس کی ظاہری حالت میں خدمت کرتے ہیں اور ملائکہ کرام ظاہراً و باطناً آپ کی خدمت کرتے ہیں تو فرشتے کی ڈیوٹی لگانا حق تبلیغ کے ادا کرنے

marfat.com

کا ذریعہ اور سبب ہے۔ تاکہ احترام و توقیر کا واضح اظہار ہو۔

جس کا خیال ہو کہ ہمارے درود و سلام اور آپ کی سماعت کے مابین حجاب (پردہ) ہے تو پھر قبرانور کے در و دیوار وغیرہا اشیا حسیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سماعت سے مانع ہوں گے جس کا کوئی بھی قائل نہیں۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ فرشتہ کا تقرر محض خدمت ادا کرنے اور اظہار تعظیم و توقیر کے لیے، اور جمعہ کو خود سننے میں ایک تو جمعرات و جمعہ کی فضیلت بیان کرنا، دوسرے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے زیادتی ادراک مقصود ہے تاکہ آپ کی شان میں اضافہ ہو۔

خدام اور فرشتوں کا ہمہ وقت آپ کی خدمت میں موجود رہنا اس لیے کہ آپ کے جسدِ مقدس کی زیارت کا وعدہ معطل نہ ہو۔ اسی لیے آپ نے ارشاد فرمایا :۔

مَنْ حَجَّ وَلَمْ يَزُرْنِي فَقَدْ جَفَانِي۔ ترجمہ: جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی تو اس نے مجھ سے جفا کی۔

اس میں اس کی تصریح ہے ہر زمان و مکان میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کا اجتماع ہو سکتا ہے جس پر خصوصی فضل الٰہی ہو اور اعلیٰ مراتب پر فائز ہو چکا ہو۔ جیسے ہمارے شیخ نورالدین شونی کو حاصل تھا۔ صبح شام، دن، رات اور اطراف روز و شب میں بکثرت درود و سلام کے سبب انہوں نے اس کو اپنی حرز جاں بنا لیا تھا ہر تلقین اور ہر وظیفہ کے ساتھ بھی صلوٰۃ و سلام ہوتا تھا۔

ملائکہ ہر روز اعمال اُمت آپ پر پیش کرتے ہیں

اسی طرح فرشتے جو اُمت کے اعمال نبی رحمت شفیع اُمت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر روز صبح و شام پیش کرتے ہیں تو یہ ادائے حق خدمت کے لیے۔ نہ یہ کہ آپ اعمالِ اُمت سے بے خبر ہیں اور ان اعمال پر ملائکہ کی شہادت سے عدل کا اظہار بھی مقصود ہے ورنہ تنہا آقا علیہ السلام کی شہادت ہی کافی یا اللہ تعالیٰ کی شہادت کافی ہے۔

کبھی تُو نے اس طرف توجہ نہیں کی اللہ تعالیٰ باوجود کل کائنات کے علیم و خبیر ہونے کراماً کاتبین اور براہ حافظین تحریر کے لیے مقرر کیے ہیں۔

marfat.com

حاضر وناظر ہونے پر ایک اور دلیل دلائل عقلیہ ونقلیہ سے جس طرح کہ ہم ذکر کر چکے ہیں کہ ہر جگہ موجود ہیں۔ ان سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بندوں کے اعمال خیر وبد پر شاہد بنایا ہے۔ قرآن پاک میں ہے:۔

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا[1] ترجمہ:۔ اے غیب کی خبریں دینے والے نبی بے شک ہم نے آپ کو حاضر وناظر گواہی دینے والا اور خوشخبری دینے والا بنا کر بھیجا۔

شاہد کے لیے ضروری ہے کہ مشہود علیہ کے پاس موجود اور مشہود علیہ کو دیکھتا ہوں تو اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے کل کائنات کو پُر کیا۔ اور ہر زمان ومکان میں موجود ہیں۔

سوال:۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَكَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِیْدٍ[2] ترجمہ:۔ پھر کیا حال ہو گا جب ہم ہر امت سے ایک گواہی دینے والا لائیں گے۔

نیز فرماتا ہے:۔

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا[3] ترجمہ:۔ اور اسی طرح ہم نے تم کو سب امتوں میں افضل کیا تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ شہادت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اُمّتِ محمّدیہ مساوی ہے۔ نیز انبیا علیہم السلام اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت میں مساوات ہے۔

الجواب:۔ ان شاء اللہ تعالےٰ ان میں مساوات نہیں کہ پہلی آیت میں فرمایا۔

وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِیْدًا[4] ترجمہ: اور اے نبی آپ کو ان سب پر نگہبان اور گواہ بنا کر لائیں گے۔

---

[1] پارہ ۲۲، سورۃ الاحزاب، آیت ۴۵۔ [2] پارہ ۵، سورۃ النساء، آیت ۴۱۔ [3] پارہ ۲، سورۃ بقرہ آیت ۱۴۳۔ [4] پارہ نمبر ۲۲، سورۃ الاحزاب، آیت ۴۵۔

marfat.com

اور دوسری آیت میں فرمایا :۔

وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ[1] ترجمہ :۔ اور یہ رسول تمہارے نگہبان اور گواہ ہوں۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اُمّتِ محمدیہ جمیع اُمم پر اور انبیاءً علیہم السلام کی تبلیغ پر شہادت دے گی، اور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اس کا تزکیہ فرمائیں گے۔ لہٰذا مساوات نہیں ہی۔ اور نہ ہی کوئی آپ کے مقام کو پہنچ سکتا ہے۔

شہادت انبیاءً تو اس میں کوئی اشکال نہیں کہ اپنی اپنی اُمّت میں بقید حیات اجسام کے ساتھ موجود ہیں۔ لہٰذا حسّی و معنوی دونوں لحاظ سے شاہد اور حاضر ہیں۔

اس اُمّت کی شہادت تو یہ شاہد پر شہادت ہے کہ قرآن کریم نے بزبانِ رسول معظّم صلی اللہ علیہ وسلم بیان کیا ہے جس سے اس شہادت کا ثبوت ہو رہا ہے اور جب کوئی رسول دنیا سے تشریف لے جاتا تو اس کی شریعت منسوخ ہو جاتی تھی اور اس کی جگہ کوئی اور رسول تشریف لاتا اور ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کی اس طرح نہیں بلکہ آپ کی شریعت دائمی اور دعوت تا قیامت باقی و قائم ہے۔ بلکہ قیامت اور بعد از قیامت بھی جاری رہے گی۔ کیونکہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں تو آپ کی شہادت مستمر اور دائمی ہے۔ جمیع عوالم میں موجود ہونے کی وجہ سے تو اس کی مثال جس طرح ہم نے پہلے بیان کیا۔ آسمان پر چاند بلندی پر موجود ہے اور ہم سب پیچھے روشنی میں موجود ہیں۔ جب ہم سے کوئی مشرق میں ہو، دوسرا مغرب میں اور تیسرا سمندر کی لہروں میں کشتی پر سوار ہو یا کوئی پہاڑ کی چوٹی پر، اور کوئی زمین کے گڑھے میں۔ جہاں بھی ہو جب بھی اوپر دیکھے گا تو چاند کو اوپر سر پر ہی پائے گا۔ اسی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چاند کی مانند ہر جگہ موجود ہیں تو بعض عارفین مقربین مثلاً مصر میں آپ کی محفل میں حاضری زیادہ قوی ہے۔ اس شخص کی بنسبت جو گنبدِ خضرٰی پر آپ کے حضور موجود ہے۔ اس لیے کہ بعض موجود ہوتے ہوئے غیوبت میں ہیں۔ اور کچھ دور ہوتے

---

[1] پارہ ۲، سورۂ بقرہ، آیت ۱۴۳۔

marfat.com

ہوتے بھی حاضر ہیں۔ کیا آپ کو عارف کامل و اکمل حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کے متعلق معلوم نہیں جب انہوں نے تین بار منسک حج ادا کیا تو مزید قرب نہ رہے یہاں تک کہ دوسری مرتبہ وہ غائب ہوگیا۔ اور بالکل فنا ہوگیا۔ اسی لیے فرماتے ہیں کہ میں نے تین حج ادا کیے۔ پہلی بار بیت اللہ دیکھا، دوسری بار گھر کا مالک دیکھا اور تیسری مرتبہ نہ گھر اور نہ گھر والا دیکھا۔

اس کا مطلب ہے کہ یہ باعتبار حال کے فرمایا کہ پہلا حج عمومی اور عوام کے ساتھ کیا اور دوسرا فنا کے ابتدائی مقامات سے تھا تو ہر محسوس کی رویت سے فنا ہوا تو ہر ایک میں خدا کی ذات نظر آئی یہی معنی ہے رَأَیْتُ رَبَّ الْبَیْتِ۔ (میں نے بیت اللہ کے مالک کو دیکھا) ورنہ دنیا میں کوئی آنکھ رب کائنات کو نہیں دیکھ سکتی۔ تیسرے حج میں مقام بقاء (عین میں تھے یعنی خدا کے ساتھ موجود تھے اور اسی کے ساتھ دیکھتے تھے۔ اپنی ذات بھی فنا تھی۔ کوئی مرآت دشیشہ، نہ تھا۔ جس کے توسط سے دیکھتے تو قربِ حق کے معنی سے بھی کُلی طور پر فناء ہوگیا۔ جس کی طرف یہ شعر مشیر ہے۔

فیفنی ثم یفنی ثم یفنی   فکان فناءہ عین البقاء

ترجمہ:۔ فناء پھر فناء پھر فناء ہوتا ہے   یہاں تک کہ اس کی فناء عین بقا بن گئی۔

تو اس غیبت میں کمال حضور حاصل ہوتا ہے۔

سہل بن عبداللہ تستری فرماتے ہیں :۔

اے مسکین وہ تھا اور تُو نہ تھا وہ ہوگا اور تو نہ ہوگا۔ پس اب جب ہے تو کہہ کہ اب اس طرح ہو جیسے پہلے نہ تھا۔ وہ پہلے کی طرح اب بھی ہے (جس طرح تو فنا میں تھا اب بھی فنا میں ہو اور فناء میں اتنا فناء ہو کہ یہ فناء عین بقاء و دوام بن جائے۔ کہ رب پہلے کی طرح اب بھی موجود ہے۔ تو تو بھی اس کے ساتھ ہمیشہ کے لیے موجود ہو جا)

ان ادلہ میں سے کہ انبیاء علیہم السلام کائنات میں سیر کرتے ہیں۔ کتاب "الاعلام بحکم عیسٰی علیہ السلام"، امام سیوطی کی اس سے روایت کردہ ہے کہ :۔

ایک دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے کہ ہوا میں سے کسی نے سلام کیا۔ تو آپ نے جواب دیا۔ جب آپ سے اس بارے دریافت کیا گیا۔ تو فرمایا

marfat.com

میرے بھائی عیسٰے علیہ السلام نے مجھے طواف بیت اللہ کرتے دیکھا توانہوں نے مجھے سلام کیا۔ تومیں نے اس کا جواب دیا۔

تو اس سے امام ذہبی کے قول کے مطابق ثابت ہوا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نبی، رسول صحابی اور افضل صحابہ ہے ان کے بعد ابوبکر صدیق، پھر حضرت عمر بن الخطاب، پھر حضرت عثمان بن عفان، ان کے بعد مشکل کشا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ ترتیبِ مشہور کے مطابق۔

انبیاءؑ کائنات میں لوگوں کو نفع پہنچانے کیلیے سیر کرتے ہیں

حضرات انبیاءؑ اس کائنات میں لوگوں کو نفع دینے کے لیے سیر کرتے ہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ ہر جگہ و مکان میں موجود ہیں۔

جان تو کہ امام حافظ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ کا قول نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کون و مکان میں سیر کرتے ہیں" الخ حروف منطوق اور اس کے حروف دلالت کرتے ہیں کہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ جلوہ افروز ہیں کہ اس طرح نہ ہو تو لازم آئے گا کہ جب کہیں تشریف لے جائیں تو قبر انور خالی ہو جائے اس وقت آپ کے روضہ کی زیارت کرنے والا صرف اینٹوں کی زیارت کر رہا ہے جس کا کوئی بھی قائل نہیں۔

نیز آپ کا فرمان ہے:۔

مَنْ رَآنِیْ فِی الْمَنَامِ فَسَیَرَانِیْ فِی الْیَقْظَۃِ۔ ترجمہ:۔ جس نے مجھے خواب میں دیکھا تو وہ عنقریب بیداری میں بھی دیکھ لے گا۔

بڑی صریح، قوی دلیل، قوی برہان اور اثبت حجت ہے کہ یہ فرمان مشرق و مغرب جہاں کہیں بھی خواب میں زیارت کرنے والے ہیں سب کو شامل ہے اور جس طرح کہ پہلے کہا ہے کہ اس کی آخرت میں دیدار کرنے کے ساتھ تاویل درست نہیں کہ وہاں تمام امتِ آپ کا دیدار کریں گی تو پھر اس میں سب برابر ہو گئے جس نے آپ کو دنیا میں دیکھا یا نہ۔

خلاصہ کلام حاصل کلام یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حِسّی، معنوی، جسم و روح، سر اور برہان کے اعتبار سے ہم میں موجود ہیں۔

سوال امام سیوطی کے قول یَسِیْرُ فِی الْکَوْن۔ کائنات میں سیر کرتے ہیں"، کا

marfat.com

معنی یہ بھی ہوسکتا ہے کہ شیخ گجر دسیر کرتا ہے جسم شریف روضہ انور میں موجود رہے جیساکہ تمہارے کلام سے مستنبط ہوا۔

جواب یہ معنی اگرچہ فی نفسہ صحیح ہے جیساکہ ہم نے ابھی بیان کیا لیکن یہ معنی لینا مناسب نہیں کیونکہ یہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیگر انبیأ علیہم السلام سے امتیاز بیان کرنا مقصود ہے۔ اور مقصد ہماری تفسیر کردہ معنی کے بغیر حاصل نہیں ہوتا اور یہی حق ہے ورنہ جمیع انبیأ علیہم السلام تشکل، مثال، تطور، اشباح کے تعدد بلکہ ابدال میں مساوی ہیں جیساکہ پہلے بیان کیا ہے کہ وہ اپنی زندگی اور موت میں کرتے ہیں۔ خاص مؤمنین بلکہ عام مؤمنین جن سے گناہ کبیرہ وغیرہا سرزد نہ ہوئے۔ کیا ابن قیم وغیرہا کے قول پر توجہ نہیں کی جو انہوں نے لکھا ہے کہ حضرت صالح مرزی جمعہ کے روز حاضر نہ ہوسکے جب تلافیٔ مافات کے لیے آئے تو بعض ارواح کو دیکھا کہ قبور پر ظاہری حالت میں بیٹھی ہیں۔ تو انہوں نے آپ سے دریافت کیا کہ جمعہ سے دیر کیوں کی تو آپ نے ان سے پوچھا تم روز جمعہ کو پہچانتے ہو تو وہ کہنے لگے ہاں ہم ضرور پہچانتے ہیں اور جو فضا میں پرند بولتا ہے وہ بھی جانتے ہیں۔ صالح مرزی نے دریافت کیا کہ وہ کہتا ہے تو وہ کہنے لگے وہ یوم صالح "سعید دن" کہتا ہے۔

اس باب میں کثیر اور غیر متناہی واقعات ہیں کہ اموات قبل از وقوع عالم ملک میں واقعات کو جانتے ہیں۔ اسی طرح روح کا جسم کے ساتھ سے پہلے اسے جانتے ہیں۔

حکایت بیان کرتے ہیں کہ خلیفہ عباسی متوکل علی اللہ کو جب اس کے غلاموں نے اس کے لڑکے کو فریب کی وجہ سے قتل کیا تو لڑکے نے خواب میں دیکھا کہ اس کا باپ کہہ رہا ہے کہ خلافت کے حصول کی وجہ سے کیا تو مجھے قتل کرتا ہے۔ بخدا نہ تو دنیا میں رہے گا اور نہ تیری خلافت رہے گی اور آخرت میں مستحق عذاب ہوگا تو وہ لڑکا خوفزدہ ہو کر بیدار ہوا، اور اپنا خواب احباب سے بیان کیا تو اس کے بعد تھوڑا عرصہ ہی زندہ رہا۔ پھر مرگیا۔

اس کے ہم معنی اور بھی حکایات بیان کیں "کتاب الروح" میں اس بارے جم غفیر سے نقل کیے۔ حافظ سیوطی کے کلام کا ملخص کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ اور ہر زماں میں

marfat.com

موجود ہیں" سے مُراد ہے یہ اللہ کی عطا یعنی وہبی اور اس قابلیت و اہلیت کی بنا پر ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کی اور اسے آپ کے جسدِ اقدس میں ودیعت کیا۔ قوتِ ملکیہ آپ کو حاصل تھی۔ چنانچہ فرشتے مثلاً جبریل و اسرافیل آپ کو مخاطب فرماتے جو کہ رئیس الملائکہ ہیں۔ اس لیے کہ حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں بیان کیا کہ حضرت جبریل امین سے قبل اسرافیل تین سال تک آپ کی خدمت میں حاضری دیتے رہے۔ اس سے حافظ امام سیوطی کے کلام کا معنی اچھی طرح واضح ہو گیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اللہ تعالیٰ ہم کو، تمام مسلمانوں اور جمیع موحدین کو نبی اکرم حبیب خلیل مصطفےٰ نبی رحمت و شفاعت کے ساتھ ہم سب کو جمع کرے اور جنت میں آپ کے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آل بیت اطہار و صحابہ کبار بالخصوص خلفاء اربعہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہُ، عُمر فاروق رضی اللہ عنہُ، عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور مولا علی مُشکل کشا کرم اللہ وجہہٗ کے ساتھ ہمارا حشر و نشر کرے۔

والحمد للہ رب العالمین۔

marfat.com

امام علامہ شیخ عبدالرؤف مناوی متوفی

سنہ ۱۰۳۰ھ

کے

فرمودات گرامی

جو کہ ان کی کتاب "کبیر شرح جامع صغیر" کے فوائد سے اخذ کیے گئے ہیں۔

marfat.com

شیخ عبدالرؤف مناوی کے جواہرات میں ہے :۔

آتِي بَابَ الْجَنَّةِ فَاسْتَفْتِحُ فَيَقُولُ الْخَازِنُ مَنْ أَنْتَ فَأَقُولُ مُحَمَّدٌ فَيَقُولُ بِكَ أُمِرْتُ أَنْ لَا أَفْتَحَ لِأَحَدٍ قَبْلَكَ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَمُسْلِمٌ عَنْ أَنَسٍ۔

ترجمہ :۔ میں جنت کے دروازے پر آؤں گا تو دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔ خازن جنت پوچھے گا تو کون ہے؟ تو میں کہوں گا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، وہ کہے گا تمہارے لیے مجھے حکم ہوا ہے کہ آپ سے پہلے کسی کے لیے دروازہ نہ کھولوں۔ (اس کو احمد اور مسلم نے حضرت انس سے روایت کیا

اس حدیث کی شرح میں فرمایا :۔

"آتی باب الجنۃ" کہ محشر میں حساب سے فارغ ہونے کے بعد جو سب سے بڑا ذریعہ ہے جنت کی طرف آنے کا تو دارالثواب کی طرف آؤں گا وہ باب رحمت ہے۔ یا باب توبہ جیسا کہ نوادر میں ہے۔

سوال :۔ آنے کے لیے عربی میں دو لفظ استعمال ہوتے ہیں۔ ایتان اور مجئ۔ ان دونوں میں سے ایتان کے لفظ یہاں استعمال کرنے میں کیا حکمت و نکتہ ہے۔؟

جواب :۔ دونوں لفظوں میں فرق ہے مجئ عام ہے سکون و وقار اور اطمینان سے آنے اور تیز تیز اور تھکاوٹ کے ساتھ آنے کو ایتان کے بارے جیسا کہ امام راغب نے لکھا ہے۔ مجئ بسھولۃ۔ آرام کے ساتھ آنا۔ تو اس لفظ کے لانے میں حکمت یہ ہے۔ کہ آپ بڑے اطمینان، سکون اور آرام کے ساتھ۔ آپ خلعتِ جنت سے ملبوس ہو کر جنت کی طرف تشریف لائیں گے۔

تفسیر کشاف میں زمخشری لکھتے ہیں کہ اہلِ جنت سوار ہو کر جنت میں جائیں گے جب یہ عام مؤمنین کی کیفیت ہو گی۔ تو جو ختم المرسلین سید الاولین والآخرین ہیں۔ ان کے متعلق تیرا کیا خیال ہے۔

فَاسْتَفْتِحُ۔ میں سین برائے طلب اس سے تعبیر کرنے کا مقصد اس کے مدخول

marfat.com

کے یقینی اور قطعی ہونے کی طرف اشارہ کرنا ہے۔ یعنی میں دروازے کے کھلنے کا مطالبہ کروں گا وہ آواز دے کر نہیں بلکہ دستک دے کر جیسا کہ امام احمد کی روایت میں ہے کہ میں باب جنت کے کنڈے کو پکڑ کر دستک دوں گا۔ بخاری شریف میں حضرت انس سے روایت ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ میں سب سے بیشتر باب جنت پہ دستک دُوں گا۔ تو خازن (محافظ) جو رضوان جنت کے نام سے مشہور ہے اور خازنِ جنت متعدد ہیں۔ مگر رضوان ان سب کا سردار ہے۔ تو سیّد الرسل کے لیے خازنین کے سردار کو ہی استقبال کرنا چاہیے۔ مَنْ اَنْتَ استفہام کے جواب دیا اور اس پر کاف خطاب سے آپ کو مناجات کرنے سے تلذذ حاصل کیا۔ ورنہ ابوابِ جنت شفاف ہیں اور آپ کی ذات وہ علم ہے جو مشتبہ نہیں بلکہ متمیز ہے جس میں التباس نہیں۔ اس سے قبل خازن نے آپ کو دیکھا ہوا ہے۔ اور پہچانتا بھی ہے۔ اسی لیے آپ نے محمّد صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر خاموشی اختیار کی۔ اگرچہ اس نام کے لوگ کثیر ہیں پھر خازن کہے گا کہ تمہارے لیے مجھے حکم ہوا کہ آپ سے قبل کسی کے لیے دروازہ نہ کھولوں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ :۔

لَا اَقُوْمُ بَعْدَ ذَالِكَ لِاَحَدٍ۔ ترجمہ:۔ آپ کے بعد کسی کے لیے کھڑا نہ ہوں گا۔

بایں سبب کہ اس خازن کا صرف آپ کے لیے قیام کرنے میں آپ کی عظمتِ شان اور اظہارِ مرتبت ہے کہ وہ آپ کے سوا کسی کے لیے کھڑا نہ ہوگا۔ بلکہ آپ کے لیے تو تمام خازنینِ جنت قیام کریں گے تو آپ ان کے لیے ایک شہنشاہ کی مانند ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو آپ کی خدمت کے لیے کھڑا کر دیا یہاں تک کہ اس کی طرف تشریف لائیں اور جنت میں قدم رنجہ فرمائیں وہ آپ کی خوشنودی کے لیے بابِ جنت کھولے۔

اس میں اشکال ہے کہ آپ سے پہلے کوئی جنت میں داخل نہیں ہوا۔ کہ حضرت ادریس علیہ السلام وصال کے بعد جنت میں داخل ہوئے۔ اور مسند امام احمد میں ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال سے فرمایا کہ اے بلال کس عمل کے ذریعے تو مجھ سے سبقت لے گیا۔ کہ جب میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے اپنے آگے تیرے قدموں کی جوتیوں کی آواز سُنی

marfat.com

اسی طرح ابو یعلیٰ کی حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے میں باب جنت کھلواؤں گا تو ایک عورت مجھ پر سبقت لے جائے گی۔ میں پوچھوں گا تو کون عورت ہے؟ تو وہ جواب دے گی۔ کہ میں وہ عورت ہوں جو یتیم بچوں کی تربیت کی وجہ سے دوبارہ نکاح نہ کر سکی۔

بیہقی کی حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے جو باب جنت پر دستک دے گا۔ وہ غلام جس نے حق اللہ اور حق مولیٰ دونوں ادا کیے ہوں گے۔

جواب اس کے کثیر جواب دیئے گئے ہیں لیکن احسن جواب کہ آپ ہی سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ یہ ہے کہ آپ کا دخولِ جنت متعدد مرتبہ ہوگا۔ ایک دخول وہ ہوگا کہ جس میں کوئی دوسرا شریک نہ ہو سکے گا۔ اور نہ ہی آپ سے قبل جنت میں داخل ہوگا۔ اور اس کے دیگر دخول کے مابین کسی دوسرے کا دخول جنت ہوگا۔

محشر حافظ ابن منذر نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس سے مرفوع روایت کیا کہ میں پہلا شخص ہوں گا کہ جس کی قبر عرصات محشر میں سب سے پہلے کھلے گی اور اس پر فخر نہیں۔ روز حشر میں سب لوگوں کا سردار ہوں اور فخر نہیں اور میں سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گا۔ اور اس پر فخر نہیں تو میں باب جنت کو کھٹکھٹاؤں گا تو محافظین دریافت کریں گے کہ کون؟ تو میں کہوں گا کہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں تو وہ میرے لیے باب جنت کھولیں گے۔ تو جبار کو اپنے سامنے پاؤں گا۔ تو اس کے لیے سجدہ میں گر جاؤں گا، تو وہ فرمائے گا۔

اِرْفَعْ رَاْسَكَ وَقُلْ تُسْمَعْ لَكَ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ۔ ترجمہ:۔ اپنا سر سجدہ سے اٹھائیے کہیے آپ کی بات مانی جائے گی۔ سفارش کیجیے آپ کی سفارش قبول ہو گی۔

تو میں سجدہ سے اٹھ کر کہوں گا۔ اُمَّتِيْ اُمَّتِيْ۔ میری اُمت، میری اُمت۔ تو خالق کائنات ارشاد فرمائے گا اپنی اُمت کے پاس تشریف لے جائیے۔ جس کے دل میں جو برابر ایمان ہو اس کو جنت میں داخل کر لیجیے تو میں ایسے ہی کر دوں گا کہ جس کے دل میں بھی جو کی مقدار برابر ایمان ہوگا اسے جنت میں داخل کر دوں گا۔ پھر رب تعالےٰ کے حضور سجدہ کروں گا۔ الحدیث۔ آپ کے چار بار جنت میں داخل ہونے کا ذکر کیا ہے۔ بخاری شریف میں اس

marfat.com

کی مثل حدیث شریف ہے جس سے تمام اشکال دُور ہو گئے اور تکلفات میں پڑنے کی ضرورت ہی نہیں

ابو داؤد شریف میں ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہٗ اس اُمت میں سے سب سے پہلے شخص جنت میں داخل ہوں گے۔ شاید اس سے مراد ہو کہ مردوں میں سب سے پہلے ورنہ حافظ امام سیوطی نے جزم و تیقن کے ساتھ لکھا ہے۔ کہ

حضور علیہ السلام کے بعد خاتون جنت جنت میں داخل ہوں گی۔

کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلے آپ کی بیٹی سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا جنت میں داخل ہوں گی۔

ابو نعیم کی حدیث میں ہے کہ میں سب سے پہلے جنت میں جاؤں گا اور میرے بعد میری لخت جگر فاطمہ داخل ہو گی۔

امام مناوی کے جواہرات میں سے اس حدیث کی تشریح ہے۔

آکُلُ کَمَا یَاکُلُ الْعَبْدُ وَاَجْلِسُ کَمَا یَجْلِسُ الْعَبْدُ۔ رواہ ابن سعد و ابو یعلٰی و ابن حبان عن عائشہ رضی اللہ عنہا

ترجمہ: میں تناول کرتا ہوں جیسے غلام کھاتا ہے اور غلام کی طرح ہی بیٹھتا ہوں (اس کو ابن سعد، ابو یعلٰی اور ابن حبان نے ام المومنین عائشہ صدیقہ سے روایت کیا)

اس کی شرح میں فرمایا:۔

بیٹھنے اور کھانا تناول کرنے کی کیفیت اور جو کھانا موجود ہو وہی خوش ہو کر تناول فرما لینا خشوع و تواضع کے طور پر ہے یعنی مؤدب ہو کر طعام تناول کرنے کے لیے بیٹھتا ہوں۔ متکبرین کی طرح تکیہ لگا کر نہیں بیٹھتا اور نہ ہی چوڑا ہو کر تو العبد سے خشوع و خضوع والا انسان مُراد ہے۔ اَجْلِسُ ۔ میں متواضع انسان کی طرح بیٹھتا نہ ایک شہنشاہ کی طرح نہیں متخلق باخلاق اللہ ہونا اوصاف بشریہ میں سے اعلیٰ وصف ہے۔ اس وصف میں آپ کے ساتھ بعض دیگر انبیاء بھی شریک ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تخصیص اس لیے کی کہ آپ عبد مطلق ہیں اور دیگر انبیا اپنے اسماء کے ساتھ عبد مقید ہیں جیسے فرمایا:۔

وَاذْکُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ

ترجمہ: ور ہمارے بندے داؤد نعمتوں

marfat.com

ذَا الْاَیْدِ ۔[1]
والے کو یاد کرو۔

اور

وَاذْکُرْ عَبْدَنَا اَیُّوْبَ ۔[2] ترجمہ:۔ اور یاد کرو ہمارے بندہ ایوب کو۔

پس کمال عبدیت کائناتِ ارض وسمٰں میں آپ کے سوا کسی کو میسر نہیں۔ ماسوا اللہ سے کمالِ حریت بھی آپ کو ہی حاصل ہے۔

اس حدیث سے مقصود رفق و نرم مزاجی کا حصول اور تشدد و سخت مزاجی سے دوری تو یہ اختصاص کی ابتدا اصطفا کی بنیاد عبودیت کا تحقق، ماقبل کا ثمر اور مابعد کی بنیاد و اساس ہے۔ آقا علیہ السلام نے اسے تعلیم امت کے لیے ارشاد فرمایا کہ چونکہ آپ مربی ہیں اور تربیت کے اعلیٰ مراتب میں سے ہے کہ اپنی ذات میں موجود صفات کی خبر دے کر تربیت دینا۔ حالانکہ انسان کی ذات عبادت و عادت میں مختلف ہوتی ہے۔

آپ کی عبادت بر

تو آپ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرتے اسے دیکھ رہے ہیں اور اس کے کلام کو سن رہے ہیں۔ آپ کی عادت کریمہ تھی کہ آپ مراقبہ کے طریق پر چلتے تو جو دوسروں کو حاصل ہوتا ہے وہ آپ کو عادت میں حاصل ہوتا۔ انسان کا یہ مقام مقامِ احسان ہے۔

تکیہ لگا کر کھانا تناول کرنا مکروہ ہے

اس حدیث سے عیاں ہوتا ہے کہ تکیہ لگا کر کھانا وغیرہ تناول کرنا مکروہ ہے۔

ام المومنین عائشہ جو اس حدیث کی راوی ہیں

امام مناوی نے اس حدیث کی راوی حضرت عائشہ کا ذکر کیا۔ اور یہ عائشہ بنتِ ابوبکر صدیق ہیں جو ہر عیب سے پاک فقیہہ، عالمہ، عاملہ مصطفیٰ علیہ اللہ علیہ وسلم کی محبوبہ تھیں۔ آپ فرماتی ہیں کہ ایک دن سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا:۔

---

[1] پارہ ۲۳، سورہ ص، آیت ۱۷۔ [2] پارہ ۲۳ سورہ ص آیت ۴۱۔

marfat.com

یا عائشۃ لو شئتُ لسارت معی جبال الذھب۔	ترجمہ:۔ اگر میں چاہتا تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلتے۔

میرے پاس ایک فرشتہ آیا جس کا حجم وجسم بقدر کعبہ شریف تھا عرض گذار ہوا کہ۔

اَنَّ رَبَّکَ یَقْرَءُ کَ السَّلَامَ۔	ترجمہ:۔ بے شک آپ کا رب آپ کو سلام بھیجتا ہے۔

اور فرماتا ہے کہ:۔

اِنْ شِئْتَ کُنْتَ نَبِیًّا مَلِکًا وَاِنْ شِئْتَ عَبْدًا۔	ترجمہ: آپ بادشاہ نبی بننا چاہتے ہیں یا عبد نبی۔

توجبریلؑ نے میری طرف اشارہ کیا کہ اپنے نفس کو متواضع رکھیئے تو میں نے کہا عبد نبی بننا چاہتا ہوں تو اس کے بعد کبھی تکیہ لگا کر کوئی چیز تناول نہیں فرمائی، اور فرمایا کہ میں عبد کی طرح کھاتا ہوں اور عبد کی طرح بیٹھتا ہوں۔

اس حدیث کو بیہقی نے یحییٰ بن کثیر سے مرسل روایت کیا اور اس میں یہ زیادہ روایت کیا۔ کہ اِنَّمَا اَنَا عَبْدٌ۔ "بے شک میں اللہ کا بندہ ہوں"۔

ہناد نے عمرو بن مرہ سے روایت کیا اس میں ان الفاظ کی زیادہ روایت کی:۔

لَوْ کَانَتِ الدُّنْیَا تَزِنُ عِنْدَ اللّٰہِ جَنَاحَ بَعُوْضَۃٍ مَا سَقَی کَافِرًا مِنْہَا کَاسًا۔	ترجمہ: اگر اللہ تعالیٰ کے پاس دنیا کی مکھی یا مچھر کے برابر بھی قدر وقیمت ہوتی تو اس سے کسی کافر کو ایک پیالہ پانی کا نہ پلاتا۔

سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کا رفعتِ ذکر

امام مناوی نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا:۔

اَتَانِیْ جِبْرِیْلُ فَقَالَ اِنَّ رَبِّیْ وَرَبَّکَ یَقُوْلُ لَکَ تَدْرِیْ کَیْفَ رَفَعْتُ ذِکْرَکَ قُلْتُ اللّٰہُ	ترجمہ:۔ میرے پاس جبریل امین آئے تو کہا بے شک میرا اور آپ کا رب فرماتا ہے کہ آپ جانتے ہیں کس طرح

marfat.com

أَعْلَمُ قَالَ لَا أُذْكَرُ إِلَّا ذُكِرْتَ مَعِيَ (رواه ابو يعلى وابن حبان والضيا فی المختاره عن ابی سعید رضی اللہ عنہ)

میں نے تیرا ذکر بلند کیا ہے میں نے کہا اللہ بہتر جانتا ہے اللہ نے کہا جب بھی میرا ذکر ہوگا تو ساتھ تیرا ذکر بھی ہوگا۔ (ابو یعلی ابن حبان اور ضیا نے مختارہ میں ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔)

آتی کا لفظ کمال عنایت پر تنبیہ اور اللہ تعالیٰ کے پاس جو آپ کی عظمت و رفعت ہے اس کے اظہار کے لیے زیادہ کیا۔ لا اذکر الا ذکرت معی سے مقصد رفعتِ ذکر کی کثرت مواطنِ معروفہ میں بیان کیا ہے مثلاً خطبات، تشہد اور اذان وغیرہا کہ جہاں توحید کی شہادت بیان ہوگی وہاں شہادتِ رسالت بھی ضرور مذکور ہوگی۔[1]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم حبیب اللہ ہیں۔

امام مناوی کے جواہرات میں سے اس حدیث کی تشریح ہے۔

[اِتَّخَذَ اللّٰهُ إِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا وَ مُوْسٰى نَجِيًّا وَ اتَّخَذَنِيْ حَبِيْبًا ثُمَّ قَالَ وَعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ لَأُوْثِرَنَّ حَبِيْبِيْ عَلٰى خَلِيْلِيْ وَنَجِيِّيْ (رواه البیهقی والحاکم والدیلمی وابن عساکر عن ابی هریره رضی الله عنه)]

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو خلیل اور موسیٰ کو نجی اور مجھے حبیب بنایا۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم کہ میں اپنے حبیب کو خلیل ونجی پر فضیلت دوں گا۔ (اس کو بیہقی، حاکم، ابن عساکر، نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا)

مناوی نے کہا کہ امام راغب خُلت کے متعلق رقم طراز ہے کہ یہ بندہ کی طرف ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں لہٰذا ابراہیم خلیل اللہ کہا جاتا ہے لیکن اللہ خلیل نہیں کہہ سکتے۔

---

[1] اذاں ہی نہیں ہر جگہ دیکھ لو تم پس ذکر حق ذکر ہے مصطفیٰ کا

marfat.com

اس میں صرف صداقت ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف احتیاج بھی ہے۔ اگرچہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے۔ مگر اس وصف سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام اس لیے مخصوص کیا کہ انہوں نے تمام اعراضِ دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرکے ذاتِ باری تعالےٰ پر اعتماد کیا یہی وجہ ہے کہ جب آپ کو نارِ نمرود میں ڈالا گیا[1] جبریل آمین مدد کو آئے تو آپ نے فرمایا۔

اَمَّا اِلَیْکَ فَلَا۔ ترجمہ:۔ مجھے تیری کسی قسم کی مدد و اعانت کی ضرورت نہیں۔

خالق و مالک کی رضا کے لیے اپنے لختِ جگر جناب اسماعیل علیہ السلام کے حلقوم پر چھری چلائی۔

مُوسیٰ نجی۔ نجیّ کا معنی مناجات کرنے والا۔ سری طور پر مخاطب۔ وہ اللہ تعالےٰ کا فرمان:۔

وَنَادَیْنَاہُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَیْمَنِ وَ قَرَّبْنَاہُ نَجِیًّا[2] اور اسے ہم نے طور کی داہنی جانب سے ندا دی اور اسے اپنا راز کہنے کو قریب کیا۔

وَاتَّخَذَنِیْ حَبِیْبًا۔ حبیب بروزن فعیل صفت مشبہہ بمعنی اسمِ مفعول ہے جتنے بھی اوصاف انبیاء علیہم السلام کو عطا ہوئے ان تمام سے یہ اعلیٰ درجہ وصف ہے۔ لَاُوْثِرَنَّ ای لَاُفَضِّلَنَّ میں اپنے حبیب کو اپنے خلیل ابراھیم اور اپنے نجی موسیٰ پر فضیلت دوں گا تو آپ افضل الرسل اکمل اور جامع جمیع صفات ہیں۔ پس آپ حبیب، خلیل نجی متکلم و مشترف ہیں۔

بعض نے کہا کہ حبیب کو خلیل پر قیاس کرنا بعید ہے کہ حبیب حبت قلب سے ہے۔ محاورہ حَبَبْتُہٗ اے اصبتحبۃ قَلْبِہٖ۔ کہ میں نے اس کی محبتِ قلبی کو پا لیا۔ خلیل خلت سے اس کا معنی حاجت ہے تو نظر کے لحاظ سے بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو سب پر فضیلت دی۔ جیسا کہ طبرانی نے اوسط میں ابن عباس سے سندِ حسن کے ساتھ روایت

---

[1] جانتا ہے وہ میرا رب جلیل کہ آگ میں پڑ رہا ہے اس کا خلیل

[2] پارہ نمبر ۱۶، سورہ مریم، آیت نمبر ۵۲۔

marfat.com

کیا کہ اللہ تعالیٰ نے خلت ابراہیم کو کلام موسیٰ کو اور نظر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دی۔

رسولِ خدا آگے پیچھے یکساں دیکھتے ہیں

امام مناوی کے جواہرات میں سے اس فرمانِ رسول کی توضیح ہے:۔

اَتِمُّوا الرُّکُوْعَ وَالسُّجُوْدَ	ترجمہ:۔ رکوع اور سجود کو پورا کرو قسم اس
وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنِّیْ لَاَرَاکُمْ	ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔
مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِیْ اِذَا رَکَعْتُمْ	بیشک میں تم کو پسِ پشت بھی دیکھتا ہوں۔
وَاِذَا سَجَدْتُمْ۔ (رواہ احمد	جب تم رکوع اور سجود کرتے ہو۔ (اس کو
والشیخان والنسائی عن	امام احمد شیخین اور نسائی نے حضرت انس
انس رضی اللہ عنہُ۔	رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔)

اس کی توضیح میں مناوی رقمطراز ہے اس روایت سے روئیت ادراک مراد ہے تو یہ توجیہہ مردود ہے کہ الفاظ میں عموم ہے۔ اور یہ روئیت خرقِ عادت ہے اور اس سے کوئی استحالہ لازم نہیں آتا کیونکہ جو آنکھ کو قوتِ بینائی عطا کر سکتا ہے وہ جسم کے کسی حصہ میں بھی قوتِ بینائی رکھ سکتا ہے۔

بعض علماء نے توجیہہ کی کہ یہ روئیت قلبی بذریعہ وحی مراد ہے یہ توجیہہ مردود ہے کہ الفاظ میں عموم ہے بلا وجہ تخصیص کی ضرورت نہیں۔ لہٰذا یہ ظاہر پر محمول ہے اور یہ ابصار و روئیت حقیقی ہی مراد ہے جو خرقِ عادت آپ کے ساتھ مخصوص ہے۔

شیخ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حالت نماز کے مخصوص ہے اور عموم کا بھی احتمال ہے۔ متقدمین کی ایک جماعت نے عموم کے ساتھ تصریح کی ہے۔ مطامح کے قول کو نہیں دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پیچھے دیکھتے کیونکہ آپ ہر جانب سے دیکھتے۔ تھے کہ آپ نور ہیں یہ آپ کا عظیم معجزہ ہے۔ اسی لیے آپ کا سایہ نہ تھا کہ نور کا سایہ نہیں ہوتا اور ایک دیوار میں آپ کے لیے جنت و دوزخ متجلی ہوئی۔

مطامح قاضی عیاض کی ایک کتاب ہے۔

marfat.com

آپ کو خزائن ارض کی چابیاں دی گئیں

امام مناوی نے اس حدیث پاک کی تشریح کی :-

اُتِیْتُ بِمُقَالِیدِ الدُّنْیَا عَلٰی فَرَسٍ اَبْلَقَ جَاءَنِیْ بِہٖ جِبْرِیْلُ علیہ قَطِیفَۃٌ مِنْ سُنْدُسٍ - رواہ الامام احمد)

ترجمہ :- مجھے ابلق گھوڑے پر رکھ کر زمین کی چابیاں دی گئیں جن کو جبریل امین لائے ان پر سندس کا کپڑا تھا۔

مقالید دنیا سے زمین کے خزانوں کی چابیاں مراد ہیں۔ جس طرح بخاری و مسلم کی حدیث ہے جس سے اس کی تفسیر ہو رہی ہے۔ مسلم کی روایت میں ہے۔ اُتِیْتُ بِمَفَاتِیْحِ خَزَائِنِ الْاَرْضِ۔ خزائن سے زمرد، یاقوت، ہیرا، سونا، چاندی کی معدنیات مراد ہے۔ یا ممالک جو زمین پر ہیں یا وہ ممالک جو مسلمانوں کے ہاتھوں مفتوح ہوئے۔ جاؤنی جبریل۔ ایک روایت اسرافیل ہے دونوں میں تعارض نہیں کہ اگر آنے والے متعدد ہوں تو یہ بالکل واضح ہے اگر آنے والے جبریل اور آپ کی صحبت میں اسرافیل پہلے سے بیٹھے ہوں اور نبی عبد یا نبی ملک ہونے کی بشارت دی ہو تو آپ نے پہلے تو اختیار فرمایا اور خزائن ارض کے تصرف کو ترک کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے عوض غروب کے بعد ردِ شمس، شق قمر، رجم نجوم، احتراق آسمان، بارش کا روکنا اور اس کا ارسال، ہوا کا چلانا اور روکنا اور سایہ کرنا وغیرہا معجزات عطا کئے۔ قطیفۃ کا لغت میں معنی ہے مخملی چادر۔ السندس باریک ریشم۔ گھوڑے پر سوار ہونے میں حکمت یہ ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تمام ممالک سرخ، سیاہ اور سفید کے مالک ہو جائیں گے۔

حدیث شریف اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ کی تشریح :-

اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَاْدِیْبِیْ (رواہ ابن السمعانی عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ)

ترجمہ: میرے رب نے مجھے ادب کی تعلیم تو خوب دی۔

امام مناوی نے اس کی تفسیر یوں کی کہ میرے رب نے مجھے ریاضت نفس اور محاسن

marfat.com

اخلاق ظاہرہ و باطنہ کی تعلیم دی۔ ادب کہتے ہیں۔ نفس کو جو اخلاق حسنہ اور علوم مکتسبہ سے حاصل ہو۔ فَاَحْسَنَ تادیبی علوم وہبیہ عطا فرمائے جو کسی بشر کو عطا نہ ہوئے۔ بعض نے کہا اللہ نے حبیب آپ کو مبعوث کرنے کا ارادہ کیا تو اداب عبودیت سکھائے اور مکارم اخلاقِ ربوبیت سے مہذب کیا تاکہ ظاہر عبودیت کائنات کے لیے نمونہ عمل ہو جیساکہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:۔

صَلُّوْا کَمَا رَاَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ۔ ترجمہ:۔ نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو۔

آپ کا حال باطن صادقین اور صدیقین کے لیے متابعت میں مرآت ہو جیساکہ فرمایا۔

فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ[1] ترجمہ:۔ میرے فرمانبردار بن جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔

قرطبی رقمطراز ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بچپن ہی سے آپ کو محفوظ رکھا اور خود تادیب کی تعلیم دی کسی ایک چیز میں غیر کا محتاج نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے احوالِ جاہلیت سے آپ نے نفرت کی اور ان سے دُور رہے یہ اللہ تعالیٰ کا آپ پر کمال لطف ہے کہ جمیع محاسن آپ میں جمع کر دیئے۔ یہ تعلیم شانِ ادب سے ہے۔ مالا یخفی۔

بعض نے اس کی تشریح کی کہ اللہ تعالیٰ نے رُوح نبی کو ادب کی تعلیم دی اور محلِ قرب میں رُوح کے جسم کے ساتھ اتصال سے قبل لطف وہیبت کے ساتھ تربیت کی تاکہ لُطف کے ساتھ انس ہیبت کے ادب کامل ہو جائے۔ روح کے بدن کے ساتھ اتصال کے بعد اور کمالات کا قوت سے فعل کی طرف اخراج ہوا اور رُوح و بدن دونوں ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کمالات حاصل کرے اہل کمال کے لیے معیار ہو۔

ادب قول و فعل میں سے مستحسن کا استعمال کرنا۔

بعض نے کہا مکارمِ اخلاق کے اخذ کرنے کا نام ادب ہے۔

بعض نے کہا مستحسنات پر مطلع ہونے کو ادب کہتے ہیں۔

بعض نے کہا اپنے مافوق کی تعظیم ماتحت سے شفقت اور بعض نے اس کے علاوہ معانی بیان کیے۔

---

[1] پ، رکوع ۱۲، آیت ۳۱، سورہ ال عمران۔

marfat.com

اس کے بعد سمعانی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

إِنَّ اللّٰهَ أَدَّبَنِي فَأَحْسَنَ أَدَبِي ثُمَّ أَمَرَنِي بمکارم الاخلاق۔	ترجمہ : بے شک اللہ نے مجھے ادب کی تعلیم دی تو بہت احسن دی ، پھر مجھے مکارم اخلاق کا حکم دیا ۔

پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ[1]	ترجمہ :- اے محبوب معاف کرنا اختیار کرو ۔ اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو ۔

یہ سمعانی کی روایت کا سیاق مجروفہ ہے اس میں مؤلف یعنی امام سیوطی نے کچھ تصرف کیا ہے جیساکہ تمہیں معلوم ہو رہا ہے ۔
زرکشی نے کہاکہ حدیث ادبنی ربی فاحسن تادیبی اس کا معنی صحیح ہے لیکن طریق صحیح سے روایت نہیں ہوئی سبط ابن جوزی نے اسے مرآۃ الزمان میں حضرت علی سے روایت کیا اور اس میں کہا :-

فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَرَاكَ تُكَلِّمُ الْوُفُوْدَ بِكَلَامٍ أَوْ لِسَانٍ لَا نَفْهَمُ أَكْثَرَهُ فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ أَدَّبَنِي فَأَحْسَنَ تَادِيبِي وَنَشَأْتُ فِي بَنِي سَعْدٍ ۔	ترجمہ :- عرض کیا یا رسول اللہ ! میں آپ کو دیکھتا ہوں مختلف وفود آپ کے پاس آتے ایسی زبان یا کلام میں گفتگو کرتے ہیں جس کو ہم میں سے اکثر نہیں سمجھتے تو آپ نے فرمایا اللہ نے مجھے ادب کی تعلیم دی اور خوب دی اور بنی سعد قبیلہ میں نشو ونما پائی ۔

تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ! صلی اللہ علیہ وسلم ہم سب عرب ہیں لیکن آپ سب سے زیادہ فصیح ہیں تو فرمایا جبریلؑ میرے پاس لغت اسماعیل وغیرہ لایا اور

---

[1] پارہ ۹ ۔ سورۃ الاعراف آیت ۱۹۹ ۔

marfat.com

وہ مجھے سکھائیں - ابوالفضل بن ناصر نے کہا یہ حدیث صحیح ہے -

مؤلف یعنی امام سیوطی نے کہا اور عسکری نے حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہٗ سے روایت کیا کہ بنو نہد بن زید قبیلہ مصطفےٰ علیہ السلام کے پاس آکر کہنے لگا - ہم آپ کے پاس تہامہ سے آئے ہیں - اور ان کے خطوں اور حضورآقا علیہ السلام نے ان کو جواب دیئے ان کا ذکر کیا - میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم ایک باپ کی اولاد ہیں اور ایک ہی شہر ہے تو آپ عربی ایسی زبان میں تکلم کرتے ہیں کہ ہم سے اکثر نہیں سمجھتے - رسول پاک نے فرمایا -

ادبنی ربی الخ -

ابن عساکر نے روایت کیا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ نے کہا یا رسول اللہ! میں نے عرب میں سیر کی فصحاء کے کلام سنے لیکن آپ سے زیادہ فصیح اللسان نہیں پایا - آپ کو کس نے تعلیم دی آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ادب کی تعلیم دی اور بنی سعد میں نشوونما پائی -

اپنی اولاد کو تین چیزوں کی تعلیم دو -

امام مناوی نے اس حدیث :

اَدِّبُوْا اَوْلَادَکُمْ عَلٰی ثَلَاثِ خِصَالٍ حُبِّ نَبِیِّکُمْ وَحُبِّ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَقِرَاءَۃِ الْقُرْاٰنِ فَاِنَّ حَمَلَۃَ الْقُرْاٰنِ فِیْ ظِلِّ اللّٰہِ یَوْمَ لَاظِلَّ اِلَّاظِلُّہٗ مَعَ اَنْبِیَائِہٖ وَاَصْفِیَائِہٖ -	ترجمہ :- اپنی اولاد کو تین چیزوں کی تعلیم دو - اپنے نبی اور اہل بیت رسول کی محبت اور قرآن کی تلاوت، اس لیے کہ حاملین قرآن اس دن اللہ کے سایہ میں ہوں گے جس روز کسی کا سایہ نہ ہوگا - اپنے انبیاء و اصفیاء کے ساتھ -

(رواہ ابونصر الشیرازی فی فوائدہ والدیلمی وابن النجار عن علی کرم اللہ وجہہٗ)

marfat.com

کی تشریح میں کہا کہ اس محبت سے محبت ایمانیہ مراد ہے کہ محبت طبعی غیر اختیاری ہے اور یہ واجب ہے کیونکہ آپ کی محبت احکامِ شرعیہ پر مجبور کرتی ہے۔

سمعانی نے کہا والدین پر اپنی اولاد کو اس بات کی تعلیم دینا واجب ہے۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں پیدا ہوئے۔ ثقلین کی طرف مبعوث ہوئے۔ مدینہ منورہ میں مدفون ہوئے اور آپ کی اطاعت و محبت فرض ہے۔

ابن قیم نے کہا کہ سب سے قبل جو بچے کے کان میں آواز پہنچے تو معرفتِ توحید الٰہی کی آواز ہو۔ بنی اسرائیل بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

نبی پاک کے پسندیدہ اسماء

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ اسماء بہت پسند تھے جو اللہ کی طرف منسوب ہوں مثلاً عبداللہ، عبدالرحمٰن کہ جب بچہ سمجھدار اور عقلمند ہو تو اسے معلوم ہو کہ وہ عبداللہ (اللہ کا بندہ) ہے۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت و محبت لازم ہے۔

فائدہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے، یہ تعلیم دینا واجب اور حق لازم ہے جس طرح والدین کے حقوق اولاد پر اور اولاد کے حقوق والدین پر لازم ہیں۔ بلکہ پہلے تنزیل میں آباء کے لیے اولاد کو تعلیم دینا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم تھا۔

جو شخص اولاد کو اس کی زندگی و آخرت میں نفع مند و ضرر دہ اشیاء کی تعلیم میں کوتاہی کرتا ہے۔ وہ گنہگار اور مجرم ہے۔ اولاد کے نافرمان ہونے کا ایک سبب نفع و نقصان کی اشیاء کی تعلیم نہ دینا ہے۔ اسی لیے بعض بچے والدین سے کہہ دیتے ہیں۔ آپ نے مجھے بچپن میں ضائع کر دیا اور میں آپ کو بڑھاپے میں ضائع کروں گا۔ یعنی آپ نے بچپن میں میرا خیال نہیں کیا تو میں تمہارا تمہارے بڑھاپے میں کچھ خیال نہ کروں گا۔

آذان سن کر دعائے وسیلہ مانگنے والا مستحق شفاعت مصطفیٰ علیہ السلام ہے

امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ کے جواہرات میں سے درج ذیل حدیث کی تشریح ہے۔

اِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُوْلُوْا ترجمہ: جب تم مؤذن سے آذان سنو تو تم

عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔

اس کی شرح میں مناوی فرماتے ہیں۔ جامع معنی ہے جو کمالات انبیاء علیہم السلام میں متفرق تھے۔ وہ سب آپ میں جمع ہیں اور آپ ان کے جامع ہیں اور اس کے علاوہ غیر تتناہی کمالات بھی آپ میں موجود ہیں۔ جوامع میں سے آپ کی فصاحت و بلاغت ہے۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اعطیت سورۃ البقرۃ من الذکر الاول کی تشریح

مجھے ذکر اوّل سے سورت بقرہ اور طٰہٰ، طواسین، حوامیم الواحِ مُوسٰی سے فاتحہ الکتاب اور خواتیم سورت بقرہ تحت العرش سے اور مفصل زائد عطا کی گئیں۔ اسے حاکم نے معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ اس کی شرح میں علامہ مناوی رقمطراز ہیں کہ الذکرالاوّل یعنی ذکر اوّل کے عوض کلاباذی نے اپنی بحر میں کہا وہ صحائف عشرہ اور تین کتابیں پس سورت بقرہ صحائف اور کتب سماویہ کے علوم و معارف کو متضمن ہے۔ الواحِ مُوسٰی یعنی ان کے عوض ان احکام و مواعظ جو الواح مُوسٰی میں درج ہیں کو متضمن ہے۔ ابن حجر فرماتے ہیں۔ کتاب مُوسٰی علیہ السلام کا ذکر اس لیے کیا کہ یہ کتاب انجیل سے بہت وسیع ہے۔ نافلۃ ۔ یعنی زیادہ۔ یہ فاتحہ، خواتیم اور مفصل کی طرف راجع ہے۔ یعنی ان میں جو احکام و اسرار وغیرہ مذکور ہیں جو سابقہ کتب سماویہ سے زائد ہیں۔ ان کی مثل کسی نبی پر نزول نہیں ہوا۔ نافلہ صرف مفصل کی طرف راجع نہیں۔ اس کے ذکر سے مقصد اس کی تصریح ہے کہ فاتحہ و خواتیم حضور علیہ السلام کے خصائص سے ہے۔ کثیر علماء نے اس پر جزم کیا۔ آئندہ حدیث میں فضلت بالمفصل (مجھے مفصل سے ترجیح دی گئی) یہ دوسری سورت کے ساتھ فضیلت کے منافی نہیں۔

فائدہ اس میں اشارہ ہے قرآن کریم کا کچھ حصہ کی مثل پہلی کتاب میں موجود ہے۔ بعض آثار میں ہے تورات کا اوّل انعام اور اس کا آخر ہود۔ اور بعض قرآن بعض سے افضل ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ قرآن علم الاوّلین والآخرین کا جامع ہے تو امم ماضیہ کا علم خاص اور اس اُمّت کا علم عام ہے۔ اہل کتاب کا علم قلیل ہے۔

وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا۔[1] ترجمہ: اور تمہیں علم نہ ملا مگر تھوڑا۔

---

[1] پارہ ۱۵، سورۃ بنی اسرائیل، آیت ۸۵۔

marfat.com

اور ابن عباس سے اسے مَا اُوْتُوْا (نہیں دیئے گئے) اور اس امت کا علم قلیل ہے۔

وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا۔[1] ترجمہ: اور جسے حکمت ملی اسے بہت بھلائی ملی۔

فضیلت آیت الکرسی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے۔ مجھے آیت الکرسی عرش کے تحت سے دی گئی ہے۔ امام بخاری نے تاریخ اور ابن منزلیس نے حسن بصری سے مرسل روایت کیا۔

مناوی نے اس کے تحت کہا عرش کے نیچے خزانے سے جس طرح ایک روایت میں اس کی تصریح موجود ہے۔ بقیہ حدیث۔ اور مجھ سے قبل کسی کو عطا نہیں ہوئی۔

اسی لیے فاضل مصنف یعنی امام سیوطی نے کہا کہ آپ کی خصوصیات سے ہے کہ عرش کے خزانے سے دیئے گئے جو پہلے کسی کو عطا نہ ہوئے ان میں سے بسم اللہ، فاتحہ، آیت الکرسی، خواتیم، سورۂ بقرہ، طوالِ سبع اور مفصل ہیں۔

پھر مناوی نے کہا اس کو دیلمی نے مسلسل ان الفاظ سے روایت کیا ہے۔ کہ ہر راوی نے کہا۔ جب سے میں نے اسے سنا کبھی ترک نہیں کیا۔ حدیث ابی امامہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ ابو امامہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی سے سنا آپ فرماتے ہیں میں کسی عقل مند کو نہیں دیکھتا جو سونے سے پہلے یہ آیت نہ پڑھتا ہو۔ وہ یہ آیت ہے:۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ۔ ترجمہ: اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ آپ زندہ اور ان کا قائم رکھنے والا ہے۔ تا آخر۔[2]

اگر تمہیں اس کی اہمیت کا علم ہوتا یا جو کچھ اس میں ہے تو تم کسی حالت میں بھی اسے ترک نہ کرتے۔ اور پھر حدیث مذکورہ بالا بیان کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد کوئی رات ایسی نہیں گزری جس میں مَیں نے یہ آیت الکرسی نہ پڑھی ہو۔ ابو امامہ نے بھی اسی طرح کہا کہ میں نے کبھی اسے ترک نہیں کیا۔ اسی طرح دوسرے رُوات نے بھی یہی کہا۔

پانچ خصوصیات کا ذکر

حدیث شریف میں ہے کہ مخبرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے وہ کچھ عطا ہوا جو پہلے کسی نبی کو عطا نہیں ہوا۔ (۱) میری رعب سے مدد کی گئی (۲) مجھے زمین کے خزانے

[1] پارہ ۳، سورۃ البقرۃ، آیت ۲۶۸۔ [2] پارہ ۳، سورۃ البقرۃ، آیت ۲۵۵۔

marfat.com

عطا ہوئے۔ (۳) احمد نام رکھا گیا۔ (۴) میرے لیے مٹی کو طہور کیا گیا۔ (۵) اور میری اُمّت کو خیر امم بنایا گیا۔ اس کو امام احمد نے جناب علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ سے روایت کیا۔

خزائن الارض یہ استعارہ ہے اس وعدہ سے جو اللہ تعالیٰ نے ممالک کے فتوح کا آپ سے کیا ہے۔ خزائن خزانہ کی جمع ہے۔ خزانہ کہتے ہیں جس میں کوئی چیز چھپائی جائے۔ یا اس سے مُراد تمام کائنات کے خزانے ہیں تاکہ آپ مستحقین کے لیے بقدر استحقاق خزانوں کو نکالیں۔ پس جو کچھ کائنات میں جس کسی کو مل رہا ہے۔ وہ اسی سے مل رہا ہے۔ جس کے دستِ اقدس میں چابیاں ہیں باذنِ خالق و مالک بس جس طرح علمِ غیب کل کی چابیاں اللہ کے پاس ہیں اسی طرح موہوبات کے خزائن کی چابیاں اس کے پیارے کے ساتھ مخصوص ہیں۔ لہٰذا جس کسی کو جو مل رہا ہے، وہ آپ کے دستِ رحمت سے مل رہا ہے۔ سمیت احمد۔ یہ نام آپ سے قبل کسی کا نام نہ تھا۔ اس لیے کہ کسی ضعیف قلب و تنگی کے دل میں یہ احساس پیدا نہ ہوا کہ کتب سماویہ میں جس احمد کی تعریفات ہیں وہ کوئی اور ہو۔ جعل التراب۔ شرعی یا حسی طور پر پانی موجود نہ ہونے کے وقت مٹی کو پاک بنا دیا۔ جعلت امتی خیر الامم یہ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ لہ — ترجمہ: تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں۔

آپ کی امت کا شرف آپ کا شرف ہے۔

خصائص کا ان پانچ میں حصر نہیں کہ مسلم شریف میں ہے کہ ہمیں انبیاء علیہم السلام پر چھ اشیاء سے فضیلت دی گئی۔ ایک روایت میں سات اور دیگر روایات میں اس سے بھی زائد کا ذکر ہے۔ ان میں تعارض نہیں ہے کہ پہلے بعض پر مطلع ہوئے، پھر کچھ اور پر یا کچھ مخاطب کو معلوم تھیں اس لیے ان کا ذکر نہ کیا۔

تنبیہ حکیم ترمذی نے کہا کہ زمین کا اس اُمّت کے لیے ظاہر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ میلاد النبی صلے اللہ علیہ وسلم کے موقع پر خوش ہوئی۔ تر و تازہ، لمبی، پھیل اور آسمان اور دیگر مخلوق

لہ پارہ ۴، سورۂ آل عمران، آیت ۱۱۰۔

marfat.com

تخیر کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیدا ہوئے۔ میری پیٹھ پر جلوہ افروز ہوئے۔ میرے حصہ پر جبین سجدہ کے لیے رکھیں گے۔ اور مجھ میں ہی مدفون ہوں گے۔ جب اس کا افتخار بڑھا تو اللہ نے اسے اُمت کے لیے ظاہر قرار دیا۔

اس اُمت کے لیے تیمم ایک عطیہ الہٰی ہے تاکہ ان کے لیے طہارت ہمیشہ رہے۔

اعطیت فواتح الکلم وجوامع کی شرح

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے فواتح کلم جوامع اور اس کے خواتم عطا ہوئے۔ اسے ابن ابی شیبہ ابو یعلیٰ اور طبرانی نے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ فواتح الکلم۔ فصاحت وبلاغت غامضہ معانی، بدائع حکم اور محاسن عبارات جو دوسروں کی سمجھ میں نہ آئے۔ ایک روایت میں مفاتح الکلم کرمانی نے کہا قلیل لفظ جو کثیر معانی کا فائدہ دیں یہ بلاغت کا معنی ہے۔ جوامع۔ جو اللہ تعالیٰ نے آپ میں جمع کر دیئے تو آپ کا کلام قرآن پاک کی مانند تھا۔ کہ آپ اللہ کے خلیفہ ہیں۔

حسن وقف اور فواصل کی رعایت۔ اعذب مختصر فصیح واضح تر لفظ کے ساتھ کلام کا آغاز فرماتے۔ اور جس کو بار بار سننے کو دل چاہے ایسے لفظ کے ساتھ کلام کا اختتام کرتے۔

سبع طوال کا ذکر

رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے تورات کے عوض سبع طوال، زبور کے عوض مئین اور انجیل کی جگہ مثانی اور مفصل سے فضیلت دی گئی۔ طبرانی اور بیہقی نے واثلہ سے روایت کیا۔ مکان التورات۔ تورات میں جو کچھ ہے۔ اس کے بدلے اسی طرح مابعد کے متعلق فرمایا۔

سبع طوال کی ابتدا سورت بقرہ اور آخری سورت برأت ہے۔ سورت انفال اور برأت کو ایک بنانے سے زبور کے عوض مئین۔ مئین کی پہلی سورت جو کہف سے متی ہے اور اس کی آیات ایک سو سے زائد ہیں۔

مثانی۔ وہ سورتیں جن کی آیات سو یا سو سے کم ہیں۔ انہیں مثانی اس لیے کہتے ہیں یہ مئین سے چھوٹی اور مفصل سے بڑی ہیں۔ مفصل۔ ان کی آخری سورت تو بالاتفاق الناس ہے۔ اور پہلی حجرات ہے جاثیہ، قاف، صافات، صف مختلف اقوال ہیں۔ امام نودی نے پہلی کو ترجیح دی ہے (کتب فقہ میں بھی سورت حجرات ہی پہلی سورۃ مفصل ہے)

marfat.com

اعطیت ھذہ الآیات من آخر سورۃ البقرہ کی تشریح

افضل الرسل صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے سورۃ بقرہ کی آخری یہ آیات عرش کے نیچے خزانے سے عطا ہوئی ہیں جو پہلے کسی نبی کو نہیں ملیں۔ اس کو امام احمد، طبرانی اور بیہقی نے حذیفہ اور امام احمد نے ابو ذر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔ امام مناوی رقمطراز ہیں۔ ان آیات کی ابتدا آمن الرسول ہے۔

حافظ عراقی نے اس حدیث کا معنی بیان کیا یہ آپ کے لیے ذخیرہ اور خزانہ رکھا اور دوسرے کسی کو عطا نہیں کیے گئے۔ اور بہت آیات قرآنیہ کتب سابقہ میں لفظاً یا معنیً نازل ہوئی ہیں اور یہ آیات پہلے نازل نہیں ہوئیں۔

اس میں اس اُمت کی خصوصیت ہے۔ وہ بوجھ وزن اصر جو پہلوں پر رکھا گیا ان سے اٹھا لیا گیا۔ اسی لیے فرمایا کہ پہلے کسی نبی کو عطا نہیں ہُوئیں۔ مطالع میں ہے کہ کنز کیا ہے ہوسکتا ہے کہ یہ کنز الیقین ہو جو عرش کے نیچے چھپا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے آٹھ مثقال نورِ یقین کے نکالے جن سے چار مثقال رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیئے گئے اور باقی رسالت کی خصوصیت کے لیے چنانچہ ایمانِ رسُول کو تمام انسانوں کے ایمان سے ترازو کیا گیا تو آپ کا ایمان وزنی تھا۔ مناوی کی عبارت ختم ہوئی۔ قاضی عیاض کی ایک کتاب کا نام "مطالع الافہام فی شرح الاحکام" ہے

حدیث اعطیت ثلاث خصال کی توضیح

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی کہ مجھے تین خصلتیں دی گئیں۔ صفوف اور قطار میں نماز سلام جو اہل جنت کا تحیہ وسلام ہے۔ (السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ) اور مجھے آمین دی گئی جو تم سے پہلے کسی کو نہیں ملی۔ مگر ہارون کو جب مُوسیٰ علیہ السلام رب تعالیٰ سے دُعا مانگتے تو حضرت ہارون آمین کہتے۔ حارث اور ابن مردویہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہٗ سے روایت کیا۔

مناوی نے کہا اس تین کا ذکر دوسری روایات کے پانچ چھ کے منافی نہیں، ہوسکتا ہے پہلے اول عطا ہُوئے تو ان کو بیان فرما دیا۔ پھر ان میں جیسے اضافہ ہوتا گیا ایسی دیتے رہے یا یوں کہ اکثر عطا ہوئے بعض دفعہ کچھ بیان کر دیئے۔ دوسرے اوقات دوسرے حسب حال بیان فرمادیئے۔

marfat.com

شہرت کی بنا پر ذکر عدد حصر پر دلالت نہیں کرتا۔

اعطیت صلاۃ فی الصفوف۔ یعنی جس طرح فرشتے صفوف میں رب تعالیٰ کے پاس حاضر ہوتے ہیں یونہی ہمیں حکم ہوا جب کہ اتم سابقہ تنہا تنہا نماز پڑھتے اور ان کا منہ ایک دوسرے کی طرف ہوتا۔ اعطیت السلام۔ جس طرح اہل جنت یکے بعد دیگرے سلام کہتے ہیں۔

چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

تَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلٰمٌ [1]   ترجمہ:۔ اور ان کے ملتے وقت خوشی کا پہلا بول سلام ہے۔

سابقہ امتوں میں جب ایک شخص دوسرے سے ملتا تو اس کے سامنے جھک جاتا یہ ان کا سلام تھا اس میں مونت و تکلیف ہے۔ اور ہمیں اہل جنت کا سلام عطا کیا جس میں احسان ہے۔

پانچ خصائل کا ذکر

سیدالانبیاء علیہم السلام نے ارشاد فرمایا کہ مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا ہوئیں جو پہلے کسی کو نہیں ملیں۔ رعب کے ساتھ ایک ماہ کی مسافت سے مدد کی گئی۔ میرے لیے زمین کو مسجد اور پاک بنا دیا گیا پس میرے امتی کو جہاں بھی نماز کا وقت ہو جائے۔ وہیں نماز ادا کر لے۔ میرے غنائم حلال ہوئیں جو مجھ سے قبل حلال نہ تھیں۔ مجھے شفاعت دی گئی پہلے نبی کسی ایک مخصوص قوم کے لیے نبی تھے لیکن مجھے نبوت عامہ عطا کی گئی۔ بخاری، مسلم، نسائی نے اسے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

امام مناوی رقمطراز ہیں کہ یہ آپ کے خصائص سے ہے لیکن خصائص پانچ میں منحصر نہیں بلکہ آئمہ نے بیان کیا کہ یہ تین سو سے بھی زائد ہیں۔ عدد کی تخصیص زیادتی کے منافی نہیں۔

ومسیرۃ شہر۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے میری نصرت یوں کی۔ ایسے دشمن جن کے اور میرے مابین ایک ماہ کی مسافت ہے مدینہ کے جوار و قرب میں تو ان کے دلوں میں خوف و رعب القا کر دیا۔ ایک ماہ کی تخصیص میں اس طرف اشارہ ہے کہ کوئی دشمن بھی ایک ماہ کی مسافت سے دور نہیں۔ لہٰذا یہ اس کے منافی نہیں کہ آپ کی امت دور دراز علاقوں کو فتح کرلے گی یہ بھی آپ کی خصوصیات سے ہے۔

---

[a] اس طرح بھی توجیہ ہو سکتی ہے کہ سامعین و مخاطب کے مزاج کے مطابق خصائل کا ذکر کیا۔ (توگردی)

[1] پارہ ۱۱، سورۂ یونس، آیت ۱۰۔

اگرچہ بغیر ہتھیار کے فوج کشی کے خوف جن کے ساتھ سوال نہیں ہو سکتا۔ جیساکہ سلیمان کے لیے جنات مسخر تھے۔ کیونکہ تسخیر سے ذاتی قوت و شجاعت نصرت و اعانت کا پہلے ذکر کیا جو کہ دشمنوں پر کامیابی کو کہتے ہیں کہ قیام دین میں خصوصی اہمیت کی حامل ہے۔ زمین کو مسجد و طہور کے ساتھ تعریف کرنے کا مقصد یہ ہے کہ نماز اپنی شرائط سمیت دین کے اہم ارکان میں سے ہے۔ غنائم کے حلال ہونے کا فائدہ ہے۔ کہ آپ ان کو حسب منشأ تصرف میں لائیں جیسے ارشاد ربانی ہے :۔

قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ[1]۔ ترجمہ: تم فرما دو غنیمتوں کے مالک اللہ و رسول ہیں۔

یا اس کی تخصیص آپ اور آپ کی امت کے ساتھ ہے۔ پہلے انبیا کے لیے نہ تھی بعض انبیا کو جہاد کی اجازت نہ تھی تو ان کے لیے کوئی غنیمت نہ تھی اور بعض کو اجازت تھی لیکن اس کا استعمال ممنوع تھا۔ بلکہ آگ ان کو جلا کر خاکستر کر دیتی مگر انسان بچے۔ یہ دوسری توجیہ لم تحل لاحد قبلی کی طرف راجح ہے۔ اور من قبلی کی تخصیص سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ آپکا خاصہ اور خصوصیات سے ہے۔ اور آپ ان سے افضل ہیں۔ شفاعت خاصہ و عامہ دونوں ہی آپ کے ساتھ مخصوص ہیں۔

شفاعت کی پانچ اقسام امام نووی فرماتے ہیں کہ آپ کی شفاعت کی پانچ اقسام ہیں۔

پہلی فیصلہ کے لیے شفاعتِ عظمٰی۔

دوسری آپ کی شفاعت سے ایک جماعت بغیر حساب کے جنت میں جائے گی۔

تیسری ایسے لوگ جو مستحق نار ہیں آپ کی شفاعت سے جہنم میں داخل نہ ہوں گے۔

چوتھی ایسے لوگوں کے حق میں جو بداعمالیوں کی بنا داخل ہوں گے پھر آپ کی شفاعت سے نکالے جائیں گے۔

پانچویں ایسے لوگ جن کے شفاعت سے درجات بلند ہوں گے۔

آپ کے ساتھ پہلی اور دوسری قسم مخصوص ہے۔ تیسری اور پانچویں کا اختصاص بھی جائز ہے۔ پہلے انبیا ایک ایک مخصوص قوم کی طرف مبعوث ہوئے ایک وقت میں کئی انبیا تشریف لائے اور ایک

---

[1] پارہ ۹، سورۃ الانفال، آیت ۱۔

marfat.com

ہی شریعت کی تبلیغ کرتے تھے اور میں عام لوگوں کی طرف مبعوث ہوں بمسلم کی روایت میں عامہ کی جگہ کافۃ (تمام لوگوں) کا ذکر ہے۔

کرمانی نے کہا اے جیسا یعنی آپ کے زمانہ سے تا قیام قیامت تمام لوگوں کی طرف مبعوث ہیں۔ اور جنات کا ذکر نہیں کیا کہ انسان اصل ہے یا مقصود بالذات ہے۔ بلکہ دوسری روایت اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ (میں تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہوں۔) سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ فرشتوں کی طرف مبعوث ہیں۔ جیسا کہ امام سُبکی نے بیان کیا۔ خصائص میں اپنے کلام کو بعثت عام پر ختم کیا تاکہ آپ کی امت کے لیے دارین کی خیر و بھلائی متحقق ہو۔

نیز اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ افضل الرسل ہیں جس طرح کہ پہلے مذکور ہو چکا ہے۔ پہلے نبی مخصوص قوم کی طرف مبعوث ہوئے اور آپ تمام مخلوق کی طرف مبعوث ہیں۔ بایں وجہ رسل عظام حق کی ارشاد خلق اور ان کو تاریکیوں سے اُجالے میں لانے اور بت پرستی سے عبادتِ الٰہی کی طرف مائل کرنے کے لیے تشریف لائے تو جس میں جتنی زیادہ تاثیر ہو گی وہ اتنا ہی افضل و اشرف ہو گا۔ اس اعتبار سے آپ افضل ہیں کیونکہ آپ کی بعثت ایک قوم یا ایک زمانے سے مخصوص نہیں بلکہ آپ کا دین تو مشرق و مغرب اور ہر مکان میں پھیلا ہوا ہے اور ہر زمان اور ہر مکان میں پھیلا رہے گا۔ تو اس سے آپ کا فضل و شرف بڑھتا رہے گا۔ اور سباق و سیاق سے افضل الرسل ٹھہرے۔

اُمّتِ محمدیہ سے ستر ہزار بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے

حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے یہ اعزاز حاصل ہے کہ میری اُمت سے ستر ہزار اشخاص بلا حساب جنت میں جائیں گے۔ جن کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح دمکتے ہوں گے جو ایک شخص کے دل کے ہوں گے میں نے اپنے رب سے ان میں اضافہ چاہا تو میرے لیے ان میں زیادتی فرمائی کہ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ ستر ستر ہزار اشخاص ہوں گے۔ اسے امام احمد نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

علامہ مناوی فرماتے ہیں کہ مظہری نے کہا کہ اس سے خصوص عدد مُراد ہو سکتا ہے۔ اور کثرت بھی مراد لی جا سکتی ہے۔ اور بعض نے اس کو ترجیح دی۔ ابن عبدالسلام فرماتے ہیں یہ خصائص مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہے دوسرے کسی نبی کو یہ حاصل نہیں۔

marfat.com

آپ صلی اللہ علیہ وسلم زمین و آسمان میں امین ہیں

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار بخدا میں زمین و آسمان میں امین ہوں۔ طبرانی نے اسے ابی رافع سے روایت کیا۔ مناوی اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں شروع کلام میں آما حرف تنبیہ جو طلائع قسم سے ہے اور اس کے ساتھ حرف قسم ملایا۔ مابعد کلام میں پختگی اور ذہن سامع میں یقین پیدا ہو اور اپنے کفر میں معاند پر رد ہو اس کے بعد آپ کا واضح ہے۔ کہ مصطفےٰ علیہ السلام دور جاہلیت میں امین کے لقب سے ملقب تھے۔ اور امین کا اطلاق صرف اور صرف آپ کی ذات کے لیے کرتے۔

حضرت ابوبکر خلیل رسول ہیں

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے خلیل بنایا جیسے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا۔ اور میرے خلیل ابوبکر ہیں۔ طبرانی نے اسے ابوامامہ سے نقل کیا۔

اس کی شرح میں امام مناوی رقمطراز ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور ابراہیم علیہ السلام کے احوال کو ظاہراً و باطناً اور صفات جمیلہ پائے۔ جن کی وجہ سے دونوں حضرات کو وصفِ خلت سے نوازا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے اشرف نسب ہیں۔

مفخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے اولاد اسماعیل سے بنی کنانہ کو منتخب کیا، کنانہ سے قریش اور قریش سے بنی ہاشم اور بنی ہاشم سے مجھے منتخب کیا۔ مسلم اور ترمذی نے اسے واثلہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

مولف نے کہا کہ امام شیخ ابن حجر فرماتے ہیں یہ حدیث کئی طرق سے مروی ہے جن کو ہمارے شیخ عراقی نے اپنی کتاب "محجۃ القرب فی محبۃ العرب" میں جمع کیا۔ علامہ مناوی نے اس کی شرح میں فرمایا کہ اصطفاً و خیریت دیانت کے اعتبار نہیں۔ بلکہ خصائل حمیدہ کے لحاظ سے۔ اس سے ثابت ہوا غیر قریش عرب قریش کے کفو نہیں۔ بنی ہاشم کے غیر بنی ہاشم کفو نہیں۔ یہ مذہب شافعیہ ہے۔ قرطبی نے کہا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق سے کسی اختیار کرنے کا معنی

marfat.com

ہے اس نوع کے کمالاتِ صفات کی تخصیص کرنا اور اس نوع کے لیے اسے اصل بنانا اور اس نوع میں معزز گردانتا اور اس کا حکم واجب العمل کرنا۔

جیسے قرآن کریم میں ہے :۔

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَ يَخْتَارُ[1] ترجمہ :۔ اور تمہارا رب پیدا کرتا ہے جو چاہے اور پسند فرماتا ہے۔

خالقِ کائنات نے جنس حیوان سے انسان منتخب کیا اس کے لیے یہی کافی ہے کہ تمام مخلوق اس کے لیے بنائی گئی۔ جیسے فرمایا :۔

سَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ[2] ترجمہ :۔ تمہارے کام میں لگائے جو کچھ آسمان میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔

پھر انسان سے معدن نبوت و رسالت کو منتخب کیا جس کی ابتدا حضرت آدم علیہ السلام سے پھر ان کے نطفہ سے نطفہ کریمہ کو ہمیشہ اصلاب کریمہ سے ارحام طاہرہ میں منتقل کیا جس سے آفتاب عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور قدسی ہوا۔ جیسے کہ فرمایا :۔

إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ[3] ترجمہ :۔ بے شک اللہ نے چن لیا آدم اور نوح اور ابراھیم کو اور ان کی آل کو۔

اولاد ابراہیم سے اسماعیل و اسحاق کو مختار کیا۔ پھر اولاد سیدنا اسماعیل علیہ السلام سے بنی کنانہ کو اور ان سے ان کے خاتم و مشرف آقا و مولیٰ محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو آخرالانبیا مراتب و مدارج کے اعتبار سے سب سے اوّل ہیں۔

ابن تیمیہ رقمطراز ہے۔ کہ عجم سے عرب ان سے قریش ان سے بنی ہاشم افضل اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بنی ہاشم سے افضل ہیں تو آپ افضل الناس ہیں۔ حسب و نسب کے لحاظ سے پس عرب، قریش اور بنی ہاشم کو برتری و فضیلت صرف آپ کی وجہ سے حاصل ہے۔

بنی ہاشم تمام عرب و عجم سے افضل ہیں حدیث شریف۔ تحقیق اللہ نے اولاد ابراہیم سے سیدنا اسماعیل اور اولاد سیدنا اسماعیل سے بنی کنانہ اور ان سے قریش اور قریش سے بنی ہاشم اور ان سے مجھے فضیلت دی اور

---

[1] پارہ نمبر ۲۰، سورۂ القصص، آیت ۶۸۔ [2] پارہ ۲۵، سورۂ جاثیہ، آیت ۱۳ [3] پارہ ۳، سورۂ آل عمران آیت ۳۳

marfat.com

انہیں چُن لیا۔ ترمذی نے اسے واثلہ سے روایت کیا۔ اور کہا یہ صحیح حدیث ہے کی شرح میں امام مناوی تحریر کرتے ہیں۔ ان سے مجھے چُن لیا۔ یعنی وہ نُور جو جبیں آدم علیہ السلام میں ودلیعت تھا۔ اسے جبین عبد المطلب میں امانت رکھا۔ پھر ان کے بیٹے عبد اللہ جو رسول اعظم صلے اللہ علیہ وسلم کے پدر بزرگوار ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس نسب کو سفاحِ جاہلیت سے محفوظ اور طاہر رکھا۔

بنی اسماعیل کی برتری اخلاق کریمہ کی وجہ سے ہے ورنہ عربی زبان میں سب یکساں ہیں۔ بنی ہاشم اخلاق کے اعتبار سے پاکیزہ اور نفوس کے لحاظ سے طاہر و طیب ہیں۔ جس پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دُعا دلالت کر رہی ہے۔

وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ ؎ ترجمہ:۔ اور ہمیں تیرے حضور گردن رکھنے والا کر۔

پھر فرمایا :۔

وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا ؎ ترجمہ:۔ ہماری اولاد میں سے۔

یہ اولادِ اسماعیل کے لیے مخصوص دُعا ہے اس کے بعد فرمایا :۔

وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ ؎ ترجمہ:۔ اور بھیج ان میں ایک رسُول انہی میں سے۔

؎ ، ؎ پارہ ۱، سورۂ بقرہ، آیت ۱۲۸ - ؎ پارہ ۱، سورۂ بقرہ، آیت ۱۲۹ -

ہیں تیرے تصرف میں یہ بادل یہ گھٹائیں
یہ گنبدِ افلاک یہ خاموش فضائیں
یہ کوہ یہ صحرا یہ بادل یہ ہوائیں
تھیں پیشِ نظر کل تو فرشتوں کی ادائیں
آئینہ ایام میں تو اپنی ادا دیکھ
خورشید جہاں تاب کی ضو تیرے شرر میں
آباد ہے اک تازہ جہاں تیری نظر میں

marfat.com

ابن تیمیہ رقمطراز ہیں اس حدیث سے مستفاد ہے سیدنا اسماعیل اور آپ کی اولاد ابراہیم سے افضل ہیں۔ اولادِ اسحاق جو بنی اسرائیل کہلاتے ہیں اور افضل العجم ہیں کہ ان میں کتاب و رسالت رہی ہے اسماعیل کی اولاد افضل ہے تو دوسروں پر ان کی فضیلت بطریق اولیٰ و احسن ثابت ہے۔

رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فضیلتِ قرآن بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے تورات کے عوض سبع انجیل کے عوض برأت سے طواسین تک، زبور کے عوض طواسین و حوامیم ما بین عطا کیا۔ حوامیم اور مفصل زائد عنایت فرمائے جو مجھ سے قبل کسی کو نہیں ملیں۔ محمد بن نصر نے اسے حضرت انس سے روایت کیا۔

مناوی نے کہا حضور علیہ السلام کا ارشاد۔ یہ مجھ سے قبل کسی کو نہیں ملیں یعنی مجھ سے پہلے کسی نبی پر نازل نہیں ہوئیں۔ یہ آپ کے خصائص میں سے ہیں

حضور علیہ السلام کے چار وزیر ہیں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری چار وزیروں سے اعانت فرمائی۔ جن میں دو آسمان میں اور دو زمین میں ہیں۔ آسمان والے جبریل و میکائیل علیہما السلام زمین والے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم ہیں اسے طبرانی اور ابونعیم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔

شارح فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جبریل امین کی نرم مزاجی میں اور عمر فاروق شدت و صلابت میں اسرافیل علیہ السلام کے مشابہ ہیں۔ امورِ دین اوامر و نواہی میں تو اس میں شیخین کی فضیلت اور روافض کی تردید ہے۔

حضور علیہ السلام عبد کریم ہیں سرورِ کائنات مفخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ جَعَلَنِیْ عَبْدًا کَرِیْمًا وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا۔

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے عبد کریم بنایا۔ اور سخت نہیں بنایا۔

(رواہ ابوداؤد و ابن ماجہ عن عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ)

شارح کہتے ہیں کہ حدیث کے راوی عبداللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

marfat.com

علیہ وسلم کا ایک بہت بڑا پیالہ تھا جسے غرا کہا جاتا تھا جسے چار شخص اٹھاتے تھے صبح نماز چاشت کے بعد لایا گیا۔ اور اس میں ثرید بنایا اور لوگ جمع ہوئے تو آقا علیہ السلام تشریف لائے۔ ایک اعرابی آیا اور پوچھا کہ یہ لوگ کیسے جمع ہوئے ہیں۔ اسے حدیث بیان کی گئی پھر آپ نے فرمایا اس کے اطراف سے کھاؤ اور درمیان سے نہ کھاؤ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اس میں برکت فرمائے گا۔ یہ متن کا بقیہ حصہ ہے جس کو ابو داؤد اور ابن ماجہ کے مخرجین نے بیان کیا۔

آپ لحان نہیں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے لحن کرنے والا نہیں بنایا۔ میرے لیے خیر کلام اپنی کتاب قرآن کریم کو منتخب کیا۔ شیرازی نے القاب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

مناوی نے کہا کہ اللحان اسم مبالغے کا صیغہ ہے جس کا معنی کثرت سے لحن کرنے والا ہے۔ اور یہ صیغہ اپنے حقیقی معنی میں نہیں بلکہ مجازی ہے کہ مطلق لحن کی نفی ہے بلکہ بالکل قلیل بھی لحن نہیں کرتے۔

جس کی کتاب قرآن کریم جیسی مقدس ہو، جس کی آیات نہ ختم ہونے والی ہوں اور جس کے معجزات کئی زمانے گزرنے کے باوجود ختم نہ ہوں تو وہ لحن کیسے کر سکتے ہیں جن کے سامنے فصحاً و بلغاً عاجز ہو گئے۔ اور جس کی زبان میں کلام نازل ہوا ہو اس سے لحن متصور بھی نہیں ہو سکتا۔

حضور علیہ السلام سب سے زیادہ متقی ہیں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

ان اتقاکم واعلمکم باللہ انا۔

ترجمہ: بے شک میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور عمل کرنے والا ہوں۔

(رواہ البخاری عن عائشہ)

شارح فرماتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ میں علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین بمعہ خشیتِ قلبیہ اور استحضار عظمتِ الٰہیہ اس طور پر جمع ہیں جو غیر میں جمع نہیں جتنی معرفت الٰہی بڑھے گی خوف و خشیت الٰہی اور تقویٰ اور عمل بھی بڑھے گا۔ معرفت الٰہی میں کوئی

marfat.com

آپ کا ہمسر نہیں اسے قاضی نے بیان کیا۔

قرطبی اس کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ اصل خلقت سے ہی کمال فطنت، سداد نظر، سرعت ادراک پائے جاتے ہیں اور ادراک سے موانع اور قواطع نظر مرفوع ہیں جب یہ تمام امور ابتدأ خلقت سے آپ میں موجود ہیں تو زہد و ریاضت و تقوٰی نہایت ہی آسان ہے گویا آپ کے لیے عمل و تقوٰی بدہیات سے ہے۔

پھر خالق کائنات نے آپ کو اپنی ذات و صفات، احکام اور احوال کائنات کا وہ علم دیا جو کسی کو نصیب نہ ہوسکا۔ جب آپ اعلم اور زیادہ علم والے ہیں۔ تو خشیت بھی زیادہ ہو گی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ[1] ترجمہ:۔ اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔

کرمانی نے کہا اتقاکم کمال قوت علمیہ کی طرف اور اعلمکم کمال قوت عملیہ کی طرف اشارہ ہے۔

تقوٰی کی تین اقسام

پہلی قسم نفس کا کفر سے بچنا۔ یہ تقوٰی عوام کے لیے ہے۔

دوسری قسم معاصی سے بچنا۔ یہ خواص کا تقوٰی ہے۔

تیسری قسم ماسوا سے خیال ہٹا کر ذاتِ الٰہی میں گم ہو جانا۔ خاص الخواص کے لیے ہے۔

علم باللہ کی اقسام علم باللہ اور اس کی صفات کو شامل ہے یہ اصول دین کہلاتا ہے۔

فروع دین اس کے احکام کا علم فروعِ دین ہے۔

علم القرآن اس کے کلام اور اس کے متعلقات کا علم علم القرآن کہلاتا ہے۔

معرفت اس کے افعال کا علم معرفت حقائق اشیا کہلاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تقوٰی اور علم کے جمیع اقسام موجود ہیں اور ان کے ذکر

---

[1] پارہ ۲۲، سورۂ فاطر، آیت ۲۸۔

marfat.com

نہ کرنے سے عموم کا فائدہ حاصل ہوتا ہے

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو کسی کام کا حکم دیتے جو مشکل ہوتا لیکن ناقابلِ برداشت نہ ہوتا تو صحابہ کہتے کہ ہم آپ کی طرح نہیں آپ تو اللہ تعالیٰ سے مغفور ہیں تو آپ ناراض ہوتے یہاں تک کہ ناراضگی آپ کے چہرہ انور سے نمایاں ہوتی۔ پھر یہ ارشاد فرماتے۔

آپ کے اسمائے گرامی

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ بے شک میرے اسمائیں۔ میں محمدؐ، احمد حاشر ہوں میرے قدموں پر لوگ جمع ہوں گے اور ماحی ہوں کہ میرے ذریعہ اللہ تعالیٰ کفر کو ختم کرے گا۔ اور میں عاقب ہوں۔ اس کو امام مالک، بخاری، مسلم، ترمذی اور نسائی نے جبیر بن مطعم سے روایت کیا۔

شارح فرماتے ہیں کہ بخاری کی روایت میں پانچ اسمائیں یعنی کتب سماویہ میں موجود اور امم ماضیہ میں مشہور ہیں یا اسے اہل کتاب جانتے ہیں یا وہ آپ کے ساتھ مخصوص ہیں کہ اس سے پہلے کسی کے نام نہ تھے یا یہ معظم ہیں یا عام رکھا کہ دوسرے اسماٴ ان کی طرف راجع ہیں۔ ان میں حصر نہیں۔ حصر کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ کے اور بھی بہت اسمائیں بعض نے جیسا کہ امام نووی نے تہذیب الاسماٴ واللغات اور مجموع میں ایک ہزار بتائے ہیں اور صفات کے اعتبار سے اس سے بھی زیادہ ہیں۔

ابن قیم نے کہا یہ تعداد اعتباری ہے ان کا مُسمّیٰ ایک ذات ہے۔ پس یہ مترادف ہیں۔ اور اعتباری طور پر متباین ہیں۔ انا محمّد یہ تمام اسماٴ سے اشرف ہے کہ یہ باب تفعیل مبالغہ سے مشتق ہے جو آپ سے پہلے کسی کا نام نہ تھا۔ جب آپ کے مولد کا وقت قریب آیا تو پندرہ آدمیوں کے نام رکھے گئے کہ وہ محمدؐ حقیقی ہی ہوں۔

انا احمد۔ انبیاٴ علیہم السلام اللہ کی حمد کرنے والے ہیں۔ اور میں سب سے زیادہ حمد کرنے والا ہوں۔ یہ نام بھی آپ کی خصوصیات سے ہے۔ انا الحاشر۔ کہ لوگوں کا میرے قدموں پر حشر ہوگا۔ قدمی مفرد یا یاٴ پر تشدید اور تثنیہ کا صیغہ ہے یعنی میرے اثر نبوت پر کہ آپ کے بعد کوئی نہ آئے گا۔ انا الماحی۔ جزیرہ عرب سے کفر ختم ہوجائے گا یا اکثر

marfat.com

بلاد سے یا عمومی معنی بھی مراد ہو سکتا ہے کہ عام طور پر کفر ختم ہو جائے گا حجت کا ظہور اور غلبہ ایسا ہو گا۔ یہ دین تمام ادیان پر غالب آ جائے گا۔ ترمذی میں ہے آپ کے بعد کوئی نبی نہیں کہ آپ سب کے آخر میں تشریف لائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک سے زائد نام رکھنے جائز ہیں۔ ابن قیم کہتے ہیں کہ اس کا ترک اولیٰ ہے کہ نام رکھنے سے مقصود تعریف وشناخت ہے۔ جو کہ ایک نام سے بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ لیکن رسولِ مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے اسمائے گرامی ایسے نہیں کہ یہ اسماء آپ کی صفات ونعوت ہیں جو کمالِ مدح اور تکثیرِ اسماء جلالتِ مُسمّیٰ پر دال ہیں۔

مؤلف یعنی امام سیوطی نے خصائص کبریٰ میں لکھا ہے آپ کے خصائص میں سے کہ آپ کے ایک ہزار نام ہیں اور اسی طرح آپکے نام جو اسم الٰہی سے مشتق ہیں اور ستر کے قریب اللہ عز کے نام پر رکھے ہیں اور آپ کا نام احمد پہلے کسی کا نام نہ تھا۔

آپ فاتح وخاتم ہیں

سرور دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بے شک میں فاتح و خاتم بن کر مبعوث ہوا اور مجھے جوامع اور فواتح دیئے گئے اور میرے لیے کلام میں اختصار دیا۔ پس بات میں ششدر رہنے والے ہلاکت میں نہ ڈالیں۔ اس کو بیہقی نے ابی قلابہ سے مرسل روایت کیا۔

شارح نے فرمایا، آپ نبوت ورسالت یا انبیاءؑ کے فاتح وخواتم ہیں۔

ابن عطاؒ نے کہا کہ فلک نبوت دائرہ ہا کہ جہاں سے چلا تھا وہیں آ چکا کمالِ اصطفاءؑ پر اس کا اختتام فرمایا۔ پس آپ فاتح، خاتم نور الانوار، سر الاسرار، دنیا و آخرت میں بزرگترین شخصیت اعلیٰ المخلوق مینار کے لحاظ سے، اور افتخار کے اعتبار سے سب سے اتم ہیں۔

جو بن دیکھے کسی امر میں واقع ہوں۔

حرالی نے کہا اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ قرآن کے ساتھ مبعوث ہوئے جو انتہائے خلق اور کمالِ امر کے پاس منزل ہے۔ لہٰذا آپکا قرآن کے ساتھ تخلق ہر خلق کی انتہا اور ہر امر کے کمال کا جامع

مثلاً۔ محمود۔ النور۔ رشید۔ الصبور۔ عزیز۔ رؤف رحیم۔ الظاھر۔ الباطن۔ الاول۔ الآخر۔ شکور۔ آمر۔ ناہی۔ الولی۔ الکریم۔ المؤمن۔ حافظ حکیم۔ فتاح جواد۔ قریب۔ منیب۔ غنی۔ نور۔ ناصر قائم۔ شہید۔ الھادی۔ المولیٰ۔ سمیع۔ البصیر۔ محلل۔ محرم۔ شافی۔ عادل۔

(احمد الدین توگیروی)

marfat.com

ہے۔ پس آپ فاتح عالم جامع کامل اور آپ کی کتاب خاتم ہے۔ ان تینوں جامع جن کی اوّلین میں ابتدا اور آپ پر اختتام ہوا۔ پر مشتمل ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بمنزلہ باپ کے ہیں

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ تحقیق میں تمہارے لیے بمنزلہ باپ ہوں۔ تمہیں ہر قسم کے احکام کی تعلیم دیتا ہوں۔ پس جب تم میں کوئی بیت الخلاء جائے تو قبلہ کو منہ کرے اور نہ پیٹھ اور نہ داہنے ہاتھ سے استنجاہ کرے۔ امام احمد، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے اسے ابو ہریرہ سے روایت کیا۔

شارح علیہ الرحمۃ نے کہا کہ ابوالافادہ (فائدہ دینے والا) ابوالولادت (حقیقی والد) سے افضل ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جہالت کی تاریکی سے نکال کر نور ایمان عطا کیا، اسے مقصود سے پہلے اس لیے بیان کیا کہ امر دین کی تعلیم دینا واجب ہے جیسے باپ اور مخاطبین کو مانوس کرنا ہے۔ ایسے امور کے دریافت کرنے سے جن سے عام آدمی سوال کرتے ہیں حیا کرتا ہے۔ پھر ان کی تصریح کی۔ کہ جب تم میں کوئی (غائط) بیت الخلاء جائے تو پیشاب و براز کرتے ہوئے۔ قبلہ کو منہ کرے اور نہ پیٹھ یہ صحرا میں وجوبی حکم ہے اور بند جگہ میں مستحبؐ ولا یستطب پانی سے استنجاہ یا ڈھیلے سے داہنے ہاتھ سے نہ کرے یہ مکروہ تنزیہی ہے۔ بعض نے مکروہ تحریمی کہا۔

فائدہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ جمیع اُمت کے لیے باپ کی مانند ہیں۔ اسی طرح آپ کی ازواج مطہرات مائیں بایں وجہ کہ آپ اور آپ کی ازواج سے مَردوں اور عورتوں کو احکام اور معالم دین معلوم ہوتے ہیں جو خیر و بھلائی پہنچی وہ انہی دو ذریعوں سے پہنچی۔ لہٰذا ان میں سے کسی کی نافرمانی کرنا ہلاکت کا سبب ہے۔

تنبیہ ابن الحاج نے کہا اُمتِ محمدیہ حقیقت میں آپ کی اولاد ہے۔ حیات سرمدی اور دار نعیم میں خلود کا انعام کا آپ ہی سبب ہیں لہٰذا آپ کے حق والدین کے حقوق عظیم ترین ہے۔

ؐ لیکن فقہ حنفی میں مکان ہو یا صحرا بہر صورت یہ حکم واجب ہے۔ جیسا کہ متداول کتب حنفیہ میں موجود ہے۔ (مترجم)

marfat.com

ترین ہے۔

آقا علیہ السلام نے فرمایا: پہلے اپنے نفس سے شروع کرو۔ توآپ نے اپنے نفس کو دوسروں سے مقدم کیا۔ اور خالق کائنات نے آپ کو ہر مومن کے نفس سے مقدم کیا۔ اور اس کا معنی یہ ہے کہ جب دو حق متعارض ہوں تو مؤکد حق مقدم ہوتا ہے۔ لہٰذا حق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سب سے مقدم ہے توآپ نے اپنے حق کو مقدم کیا۔

جب تو اس میں غور کرے تو تجھے بخوبی معلوم ہو جائے گا۔ کہ نفع مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم آباؤ اجداد، اُمہات اور تمام مخلوق کے نفع سے اعظم ہے کہ آپ نے تجھے اور تیرے والدین کو جہنم سے نجات دلائی۔ حقوق والدین سب سے بڑا سبب ہے کہ وہ تیرے عدم سے وجود اور دار التکلیف والمحن میں آنے کا سبب ہیں اور آپ دار المحن سے دار النعم میں جانے کا سبب ہیں۔ لہٰذا آپ کا حق عظیم تر ہے۔

حضور علیہ السلام رحمت مہداۃ ہیں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

إِنَّمَا أَنَا رَحْمَةٌ مُهْدَاةٌ۔ ترجمہ: بے شک میں ہدایت یافتہ رحمت ہوں۔

(رواہ ابن سعد والحکیم عن ابی صالح مرسلاً والحاکم عنہ ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ)

شارح مناوی نے کہا بے شک میں رحمت والا ہوں یا رحمت میں مبالغہ کرنے والا گویا کہ آپ رحمت کی کان ہیں۔ بریں بنا کہ رحمت پر نفع مترتب ہوتا ہے اور آپ کی ذات ایسے ہی ہے جب ذات رحمت ہے تو صفات ذات کے تابع ہوتی ہیں تو وہ بھی رحمت۔ معنی مھداۃ ای ما انا الرحمۃ للعالمین۔ یعنی میں کائنات کے لیے رحمت ہوں۔ جس سے مخلوق کی راہنمائی کر رہا ہوں۔ پس جس نے ہدایت قبول کی وہ کامیاب ہوا اور نجات پائی اور جس نے انکار کیا وہ خائب وخاسر ہوا۔ آپ ہر فیض کے لیے واسطہ ہیں توجس نے مخالفت کی وہ خود مستحق عذاب ہوا۔

آپ تکمیل مکارم اخلاق کے لیے تشریف لائے

سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :۔

انما بعثت لاتمم صالح الاخلاق ترجمہ: بے شک میں اچھے اخلاق کی تکمیل کے لیے مبعوث ہوا - ابن سعد اور بخاری نے ادب، حاکم اور بیہقی نے ابوہریرہ سے اسے روایت کیا۔

رواہ ابن سعد والبخاری فی الادب والحاکم والبیہقی عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ)

شارح علامہ مناوی نے کہا انما بعثت کا معنی ارسلت بھیجا گیا لاتمم تاکہ اچھے اخلاق کو مکمل کروں - ایک روایت میں مکارم الاخلاق ہے ۔ ناقص ہونے کے بعد مکمل اور مختلف و متفرق کو جمع کروں۔

حکیم ترمذی نے کہا اس سے ہمیں خبر دی کہ انبیا علیہم السلام دنیا سے گئے - تو اس وقت اخلاق مکمل نہ تھے ان کی تکمیل کے لیے آپ کو بھیجا گیا -

بعض نے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا کہ انبیا علیہم السلام مکارم اخلاق کے ساتھ بھیجے گئے - اور کچھ باقی رہ گئے تو آقا علیہ السلام ان اخلاق اور بقیہ کے ساتھ مبعوث ہوئے۔

حسن نے کہا صالح اخلاق دین و دنیا اور آخرت کی اصلاح یہ تمام نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم میں جمع تھے - جیسا کہ اس حدیث میں ہے - اے اللہ میرے لیے میرے دین کی اصلاح کر جو میرے امر کی مصلحت ہو اور میرے لیے میری دنیا کی اصلاح کر، جس میں میری معاش ہے اور میرے لیے آخرت کو سنوار جو میرا معاد ہے ۔

شیخ عارف ابن عربی نے اس کا معنی بیان کیا کہ اخلاق کو مکارم اور سفساف دو قسموں میں منقسم کیا گیا - تو مکارم اخلاق جو سابقہ شرائع میں موجود تھے ۔ اور جن کو انبیاء لے کر تشریف لائے ان کو ظاہر کیا - اور سفساف (برے اور رذائل) کو مکارم سے جدا کیا - کائنات میں جتنے اخلاق اللہ ہیں - وہ سب مکارم ہیں اور جتنے مآثم وعصیان ہیں سفساف ہیں - پس آپ کلم جامعہ کے ساتھ تمام مخلوق کی طرف مبعوث ہوئے، اور جوامع کلم دیے گئے - جب کہ پہلے ہر نبی ایک خاص شریعت پر تھا - یہاں آپ نے خبر دی کہ آپ ؐ صالح اخلاق کی تکمیل کے لیے مبعوث ہوئے ہیں - تو تمام مکارم اخلاق جو جدا جدا تھے، اس شریعت میں جمع ہو گئے - کائنات میں

marfat.com

تمام سفساف (رذائل) اخلاق کو اکٹھا کر دیا. مقصد شرع کو جاننے والے کے لیے مکارم الاخلاق کے مصارف بیان کر دیئے۔ اور سفساف جو کہ طمع، حرص، حسد، بغض اور بخل وغیرہ اور مذموم وصف کا مصارف واضح کر دیا۔ ہمیں اللہ سے توقع ہے کہ مکارم اخلاق کا ہم کو حامل بنائے اور مذمومہ سے اجتناب کرنے کی توفیق دے۔ ہم سے بعض ایسے ہیں جو مصارف کو جانتے اور کچھ نہیں جانتے۔

آپ رحمت بن کر تشریف لائے نہ زحمت بن کر

سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

اِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَۃً وَلَمْ اُبْعَثْ عَذَابًا۔ ترجمہ: "بے شک مجھے رحمت بنا کر بھیجا گیا، نہ عذاب بنا کر" (رواہ البخاری فی التاریخ عن ابی ھریرہ)

شارح علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رافت و رحمت میں ایسے منہمک و مستغرق ہوئے کہ نور الٰہی سے آپ کا قلب انور روشن ہو گیا تو دنیا آپ کی نگاہ حق نما میں حقیر ہو گئی۔ تو آپ نے نفس کو خدا کی جانب کیا تو آپ رحمت و امان تھے۔ اور عذاب آپ کے مقصد رسالت سے نہیں۔

اِنَّمَا بَعَثَنِیْ مُبَلِّغًا کی تشریح

امام مناوی کے جوہرات میں سے اس حدیث کی شرح ہے۔

اِنَّمَا بَعَثَنِیْ مُبَلِّغًا وَلَمْ یَبْعَثْنِیْ مُتَعَنِّتًا۔ ترجمہ: مجھے مبلغ بنا کر بھیجا اور نہ سخت و متشدد۔ (رواہ الترمذی عن عائشہ رضی اللہ عنہا)

اس کی شرح میں مناوی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے احکام کی تبلیغ کرنے والے اس کی معرفت کرانے اور اس کی طرف بلانے والا اور اس کی جنت کی طرف راغب کرنے والا اس کی رضا کے حصول کی طرف لوگوں کو بلانے والا بنا کر بھیجا۔ اس کی خوشنودی و رضا کے مواقع اور سخط و ناراضگی کے مواقع اور ان سے منع کرنے والا، انبیاؑ اور ان کی امم کی خبریں دینے والا، مبدء و معاد، شقاوت قلب اور اس کی سعادت کی کیفیت اور اس کے اسباب بیان و

marfat.com

حیران کرنے والا بنایا۔

وَلَمْ یَبْعَثْنِیْ مُتَعَنِّتًا: مجھے سخت بنا کر نہیں بھیجا یہ حضرت عائشہ ام المومنین سے فرمایا۔ جب اپنی ازواج کو تخییرِ طلاق کا حکم دیا اور ابتداً حضرت عائشہ سے کی، تو حضرت عائشہ نے آپ کو اختیار کیا اور عرض کیا کہ کسی اور زوجہ کو نہ بتانا کہ عائشہ نے مجھے پسند کیا ہے تو اس وقت آپ نے ان سے یہ حدیث ارشاد فرمائی۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ استاد شاگرد کو سوٗاخلاق سے نرمی اور ملائمت کے ساتھ روکے اور ان برے اخلاق کی تصریح نہ کرے۔ نہایت شفقت سے بغیر زجر و توبیخ کے کیونکہ تصریح سے ہیبت اٹھ جاتی ہے۔ پھر بد اخلاقی پر جرأت کرے گا۔ کہ انسان کو جس چیز سے روکا جائے اس کے کرنے کا حریص ہے۔ جیسا کہ امام غزالی نے ذکر کیا۔

اِنَّہٗ لَیُغَانُ عَلٰی قَلْبِیْ کی تشریح

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ بے شک میرے قلب پر حجاب آتا ہے۔ تو میں اللہ تعالٰی سے ایک روز میں سو بار استغفار کرتا ہوں۔ اسے امام احمد، مسلم، ابو داؤد اور نسائی حضرت الاغرزنی سے روایت کیا۔

علامہ مناوی رقمطراز ہیں کہ لیغان غین سے مشتق ہے جس کا معنی غطاء و ستر ہے۔ بے شک میں اللہ تعالٰی سے دن میں سو بار استغفار کرتا ہوں۔

عارف شاذلی نے کہا یہ عین انوار ہے نہ غین اغیار کیونکہ آپ ہمیشہ ترقی پذیر ہیں جب معارف کے انوار دل پر نازل ہوتے ہیں۔ تو اس سے بلند درجہ پر فائز ہوتے ہیں۔ اور پہلا درجہ ذم معلوم ہوتا ہے۔ الی آخرہٖ، یہ غین حجاب ہے اور نہ غین وہم، آپ انوار تجلیات میں مستغرق ہو جاتے ہیں۔ تو اس سے حضور غائب ہو جاتا ہے۔ تو اس ستر حال سے اللہ تعالٰی سے مغفرت چاہتے ہیں اس لیے کہ خواص کو اگر ہمیشہ حضوری رہے تو سلطانِ حقیقت کے جلوے ناقابلِ برداشت ہو جائیں۔ لہٰذا ان کے لیے ستر رحمت اور عوام کے لیے حجاب اور نعمت ہے۔

کلام سہروردی میں ہے کہ ہمارے لیے یہ اعتقاد رکھنا جائز نہیں۔ کہ حالِ مصطفٰے علیہ السلام میں غین نقص ہے۔ بلکہ کمال اور تتمہ کمال ہے۔ یہ دقیق مسئلہ مثال کے بغیر سمجھ میں نہیں آسکتا۔

marfat.com

مثال یہ ہے کہ پلکیں جو حدقۂ بصر پر لٹک رہی ہیں اگرچہ اس کی صورت صورت نقصان ہے کہ جس سے ابصار کا حصول ہوتا ہے اسے یہ ڈھانپ لیتی ہیں کہ آنکھ کی تخلیق سے مقصد ادراک حسیات ہیں ادراک ہوگا۔ جب حسی شعاعیں آنکھ کے اندر داخل ہوں۔ بعض کے نزدیک شعاؤں کا مرئیات کے نزدیک اتصال کا نام ادراک ہے۔ بعض کے نزدیک مدرکات کی صُور کرہ جبلیہ میں منطبق ہونے کو ادراک کہتے ہیں۔ جو معنی بھی لیا جائے مقصود انکشاف بصر کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا، اور پلکیں انکشاف کے مانع ہیں لیکن جب ہوا جو کہ ابدانِ حیوانیہ کو محیط ہے۔ گرد و غبار سے خالی نہیں۔ ہوا کی حرکت سے وہ گرد و غبار آنکھوں میں پڑتی ہے اگر آنکھ ہمیشہ کھلی رہے تو اسے تکلیف و ایذا پہنچے تو اس سے بچنے کے لیے آنکھ کا بند ہونا ضروری ہے جو کہ پلکوں سے ہی بند ہو سکے گی۔ لہٰذا بھنویں بظاہر نقص ہیں اور حقیقت میں کمال ہیں۔

اسی طرح اگر بصیرت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کھلی رہے تو انفاس اغیار سے اسے تکلیف ہو اس تکلیف و ایذا سے بچنے کے لیے چشم کا بند ہونا ضروری ہے۔ لہٰذا جن غین کا حدقۂ بصر مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر ارسال ہے تاکہ رؤیت اغیار اور ان کے انفاس کی گرد و غبار سے ستر و وقایت کے لیے ضروری ہے۔ پس بظاہر غین نقص ہے لیکن حقیقت میں کمال ہے۔ سو بار استغفار سے مراد کثرت سے استغفار ہے۔ لہٰذا [illegible]س اور دوسری ستر کی روایت میں تعارض نہیں۔

انی لم ابعث لعانا کی تشریح

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف۔ بے شک میں لعنت بھیجنے والا بنا کر مبعوث نہیں ہوا، اور میں رحمت بن کر آیا ہوں۔ امام بخاری نے ادب میں اور مسلم میں ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

شارح علیہ الرحمۃ نے کہا، میں اس شخص کے لیے رحمت بن کر آیا ہوں جس کو اللہ تعالیٰ نے کفر سے ایمان کی طرف لانے کا ارادہ کیا، یا لوگوں کو خدا تعالیٰ کے قریب لانے یا اس کی رحمت کے قریب لانے کے لیے نہ کہ اس سے دُور کرنے کے لیے۔ پس لعنت میرے حال کے منافی ہے پس میں کیسے لعنت کر سکتا ہوں۔ لعان مبالغہ کا صیغہ ہے لیکن اصل فعل کی نفی مراد ہے جیسے کہ۔

وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ[1] ترجمہ: اور تمہارا رب بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

---

[1] پارہ ۲۴، سورہ حم السجدہ آیت ۴۶۔

ابن قانع کی روایت میں ہے ۔ فرمایا میں عادل ہوں ۔عدل کے سوا شہادت نہیں دیتا ۔
شارح امام مناوی فرماتے ہیں ۔اس کا سبب یہ ہے ۔ جو کچھ بشیر نے اپنے بیٹے نعمان کے لیے مخصوص کیا ۔ اس پر شہادت لینی چاہی ، تو اس پر آپ نے یہ حدیث ارشاد فرمائی ۔ اس سے امام احمد نے استدلال کیا ۔ ہبہ میں بعض اولاد کو ترجیح دینا حرام ہے ۔ والجمہور مکروہ کہتے ہیں ۔ ایک روایت میں ہے کہ اس پر کسی اور کو شاہد بنانا اگرچہ حرام ہوتا ، تو آپ دوسرے کو شہادت کے لیے نہ کہتے ۔ جور سے مُراد حق سے میلان ہے اگر پورا اعراض کیا تو حرام ہے ۔ یا مکروہ تحریمہ ۔
قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اہل فضل کے لیے مکروہ چیز میں شہادت دینا مکروہ ہے اگرچہ شہادت جائز ہے ۔

انی لا اخیس بالعہد کی تشریح

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی :

انی لا اخیس بالعھد ولا احبس البرد ۔ ترجمہ : بے شک میں عہد کو توڑتا ہوں اور نہ قاصدوں کو روکتا ہوں ۔

(رواہ الامام احمد وابوداؤد وابن حبان والحاکم عن ابی رافع رضی اللہ عنہ)

شارح علیہ السلام فرماتے ہیں لا اخیس بالعھد کا معنی ہے کہ میں عہد توڑتا ہوں اور نہ فاسد کرتا ہوں ۔ ولا احبس بالبرد کا معنی ہے کہ جو قاصد مجھے ملنے آتے ہیں انہیں نہیں روکتا ۔

زمخشری نے کہا برد جمع برید وہ قاصد پیغامبر

طیبی نے کہا عہد سے مراد یہاں وہ عادت ہے جو لوگوں میں متعارف و مشہور ہے کہ قاصد کو ایذا نہیں دی جاتی ، کہ ان کے ساتھ حُسن سلوک سے پیش آنے میں مصلحت ہے یا یہ کہ اگر ان کو روکا جائے یا ایذا دی جائے تو یہ دو قوموں کے درمیان افتراق کا سبب بن سکتا ہے ۔ اور اس سے فتنہ و فساد برپا ہو سکتا ہے جو کہ عقلمند کے لیے مخفی نہیں ۔

راوی ابو رافع رضی اللہ عنہ اس حدیث کے غلام تھے وہ قاصد بن کر آپ کے پاس آئے ۔

marfat.com

آپ سے عرض کیا گیا کہ بنی عامر کے حق میں بد دعا کیجیے تو آپ نے جواب میں یہ حدیث بیان کی۔

آپ روزِ حشر زمین کی تمام اشیاء سے زیادہ شفاعت کریں گے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی کہ، میں روزِ محشر زمین کی شجر، حجر، الغرض جملہ اشیاء سے زیادہ شفاعت کریں گے۔ امام احمد نے اسے بریرہ سے روایت کیا۔ شارح کہتے ہیں اس کا معنی ہے کہ میں بہت کثیر مخلوق کی سفارش کروں گا۔ جن کی تعداد کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ پس اس سے مراد تکثیر ہے۔

شفاعت جائز بلکہ واقع ہوگی۔ یہ مذہب اہلِ سنت ہے جب کبیرہ کی معافی ہو سکتی ہے تو شفاعت بطریق جائز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ[1] ترجمہ: اللہ تعالیٰ محبوب! اپنے خاصوں اور عام مسلمانوں مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔

اسی طرح :۔

لَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ[2] ترجمہ:۔ اور نہ کافر کے لیے سفارش مانی جائے گی۔

عموم احوال و زمان کو تسلیم کرنے کے بعد کہ یہ کفار کے ساتھ مخصوص ہے۔ ادلہ میں تطبیق یونہی ہو سکتی ہے۔

اِنِّی لَا اَشْهَدُ عَلٰی جُوْرٍ کی تشریح :۔

حدیث پاک :۔

اِنِّی لَا اَشْهَدُ عَلٰی جُوْرٍ۔ ترجمہ:۔ میں ظلم پر شہادت نہیں دیتا۔

(رواہ البخاری عن نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ)

---

[1] پارہ ۲۶، سورہ محمد، آیت ۱۹۔ [2] پارہ ۱، سورہ بقرہ، آیت ۴۸۔

marfat.com

تو آپ کو دیکھتے ہی ان کے دل میں جاں گزیں ہو گئی وہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ سے عرض کیا کہ میں واپس نہیں جاؤں گا۔ تو آپ نے فرمایا واپس جا جو کچھ تیرے دل میں ہے اگر حقیقت ہے۔ تو پھر واپس آ جانا۔ ابو رافع کہتے ہیں کہ میں واپس چلا گیا۔ اور دوبارہ حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوا۔

آپ کے آباؤ اجداد کا ذکر

سرور کائنات مفخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان جب بھی اللہ نے دو گروہ کیے تو مجھے ان میں سے بہتر میں رکھا یہاں تک کہ میں اپنے والدین کے ہاں پیدا ہوا۔ تو آدم علیہ السلام سے اپنے ماں باپ تک سفاح سے نہیں بلکہ نکاح سے پیدا ہوا۔ لہٰذا تم سے میں نسب کے لحاظ سے بہتر اور باپ کے لحاظ سے اشرف ہوں۔ اس کو بیہقی نے دلائل میں حضرت انس سے روایت کیا۔

شارح مناوی رقمطراز ہیں کہ محمد آپ کا نام گرامی منقول ہے کہ الہام کے ساتھ رکھا گیا آپ کے جد امجد نے خواب دیکھا جس کو قیروانی عابر نے کتاب البستان میں نقل کیا۔

عبدالمطلب کا خواب

انہوں نے خواب دیکھا چاندی کا سلسلہ دیکھا کہ اس کی طرف سے مشرق ایک مغرب ایک شمال اور جنوب کی طرف نکل گئی پھر واپس ہوئی اور ایک درخت کی مانند ہو گئی۔ جس کے ہر پتہ و برگ پر نور چمک رہا ہے اور اہل مشرق اس کے ساتھ چمٹ گئے ہیں۔ اس کی تعبیر یہ بیان کی گئی کہ ایک مولود ہو گا جس کی اہل مشرق و مغرب اتباع اور اہل سما جس سے محبت کریں گے۔

عبداللہ

عبداللہ اسم منقول مرکب اضافی ہے۔ مناوی نے ان کے مناقب ذکر نہیں کیے اور وہ مشہور ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے۔ آپ قریش میں سے خوبرو و حسین تر تھے۔ اولاد عبدالمطلب میں سے انہیں محبوب تر تھے۔ جب ان کا وصال ہوا تو عمر بیس سال سے زائد نہ تھی۔

عبدالمطلب

عبدالمطلب کا اصل نام شیبۃ الحمد تھا کنیت ابوالحارث۔ قریش کی جائے پناہ معزز امور میں ان کے ملجا اور مصائب میں جائے مدد سب سے بیشتر انہوں نے بال سیاہ کیے۔ ان کے دستر خوان سے پرندوں کو بھی حصہ مل جاتا۔ اسی لیے انہیں کہا جاتا آپ

marfat.com

آسمان کے پرندوں کی جائے طعام، شیخ جلیل، ابابیل پرندوں والے ہیں۔ باب کعبہ سونے کا بنایا۔ ایام حج میں حجاج کے ساقی، حاجب کعبہ، صاحب ندوہ اور صاحب زیارت تھے۔ اپنے پر دور جاہلیت میں شراب حرام کی۔

ہاشم آپ کا نام عمر، ہاشم لقب ہے کہ سب سے قبل جدب میں اپنے کو ترید تیار کر کے پیش کیا۔ نیشاپوری نے کہا ان کا رُخ ماہتاب کی طرح چمکتا جس شے کے قریب سے گزرتے وہ آپ کو سجدہ کرتی۔ جس نے بھی آپ کو دیکھا وہ آپ کی طرف متوجہ ہوا۔ چنانچہ جب قیصر نے انجیل میں آپ کے بیٹے کے اوصاف پڑھے تو آپ سے تمنا کی کہ میری بیٹی سے نکاح کر لیں۔

عبد مناف اصل نام مغیرہ کنیت ابو عبد الشمس آپ کو جمال بطحا کہا جاتا۔ یہ طویل القامت کی وجہ لقب رکھا گیا۔ قریش کے سردار تھے۔

قصی قصی کی تصغیر ہے جس کا معنی بعید ہے کیونکہ اپنے والدہ سمیت بلاد قضاعہ میں علیحدہ ہو گئے۔ آپ کا نام مجمع یا زید ہے۔ قوم کے معاہدے اور نکاح آپ کے مکان پر ہوتے تھے۔ قوم آپ پر غالب آ گئی تھی۔ چنانچہ نبی کعب سے سب سے پہلے مملوک ہیں۔

کلاب بکسر کاف و تخفیف لام مصدر سے منقول ہے بمعنی مکالبت ( ) آپ کا نام حکیم حکیمہ یا عروہ اور کنیت ابو زھرہ ہے۔ سب سے بشتر آپ نے تلوار کو سونے سے مرصّع کیا۔

مرہ مرۃ بضم میم کنیت ابو یقظہ۔

کعب کعب پہلے شخص ہیں جنہوں نے اما بعد کہا اور سب سے قبل جمعہ کے روز لوگوں کو جمع کیا تو آپ قریش کو جمع کر کے ان کو خطبہ دیتے۔ بعثت نبی علیہ السلام کا ذکر کرتے اور فرماتے کہ وہ میری اولاد سے ہوں گے۔

لوی لوی بضم لام و ہمزہ اور تسہیل سے بھی پڑھا گیا۔ (یعنی ہمزہ کو ماقبل کی حرکت کے موافق حرف علت کی آواز میں پڑھنا۔

غالب غالب کنیت ابو تیم۔

marfat.com

فہر فہر بکسر و سکون۔ نام قریش اور قریش انہیں کی طرف منسوب ہیں۔ ان سے اوپر والے کنانی کہلاتے تھے۔

مالک مالک ملک الملک سے اسم فاعل ہے۔ ابوالحارث کنیت ہے۔

النضر بفتح نون و سکون ضاد نام قیس لقب نضران کے چہرہ کے حُسن و جمال کی وجہ سے یہ لقب پڑ گیا۔ کنیت ابو مخلد۔ آپ نے خواب میں ایک سبز درخت دیکھا، جو آپ کی پُشت سے نکلا۔ اس کی شاخیں نور کی ہیں جو آسمان کی طرف پھیل رہی ہیں جس کی تعبیر عزت و سرداری سے کی گئی۔

کنانہ کنانہ لقب ہے کہ آپ قوم سے ستر میں رہتے جیسے تیروں کا تھیلا اور پردہ ہوتا ہے۔ آپ عظیم القدر تھے کہ آپ کے علم و فضل کی وجہ سے عرب آپ کے پاس آتے۔

حکیم ترمذی نے کہا کہ وہ بہت جواد تھے کہ تنہا کھانا تناول نہ کرتے جب کوئی اور نہ ہوتا تو اکیلے کھانے سے شرم کی وجہ سے پتھر کے سامنے بیٹھ جاتے اور ساتھ ساتھ ایک ایک لقمہ اس پر رکھتے جاتے۔

خزیمہ خزیمہ نام کنیت ابو اسد صاحب مکارم و شرف و فضل کثیر۔

مُدرکہ مدرکہ بضم میم سکون دال نام عمرو۔ اشاطی نے اس پر اجماع حکایت کیا ہے۔ کنیت ابو ہذیل وجہ لقب کہ آپ نے ایک ایسے خرگوش کو پکڑ لیا جس کے پکڑنے سے رفقاء عاجز آگئے تھے۔

الیاس بکسر ہمزہ یا فتح لام تعریف اور ہمزہ وصل کا ہے۔ اکثر علماء کے نزدیک کنیت ابو عمرو یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے بیت اللہ کے لیے بدنہ ہدی کیا (ہدی بدنہ کہتے ہیں کہ اونٹ کو نشان لگا کر کعبہ پہنچانا تاکہ منیٰ میں قربان کیا جا سکے)

بعض نے کہا کہ مناسکِ حج میں آپ اپنی صلب سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلبیہ کی آواز سُنتے تھے۔ جب آپ فوت ہوئے تو آپ کی زوجہ کو بہت افسوس ہوا۔ اور حلف اٹھایا کہ جس شہر میں ان کا انتقال ہوا اس میں قیام پذیر نہ رہوں گی۔ اور نہ چھت سے سایہ حاصل کریں گی۔ نہ کنگھی اور خوشبو استعمال کروں گی۔ اسی حالت میں رہی کہ فوت ہو گئی۔ اور یہ ایک ضرب المثل بن گئی۔

مُضر مُضر بضم و فتحہ نام عمرو ہے۔ ان کے کلام سے ہے۔ جو شر بوئے گا، اسی کو کاٹے گا۔

marfat.com

سب سے بہتر بھلائی ونیکی میں عجلت کرنا۔ اچھائی و بھلائی کے حصول کے لیے خود کو تکلیف میں ڈالو بہوائے نفس سے بچو کہ تمہیں کسی فساد میں نہ مبتلا کردے۔ آپ انتہائی صاحب فراست و فطانت تھے۔

نزار بکسر نون اور تخفیف کے ساتھ نزر سے لیا گیا ہے جس کا معنی قلیل ہے۔ بایں وجہ جب آپ پیدا ہوئے ان کے والد نے دو آنکھوں کے مابین نورِ نبوت مشاہدہ فرمایا جسے دیکھ کر خوش ہونے اور کثرت سے کھانا کھلایا اور کہا کہ اس مولود کے حق میں نزار ہے۔ کنیت ابوایاد ہے۔

معدّ عدنان یہاں تک نسب نامہ صحت کے ساتھ ثابت اور متفق علیہ ہے۔ ابن دحیہ نے کہا اجماع ہے کہ عدنان سے آگے تجاوز نہ کیا جائے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عدنان اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام تیس واسطے ہیں جو معروف و معلوم نہیں۔

اسی لیے امام مالک نے آدم علیہ السلام تک نسب بیان کرنے کا انکار کیا اور کہا کہ جو یہ بیان کرے یعنی جیسا مؤرخین نے بیان کیا ہے وہ ثقہ نہیں۔

ابن قیم نے کہا کہ اس میں اختلاف نہیں کہ عدنان اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کی اولاد سے ہے یہی کہنا صواب ہے کہ اسحاق علیہ السلام کی اولاد سے ہے اور یہ بیس وجوہات سے باطل ہے۔

ابن تیمیہ نے کہا کہ اہل کتاب نے عدنان کو حضرت اسحاق کی طرف منسوب کیا ہے جو ان کی کتب کی نص سے باطل ہے۔

مناوی نے حدیث اجب اللہ نے دو گروہ کیے تو مجھے بہتر میں رکھا۔ لکھا کہ اس سے ثابت ہوا کہ آپ کے آباؤ اجداد عظمت و فضائل والے ہیں کہ نبوت ملک و سیاست عامہ ہے۔ ملک حسب و خطر والوں میں ہوتے ہیں جتنے خصائل فضل زیادہ ہوں گے اتنے ہی زیادہ لوگ مطیع و فرمانبردار ہوں گے اور شہنشاہوں میں جتنا نقص ہوگا اتنے ہی متبعین میں کمی ہوگی اس لیے اللہ تعالٰی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہتر گروہ اور بہتر جگہوں میں رکھا۔ حتی انتہیت الی ابی وامی۔ وہ آمنہ بنت وہب بنت عبدمناف بن زہرہ بن کلاب تو کلاب پر والد اور والدہ دونوں طرف آکر مل جاتا ہے۔

marfat.com

اس حدیث کے راوی حضرت انس فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب خبر پہنچی کہ کندہ کے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم آپ کے خاندان سے ہیں۔ پس فرمایا یہ عباس اور ابوسفیان جب تمہارے پاس آئیں تو ان سے اپنا نسب بیان کرنا۔ پھر فرمایا آپ کے نسب کی نفی نہیں کرتے ہم نضر بن کنانہ سے جا کر ملتے ہیں۔ پھر خطبہ ارشاد فرمایا۔ میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب (آخرہ) صلی اللہ علیہ وسلم۔

انا النبی لا کذب، کی تشریح

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب۔ ترجمہ: میں ہی نبی ہوں، اس میں جھوٹ نہیں میں ابن عبدالمطلب ہوں۔

(رواہ الامام احمد والبخاری ومسلم والنسائی عن البراءؓ)

شارح علیہ الرحمۃ نے فرمایا انا النبی کہ نبوت کے ساتھ لام حصر کا استعمال کیا کہ میں کفار سے کیسے راہِ فرار اختیار کرسکتا ہوں۔

اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ صفت نبوت کے ساتھ کذب محال ہے، گویا کہ فرمایا میں نبی ہوں اور نبی جھوٹ نہیں بول سکتا۔ لہٰذا میں اپنے کلام میں کاذب نہیں کہ بزدل ہو کر بھاگ جاؤں بلکہ میرے رب نے میرے سے نصرت و اعانت کا وعدہ فرمایا۔ تو کیسے فرار ہو سکتا ہوں۔

انا ابن عبدالمطلب اپنی نسبت جدِّ امجد کی طرف شہرت کی بنا پر اور آپ کی ولادت سے قبل کاہنوں کی خبروں کا یاد کرانا مقصد تھا جو کہتے تھے ہاں ہاں اب عبدالمطلب سے نبی پیدا ہوگا۔ تو ان کو یاد دلایا کہ میں وہی نبی ہوں جن کی تمہیں بشارت دی گئی۔ بطور فخر ارشاد نہیں فرمایا۔ کیونکہ فخر کو آپ مکروہ خیال کرتے اور اس سے دوسروں کو منع کرتے۔

سوال یہ شعر ہے شعر کہنے کو آپ نے حرام کہا؟

جواب شعر نہیں بلکہ انداز شعر پر کلام ہے۔ جو بلا ارادہ و بغیر تکلف کے فرمایا اسی

marfat.com

طرح اور بھی ایسے کلام ہیں جو شعر معلوم ہوتے ہیں۔ اسی طرح قرآن کریم میں بھی اوزان اور بحور شعر پائے جاتے ہیں۔

بعض شراحِ الشفا نے کہا یہ رجز کے بارے عام ہے کیونکہ شعر میں غلو ہوتا ہے۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ یہ علماء کے شایانِ شان نہیں، حضرات انبیاء کے مناسب شان کیسے ہو سکتے ہیں۔ جب کہ نبوت ہر چیز سے افضل و برتر ہے۔

امام مناوی نے حدیث شریف کی شرح میں فرمایا :۔

انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب	ترجمہ: میں ہی نبی ہوں، جھوٹ نہیں ابن
انا اعرب العرب ولدتنی قریش	عبد المطلب ہوں۔ عرب سے زیادہ عربی
ونشأت فی بنی سعد فانی یاتینی	دان ہوں۔ قریش میں میری ولادت ہوئی
اللحن۔ (رواہ الطبرانی عن ابی سعید	بنی سعد میں نشو و نما ہوئی تو میرے قریب
رضی اللہ عنہ)	لحن کیسے آسکتا ہے۔

شارح نے کہا کہ مجھ پر لحن کیسے وارد ہو سکتا ہے۔ میں عرب سے زیادہ عربی دان اسی واسطے فصحاء عرب آپ کے سامنے عاجز آ گئے۔ جو اپنے کلام و رجز اور خطبوں میں سحر بھر دیتے تھے اور اپنی کلام میں کنایہ، تعریض، استعارہ، تمثیل بدیع کے اصناف مجاز کے اقسام اور اشباع ایجاز کو استعمال کرتے تھے۔ آپ کے دشمن دست بدنداں رہ گئے۔

تنبیہ ۲ روض میں کہا کہ اشراف عرب اپنی اولاد شہر سے باہر قبائل میں تربیت و پرورش کے لیے بھیجتے تاکہ فصیح اللسان اور مضبوط اور طاقت ور بنیں۔ جیساکہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے طاقت ور اور سخت بنیں تو یہ حدیث اسی پر محمول ہوگی۔

انا ابن العواتک من سلیم کی تشریح ۲

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں سلیم عواتک کا بیٹا ہوں۔ اسے سعید بن ابی منصور اور طبرانی نے سیابہ بن عاصم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

marfat.com

شارح مناوی فرماتے ہیں کہ صحاح میں ہے العواتک آپ کی جدات سے نو ہیں۔ دوسروں نے کہا کہ تین[۳] ہیں۔ سلیم سے ہر کل کا نام عاتکہ ہے وہ عاتکہ بنت ہلال بن فالج بن ذکوان عبد مناف کی والدہ عاتکہ بنت مرہ بن ہلال ہاشم کی والدہ عاتکہ بنت اوقص بن مرہ بن ہلال، سیدہ آمنہ کی والدہ وہب کی والدہ (یعنی سیدہ آمنہ کی دادی) باقی نو غیر بنی سلیم سے ہیں۔

حلیمی نے کہا کہ یہ حدیث حضور علیہ السلام نے فخریہ نہیں فرمائی بلکہ مذکورات کے مقام کا تعارف کرایا۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ میرا باپ فقیہ تھا تو اس سے مقصود تعریف بیان کرنا ہے جو آپ اور آپ کے آباؤ امہات اور بنی سلیم پر انعامات ہیں۔ ان کی تحدیث کے لیے فرمایا اور ان میں ولادت پر فخر فرمایا۔

ابن عساکر کی روایت میں ہے۔ میں فواطم کا بیٹا ہوں۔ یہ حنین کے مقام پر فرمایا۔

روض میں ہے عاتکہ کا معنی زعفران اور خوشبو لگانے والی۔ قاموس میں ہے کہ عاتکہ کا معنی کریم ہے۔ ابن سعد نے کہا عاتکہ لغت میں طاہرہ کو کہتے ہیں۔

آقا علیہ السلام کی عظمت شان کا بیان

حدیث شریف: میں نبی اُمّی صادق زکی ہوں۔ جس نے میری تکذیب کی، مجھ سے اعراض کیا اور میرے ساتھ مقاتلہ کیا اس کے لیے ہلاکت ہے اور جس نے مجھے جگہ دی، میری مدد کی، مجھ پر ایمان، میری تصدیق اور میری معیت میں جہاد کیا۔ اس کے لیے خیر و بھلائی ہے۔ ابن سعد نے عبد عمرو بن جبلہ کلبی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

شارح علامہ مناوی نے کہا انا النبی یہ اس کا ماقبل و مابعد جملہ خبریہ کے قبیل سے ہے۔ لیکن مقصود خبر نہیں بلکہ اظہار شرف اور عند اللہ اپنے مقام و منزلت کا بیان ہے۔ کہ وہ نبی اُمّی ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسا نبی بنایا جس نے کسی سے کتابت سیکھی اور نہ پڑھا تاکہ حجت اثبت اور شبہ سے پاک ہو

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِى التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ[۱]

ترجمہ: اور جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس تورات اور انجیل میں۔

---

[۱] پ ۹، سورۃ الاعراف، آیت ۱۵۷۔

marfat.com

یہ کتنا بلند مقام ہے کہ امی ہو کر تمام علوم و احکام اور قرون ماضیہ کی خبریں دے جس نے نہ لکھا اور نہ کتاب سے استفادہ کیا ہو۔

ابن ظفر نے سفیان مجاشعی کے حوالے سے بیان کیا کہ بنی تمیم کے کچھ لوگ اپنے کاہنہ کے پاس گئے تو وہ کہہ رہی تھی۔ عزت والا ہے جس نے اس سے محبت کی اور ذلیل ہے وہ جس نے اس سے عداوت کی، اور کامیاب ہے جس نے اسے سواری بنایا۔ سفیان نے کہا کہ کس کا تذکرہ کر رہی ہو وہ کہنے لگی، صاحب حل وحرم، ہدایت وعلم، بطش وحلم اور حرب ہیں۔ سفیان نے کہا، وہ کون ہے کاہنہ نے کہا، وہ نبی ہے احمر و اسود (عرب و عجم) کی طرف مبعوث ہوں گے۔ ساتھ ایسی کتاب لائیں گے جو فنا نہ ہوگی۔ ان کا اسم گرامی احمد ہوگا۔ اس نوعیت کے کثیر واقعات میں نے اپنی کتاب "حجۃ اللہ علی العالمین"، میں ذکر کیے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قاسم خیرات ہیں

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

اَنَا اَبُو الْقَاسِمِ وَاللّٰہُ یُعْطِیْ وَاَنَا قَاسِمٌ۔ (رواہ الحاکم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ)

ترجمہ: میں ابو قاسم ہوں اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں۔ حاکم نے اسے ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

شارح مناوی فرماتے ہیں یہ آپ کی مشہور کنیت ہے۔ نیز ابو ابراھیم، ابو المومنین بھی کنیت ہے ابن دحیہ نے ابو الارامل بھی لکھی ہے۔

واللہ یعطی۔ اللہ تعالیٰ مال عطا کرتا ہے۔ غنیمت، فیئ وغیرہ اور میں اسے تقسیم کرتا ہوں جس طرح اس نے مجھے حکم دیا۔ انصاف وعدل کے ساتھ۔ یہ مسلمانوں کی تالیف قلوب کے لیے فرمایا اور مطلب یہ ہے مال اللہ کا ہے۔ اور انسان اللہ کے بندے ہیں اور میں اللہ کے مال کو اللہ کے بندوں میں اس کے حکم کے مطابق تقسیم کرتا ہوں۔ لہٰذا اگر کسی کو کم یا زیادہ مال ملے تو وہ اللہ کے حکم سے ہوگا۔ یہ امور دینیہ اور علوم شرعیہ کو بھی شامل ہے۔ علوم ومعارف مومنین میں تقسیم کرتے ہیں۔ پس ہر مومن کو اتنا ہی دیتے ہیں جتنی اس میں بساط و طاقت ہو۔

امام مناوی کے جواہرات میں سے اس حدیث کی تشریح ہے۔

marfat.com

تمام امم سے اُمّت محمّدیہ کی روز حشر تعداد زیادہ ہو گی۔

رسولِ پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَنَا اَکْثَرُ الْاَنْبِیَآءِ تَبْعًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ یَّقْرَعُ بَابَ الْجَنَّۃِ۔ (رواہ مسلم عن انس رضی اللہ عنہ۔)

ترجمہ: میں روز حشر تمام انبیاؑ سے اتباع میں زیادہ ہوں گا اور سب سے بیشتر باب جنت کو دستک دُوں گا۔ مسلم نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

مناوی نے کہا روز حشر کی قید اس لیے لگائی کہ وہ روز ظہور کا دن ہوگا۔ اور توضیح مسلم کی روایت سے ہوتی ہے کہ بعض انبیا علیہم السلام ایسے بھی ہوں گے کہ حشر کے روز ان کے ساتھ ایک ایک شخص ہوگا۔

یہاں جزم کے ساتھ فرمایا کہ میرے ساتھ سب انبیاؑ سے زیادہ متبعین ہوں گے اور ابوہریرہ کی روایت ہے کہ مجھے امید ہے آگے یہی حدیث ارشاد فرمائی۔ تو جزم و رجا میں منافات اس طرح نہیں کہ ابتداءً رجاً سے فرمایا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حقیقت واضح کر دی تو جزم کے ساتھ فرما دیا۔
جنت کے دروازے کو کھٹکھٹاؤں گا، اس کا معنےٰ ہے کہ میں سب سے قبل جنت میں داخل ہوں گا۔

انا اوّل الناس حدیث کی توضیح

رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز جب لوگ اٹھیں گے تو میں سب سے پہلے نکلوں گا۔ جب اللہ کے پاس آئیں گے تو میں ان کا خطیب ہوں گا۔ جب مایوس ہونگے تو انہیں بشارت دینے والا ہوں گا۔ لوأ الحمد میرے ہاتھ میں ہوگا۔ میں اپنے رب کے پاس سب اولادِ آدم سے زیادہ معزز ہوں گا، اور اس میں فخر نہیں۔ ترمذی نے اسے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

شارح مناوی لکھتے ہیں کہ رافعی نے کہا کہ یہ حدیث کہ میں سب سے قبل قبر سے نکلوں گا۔ اور مابعد والی تمام حدیث اپنے رب کی طرف کمال عنایات و بے پایاں انعامات کا ذکر ہے۔

marfat.com

جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نبوت میں سب سے اوّل ہیں۔

معنی اذا وفدوا جب اپنے رب کے پاس آئیں گے۔

بعض شارح ترمذی نے کہا یہ خطبۂ شفاعت ہوگا۔ بعض نے کہا یہ اس سے قبل ہوگا۔ آپ نے امام کے بجائے خطیب فرمایا۔ بریں بنا کہ کلام آخرت میں ہے جو دار التکلیف نہیں۔

فائدہ اس حدیث سے مستفاد ہے کہ آپ محشر میں افضل الخلق ہیں۔

مبشرھم کہ میری شفاعت قبول ہوگی تاکہ جب مایوس ہو چکے ہوں تو انہیں راحت نصیب ہو۔ ایک روایت آبلسوا جو ابلاس سے مشتق ہے جس کا معنی انکسار وحزن ہے اس لیے کہ آپ بشیر ہیں۔

لواء الحمد بیدی قیامت کے روز جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا۔ عرب کی عادت کے موافق کہ علم اس کے پاس ہوتا ہے جس کے ساتھ کثیر خلق ہو تاکہ اس کا مقام و مرتبہ معلوم ہو کہ اس کا مقصد رئیس کے مکان کا معلوم کرنا ہے۔

مؤلف امام سیوطی سے سوال ہوا کہ یہ علم حقیقی ہوگا۔ یا معنوی انہوں نے جواب دیا کہ معنوی وہ حمد ہے۔ اس لیے کہ حقیقی علم وہ جھنڈا ہوگا جو امیر لشکر کے پاس ہوتا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے۔ کہ آپ حمد کے ساتھ مشہور ہوں گے۔ دو قولوں میں ایک قول ہے جسے طیبی نے نقل کیا۔ دوسرے نے کہا اس سے مراد ہے کہ محشر کے روز آپ حمد کے ساتھ منفرد ہوں گے۔ یا لواء الحمد کا معنی حقیقی ہے جس کا معنی لواء الحمد ہے۔ دوسرے طور پشتی کا کلام ہے۔ کہا صالحین کے مقامات میں سے حمد سے ارفع کوئی مقام نہیں۔ جب مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم نے دارین میں سب سے زیادہ حمد کی۔ تو آپ کو لواء الحمد عطا ہوگا۔ جس سے طرف اولین و آخرین پناہ حاصل کریں گے۔ لواء کی اضافت حمد کی طرف جو کہ اللہ کی شان کے لائق ثنا کرنے کو کہتے ہیں۔ یہ آپ کا منصب رفیع ہے اور یہی مقام محمود ہے۔

أَنَا أَكْرَمُ وَلَدِ آدَمَ اس میں آپ کی سیادت و اکرام کی خبر ہے اور اللہ تعالیٰ کے مزید فضل و اکرام کی اطلاع ہے۔

فائدہ آپ کے خصائص و کرامات سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی حیات کی قسم یاد کی اور جب آپ نے عبادت شاقہ شروع کی تو اللہ تعالیٰ نے شفقت فرماتے ہوئے تنزیل

کا کہا، جب کہ دوسرے لوگوں کو زیادتی کا کہا قسماً کہا کہ آپ مرسلین سے ہیں، آپ مجنون نہیں۔ آپ خلق عظیم پر ہیں اور آپ کے رب نے چھوڑا ہے نہ ناراض ہوا۔

آپ مختون پیدا ہوئے تاکہ کوئی آپ کی شرمگاہ کو نہ دیکھے۔ وصال کے وقت ملک الموت آپ سے اجازت لے کر آئے جب کہ آپ کے سوا کسی سے اجازت لے کر نہیں آئے۔ جب یہ اعتقادی اصول ہے جس پر اعتقاد رکھنا واجب ہے۔ اس قول کے ساتھ بیان فرمایا۔ اس کے ساتھ ہی فرمایا، کہ لا فخر اس فخر نے ہمارا ازالہ کر دیا (ترکیب میں) یہ حال مؤکدہ واقع ہو رہا ہے۔ (عبارت یوں ہو گی) کہ اقول ذالک غیر مفتخر بہ فخر تکبر۔ گفتگو فخر و تکبر سے نہیں کہہ رہا۔

قرطبی نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لیے فرمایا کہ یہ ان امور سے ہے جن کی تبلیغ کا آپ کو حکم ہے جس پر اعتقاد رکھنا لازم ہے۔ اور یہ آپ کے حق میں ہے تاکہ دین میں دخول کی رغبت کریں جو دین میں داخل ہو وہ اس سے تمسک کرے۔ آپ کی محبت کی عظمت تبعین کے دل میں پیدا ہو تاکہ اعمال میں کثرت اور احوال میں پاکیزگی میسر ہو۔ پس دنیا و آخرت میں شرف و بزرگی حاصل ہو۔ تبوع کے شرف سے تابع کا شرف بڑھتا ہے۔

سوال یہ اعتقادات سے جن پر اعتقاد واجب ہے تو وہ متواتر سے حاصل ہوتا ہے تاکہ قطعی علم کا فائدہ دے جب کہ یہ احادیث آحاد ہیں۔

جواب جس صحابی نے یہ امور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بالمشافہ سُنے تو اسے یقین حاصل ہو گیا اور جس سے بالمشافہ نہیں سُنا اسے تواتر معنوی سے یقین حاصل ہو گیا۔

آپ محشر میں جنتی لباس پہنے ہوں گے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ، سب سے پہلے میری قبر کھلے گی۔ میں جنت کا لباس پہن کر عرش کی داہنی جانب کھڑا ہوں گا۔ جہاں مخلوق میں سے کوئی کھڑا نہ ہوگا۔" اسے ترمذی نے ابوھریرہ سے روایت کیا۔

شارح مناوی علیہ الرحمۃ رقمطراز ہیں، روز حشر سب سے قبل میرے جسم میں رُوح لوٹائی جائے گی۔ اور میرا جسم طاہر ہے۔ پس جنتی لباس زیب تن کروں گا۔ اس میں ابراھیم علیہ السلام بھی شریک ہیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی شرافت و کرامت پر دلالت ہے۔

marfat.com

آپ کی کرامت سے ہے۔ جب تمام مخلوق عریاں ہوگی تو اعلیٰ لباس میں ملبوس ہوں گے جیسے بادشاہ اپنے خواص سمیت کا طریقہ ہے۔ پس آپ کے لیے مخصوص مقام ہوگا۔ جس کو مقام محمود کہا جاتا ہے۔ جس کی طرف ثم اقوم عن یمین العرش سے اشارہ کیا۔ یہ خصوصیت ہے جو اللہ تعالیٰ صرف آپ ہی کو عطا کرے گا۔ خلائق ثقلین اور ملائکہ کو شامل ہے۔ اور یہ فضل مطلق ہے۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت کے منافی نہیں۔ جس میں ہے۔ نفخہ کے بعد سب سے قبل میں سر اٹھاؤں گا۔ تو اس وقت موسیٰ علیہ السلام عرش کے ساتھ متعلق ہوں گے۔ ہو سکتا ہے کہ بعث صعقہ ہو جس سے ساری مخلوق گھبرا جائے گی۔ اور موسیٰ علیہ السلام ساقط نہ ہوں کہ تمہ طور پر اکتفا کرتے ہوئے۔ پس جب آپ اس صعقہ سے سر اٹھائیں گے۔ تو آپ موسیٰ علیہ السلام کو جانبِ عرش کو پکڑے ہوئے ملاحظہ فرمائیں گے۔ تو نفخہ سے یہی صعقہ ہے۔

آپ اولادِ آدم کے سردار ہیں

حدیث شریف میں ہے۔ کہ آپ نے فرمایا، قیامت کے روز میں اولادِ آدم کا سردار ہوں گا۔ سب سے قبل میری قبر کھلے گی۔ میں پہلا شافع اور مشفع (جس کی سفارش قبول ہوگی) اس کو مسلم، ابو داؤد نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہٗ سے روایت کیا۔

شارح نے فرمایا کہ روز حشر کی تخصیص کی۔ وہاں سب لوگ جمع ہوں گے۔ ہر ایک کے سامنے آپ کی سیادت عیاں ہوگی۔

آپ نے اپنی وصف سیادت مطلق کے ساتھ فرمائی۔ علم بیان و بدیع کے مطابق عموم کا فائدہ دے کہ تمام انسانوں پر برتری ثابت ہو۔ یہاں تک کہ اولوالعزم کی رسلانِ عظام پر برتری ثابت ہے۔ اور تمام مخلوق آپ کی محتاج ہے۔ کیسے محتاج نہ ہوں جب کہ یہ فیض کا واسطہ ہیں۔ اولادِ آدم کی تخصیص و قید احترازی نہیں (بلکہ اتفاقی ہے) آپ کی بزرگی عوام و خواص تمام فرشتوں پر بھی حاصل ہے۔ جس طرح امام نے اس پر اجماع نقل کیا اور اس اجماع سے مراد اجماع اہل سنت ہے۔ اس حدیث قرآن کریم پر عمل کرتے ہوئے ارشاد فرمائی:

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ [1] ترجمہ: اور اپنے رب کی نعمتوں کا خوب چرچا کرو۔

---

[1] پارہ ۳۰، سورۃ الضحیٰ، آیت ۱۰۔

marfat.com

پس یہ جس کی تبلیغ واجب ہے کا بیان ہے۔

آپ تمام مخلوق کے سردار ہیں اور تمام لوگوں کے شفیع

رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں قیامت کے روز اولادِ آدم کا سردار ہوں گا۔ اس میں فخر نہیں۔ ہر نبی حضرت آدم ہو یا کوئی اور نبی میرے جھنڈے تلے ہوگا۔ میں ہی پہلا شافعؑ مشفع ہوں۔ اس میں فخر نہیں۔ اسے امام احمد، ترمذی، اور ابن ماجہ نے ابوسعید خدری سے روایت کیا۔ اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

شارح مناوی نے کہا، حضور کا فرمان لافخر میں یہ بات بطور شکر کہہ رہا ہوں نہ کہ فخر سے جیسے سلیمان علیہ السلام نے فرمایا:

عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا — ترجمہ: ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی۔
مِنْ كُلِّ شَيْءٍ[1] — اور ہر چیز میں سے ہم کو عطا ہُوا۔

میں تکبر و تعظیم سے نہیں کہہ رہا ہوں بعض نے کہا کہ میں دنیا میں اس پر تکبر نہیں کرتا ورنہ اس میں دارین کا فخر ہے۔ بعض نے کہا مجھے اس پر فخر نہیں بلکہ جو مجھے یہ مرتبہ و کمال حاصل ہوا ہے اس پر فخر ہے۔ فخر بڑائی کے دعویٰ و ادّعا کرنے کو کہتے ہیں۔ آپ نے تحدیث نعمت اور تعلیم اُمّت کے لیے فرمایا تاکہ وہ اعتقاد رکھیں کہ آپ جمیع انبیاؑ علیہم السلام سے افضل ہیں۔ یہ حدیث کہ انبیاؑ کے درمیان کسی کو فضیلت نہ دو، تو اس کا معنی ہے کسی کی فضیلت پر فخر نہ کرو۔ بیدی لوالحمد میں لوا کسرا اور مد کے ساتھ ہے۔

عرصاتِ محشر میں کئی مقام پر جھنڈے ہوں گے۔ جو اہل خیر و شر کے لیے ہیں ہر مقام ایک متبوع ہوگا۔ جس کے لیے جھنڈا نصب کیا جائے گا۔ جس سے اس کی قدر معلوم ہوگی۔ ان مقامات میں سے اعلیٰ مقام حمد تمام جھنڈوں سے اعلیٰ لواالحمد ہے۔ جس کے پاس تمام اوّلین وآخرین آئیں گے۔ پس یہاں حقیقی معنی لیا جاسکتا ہے۔ تو بعض اصحاب کا حقیقت سے مجاز کی طرف

---

[1] پارہ ۱۹، سورۃ النمل، آیت ۱۶۔

marfat.com

جانے اور ذوالجمال والکمال مراد لینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ولا فخر مجھے عطا پر فخر نہیں، بلکہ معطی پر ہے۔ اس معنی کے ثبوت کے لیے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کتاب کو حمد سے شروع کیا۔ اور آپ کا نام بھی حمد سے مشتق ہے۔ جسے مقام محمود کے قائم مقام کیا گیا اور آپ پر حمد و ثنا ایسی کھلے گی۔ جو آپ سے پہلے اور بعد میں کسی پر نہ کھلی۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ کو یا خیر البریہ کو منع کرنا اور فرمانا کہ یہ ابراھیم علیہ السلام ہیں۔ تواضع پر محمول ہے۔ یا تفضیل ظاہر ہونے سے قبل پر محمول ہو گی۔

سوال معصوم شخصیت سے ایسی خبر جو خلاف حقیقت ہو کیسے صحیح ہو سکتی ہے اور امر وجودی سے خبر کیسے نہ ہو سکتی کہ اخبار وجودیہ میں نسخ نہیں ہوتا۔

جواب یہ کسی چیز سے خبر ہی نہیں چہ جائیکہ خلافِ واقعہ ہو آپ نے اس لفظ کے اطلاق کو خود پر منع کیا۔ اور باپ کا احترام کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے خیر البریہ نہ کہو بلکہ یہ جناب ابراہیم کو کہو پس یہ حکم شرعی سے خبر ہے نہ معنی وجودی سے۔ اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ امر وجودی سے خبر ہے تو پھر ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ امر وجودی میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ بلکہ بعض میں تبدیلی ہو جاتی ہے اور بعض میں نہیں، تو اس سے تناقض محال یا نسخ لازم نہیں آتا۔ جیسے امور وضعیہ کی اخبار میں اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ انسان کا مکرم اور مفضل ہونے کا معنی جس چیز کے ساتھ تکریم و تفضیل ہو اور جس پر فضیلت و تکریم دی جا رہی ہے۔ اس کے لحاظ سے ہے۔ کبھی تکریم کی جاتی ہے ایسی چیز کے ساتھ جس میں کوئی اور بھی آ سکے مساوی ہو اور کبھی غیر پر ترجیح دی جاتی اور کسی چیز کے ساتھ فضیلت و تکریم کی جاتی ہے۔ اور اس کے ساتھ کسی دوسرے کی تکریم نہیں کی جاتی۔ تو پہلی صورت میں مکرم دوسری میں مفضل مقید اور تیسری صورت میں مطلق مفضل کے مرتبہ میں ہو گا۔ اور اس سے تناقض و نسخ لازم نہیں آتا۔ اس کو قرطبی نے بیان کیا اور کہا اس پر کفایت کر اور اپنے ہاتھ روک لے۔

بعض صوفیہ یعنی شیخ محی الدین ابن عربی ہیں نے کہا کہ آپ نے اپنی سیادت کی خبر تعلیم اُمت کے لیے دی۔

اوّل شافع۔ کہ وہ پہلے شافع اس دن تعب و مشکل سے راحت حاصل کریں اور ایکے بعد

دیگرے انبیا علیہم السلام کے پاس جانے سے کہ وہ شفاعت کریں یا آپ ہدایت دے رہے ہیں کہ وہ اپنی جگہ رکے رہیں کہ آپ کی باری آجائے (کیونکہ ان کے پاس جانے کا فائدہ نہیں کہ پہلا شافع تو میں ہوں) تو آپ فرمائیں گے میں اس کام کا اہل ہوں۔ پس آپ کا وہ اُمتی انبیاؑ کے پاس جائے۔ جو بھول گیا یا اسے خبر ہی نہیں پہنچی۔

یہ حدیث سے مستفاد ہے لہٰذا شیخ عربی کے قول یہ کلام محقق مجھ سے جسے دوسرُں میں نہ پائے گا۔ کی ضرورت نہیں یا قصداً اعتناءً اور اس کے ساتھ عدم تعاون کی بناء۔

شفاعت کی اقسام

خصائص کبریٰ میں امام سیوطی نے آپ کے خصائص میں سے اقسام شفاعت کا ذکر کیا۔

پہلی قسم: حساب شروع کروانے کے لیے شفاعتِ عظمیٰ۔

دوسری قسم آپ کی شفاعت سے ایک جماعت بغیر حساب کے جنت میں جائے گی۔

تیسری قسم وہ لوگ جو مستحق نار ہوں گے آپ کی شفاعت سے آتشِ دوزخ سے نجات پائیں گے

چوتھی قسم آپ کی شفاعت سے کچھ اہلِ جنت کے درجات بلند ہوں گے۔

نووی نے اس کی اور ماقبل اقسام کو آپ کے خصائص میں سے تسلیم کیا ہے، اور ماقبل کے متعلق احادیث میں آچکا ہے۔ قاضی عیاض وغیرہ نے کچھ اور اقسام کی تصریح بھی کی ہے۔

پانچویں قسم آپ کی شفاعت سے اہل نار دوزخ سے نکالے جائیں گے۔ یہاں تک کہ کوئی مومن دوزخ میں نہ رہے گا۔ اس کو سُبکی نے ذکر کیا ہے۔

چھٹی قسم آپ کی شفاعت سے صالحین جن کی نیکیوں میں تقصیر ہوئی ان کی تقاصیر کی معافی ہو گی۔

ساتویں قسم آپ کی شفاعت سے موقف میں تخفیف ہو گی۔

آٹھویں قسم آپ کی شفاعت سے کفار اہلِ نار کے عذاب میں تخفیف ہو گی۔

نویں قسم اطفال مشرکین کے حق میں کہ انہیں عذاب نہ ہو۔

دسویں قسم آپ کی شفاعت سے کوئی اہل بیت نار میں نہ جائے گا۔

آپ نے صبر و شکر کا حق ادا کر دیا۔

سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے

marfat.com

کہ میں مرسلین کا قائد ہوں۔ اس میں فخر نہیں میں خاتم النبیین ہوں۔ اس میں فخر نہیں، اوّل شافع و مُشفع ہُوں اور اس میں فخر نہیں۔ اسے دارمی نے جابر رضی اللہ عنہُ سے روایت کیا۔

مناوی فرماتے ہیں کہ اوّلیت کی وجہ تخصیص یہ ہے کہ رضائے الٰہی کی خاطر وہ مصائب وآلام برداشت کیے۔ جو کوئی دوسرا نہ کر سکا تو صبر و شکر کا حق ادا کر دیا۔ کہ صبر کے اس درجہ تک پہنچے جہاں کوئی صابر نہ پہنچ سکا اور درجات شکر میں شاکریں سے سبقت لے گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو مقام و مرتبہ سے نوازا۔

عارف ابن عربی رقمطراز ہیں کہ دنیا میں آپ کے لیے ہر لحاظ سے سیادت ثابت ہو گئی اور روز حشر بھی ثابت ہو جائے گی۔ کہ آپ کے ذریعے باب شفاعت کھلے گا۔ اور پہلے سب کے حق میں شفاعت کریں گے۔ اس شفاعت میں انبیاء و رسل اور ملائکہ بھی شامل ہوں گے۔ پھر آپ کے بعد شفاعت اتنی عام ہو جائے گی۔ انبیاء و مرسلین تو کجا ایک مؤمن بھی شفاعت کرے گا۔ لہٰذا پہلے شافع رحمت اللعالمین اور آخری ارحم الراحمین ہیں۔ دائرہ کا آخر اول کے ساتھ متصل ہوتا ہے۔ تو شرف رسولِ اعظم صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کس کا شرف متصوّر ہو سکتا ہے۔ کہ ابتدائے دائرہ کمال آخر کے ساتھ متصل ہوا یعنی جہاں سے اللہ تعالیٰ نے کمال کی ابتدا کی وہیں اختتام کر دیا۔

حضور علیہ السلام سب سے زیادہ عربی اور اطہر النسب ہیں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں تم سے زیادہ عربی ہوں، میں قریش سے ہوں۔ میں زبان بنی سعد بن بکر کی لسان ہے۔ ابن سعد نے یحیٰی بن یزید سعدی سے اسے مرسل روایت کیا۔

شارح مناوی نے کہا، اعرب کا معنی ہے ادخلکم فی العرب یعنی میں تم سے عرب میں داخل ہوں۔ نسب کے اعتبار سے اوسط قبیلہ کے لحاظ سے نسب کہ اولاد اسماعیل سے عدنان افضل نزار بن معد بن عدنان کی اولاد سے مضر افضل۔ مضر کی اولاد سے خزرف۔ اس سے مدرکہ مدرکہ سے قریش۔ قریش سے محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

لسانی لسان بنی سعد بن بکر، بنی سعد بن بکر میں نشو و نما پائی کہ عرب دیہاتی عورتوں کے پاس اپنے بچے تربیت اور دودھ پلانے کے لیے بھیجتے۔

marfat.com

زمخشری نے کہا، یہ عربی زبان اللہ تعالیٰ کی قدرت محضہ سے اس کی فصاحت و بلاغت اور عمدگی آپ کی زبان پر جاری ہوئی۔ عرب کا بڑے سے بڑا خطیب آپ کے سامنے ساکت ہوا۔ کوئی قافیہ و ردیف بندی کرنے کے لیے آپ کے سامنے ٹھہر نہ سکا۔

حرالی نے کہا آپ کے کمال احوال سے ہے مختلف لغات کے علم سے بخوبی واقف اور ان تمام پر محیط تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر صدیق سے ایسی لغت میں گفتگو فرماتے ایسے معلوم ہوتا کہ یہ ایک نئی زبان ہے مجھے اس گفتگو سے کچھ سمجھ نہ آتی

انا فرطکم علی الحوض کی تشریح۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں تم سے قبل حوض پر ہوں گا، امام بخاری احمد اور مسلم نے جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

شارح کہتے ہیں۔ انا فرطکم بالتحریک تم سے پہلے حوض پر ہوں گا۔ تاکہ تمہارے لیے اصلاح کروں اور آنے والے کے لیے جو مناسب ہو اس کو تیار کروں، اور تمہاری نجات کا راستہ ڈھونڈوں۔ جیسے مقولہ ہے فرس فرط گھوڑے پر آنے والا۔ اسے زمخشری نے ذکر کیا

فائدہ نمبر ۱ اس میں عمل صالح کے کرنے کی ترغیب ہے تاکہ دارین میں آپ کی مصاحبت میسر ہو سکے۔

فائدہ نمبر ۲ اس میں آپ کے وقتِ وصال کے قرب کی طرف اشارہ ہے اور اپنے اصحاب سے پہلے وصال ہونے کی طرف مشیر ہے۔

اس کا سبب ہے جیسا کہ مسلم شریف میں ابو هریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سیدنا مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم ایک قبرستان میں تشریف لے گئے اور فرمایا:۔

السلام علیکم دار قوم مؤمنین	ترجمہ: اے مؤمن قوم کے گھروں تم کو سلام
وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون	ہو، اگر اللہ نے چاہا تو ہم آپ کو ملنے والے
وددنا انا راینا اخواننا۔	ہیں ہمی خواہش رکھتے ہیں کہ اپنے بھائیوں سے ملاقات کریں۔

marfat.com

اصحاب نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم آپ کے بھائی نہیں، تو ارشاد فرمایا، تم میرے اصحاب ہو، بھائی وہ ہیں جو ابھی تک نہیں آئے۔ تو انھوں نے عرض کیا جو مسلمان ابھی تک پیدا نہیں ہوئے ان کو آپ کیسے پہچانیں گے تو آپ نے فرمایا۔ جیسے سفید ماتھے والے گھوڑے غیر سفید ماتھے والے گھوڑوں میں اس کا مالک پہچان لیتا ہے۔ ۹۰ اصحاب نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو فرمایا اسی طرح وہ بھی میرے پاس آئیں گے۔ ان کے مواضع سجود چمکتے ہوں گے۔ اور حوض پر تمہارا انتظار کروں گا۔ کچھ لوگ میرے حوض سے واپس لوٹا دیئے جائیں گے۔ جیسے سرکش اونٹ لوٹایا جاتا ہے۔ میں پکاروں گا انہیں آنے دو آنے دو تو مجھے کہا جائے گا کہ انہوں نے آپ کے بعد دین میں تغیر کیا تھا تو میں کہوں گا۔ کہ انہیں دُور کرو دور کرو۔

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے چھ اسمائے گرامی

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، میں محمدؐ، احمد، مقفی، حاشر نبی التوبہ اور نبی الرحمت ہوں۔ اسے امام احمد اور مسلم نے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ اور طبرانی نے نبی الملحمۃ کا اضافہ کیا۔

شارح مناوی رقمطراز انا محمّد و احمد مجھ سے بڑھ کر کون اللہ کی حمد و ثنا کر سکتا ہے اور مجھ سے زیادہ کس نے اللہ کی تعریف کی۔ اس لیے ان دو اسماء کے آپ ہی مستحق ہیں متقفی بتشدید القاف وکسر فاء (باب تفعیل سے اسم فاعل کا صیغہ) بعد میں آنے والے کیونکہ آپ تمام انبیاء علیہم السلام کے بعد تشریف لائے۔ یا اپنے سے سابق (انبیاء و رسل) کے آثار کی اتباع کرنے والے۔ الحاشر۔ سب لوگوں سے پہلے حشر میں آنے والے۔ نبی التوبہ۔ نیت و قول سے قبول توبہ کے لیے جو مبعوث ہوئے۔ جب کہ آپ سے قبل توبہ ہونے کا طریقہ خود کو قتل کرنا تھا۔ یا جن کی توبہ دوسروں سے کہیں زیادہ ہو۔ یا یہ کہ آپ کی اُمت تمام اُمم سے زیادہ ہے تو ان کی توبہ بھی زیادہ ہوگی۔ یا آپ کی اُمت کی توبہ زیادہ بلیغ ہے کہ تائب توبہ کے بعد ایسے ہو جاتا ہے گویا کہ کوئی گناہ اس سے سرزد ہوا ہی نہیں اور اس پر دنیا و آخرت دونوں میں مواخذہ نہیں ہوتا۔

marfat.com

جب کہ پہلوں کے لیے دنیا میں مواخذہ ہوتا۔

قرطبی نے کہا ان توجیہات کی وجہ یہ ہے کہ ہر نبی اپنی اُمت کی توبہ کے لیے تشریف لایا پس اسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ نبی التوبہ ہے تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس میں مزیدیت ہے۔
نبی الرحمۃ۔ رحمت کا ترفق مومنین پر نرمی مسلمان بندوں پر شفقت رحمت اور اس کی مثل کا معنی محتاجوں پر انعامات کا اضافہ اور شفقت کرنا ہمارے رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کو وہ کچھ عطا ہوا جو دوسروں کو عطا نہیں۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ [1] ترجمہ: ہم نے تمھیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہاں کے لیے۔

نبی الملحمۃ نبی حرب یہ نام اس بنا پر رکھا گیا کہ جہاد کے حریص ہیں۔ نبی رحمت و حرب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو حق کی طرف راہنمائی کے لیے مبعوث کیا۔ اور معجزات کثیرہ سے تائید کی جس نے انکار کیا اس سے قتال کیا تو آپ نبی الرحمۃ بھی ہوئے کہ آپ کی رحمت عامہ ہے۔ امام احمد نے حضرت حذیفہ سے ونبی الملاحم بھی روایت کیا۔ زین عراقی نے کہا کہ اس کا اسناد صحیح ہے۔

آپ کی آمد کی انبیاؑ علیہم السلام نے بشارت دی فخر موجودات صلے اللہ علیہ وسلم

فرماتے ہیں کہ :

اَنَا دَعْوَةُ اِبْرَاهِيْمَ وَكَانَ آخِرُ مَنْ بَشَّرَنِيْ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ (رواہ ابن عساکر عن عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ) ترجمہ: میں ابراھیم علیہ السلام کی دعا ہوں سب سے آخری رسول جس نے میری بشارت دی وہ عیسےٰ بن مریم علیہ السلام ہیں۔ ابن عساکر نے عبادہ بن صامت سے روایت کیا۔

مناوی نے کہا اس حدیث کو حارث بن ابی اسامہ، طیالسی اور دیلمی نے ان الفاظ سے روایت کیا۔ میں اپنے باپ ابراھیم کی دعا اور اپنے بھائی عیسیٰ کی نوید ہوں۔ جب میں پیدا

---

[1] پارہ ۱۷، سورۃ الانبیاء، آیت ۱۰۷۔

marfat.com

ہوا تو میری والدہ سے ایک نور چمکا، جس سے مشرق و مغرب کا مابین روشن ہوگیا۔ دعوتِ ابراہیم کا معنی ہے صاحب دعوت ابراہیم جو انہوں نے تعمیر کعبہ کے وقت کی۔

وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ[1] ترجمہ: اور بھیج ان میں ایک رسول۔

اس کا فائدہ آپ کے شرف وفضل کا اظہار اور مطلوب مخلوق ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ کہ آپ کتاب کی تلاوت کرنے والے اور مخلوق کو شرک سے پاک کرنے والے، اولین وآخرین میں معروف ہیں کان آخو من بشر سے آخر میں جناب عیسٰی علیہ السلام نے نوید سنائی۔ تاکہ جب تشریف لائیں تو لوگ مسلمان ہوجائیں۔ یا آپ کے ظہور کے وقت جناب مسیح علیہ السلام کا معجزہ ہو۔ جس کو اللہ تعالٰی نے بیان کیا۔

وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ[2] ترجمہ: اس رسول کی بشارت سناتا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے۔ ان کا نام احمد ہے۔

تشریح انا اولی الناس بعیسی بن مریم فی الدنیا والآخرہ کی

سرورِ کائنات مفخرِ موجودات صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی:۔

أَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ لَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ نَبِيٌّ وَالْأَنْبِيَاءُ أَوْلَادُ عَلَّاتٍ أُمَّهَاتُهُمْ شَتَّى وَدِينُهُمْ وَاحِدٌ۔ رواہ الامام احمد والبخاری ومسلم وابوداؤد عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ۔

ترجمہ: میں عیسٰی بن مریم کے دنیا وآخرت میں قریب ہوں کہ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں۔ انبیاء اولاد علات ہیں ان کی مائیں جدا جدا ہیں اور ان کا دین اور مذہب ایک ہے۔ راوے امام احمد بخاری، مسلم اور ابو داؤد نے ابوھریرہ سے نقل کیا۔

---

[1] پارہ ۱، سورۃ البقرہ آیت ۱۲۹۔ [2] پارہ ۲۸، سورۃ الصف آیت ۶۔

marfat.com

شارح فرماتے ہیں دنیا و آخرت میں فرمایا اس لیے کہ انھوں نے بشارت دی کہ میرے بعد نبی آخرالزمان تشریف لائیں گے۔ اپنے دین کے قواعد کو مضبوط کیا اور مخلوق کو آپ کی تصدیق کی طرف بُلایا۔ تو ان کے اور عیسٰی علیہ السلام کے درمیان کوئی اولوالعزم نبی نہیں۔ لہٰذا حضرت خالد بن سنان سے اعتراض نہ ہوگا۔ اگران کو ان دونوں کے درمیان نبی تسلیم کر بھی لیں تو کوئی تعرض نہیں و نہ کہا گیا ہے اس حدیث کی سند میں مقال ہے۔ اس پر جملہ استثنائیہ اولیت پر دال ہے (لیس بینی وبینا نبی) دونوں شرائع کے درمیان فصل نہیں، دونوں دعوات کے درمیان اتصال اور دونوں زمانوں کے مابین قرب ہے۔ ان کو ایک نسب کے ساتھ تشبیہ دی جو کہ اقرب الاسباب ہے۔ الانبیاء اولاد علات علات جمع علت بمعنی باپ کی طرف سے حقیقی اولاد علات دو سوکن عورتوں کی ایک مرد سے اولاد العلۃ بمعنی ضرۃ سوکن امہاتھم شتی مختلف و دینھم واحد اصل دین جو کہ توحید ہے۔ واحد ہے فروع ادیان مختلف ہیں تو بعثت انبیاء کے مقصود جو کہ مخلوق کو ایک خدا کی طرف بلانا ہے کو باپ کے ساتھ تشبیہ دی اور شرائع مختلف صوابیں کو امہات سے۔

قاضی نے کہا جمیع انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد توحید ہے کہ مخلوق کو خالق کی طرف بُلانا اور ایسی اشیاء کی طرف راہنمائی کرنا جن سے ان کے معاد و معاش کا صحیح انتظام ہو سکے۔ پس تمام اس اصل پر متفق ہیں اگرچہ احکام شرع میں مختلف ہیں تو اصل مشترک کو باپ سے تعبیر کیا اور اس کی طرف نسبت کی اور اغراض میں متقارب کی بنا پر مختلف شرائع اور مختلف احکام کو امہات سے تعبیر کیا اگرچہ ان کے زمانے متباین و متباعد ہیں اور ان سب احکام کا اظہار ایک زمانے میں اظہار وہ دین حق ہے جس کی فطرت پر لوگ پیدا ہوئے، جس کے قبول کرنے کے مستعد اور اس پر مطلع ہونے پر قادر ہیں۔ اس بنا پر امہات سے مُراد زمانہ بھی لیا جا سکتا ہے جس پر وہ مشتمل ہیں۔

اس کی تقریر ایک اور وجہ سے بھی ہو سکتی ہے۔ کہ ارواح انبیاء تشابہ اور اتصال کی وجہ سے شی واحد کی مانند سیاسئن بالنوع تمام ارواح میں پس وہ نفس کے ساتھ متحد جو بمنزلہ صورت باپ کے ساتھ مشبہ ہیں۔ ابدان میں مختلف ہیں جو بمنزلہ مرآت (شیشہ) امہات کے ساتھ مشبہ ہیں۔

marfat.com

حضور علیہ السلام مومنین کی جانوں سے زیادہ قریب ہیں

آقا علیہ السلام نے فرمایا میں مومنین کی جان سے زیادہ قریب ہوں۔ پس مومن مقروض فوت ہو تو اس کا قرض میرے ذمہ اور جو مال چھوڑے تو وہ اس کے ورثا کے لیے ہے۔ اس کو امام احمد، بخاری، مسلم، نسائی اور ابن ماجہ نے ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

شارح نے کہا میں مومنین کی جان سے نزدیک تر ہوں۔ تو یہ فرمانِ کریم سے بھی ثابت ہے۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ[1] ترجمہ: نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے۔

بعض صوفیہ نے کہا کہ آپ کا مسلمانوں کی جان سے قریب ہونے کا مطلب ہے کہ انسان کا نفس ہلاکت کی طرف لے جاتا ہے۔ اور آپ ان کو نجات کی طرف بلاتے ہیں۔ لہٰذا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی اطاعت پر شہوتِ نفس کو قربان کرنا واجب ہے۔ اگرچہ یہ نفس پر گراں ہی کیوں نہ ہو۔ اور آپ سے ہر چیز سے زیادہ محبت کرنا فرض ہے۔ بلکہ اپنی جان سے زیادہ محبت ہو۔ اس حکم میں عورتیں بھی داخل ہیں۔

اَنَا اَوْلٰی بِھِمْ مِنْ اَنْفُسِھِمْ یعنی امر ادین سے ہر چیز میں ان کی جانوں سے زیادہ اقرب ہوں کیونکہ میں خلیفہ اکبر ہر موجود کا ممد و معاون ہوں۔ لہٰذا ان پر واجب ہے کہ میں ان کے نفوس سے زیادہ معزز ہوں اور میرا حکم ان کے نفوس کے حکم سے نافذ ہو۔ جب مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی تو آپ نے یہ ارشاد فرمایا:

یہ آپ کے اخلاقِ سنیہ سے ہے کہ آپ نے اپنے حقوق ذکر نہ کیے بلکہ فرمایا کہ مقروض مسلمان مرے تو اس کا قرض میں ادا کروں گا الخ

نووی نے کہا معنی حدیث کا حاصل یہ ہے کہ میں تمہارے دین و دنیا کے مصالح کو قائم کرتا ہوں کہ میں تمہارا دونوں جہاں میں ولی ہوں۔ اگر کوئی مسلمان قرض چھوڑے اور

---

[1] پارہ ۲۱، سورۃ الاحزاب، آیت ۶۔

ادا کرنے کے لیے مال نہ ہو تو وہ قرض میرے ذمہ واجب ہے اگر مال چھوڑا تو وہ اس کے ورثاء کا حق ہے اگر عیال محتاج چھوڑے تو اس کی کفالت بھی آپ کے ذمہ ہے۔ یہ آپ کی رافت و شفقت اُمت پر ہے۔

آپ کا زمانہ خیر القرون ہے

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں قرون بنی آدم میں سے بہتر قرن میں مبعوث ہوا قرن بہ قرن یہاں تک کہ وہ قرن کہ جس میں میں موجود ہوں۔ اسے امام بخاری نے ابوہریرہ سے روایت کیا۔

شارح نے کہا کہ بعثت خیر قرون کا معنی ہے خیر طبقات کہ قرن اہل زمان کے اقتران سے بنتا ہے۔ اس لیے ان کے اعمال و احوال ایک زمانے میں ملتے ہیں اس سے آپ کی مُراد اصلاب کریمہ میں منتقل ہونے کا زمانہ ہے حتیٰ کہ وہ زمانہ جس میں آپ موجود ہیں اس میں فا ترتیب کے لیے ہے۔

جوامع الکلم اور نصرت بالرعب کی تشریح

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں جوامع الکلم کے ساتھ مبعوث ہوا۔ رعب کے ساتھ میری اعانت کی گئی میں سویا ہوا تھا کہ مجھے خزائن کی چابیاں دی گئیں جو میرے ہاتھ پر رکھی گئیں۔ اسے بخاری، مسلم اور نسائی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

مناوی نے کہا کہ بعثت جوامع الکلم کہ مجھے قرآن دیا گیا۔ اسے جوامع الکلم اس لیے کہا گیا کہ یہ نہایت مختصر تھوڑے الفاظ کثیر معانی پر دال جو کچھ تمام کتب سماویہ میں ہے اس پر مشتمل ہے۔ اور تمام علوم و معارف کا جامع ہے۔

وصف بیان کرنے والے کا کمال اس کے حسن میں، کہ زمانہ ختم ہو جائے گا اور اس میں وہ کچھ ہے جو بیان نہ ہو سکا۔

نصرت بالرعب قلوب الاعداء میں گھبراہٹ ڈال دی گئی۔

ابن حجر نے کہا حصول رعب کے ساتھ تخصیص نہیں بلکہ اعداء پر کامرانی مراد مقصود ہے۔

زمخشری نے کہا خزائن ارض کہ جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی اُمت پر خزائن کسریٰ و قیصر کے

marfat.com

دروازے کھول دیئے اور ان پر اُمت کی فتح یابی۔

مناوی نے کہا بینما انا نائم حدیث کا مرجع ہے کہ دنیا کی کلیدیں دی گئیں جب کہ آپ سوئے ہوئے تھے۔

پانچ انبیاءؑ سب سے برتر ہیں

مناوی کے جواہرات میں سے یہ حدیث ہے۔

خِیَارُ وُلْدِ آدَمَ خَمْسَةٌ نُوحٌ	ترجمہ: اولاد آدم سے پانچ افضل ہیں نوح
اِبْرَاهِیْمَ وَمُوسیٰ وعیسیٰ	ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام
وخَیرُهُمْ مُحَمَّدٌ۔ رواہ ابن	اور ان سے بہتر محمد صلے اللہ علیہ وسلم
عساکر عن ابی ھریرہ ورواہ	ابن عساکر نے اسے ابو ہریرہ سے روایت
البزاز۔	اور بزاز نے بھی۔)

شارح نے کہا کہ یہ اولوالعزم پیغمبر ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل ہیں ابراہیم علیہ السلام ہیں بعض نے اس پر اجماع کیا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام خیر البریہ ہیں۔

فخرالدین رازی نے نوح پر موسیٰ وعیسیٰ کی تقدیم پر اجماع حکایت کیا۔

اسرار التنزیل میں ہے کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ افضل الانبیاءؑ والرسل چار پیغمبر ہیں۔ محمدؐ، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام ہیں۔

قرن رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قرن صحابہ افضل ہے

امام مناوی کے جواہرات میں سے اس حدیث کی تشریح ہے۔ کہ آپ نے فرمایا افضل الناس میرا قرن ہے۔ پھر ان کا جو ان کو ملتے ہیں پھر ان کو جو ملتے ہیں۔ پھر کچھ ایسی قومیں آئیں گی۔ ان کی شہادت سے ان کی قسم اور قسم سے ان کی شہادت سبقت لے جائے گی۔ امام احمد، بخاری و مسلم و ترمذی نے ابن مسعود سے روایت کیا۔

marfat.com

مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ بہتر لوگوں سے وہ قرن ہیں جس میں میں موجود ہوں، پھر دوسرا پھر تیسرا پھر وہ قوم آئے گی جن میں خیر نہ ہوگی۔

طبرانی اور حاکم نے جعدہ بن ہبیرہ سے روایت کیا کہ بہتر لوگ وہ ہیں جو میرے زمانے میں موجود ہیں۔ پھر جو ان سے ملیں گے۔ پھر جو ان سے ملیں گے۔ پھر بعد میں رذیل ہوں گے۔

حاکم اور ترمذی نے عمران بن حصین سے نقل کیا آپ نے فرمایا کہ بہتر میرے زمانہ کے لوگ ہیں پھر جو ان سے ہیں گے، پھر جو ان سے ملیں گے پھر ایسے لوگ آئیں گے جو فربہ و موٹے ہوں گے اور گھی (دسمن) کو پسند کریں گے۔ شہادت طلب کرنے سے قبل شہادت دیں گے۔ مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت مروی ہے کہ میری بہتر اُمت وہ ہے جو اس زمانہ میں ہے۔ جس میں میں مبعوث ہوا۔ پھر وہ لوگ جو ان سے ملیں گے۔ پھر وہ لوگ جو ان سے ملیں گے۔ پھر وہ لوگ جو ان سے ملیں گے پھر جو موٹاپے اور فربہ ہونے کو پسند کریں گے اور شہادت طلب کرنے سے قبل شہادت دیں گے۔

شیخان (بخاری و مسلم) ترمذی، نسائی اور ابو داؤد نے عمران بن حصین سے روایت کیا۔ کہ سب سے بہتر میرا زمانہ ہے۔ پھر ان کا جو ان سے ملیں گے پھر ان کا جو ان سے ملیں گے۔ پھر وہ لوگ ہوں گے جو خیانت کریں گے، اور امانت کو دیانت داری سے واپس نہ کریں گے۔ شہادت دیں گے اور شہادت طلب نہ کیے جائیں گے۔ نذر مانیں گے اور پوری نہ کریں گے۔ اور ان میں موٹاپہ ظاہر ہوگا۔

شارح علیہ الرحمۃ نے کہا، قرنی نے میرے اہل عصر یعنی میرے اصحاب یا من رآنی جس نے مجھے دیکھا یا جو میرے عہد میں زندہ ہیں ان کی مدت بعثت سے ایک سو بیس [۱۲۰] سال تک جو ان سے ملیں گے یعنی ان کے قریب ہوں گے۔ وہ تابعین ہیں وہ ایک سو سے ایک سو نوے [۱۹۰] تک کا زمانہ، پھر تبع تابعین کا زمانہ اس کی مدت دو سو بیس [۲۲۰] برس ہجری تک ہے۔ پھر بدعات شروع ہوگئیں۔ معتزلہ نے اپنی زبانیں کھولیں۔ فلاسفہ نے سر اٹھائے۔ اہل علم کا خلق قرآن کے مسئلہ میں امتحان لیا گیا۔ اسلامی دور اب تک تنزل سے تنزل تر ہوتا گیا ہے۔

حضور علیہ السلام کے قرن کے بہتر ہونے کی وجہ آپ کا زمانہ بہتر ہے کہ لوگ ایمان لائے

marfat.com

جب کہ وہ پہلے کافر تھے۔ جب لوگ تکذیب کر رہے تھے تو انہوں نے تصدیق کی۔ جب لوگ آپ کی رسوائی کے درپے تھے تو اصحاب نے آپ کی اعانت کی۔ جگہ دی اور آپ کے ساتھ مل کر جہاد کیا۔

بعض شرائع نے کہا کہ اس کا قضیہ یہ ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ تابعین سے افضل، تابعین تبع تابعین سے افضل۔ اسی طرح آخر تک کیا یہ افضلیت مجموعہ کے اعتبار سے یا افراد کے لحاظ سے دو قول ہیں۔ ابن عبد البر ایک قول اور جمہور دوسرے قول کی طرف۔

ابن حجر نے کہا کہ وہ جو ظاہر ہوتا ہے جس نے آپ کے ساتھ شریک ہو کر جہاد کیا اور آپ کے زمانے میں یا آپ کے حکم سے اور اس وجہ سے اس نے اپنا مال خرچ کیا۔ بعد میں آنے والا کوئی شخص بھی اس کی فضیلت نہیں پا سکتا۔ اور جس نے ایسا نہیں کیا وہ محل بحث ہے۔ جو اہل قرن اوّل کی سیرت سے واقف ہے۔ انہیں معلوم ہے کہ کوئی ان کے فضل کو نہیں پہنچ سکتا۔

حسن بصری تابعی کبیر جن کی جلالت و امامت پر اتفاق ہے۔ نے فرمایا ہم ایسی اقوام کو ملے یعنی صحابہ کرام کو جو اہل قرن اوّل ہیں تو ان کے سامنے جو رمحسوس ہوتے ہیں نیز فرمایا ہم ایسی قوم سے ملے جو اپنی بیویوں کے ساتھ بیس سال تک ایک چٹائی پر اس حالت میں سوتے رہے کہ ان کے آنسوؤں سے بستر تر ہو جاتا بیویوں کو معلوم تک نہ ہوتا۔

فرمایا معارف چلے گئے اور مناکیر باقی رہ گئے۔ اور اکثر پڑھا کرتے تھے۔ نہیں ہے جو میرا یس اس نے میت سے راحت حاصل کی ہو۔ بے شک مرنے والا زندوں کی میت ہے۔

ربیع بن خثیم نے کہا اگر ہم اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیتے تو ضرور کہتے کہ یہ یوم حساب پر ایمان نہیں رکھتے۔

ابن حجر نے کہا کہ اس احادیث سے مستفاد ہے۔ کہ قرون ثلاثہ کے لوگ اصحاب عدل ہیں اگرچہ فضل و شرف میں مختلف ہیں۔ یہ غالب و اکثر پر محمول ہے۔ صحابہ کے بعد کے دو قرن والوں میں صفات مذمومہ پائی گئیں۔ مگر بہت تھوڑی اور قرون ثلاثہ کے بعد تو بکثرت مذمومہ صفات پائی گئیں۔

marfat.com

بوقت ولادت آپ کی والدہ نے بصریٰ کے محلات دیکھے

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری والدہ نے میری ولادت کے وقت ایک نور مشاہدہ کیا جس سے بصریٰ کے محلات روشن ہو گئے۔ اسے ابن سعد نے ابی عجفاء تابعی سے روایت کیا۔ اور ابن سعد نے ابوامامہ سے بھی روایت کیا۔ اور حاکم نے اسے صحیح کہا اور ابن حبان نے روایت کیا کہ میری ماں نے دیکھا گویا کہ ایک نور ہے جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔

شارح نے کہا کہ یہ رؤیت عین ہے اور وہ رؤیا جو مابعد والی حدیث میں ہے وہ رؤیا منامی (خواب) ہے۔ جس پر مصنف یعنی امام سیوطی بصریٰ بائے موحدہ مذمومہ و دمشق کے علاقہ میں ایک شہر کا نام ہے۔ اس نور کی تخصیص کی کہ سب سے پہلے وہ فتح ہوگا۔ اور اسی طرح ہی ہوا۔

الروض الانف میں ہے کہ خالد بن سعید بن عاص نے بعثت سے پہلے دیکھا کہ زمزم سے ایک نور نکلا۔ جس سے یثرب (مدینہ منورہ) کی کھجوریں ظاہر ہوگئیں۔ اسے بھائی سے بیان کیا تو اس نے کہا کہ یہ عبدالمطلب کا پوتا ہے۔ اور نوران سے ہے اور آپ کے علاوہ آپ کے والدین سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

تنبیہ اصح قول یہ ہے کہ بارہ ربیع الاول کو عام الفیل میں نماز فجر سے کچھ وقت قبل پیر کے روز مکہ شہر میں شعب کے مقام پر پیدا ہوئے۔ بروز جمعہ اور شہر حرام میں پیدا نہ ہوئے تاکہ کوئی یہ وہم نہ کرے کہ آپ کو شرف و بزرگی جمعہ کے دن اور حرام کے ماہ سے حاصل ہوئی۔ مفضول دن اور ماہ میں پیدا ہوئے تاکہ وقت کو بھی آپ سے شرف حاصل ہو اسی طرح آپ کا مدفن مکہ کی بجائے مدینہ منورہ ہے تاکہ آپ کے روضہ اقدس پر لوگ قصداً اور ارادۃً جائیں۔

حدیث ثانی کہ اس سے شام کے محلات روشن ہوئے ایسے مولود سے تعبیر کیا گیا۔ جس کا وہاں ظہور ہوگا، اور نور کے چمکنے سے مشرق و مغرب میں آپ کی نبوت کا اظہار ہے۔ اور کفر و شرک کے مضمحل ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

لطائف میں کہا کہ یہ نور اشارہ اس طرف ہے جو کچھ آپ لائیں گے وہ ایسا نور ہے۔

marfat.com

جس سے اہل زمین ہدایت پائیں گے۔ کفر و شرک کی تاریکی مٹ جائے گی۔ شام کا ذکر اس لیے کیا۔ یہ آپ کا دار السلطنت اور آپ کا ملک تھا اور کتب سماویہ میں یہ وصف درج ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مولد مکہ، ہجرت گاہ یثرب (مدینہ منورہ) اور ملک شام ہوگا۔ صلے اللہ علیہ وسلم۔

مستوی کی تشریح

امام مناوی کے جواہرات ہیں سے اس حدیث کی تشریح ہے۔ مجھے معراج کرائی گئی اور مستوی ظاہر ہوا۔ اور اقلام کی آوازیں سن رہا تھا۔" اسے بخاری اور طبرانی نے سیدنا ابن عباس اور ابوحبہ بدری رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔

شارح نے کہا عروج بی۔ جبریل امین مجھے ساتویں آسمان سے اوپر لے گئے صریف الاقلام فرشتوں کی اقلام کی آوازیں جن سے وہ امور الٰہیہ تحریر کر رہے ہیں۔

قاضی عیاض نے کہا مستوی استواء (باب افتعال) سے اسم مفعول ہے۔ معنی ہوگا کہ آپنے بلند مقام تک ارتقاء دیکھا کہ مبادی کائنات سے اتصال ہوگیا۔ جہاں تقادیر لکھی جارہی تھیں۔ اور تصریف احوال پر مطلع ہوا یہی وجہ ہے کہ آنے والے حوادث اور مغیبات کی خبر دی جس طرح فرمایا اسی طرح ان کا وقوع ہوا۔

آپ کو بطحیٰ مکہ کے سونا بنانے کا اختیار دینا اور آپ کا اسے قبول نہ کرنا۔

منبع موجودات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ اگر آپ چاہیں تو آپ کے لیے بطحیٰ مکہ کو سونا بنا دیا جائے تو میں نے عرض کیا نہیں لے میرے رب لیکن میں چاہتا ہوں کہ ایک دن سیر ہو کر کھاؤں اور ایک دن بھوکا رہوں۔ جب بھوکا رہوں تو تیرے حضور، تضرع و عاجزی کروں اور تیرا ذکر کرتا رہوں اور جب سیر ہو کر کھاؤں تو تیری ثنا اور شکر کروں۔ اسے احمد اور ترمذی نے ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

شارح فرماتے ہیں اس میں صبر و شکر دونوں کو جمع کیا کہ یہ دونوں کامل و مخلص مومن کی صفات سے ہیں۔

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ ترجمہ: بے شک اس میں ضرور نشانیاں

marfat.com

شکورٌ[1] ہیں ہر بڑے صابر و شاکر کو۔

اس تفصیل میں حکمت خطاب باری سے لذت اندوز ہونا ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ نے جملہ اور تفصیلی طور پر کل اشیا کا عالم اسعد باخبر ہے۔

فائدہ اس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ آپ کے پاس قلتِ مال و دولت یہ اختیاری ہے۔ اضطراری نہیں۔ اگر آپ ارادہ کریں کہ بہت زیادہ وسیع ہو سکتا ہے۔

عرضت علی الجنّۃ والنّار آنفا کی تشریح

فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے جنت و دوزخ اس دیوار کی چوڑائی میں ابھی ابھی دیکھائی گئی ہیں آج کی طرح میں نے خیر و شر نہیں دیکھے جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تمہیں معلوم ہو جائے تو بہت کم ہنسو۔ اور زیادہ وقت گریہ کرو۔ مسلم اسے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ اور ایک روایت میں مزید لکھا، اور میں نماز پڑھتا ہوں۔

شارح نے کہا جنت و دوزخ دیوار میں ایسے نظر آئیں جیسے آئینہ میں اشیا نظر آتی ہیں۔ آنفا ہمارے موجودہ وقت کے قریب آپ کے لیے پوری کائنات روشن ہوئی۔ روئے زمین سمیٹ دی گئی، آپ نے اس کے مشارق و مغارب کا ملاحظہ فرمایا۔

فائدہ اس سے مستفاد ہے کہ جنت و دوزخ مخلوق ہیں اب بھی موجود ہیں تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی نفع مند اور نقصان دہ اشیا کی تعلیم دی، نفع آور اشیا کی ترغیب اور نقصان دینے والی اشیا پر وعید سنائی۔

خصائص میں مختلف عدد والی احادیث میں تطبیق

رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے چھ اشیا سے انبیا پر فضیلت دی گئی۔ جوامع الکلم عطا کئے گئے۔ رُعب سے اعانت، غنیمتیں حلال، زمین کو پاک اور مسجد بنا دیا گیا، تمام

---

[1] پارہ ۲۵، سورۂ الشوریٰ، آیت ۳۳۔

marfat.com

مخلوق کی طرف رسول اور انبیاء کا خاتم بنایا گیا۔ اسے مسلم ترمذی نے ابو ہریرہ سے روایت کیا۔

طبرانی نے سائب بن یزید سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا، مجھے انبیاء پر پانچ صفات سے فضیلت دی گئی۔ تمام مخلوق کی طرف رسول، میری شفاعت میری امت کے لیے ذخیرہ ایک ماہ کی مسافت اپنے آگے اور پیچھے کی طرف رعب سے نصرت کی گئی۔ زمین کو مسجد اور پاک اور غنیمتیں میرے لیے حلال کی گئیں۔ اور مجھ سے قبل کسی کے لیے حلال نہ تھیں۔

بیہقی نے ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ مجھے چار اشیاء سے انبیاء پر فضیلت دی گئی۔ زمین کو مسجد اور پاک بنایا گیا۔ پس میرے امتی کو جہاں نماز کا وقت ہو جائے۔ تو اگر مسجد اور پانی نہ ملے تو ساری زمین کو مسجد اور پاک بنا دیا گیا ہے۔ تمام مخلوق کی طرف مبعوث اپنے سے دو ماہ کی مسافت تک رعب سے مدد کی گئی، اور غنائم کو حلال کیا گیا۔

امام احمد، نسائی اور مسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے لوگوں پر تین طرح سے ترجیح دی گئی۔ ہماری صفوف فرشتوں کی صفوف کی طرح بنائی گئیں، تمام زمین کو مسجد یا اس کی مٹی کو ہمارے لیے پاک کیا گیا۔ جب پانی نہ ملے تو سورہ بقرہ کی یہ آخری آیات عرش کے نیچے خزانے سے دی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہ ملیں۔

شارح نے کہا کہ تورپشتی یوں رقمطراز ہیں۔ کہ یہ اختلاف تضاد و منافات والا نہیں بلکہ اختلاف زمانی ہے۔ کہ قلیل حد والی حدیث متقدم ہے۔ پھر زیادتی ہوئی۔ اس سے زیادہ والی بیان کی پھر اضافہ ہوا تو اس سے زیادہ والی ارشاد فرمائی۔

قرطبی نے کہا کہ چھ، پانچ اور چار میں منافات نہیں کہ جس طرح علم ہوتا گیا بیان فرماتے گئے

آپ کو گیارہ خصلتیں عطا کی گئیں

زین حراقی رقمطراز ہیں کہ مختلف احادیث میں خصائص کا مجموعہ تقریباً گیارہ ہے۔

خصوصیت اوّل آپ کو جوامع الکلم عطا ہوئے۔

خصوصیت دوم رعب سے نصرت فرمائی گئی۔

خصوصیت سوم مالِ غنیمت حلال کیا گیا۔

خصوصیت چہارم روئے زمین کو پاک اور مسجد بنا دیا گیا۔

marfat.com

خصوصیت پنجم آپ تمام مخلوق کی طرف مبعوث ہوئے۔
خصوصیت ششم آپ کو خاتم الانبیاءؐ بنایا گیا۔
خصوصیت ہفتم آپ کی اُمت کی صفیں فرشتوں کی صفوں کی طرح بنائی گئیں۔
خصوصیت ہشتم آپ کو شفاعت عطا کی گئی۔
خصوصیت نہم آپ کا نام احمد رکھا گیا۔
خصوصیت دہم آپ کی اُمت خیر الامم ہے۔
خصوصیت یازدہم سورۂ بقرہ کی آخری آیات عرش کے نیچے خزانے سے دی گئیں۔

جوامع الکلم قلیل الفاظ میں معانی کثیرہ کو جمع کر دینے کو کہتے ہیں ارسلت الی الخلق کافۃ مجھے رسالتِ عامہ جو تمام مخلوق کو محیط ہے کے لیے بھیجا گیا ہے۔ جب رسالت سب پر مشتمل ہے۔ تو اب ظاہر ہے کہ کوئی فرد یا چیز آپ کی رسالت سے خارج نہیں۔

سوال طوفان کے بعد حضرت نوح علیہ السلام بھی سب کی طرف رسُول تھے کیونکہ طوفان سے وہی بچے تھے جو آپ کے ساتھ سفینہ میں سوار تھے۔

جواب حضرت نوح علیہ السلام کی رسالت عامہ نہ تھی بلکہ مخلوق قلیل تھی جب کہ سید الانبیاء علیہ السلام کی رسالت اصل بعثت میں عام ہے۔

ختم النبیون بابِ وحی بند کر دیا گیا اور طریقِ رسالت ختم کر دیا گیا کیونکہ تمیم حجت اور تکمیل دین کے بعد لوگوں کو رسلانِ عظام کی ضرورت ہی نہ رہی۔

باب الہام بند نہیں کیونکہ یہ نفوس کاملہ کے ذریعہ دین کی مدد کی ہے۔ تو ہمیشگی ضرورت کی بنا پر یہ ختم نہیں ہو سکتی، اس کی ضرورت تاکید، تجدید اور تذکیر کے لیے ہیں۔ جب باب نبوّت و رسالت بند ہوا تو تنبیہ و تذکیر کی احتیاج ہے کیونکہ وساوس میں استغراق شہوات نفسانیہ میں انہماک لوگوں میں عام ہو، لہذا اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم سے باب نبوّت کے بند کرنے کے بعد الہام کا دروازہ کھول دیا لہذا حضوؐ علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا، عیسٰے علیہ السلام کا نزول تقریر دین اسلام کے لیے ہو گا۔

زین عراقی رقمطراز ہیں کہ اس بنا پر حضرت خضر اور الیاس بھی اب نبی نہیں ہیں اور آج

marfat.com

بھی موجود ہیں لہٰذا احکام شرع محمدی کے تابع ہیں۔

آقا علیہ السلام کے بےنظیر ہونے پر جبریل کی شہادت

مفخر موجودات سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

قال لی جبرئیل قلبت مشارق الارض ومغاربہا فلم اجد رجلاً افضل من محمد وقلبت مشارق الارض ومغاربہا فلم اجد بنی اب افضل من بنی ھاشم۔

ترجمہ: مجھے جبریل نے بتایا کہ میں زمین کے مشرق و مغرب میں پھرا تو کسی شخص کو محمد کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے افضل نہ پایا اور زمین کے مشارق و مغارب میں گھوما اور کسی باپ کی اولاد بنی ہاشم کی اولاد سے افضل نہ پائی۔

رواہ الحاکم فی الکنی وابن عساکر عن عائشہ رضی اللہ عنہا (۴۰)

حاکم نے کنی ابن عساکر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا۔

شارح مناوی نے کہا حافظ ابن حجر نے اپنے امالی میں کہا لوائح صحت اس متن کے صفحات پر ظاہر ہیں۔

حکیم ترمذی نے کہا جبریل نے اس نفوس کی تلاش کے لئے نکلے جو حسن اخلاق سے طیب وطاہر ہوں۔ تو اعمال میں وہ اخلاق نظر نہ آئے کیونکہ وہ اہل جاہلیت تھے اور بنی ہاشم کے اخلاق دیکھے تو ان میں خیر و بھلائی پائی نفوس کے جواہر میں بہت زیادہ تفاوت ہے۔

تنبیہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نے لکھا کہ آپ کے خصائص میں سے ہے کہ آپ ایسی قوم کی طرف مبعوث ہوئے، جن کا کام مہمان نوازی، اونٹ ذبح کرنے، جنگ و جدل اور خونریزی تھا۔ اس پر فخر و مباہات اور اپنی بڑائی بیان کرتے، اس میں خفا نہیں ان میں عرب عجم پر فضیلت رکھتے تھے اگرچہ بعض عرب سخی اور بزدل تھے جیسے بعض عجمی سخی اور بہادر، اور اکثر بزدل اور بخیل تھے جس کا کوئی بھی منکر نہیں۔

marfat.com

حضور علیہ السلام کا نسب و صہر روز حشر بھی قائم رہے گا۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

كُلُّ نَسَبٍ وَصِهْرٍ يَنْقَطِعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا نَسَبِيْ وَصِهْرِيْ (رواه ابن عساكر عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه) (صـ۱۶۰)

ترجمہ: تمام نسب و صہر قیامت کے روز مٹ جائیں گے۔ مگر میرا نسب و صہر قائم رہے گا۔ اس کو ابن عساکر نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

مناوی نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضےٰ کرم اللہ وجہہٗ سے ان کی بیٹی سیدہ ام کلثوم کا عقد (نکاح) طلب کیا اور کہا کہ اس شخص سے بہتر کوئی شخص نہ ہوگا۔ جس کا عقد علی المرتضےٰ کی بیٹی (آلِ بیت رسول) سے ہو جائے۔ تو حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے ان سے اپنی بیٹی کا عقد نکاح کر دیا تو حضرت عمر مہاجرین کی مجلس میں آئے اور کہا کہ میرے زفاف کا انتظام کرو۔ اور پھر یہ حدیث بیان کی۔

امام سیوطی مصنف نے اس کا معنی بیان کیا۔ کہ آپ کی اُمت روز حشر آپ کی طرف منسوب ہوگی۔ جب کہ دیگر اُمم اپنے انبیاؑ کی طرف منسوب نہ ہوں گی۔

بعض نے کہا کہ اس دن لوگ آپ کی نسبت سے فائدہ حاصل کریں گے۔ اور دیگر انساب کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ سبب حدیث اس معنی کی مرجح ہے۔

طیبی نے کہا نسب کہتے ہیں آباؤ اجداد کی طرف سے قریبی تعلق و رشتۂ ولادت اور صہر وہ نسبتِ قریبہ جو رشتۂ تزوج سے حاصل ہو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ کی طرف نسبت اور نسب نفع مند ہوگا۔ دوسری روایت جس میں آپ نے نفع نسب کی اہلِ بیت کی نفی کی ہے۔ یہ اس کے معارض نہیں۔ کیونکہ اس میں اہلِ بیت تقوی خشیتِ الٰہی اور اطاعت کی ترغیب دی یا یہ کہ میں ذاتی طور پر نفع نہ دے سکوں گا۔ کیونکہ ذاتی طور پر اللہ کے سوا کوئی نفع و نقصان کا مالک نہیں) ماسوا اس کے اللہ تعالیٰ میری شفاعت و مغفرت وغیرہا سے عزت افزائی فرمائے گا۔ لہٰذا مقام تخولیف

اس کی تاویل یہ بھی ہو سکتی ہے کہ پہلے نفی کی حدیث ہو اور بعد میں نفع مند والی۔ (مترجم)

marfat.com

کی رعایت کرتے ہوئے اہل بیت سے خطاب کیا۔

آپ کے اوّل خلق اور آخری نبی ہونے کی تشریح

کُنتُ اوّل النّاس خلقا وآخرھم فی البعث۔ (صـ۱۶۱) ترجمہ: میں تخلیق میں سب لوگوں سے افضل اور بعثت میں سب سے آخری ہوں۔

اسے ابن سعد نے قتادہ سے مرسل کیا، ابونعیم نے حلیہ میں میسرۃ الفجر، اور ابن سعد نے ابن ابی جدعا اور ابن حبان نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

کنت نبیّا وآدم بین الروح والجسد۔ (صـ۱۶۱) ترجمہ: میں نبی تھا جب آدم علیہ السلام روح وجسد کے درمیان تھے۔

کے الفاظ روایت کئے یہ صحیح حدیث ہے۔

شارح مناوی رقمطراز ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کی حقیقت بنائی جس کے ادراک سے ہماری عقل وفہم قاصر ہیں اور حقیقتِ محمدیہ کی تخلیق کے ساتھ ہی وصفِ نبوت کے ساتھ متصف کر دیا۔ جب اسمِ باطن کا زمانہ ختم ہوا روح کے جسم کے اتصال اور اسم ظاہر کے ظہور کا وقت آگیا۔ تو وہ حکم جسم وروح میں بکلیہ منتقل ہوا۔

یہ تاویل کہ خلق سے مراد تقدیر ہے ایجاد نہیں کہ قبل از ولادت موجود نہ تھے۔ تو اس کا تعاقب امام سُبکی نے کیا کہ اگر اس طرح ہو تو پھر نبی علیہ السلام کے تخصیص نہیں، کیونکہ تقدیر میں ہر چیز تھی۔

کنت نبیّا فرمایا اور کنت انسانا یا کنت موجودا نہیں کہا کہ اس سے اشارہ ہے کہ آپ کی نبوت عالمِ غیب میں تخلیق اول وقت زمان میں موجود تھی نہ عالمِ شہادت میں۔ جب اسمِ باطن کا زمانہ وجود جسم ورُوح کے جسم کے آمباط کی طرف منتقل ہوا۔ تو جریان میں اسمِ ظاہر کی طرف حکم زمان منتقل ہوا تو بذاتِ جسم وروح میں نبوت ظاہر ہوئی۔ پس انبیاء ورُسل کے ادوار میں آپ کی نبوت کے باطن کا زمانہ تھا تو ہر وہ شریعت جو اسم باطن کے زمانہ میں تھی۔ اسے ظاہر نے اسے منسوخ کر دیا۔ دونوں اسم کے حکم میں اختلاف ہے۔

marfat.com

اور مشرع (شریعت دینے والا) واحد ہے (آدم بین الروح والجسد یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کا مرتبہ و مقام جو عالم ارواح قبل از اجساد انسانیہ ہے کو ظاہر کیا، اس کو شیخ محی الدین ابن عربی نے ذکر کیا۔ اسی سے یہ آیت ہے۔

اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ [۱] ترجمہ: اور اے محبوب یاد کرو جب تمہارے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی نسل نکالی اور انہیں خود ان پر گواہ کیا کیا میں تمہارا رب نہیں۔

تو سب سے اول بلٰی کہنے والی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تھی۔ لہٰذا آپ تخلیق میں انبیاء سے متقدم اور ظہور و بعثت میں آخر ہیں۔

شمائل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے تحت امام مناوی کے اہم فوائد میں سے کچھ کا تذکرہ

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث شمائل کے تحت امام مناوی نے جن فوائد کا ذکر کیا ہے ان میں کچھ کا یہاں انتخاب کیا گیا ہے۔

آپ سفید ملیح تھے۔ مسلم اور ترمذی نے شمائل میں ابوطفیل سے روایت کیا۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبْيَضَ مَلِيْحًا مُقَصَّدًا (صـ۱۶) ترجمہ: رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ملیح سفید اور میانہ قد تھے۔

مُقَصَّدٌ کا معنی ہے جسم نہ دبلے پتلے دراز قد نہ پست قد تھے۔

ترمذی کی شمائل میں ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ سفید تھے گویا کہ بالوں کی سفیدی چاندی سے بنائی گئی ہے آپ کے چچا ابوطالب نے آپ کی تعریف میں کہا

---

[۱] پارہ ۹، سورہ الاعراف، آیت ۱۷۲۔

marfat.com

ابیض یستسقی الغمام بوجھہ   ثمال الیتامیٰ عصمۃ للارامل

ترجمہ:۔ آپ کے چہرہ انور کی سفیدی سے برسنے والا سفید بادل بارش کی بھیک مانگتا ہے۔
اور آپ یتیموں، بیواؤں کی پرورش فرمانے والے ہیں۔

امام احمد کی روایت میں ہے۔ گویا آپ پگھلائی چاندی ہیں۔

بزاز کی دوسری روایت جو کہ سند قوی کے ساتھ سعید بن مسیب سے مروی ہے۔ کہ آپ نہایت سفید تھے۔ طبرانی کی ابوطفیل سے روایت کہ میں آپ کے رُخ انور کی سفیدی بالوں کی سیاہی کے ساتھ نہیں بھول سکتا۔ رجل الشعر بکسر جیم بال علیحدہ علیحدہ اسی طرح فتح میں ہے جس میں معمولی کنڈل ہوں۔ کے ساتھ تفسیر کی گئی ہے۔

مواہب میں روایت بیان کی گئی ہے۔ کہ دو بالوں کے درمیان بال یعنی نہ بالکل سیدھے نہ بالکل گھنگھریالے اس سے قلتِ شی میں مبالغہ کرنا مقصود ہے۔

بیہقی نے دلائل میں جناب علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا۔ آپ کا رنگ سفید مشربی کہ جس میں سفیدی سُرخی ساتھ تھی اور سیاہ آنکھوں والے، لمبی اور گھنی پلکوں والے تھے بیہقی نے کہا کہ مشرب سُرخی گندمی رنگ کی طرف مائل تھا۔ یہ دھوپ اور سردی کی وجہ سے ہو گیا۔ اور کپڑوں کے نیچے والا جسد مُبارک بالکل سفید تھا۔ مشربًا تشدید کے ساتھ اسم مفعول باب تفعیل، بھی مروی ہے۔ حدقۃ العین کہتے ہیں آنکھ کی سیاہی کو الاھدب لمبی پلکوں والے، اشفار کہتے پلکوں کے کنارے جہاں پلکوں کے بال اُگتے ہیں۔

سرِ اقدس :۔

کَانَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَبْیَضَ مُشْرَبًا	ترجمہ:۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا
بِحُمْرَۃٍ ضَخْمَ الْھَامَۃِ اَغَرَّ اَبْلَجَ	سفید رنگ جو سُرخی مائل تھا۔ سر مبارک
اَھْدَبَ الْاَشْفَارِ۔	عظیم صبح روشن پلکیں لمبی تھیں۔

(رواہ البیہقی عن علی رضی اللہ عنہ) اسے حضرت علی سے بیہقی نے روایت کیا۔
(ص۱۲۱)

الھامۃ سر کی بزرگی وفورِ عقل، جودتِ فکر اور کمالات کے پانے کی بنا پر محبوب و پسندیدہ ہے الاغر صبیح الابلج روشن چمکدار بعض نے کہا دونوں ابرو کے بالوں کے آپس میں عدمِ اتصال

marfat.com

کی دلیل ہے کہ عرب دونوں کی علیحدگی اور فرق کو پسند اتصال کو مکروہ خیال کرتے۔

جسدِ مبارک

كَانَ اَحْسَنَ النَّاسِ وَجْهًا وَاَحْسَنَهُمْ خَلْقًا لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ الْبَائِنِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ۔ (ص۱۶۳) ترجمہ: آپ حسین رُخ جمیل خلقت تھے کہ قد بالکل دراز تھا، نہ کوتاہ۔

بخاری ومسلم نے اسے براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

قرطبی نے خلقاً خا کے فتحہ کے ساتھ پڑھا حُسن جسم شریف مُراد ہے کیونکہ میں بالطویل کے الفاظ اسی پر دال ہیں یعنی لمبا قد یا مفرط طویل جو حد اعتدال سے بڑھ گیا ہو۔ بلکہ طویل کے قریب تھا۔

قدم مبارک

كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ النَّاسِ قَدَمًا (ص۱۶۲) ترجمہ: رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا پاؤں مبارک سب لوگوں سے زیادہ خوبصورت تھا۔

ابن سعد نے عبد اللہ ابن بریدہ سے مرسل روایت کیا۔

ابن صاعد نے سراقہ رضی اللہ عنہُ سے روایت کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا، اور وہ اپنی اونٹنی پر سوار تھے تو میں نے آپ کی پنڈلی کو دیکھا گویا کہ وہ آگ کا انگارہ ہے۔ یعنی بہت سفید تھی۔

حُسنِ خلق مُبارک

مسلم اور ابو داؤد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ النَّاسِ خُلُقًا۔ ترجمہ: رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ صاحب اخلاق تھے۔

جمیع محاسن ومکارم کے جامع ہونے اور ان میں کمال حاصل کرنے کی وجہ سے جب آپ میں غیر متناہی کامل خصائل، صفاتِ جمال وجلال ہیں جن کا کوئی احاطہ نہیں کرسکتا اسی لیے آپ کی مدح میں فرمانا ہے۔

marfat.com

اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ[1] ترجمہ: بے شک تمہارے خُو اخلاق بڑے شان کے ہیں۔

خلق کو عظیم کے ساتھ موصوف اور صلہ علی کا استعمال کیا جو استعلا کے لیے آتا ہے تاکہ آپ کے محاسنِ اخلاق کے استعلا پر دلالت کرے اور وہاں مخلوق میں سے کسی کا خلق نہ پہنچ سکے۔ کمالِ خُلق کمالِ فضل سے حاصل ہوتا ہے کہ اس سے فضائل حاصل کرتا ہے۔ رذائل سے اجتناب

مسلم کے نزدیک تمام حدیث کہ کبھی نماز کا وقت ہوتا اور آپ گھر میں رونق افروز ہوتے، تو جس چٹائی پر تشریف فرما ہوتے۔ اس پر جھاڑو پھیرا جاتا۔ اور صاف کیا جاتا۔ پھر آپ اس پر نماز کی امامت فرماتے۔ اور ہم آپ کے پیچھے نماز پڑھتے اس وقت چٹائیاں کھجور کی شاخوں کی ہوتیں۔

اس حدیث کی تمام روایتوں سے بعض روایات میں یہ بھی ہے۔ انس نے کہا کہ میرا ایک بھائی تھا جسے ابو عمیر کہا جاتا ہے۔ میرا خیال ہے وہ بالکل چھوٹے تھے پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اسے دیکھا تو فرمایا اے عمیر! نغیر کا کیا ہوا نغیر ایک پرندہ کا نام ہے جس سے وہ کھیلتے تھے۔ اسی طرح مسلم کے پاس ہے۔

نیز اس میں حضرت انس رضی اللہ عنہٗ سے مروی ہے۔ کہ آپ سب لوگوں سے زیادہ صاحب اخلاق تھے۔ پس ایک دن مجھے ایک کام کے لیے بھیجا۔ میں نے کہا بخدا میں ضرور جاؤں گا۔ میں نکلا تو ایک جگہ بچے کھیل رہے تھے۔ میں انہیں دیکھنے کے لیے کھڑا ہو گیا۔ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور پیچھے سے میری گردن کو پکڑا۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو آپ نے مسکرا کر فرمایا، انیس جہاں میں نے حکم دیا تھا۔ وہاں تو گیا تھا۔ عرض کیا حضور ابھی جاتا ہوں، اور حضرت انس ابھی بچے تھے۔

آپ حسین، فیاض اور بہادر تھے

امام بخاری، مسلم، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہٗ سے روایت کیا۔

تیرے خُلق کو حق نے عظیم کہا تیری خلق کو حق نے جمیل کیا کوئی تجھ سا نہ ہوا ہے نہ ہوگا شاہا تیرے خالقِ حسن و ادا کی قسم (اعلحضرت)

[1] پارہ ۲۹، سورۃ القلم، آیت ۴۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ النَّاسِ وَ اَجْوَدَ النَّاسِ وَاَشْجَعَ النَّاسِ۔ ترجمہ:۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ حسین، فیاض اور بہادر تھے۔

یعنی آپ تمام لوگوں سے صورت وسیرت میں حسین تھے اجود الناس سب سے زیادہ سخی اس کے ساتھ جو لوگوں کو بیحد فائدہ دے۔ کیونکہ آپ شرف میں کامل اور قلب کے لحاظ سے سب سے زیادہ بیدار طبعاً سب سے زیادہ لطیف مزاج کے اعتبار سے سب سے زیادہ عادل ہیں۔ نفس کے لحاظ سے سخی اور ہاتھ کے اعتبار سے فیاض ہیں اور فانیات سے باقیات صالحات کے ساتھ مستغنی اور اس لیے منبع جود صفات اسی کے ساتھ متصف ہیں۔ اشجع الناس سب سے زیادہ مضبوط دل اور مایوسی کی حالت میں سب سے زیادہ جرّی ہیں۔ بہادری جو کہ اللہ تعالیٰ کی جناب کریم سے ملی ہے۔ اسی وجہ سے کبھی آپ میدانِ جنگ سے فرار نہ ہوئے اور نہ ہی کوئی (ضعیف سے ضعیف) اس قسم کی روایت ملتی ہے۔ آپ کی بہادری تواتر نقلی سے ثابت ہے۔ بلکہ قرآن کریم کی نص سے ظاہر ہے۔

يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ[1] ترجمہ:۔ اے غیب کی خبریں بتانے والے کافروں اور منافقوں پر جہاد کرو۔

تنہا شخصیت کو تمام کے ساتھ جہاد کا حکم دیا۔ اور اللہ تعالےٰ طاقت سے زیادہ کسی کو حکم نہیں دیتا۔ آپ اور آپ کے ساتھی مُراد ہونے میں کوئی شک نہیں، اس لیے کہ اس کا جمع کے ساتھ مقابلہ ہے۔ اسی سے مقصود حاصل ہے۔ پس آپ میں تین قوی صفات عقلیہ، غضبیہ اور شہویہ جمع ہیں۔ حسن اعتدال مزاج کے تابع ہے۔ جو کہ عفت نفس جس کے ساتھ جودت قریحہ عقل پر دال ہے سے حاصل ہوتی ہے۔ فضائل کا حصول اور رذائل سے اجتناب کمالِ قوّتِ شہویہ ہے۔ اور شجاعت قوّتِ غضبیہ کا کمال ہے۔ یہ تینوں اخلاق فاضلہ کا فضل ہے اسی لیے ان پر اقتصار کیا۔

اس حدیث کا کچھ بقیہ حصہ جو بخاری شریف میں ہے۔ ایک دفعہ رات کو مدینہ منورہ میں

---

[1] پارہ ۲۸، سورۃ التحریم، آیت ۹۔

marfat.com

شور برپا ہوا کہ حملہ کے لیے دشمن کی فوج آگئی ہے۔ جب چند لوگ حقیقت حال معلوم کرنے کے لیے نکلے تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو طلحہ کے گھوڑے پر جو آپ نے اس سے مستعار لیا تھا۔ کی ننگی پشت پر سوار واپس تشریف لا رہے ہیں اور فرمایا کہ میں نے مدینہ کے ارد گرد چکر لگا لیا ہے خطرہ کی کوئی بات نہیں اور کہا راوی نے، کہ ہم نے آپ کو دریا پایا۔ اسی طرح باب الشجاعۃ فی الحرب میں حدیث کو روایت کیا۔

مسلم باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کے بعد کہ لوگ گھبرا کر نکلے۔ مزید روایت کیا کہ جب شور والی طرف نکلے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لا رہے تھے۔ کہ آپ گھوڑے کی ننگی پشت پر سوار تھے۔ اور گلے میں تلوار تھی۔ وہ گھوڑا تھا جو ابو طلحہ سے مستعار لیا تھا۔ اور فرمایا واپس لوٹ جاؤ کسی کا کوئی خطرہ نہیں۔

جسدِ اقدس کا اعتدال اور خوبصورتی

بیہقی نے ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ احسن صفت میانہ قد لمبائی کی طرف مائل دونوں کندھوں کے مابین فاصلہ گول رخسار سخت سیاہ بال سرمگیں آنکھیں پلکیں لمبی جب چلتے تو پورا قدم مبارک زمین پر لگتا کوئی حصہ اُونچا نہ رہتا اور جب کندھوں سے چادر اتارتے تو معلوم ہوتا کہ چاندی سے بنے ہیں اور تبسم فرماتے تو (دانت) چمکتے۔

ترمذی میں سیل الخدین ہے کہ آپ کے رخسار میں نہ گہرائی نہ اونچائی (ابھار) تھا اور ضحک فرماتے تو چمکتا اور روشن ہوتا۔ حسن کی ان صفات میں کوئی خفا نہیں۔

تکمیل ایمان سے ہے کہ اس پر ایمان رکھنا کہ آپ کے جسدِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس صورت پر تخلیق کیا جو نہ پہلے تھا اور نہ بعد۔ اثر میں ہے خالد بن ولید ایک سریہ میں نکلے اور ایک قبیلہ پر اترے۔ سربراہ قبیلہ نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کیجئے تو آپ نے فرمایا تفصیل سے بیان نہیں کر سکتا، اس نے کہا اجمال سے بیان کریں پس رسول (پیغامبر) بھیجنے والے کی شان پر ہوتا ہے۔ اسی طرح ابن منیر کی اسرار الاسرار میں درج ہے۔

مسلم نے ابو ھریرہ سے اور بخاری نے اس کے معنی میں روایت کیا۔ رسولِ اکرم

marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کا حسین رنگ تھا گویا کہ آپ کے پسینہ سے موتی جھڑتے اور جب چلتے تو تھوڑا سا جھک کر چلتے۔

ازھر اللون روشن یا حسین اور صحاح میں ہے۔ ازھر کا معنی سفید روشن یا ابیض منیر کے ساتھ تفسیر کی۔ عام محدثین نے اکمل پر محمول کیا۔

بعض نے تفسیر کی ابیض ممزوج بحمرہ سفید جو سرخی مائل ہو شائد اس نے یہ معنی واقع اور حقیقت کو دیکھ کر بیان کیا ہو۔ اظہر مذہب یہ ہے کہ سفیدی آپ کے رنگ پر غالب تھی بالخصوص کپڑوں کے ماتحت لیکن چونے کی طرح نہ تھا بلکہ روشن سرخی مائل تھا۔ کانہ عرقہ اللؤلؤ صفائی اور سفیدی میں۔

بیہقی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ جوتا گانٹھتے اور میں کاتتی اور میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ کی جبینِ اقدس پر پسینہ ہے اور اس سے نور چمکتا ہے۔ تکفأ دائیں بائیں مائل ہونا۔ راستہ کے درمیان چلنے کی بجائے ایک طرف چلتے۔

حیاء امام احمد، بخاری و مسلم اور ابن ماجہ نے ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

کان صلی اللہ علیہ وسلم اَشَدَّ حیاءً مِنَ الْعَذْرَاءِ فِی خِدْرِھَا۔ ترجمہ: رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ستر پوشی میں کنواری لڑکیوں سے زیادہ باحیا تھے۔ (ص ۱۶۴)

یعنی ستر میں جو گھر کے اطراف میں بنائے جاتے ہیں۔ کنواری لڑکیاں خلوت میں زیادہ باحیا ہوتی ہیں بنسبت جلوت و خارج کے اور آپ کا محل حیا حدود کے علاوہ تھا۔ اسی واسطے جس شخص نے اعترافِ زنا کیا تھا اس سے فرمایا کہ اس سے نکاح کیا ہے۔؟ کنایہ سے بات نہ کر جیسا کہ احادیث میں بیان ہوا۔

لوگوں کے گناہوں پر آپ بہت صابر تھے

ابن سعد نے اسماعیل بن عیاض سے مرسل روایت کیا۔

کہ آپ لوگوں کی بداعمالیوں پر سب سے زیادہ صابر تھے۔

اقذار الناس لوگوں کے برے اعمال اور اقوال کیونکہ آپ کے قلب اقدس میں اتنا انشراح تھا۔

marfat.com

جو کسی میں نہ تھا۔ لہٰذا لوگوں کے بد اعمال، بُرے اقوال اور سُوءِ سیرت یہ تمام آپ کے وسعتِ قلب کے سامنے قطرہ کی سمندر سے نسبت کی حیثیت رکھتے ہیں۔

دندانِ مبارک ترمذی، طبرانی اور بیہقی نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔

کَانَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَفْلَجَ الثَّنِیَّتَیْنِ ترجمہ: آپ کے دندان مُبارک کھلے تھے۔

اِذَا تَکَلَّمَ رُئِیَ کَالنُّوْرِ یَخْرُجُ جب کلام فرماتے تو دندان مُبارک سے

مِنْ بَیْنِ ثَنَایَاہُ۔ (ص۶۳) نور چمکتا نظر آتا۔

اَفْلَج فلج دو دانتوں کے درمیان فراخی کو کہتے ہیں۔ بعض نے اوپر والے دندان مُبارک میں زیادہ فراخی تھی جو کہ ایک صفتِ جمیلہ ہے لیکن فراخی قلیل ہو کیونکہ فصاحت میں اتم ہے۔ ثنایا سامنے والے چار دانت دو اوپر والے اور دو نیچے والے ہیں۔

آپ نُور ہیں آپ کی ذات شریفہ ظاہر و باطن میں نُور تھی۔ بلکہ جس کو چاہتے نُور عطا فرما دیتے۔ جب ابو طفیل بن عمرو دوسی اپنی قوم کے لیے آیت و معجزہ طلب کیا تو آپ نے دعا فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ نَوِّرْ لَہٗ۔ ترجمہ: اے اللہ! اسے نُور عطا کر۔

تو اس کی جبیں سے نُور چمکنے لگا تو اس نے عرض کیا کہ مجھے خطرہ ہے کہ یہ مثلہ نہ ہو جائے تو اس کے عصا کی ایک طرف پھیر دیا تو وہ حرارت کی تاریکی میں چمکتا تھا۔ اور ذوالنور کہا جاتا۔

قتادہ بن نعمان کی چھڑی نُور بن گئی ایک دفعہ برسات کی تاریک رات میں حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ نے عشاء کی نماز آپ کے پیچھے باجماعت ادا کی۔ بعد میں آپ نے اس کو ایک چھڑی عطا کی اور فرمایا "جا" یہ تیرے آگے اور پیچھے دس دس گز روشنی کرے گی۔ اور جب گھر میں ہو تو ایک سیاہ چیز دیکھے گا تو مارنا کہ وہ گھر سے نکل جائے کہ وہ شیطان ہے آپ کے فرمان کے مطابق بالکل سچ ثابت ہُوا۔

لہ سوزنِ گمشدہ ملتی ہے تبسم سے تیرے شام کو صبح بناتا ہے اُجالا تیرا۔

marfat.com

قتادہ بن ملحان کے چہرہ پر ہاتھ پھیرا تو آئینہ کی مانند اس سے اشیاء نظر آتی تھیں۔

لحیہ مُبارک طبرانی نے عدا بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ السَّبَلَةِ۔ ترجمہ: آپ کی ریش کے بال لمبے تھے۔

السبلۃ لحیہ کے وہ سامنے والے بال جو سینہ پر لٹکے ہوتے ہیں، یعنی نچلی ٹھوڑی والے بال یا لبیں۔ شرح ریش کی شرح مقامات میں ہے۔ السبلۃ سامنے والی ڈاڑھی کو کہتے ہیں۔

خاتم نبوت ترمذی میں ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ آپ کی خاتم نبوت پشت پر اٹھا ہوا گوشت کا ٹکڑا تھا۔

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ کی خاتم نبوت کبوتر کے انڈے کے مانند ابھرا ہوا گوشت تھا۔

بضعۃ بفتح با گوشت کا ٹکڑا۔ ناشزۃ ابھرا ہوا اٹھا ہوا۔ اَلْغُدَّةُ وہ گوشت جو چمڑے اور گوشت کے درمیان ہو۔ (گلٹی)، اور حرکت دینے سے حرکت کرے۔ جیسا کہ مصباح میں ہے۔

قرطبی نے کہا احادیث متفق ہیں کہ خاتم ایک ظاہر سرخ چیز جو بائیں شانہ کے قریب تھی۔ جب چھوٹی ہو تو کبوتر کے انڈے کی مانند اور جب پڑ ہو تو مٹھی برابر۔

امام و حافظ سیوطی نے لکھا ہے کہ خاتم نبوت پشت پر دل کے بالکل مقابل تھی جہاں سے شیطان داخل ہوتا ہے، اور یہ آپ کے خصائص سے ہے۔

قدمُبارک بخاری، مسلم، اور ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبْعَةً مِنَ الْقَوْمِ لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ الْبَائِنِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ اَزْهَرَ اللَّوْنِ لَيْسَ بِالْاَبْيَضِ الْاَمْهَقِ وَلَا بِالْاٰدَمِ وَلَيْسَ بِالْجَعْدِ الْقَطَطِ بِالسَّبْطِ ترجمہ: آپ قوم سے میانہ قد تھے طویل محض اور نہ کوتاہ قد، سفید گندمی رنگ نہ بالکل سفید اور بالکل گندمی نہ گھونگھریالے اور نہ لٹکے ہوئے۔

ربعۃ بفتح را و بکسر را (صحیح) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مربوع (میانہ قد والے) تھے نہ بہت لمبے جو لوگوں سے الگ معلوم ہوں۔

marfat.com

حسن اسناد کے ساتھ مروی ہے کہ آپ میانہ قد طویل کے قریب تھے۔ ازھر اللون روشن رنگ۔ ابن حجر نے کہا، کہ آپ سفید جو کہ سرخی کی طرف مائل ہو۔ دوسری روایت میں اس کی تصریح ہے جسے ترمذی اور حاکم نے روایت کیا۔

امام مناوی نے امہق کی تفسیر نہیں۔ عزیری نے بیان کیا کہ الابیض الامھق لے الکریہ الابیض ناپسندیدہ سفید چونہ کی مانند، آدم۔ بہت تیز گندمی رنگ۔ آپ کی سفیدی سرخی سے مخلوط تھی لیکن وہ سرخی صفا کے ساتھ ہو اسے ازہر کہا جاتا جیسے کہ قرطبی نے ذکر کیا۔ عرب لوگ اس قسم کے رنگ والے کو اسمر بھی کہتے ہیں۔ سمرۃ سے مراد بھی وہ سفیدی جو سرخی کے ساتھ مخلوط ہو۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے امام احمد اور بزاز نے روایت کیا۔ ابن حجر نے کہا ابن حبان نے اس روایت کو صحیح کہا کہ آپ اسمر گندمی رنگ والے، تھے۔

بیہقی کی دلائل میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ سفید تھے کہ جس میں سفیدی سمرہ کے ساتھ مخلوط ہو۔

سند حسن کے ساتھ روایت احمد کے الفاظ ہیں اسمر الی البیاض گندم گوں سفیدی کی طرف مائل ہو۔

الجعد القطط۔ سخت سیدھے اور موٹے السبط الی المستوسل لٹکے ہوئے۔

بازو مبارک ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے بیہقی نے روایت کیا۔

كَانَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَبْحَ الذِّرَاعَيْنِ بَعِيْدُ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ اَهْدَبَ اَشْفَارِ الْعَيْنَيْنِ (ص۱۶۵)	ترجمہ: آپ لمبی اور چوڑی کلائیوں والے کھلے شانوں والے، لمبی پلکوں والے تھے۔

شبح الذراعین کلائی لمبی اور چوڑی بعیدما بین المنکبین۔ پُشت کا اعلیٰ حصہ جوڑا۔ المنکب۔ بازو سر اور کندھے کا مجموعہ۔ ان کا بعید ہونا سینے کی کشادگی پر دال ہے۔ اور یہ علامت نجابت ہے۔

بال شریف ترمذی اور ابن ماجہ نے اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا۔

شَعْرُهٗ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	ترجمہ: آپ کے بال کانوں کی لو ح اور

marfat.com

دُوْنَ الْجُمَّۃِ وَ فَوْقَ الْوَفْرَۃِ (صلٰ ۱۶۶) شانوں کے مابین تھے۔

ترمذی اور ابن ماجہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ کے سفید بال تقریباً بیس تھے۔

اَلْجُمَّۃِ۔ سر کے بال جو کانوں کی لو سے تجاوز کر جائیں شانوں تک پہنچیں یا نہ اسی طرح صحاح میں ہے نہایہ میں ہے جو کندھوں سے نیچے تھے۔ الوفرۃ جو کانوں تک پہنچیں، یا لو سے تجاوز کر جائیں جیسا کہ قاموس میں ہے۔

ابو شامہ نے کہا کہ صحیح احادیث اس پر دال ہیں کہ بیشک آپ کے بال نصف کان تک تھے ایک روایت میں کانوں کی لو تک۔ دوسری روایت لو اور کندھوں کے درمیان تک ایک اور روایت شانوں کے قریب تک تھے۔ ایک اور روایت میں شانوں تک تھے۔ لیکن اس سے زیادہ کی کوئی روایت ہم تک نہیں پہنچی۔ یہ اختلاف روایات اختلاف احوال کی بنا پر ہے۔ پس یہ متعدد روایات حج و عمرہ کی ادائیگی کے بعد ہیں۔

یہ روایت کہ شانوں سے زیادہ لمبے کی کوئی روایت نہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں آپ کے بال رک گئے جس طرح کہ ہر انسان کے بال ایک حد پر آکر رک جاتے ہیں۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب اس حد پر پہنچتے ہوں تو آپ نصف یا لو تک کٹوا دیتے ہوں لیکن حج و عمرہ کے علاوہ بال کٹوانے کی کوئی روایت نہیں ملتی۔

شائد یہ بھی ممکن ہے کہ سن چھ ہجری عمرۂ حدیبیہ کے بعد یہ صفات ہوں کہ ایک عرصہ بال چھوڑے ہی نہیں جو کندھوں سے تجاوز کر جاتے کیونکہ سات ہجری میں عمرہ کی قضا دی اور آٹھ میں جعرانہ سے عمرہ کیا، اور دس میں حج کے مناسک ادا کیے۔

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

کَانَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ضَخْمَۃَ الرَّأْسِ وَالْیَدَیْنِ وَالْقَدَمَیْنِ۔ ترجمہ:۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر ہاتھ اور پاؤں عظیم تھے۔

(صلٰ ۱۶۶)

مسلم اور ترمذی نے جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ آپ کا منہ عظیم آنکھوں

marfat.com

کی سفیدی میں سرخی اور ایڑیوں میں کم گوشت تھا۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیہقی نے روایت کیا۔ آپ کی کھوپڑی عظیم اور ریش بڑی تھی۔
ضخم کا معنی عظیم اور روایت میں ضخم الھامۃ بڑی کھوپڑی۔ الیدین کلائیاں جس
طرح دوسری روایت میں اس کی تصریح ہے ضلیع الفم اے عظیمہ۔ بڑا منہ یا کشادہ عرب
اس کے ساتھ مدح کرتے ہیں۔ اشکل العینین۔ آنکھوں کی سفیدی میں سرخی یہ محمود صفت
ہے۔ منھوس العقب۔ ایڑی کا قلیل گوشت۔ ضخم الھامۃ بڑی کھوپڑی سر کا بڑا
ہونا عظمت پختگی اور وفور عقل پر دال ہے۔
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جلیل القدر تھے کہ چہرہ انور ایسے چمکتا کہ محسوس ہوتا کہ چودھویں
رات کا چاند آپ کے رخ انور پر چمک رہا ہے۔ بہت زیادہ طویل قد اور نہ بالکل پست و کوتاہ
قد تھے۔ سر کی کھوپڑی عظیم بالوں میں کنگھی کرتے۔ اگر آسانی سے مانگ نکل آتی تو نکال لیتے ورنہ
ویسے ہی چھوڑ دیتے۔ سر کے بال کانوں کی لو سے تجاوز نہ کرتے۔ روشن رنگ کشادہ پیشانی
باریک اور غیر متصل ابرو غضب کی حالت میں جبیں کی رگ ابھر آتی۔ ناک لمبی اور اس کا سرا
باریک ناک کی ہڈی اٹھی ہوئی بھاری ریش اور عظیم منہ تھا۔ دانت روشن باریک اور ان کے
درمیان کچھ فاصلہ تھا۔ سینہ کے وسط میں بال ڈوری کی مانند تھے۔ صورت صفائی میں چاند
کی مانند تھی۔ حسین شکل سینہ اور شکم مساوی تھے۔ سینہ چوڑا دونوں کندھوں کے درمیان فاصلہ
موٹی اور مضبوط ہڈیوں والے، روشن بدن والے لبہ اور ناف بالوں سے ملے ہوئے گویا کہ
ایک خط ہے۔ پستان سے عاری کلائیاں اور کندھوں پر بال تھے۔ سینہ بلند آپ کے ہاتھوں
کے گٹے طویل تھے۔ فیاض و سخی پر میخ متوسط ہڈیوں والے، ہاتھ پاؤں کی انگلیاں موٹی اور
طویل تھیں۔ آپ کا پورا پاؤں زمین پر لگتا اور قدم نرم اور برابر تھے۔ گویا کہ ان سے چشمہ ابل
رہا ہے۔ جب چلتے تو پورا اس طرح قدم اٹھاتے کہ اس میں دائیں بائیں جھکاؤ نہ ہوتا۔ اور
چلتے ہوئے قدموں کا جھکاؤ آگے کو ہوتا اور سبک رفتار لمبے لمبے قدم رکھتے۔ دائیں بائیں دیکھتے
تو پورا رخ اس طرف پھیر لیتے۔ آنکھ کے کونے سے نہ دیکھتے۔ چلتے ہوئے نگاہ زمین پر رکھتے
اور آپ کی نگاہ بہت دور تک جاتی تھی اور آسمان کو بہت دور تک دیکھ لیتے۔ اپنے اصحاب

marfat.com

کو اپنے آگے چلنے کا حکم دیتے جو بھی آپ کو ملتا سلام میں آپ پہل کرتے۔

ترمذی نے شمائل طبرانی اور بیہقی نے لسے ہند بن ابی ہالہ سے روایت کیا ہے۔ اس کی شرح میں امام مناوی رقمطراز ہیں۔

فخما سرداروں اور بلند پایہ لوگوں سے عظیم تر کسی میں یہ ہمت نہیں کہ آپ کی تعظیم نہ کرے اگرچہ پہلے عدم تعظیم کا مصمم ارادہ کرچکا ہو۔ لہٰذا یہ فخامت جسمانی نہیں ہے۔

بعض نے کہا فخما کا معنی اپنے اصحاب کے نزدیک عظیم القدر اور جس نے آپ کو نہیں دیکھا اس کے نزدیک مفخما یعنی عظیم ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اصحاب کرام آپ کی مجلس میں یوں بیٹھتے کہ ان کا کوئی بال اور کوئی جوڑ تک حرکت نہ کرتا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے۔ گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھتے ہیں۔ تاریکی کا ڈر اور نہ اجلال کا خوف۔

یتلألؤ کا معنی ہے روشن و درخشاں المشذب دراز اور طویل قد الھامہ کا معنی سر ہے رجل الشعر گویا کنگھی کی عقیقہ شعر یعنی سر کے بالوں کو دو حصوں میں تقسیم کرتے۔ نصف داہنی جانب اور نصف بائیں جانب ان کا عقیقہ نام رکھ کر نومولود بچہ کے بالوں سے تشبیہ دی اگر آسانی سے بال متفرق ہو جاتے تو کرلیتے ورنہ اسی طرح پیچھے کی جانب کر دیتے۔ ازھر اللون کا معنی سفید اور روشن رنگ کہ یہ تمام رنگوں سے زیادہ خوبصورت ہے۔ ازج الحواجب ابرو جدا جدا اور گھرے بال۔ سوابغ کامل فی غیر قرن مجتمع نہ ہونا یعنی ابرو طویل تھے کہ عجلت نظر ہیں دونوں طرف سے ملے ہوئے معلوم ہوتے۔ بلند بانسہ نتھنوں والی ناک تھی۔ اشم شمّ سے مشتق ہے۔ ناک کے بانسہ کا بلند ہونا اور نتھنوں کا باریک ہونا۔ کثۃ اللحیۃ ریش مبارک طویل تھی نہ چھوٹی اور ہلکی بلکہ کثیر بالوں والی یعنی ڈاڑھی گھنی تھی۔ ضلیع الفم یعنی منہ مبارک عظیم تھا۔ الاشنب دندان مبارک سفید روشن تھے اور ثنایا کے مابین کچھ فاصلہ بھی تھا۔ المسربۃ سینہ سے ناف تک ڈوری کی مانند تھے۔ الدمیۃ الصورت البادن جسم مبارک فربہ سواء البطن والصدر دونوں برابر تھے کوئی باہر نکلا ہوا نہ تھا۔ الکرادیس ہڈیوں کے سرے۔ انور المتجرد روشن جسد والے اللبہ۔ گردن کی ذبح کرنے کی جگہ۔ وہ سینہ سے اوپر حلق سے نیچے والی جگہ ہے۔ الزند ہاتھ

marfat.com

کا گھٹنا۔ رحب الراحۃ کشادہ ہاتھ والے اور زمخشری نے کہا کہ ہاتھ کی کشادگی سخاوت اور تنگی بخل کی علامت ہے۔ سبط القصب آپ کی ساخت موزوں تھی۔ کہ ہاتھ پیروں اور رانوں کی نل گدے والی تھیں کہ ان میں اونچ نیچ نہ تھی بلکہ بالکل موزوں گول اور چربی سے بھری ہوئی تھیں شثن الکفین والقدمین انگشت ہائے ہاتھ پاؤں موٹی اور لمبی تھیں نہ قصیر۔ یہ محمود صفت ہے جو کہ قوت پر دال ہے اور یہ بخاری شریف کی روایت معارض نہیں جس میں حضرت انس سے مروی ہے۔ کہ میں نے آپ کے دستِ مبارک سے زیادہ نرم حریر و دیباج کو بھی نہ پایا اس لیے کہ نزاکت چمڑے اور غلظت ہڈیوں میں ہوتی ہے لہٰذا ملائمتِ جسم اور قوت جمع ہو سکتی ہیں۔

اسی لیے ابن بطال نے کہا کہ آپ کے ہاتھ گوشت سے پُر تھے باوجود ضخامت کے نہایت ملائم تھے۔ سائل الاطراف انگشت ہائے طویل تھیں۔ جیسا کہ نہایہ میں ہے۔ بیہقی وغیرہ نے کہا آپ کی انگلیاں طویل بغیر عقد اور غلظت کے تھیں اور اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے گویا کہ آپ کی انگلیاں چاندی کی ڈلیاں ہیں خمصان الاخمصین یہ خمص سے مشتق ہے اس کا معنی ہے دُور ہونا۔ اخمص کا معنی ہے تلوے کا وہ حصہ جو چلتے ہوئے زمین کے ساتھ نہ لگے۔ (یعنی آپ کا قدم مبارک پورا زمین کے ساتھ لگتا تھا)۔ مسیح القدمین قدم مبارک مساوی و برابر تھے ان میں تکسر و تشقق (پھٹا ہوا ہونا) نہ تھا۔ ینبو عنہما الماء یعنی پانی بہتا۔ اذا زال زال تقلعا یعنی جب چلتے تو دونوں قدم باری باری مکمل اٹھاتے۔ جیسے قوت والے انسانوں کی عادت ہوتی ہے۔ چلتے ہوئے دائیں بائیں میلان نہ ہوتا یا آگے کی طرف جیسا کہ اگلے کلمات سے عیاں ہے۔ کہ آپ اس انداز مشی فرماتے گویا کہ کسی بلندی سے نیچے اتر رہے ہیں ذریع المشیۃ فراخ قدموں کے ساتھ تیز تیز چلنا التفت جمیعا اگر دائیں بائیں جانب دیکھنا ہوتا تو مکمل اس جانب پھر جاتے آنکھ کے کونے یا گردن پھیر کر نہ دیکھتے۔ دلجی نے کہا کہ یہ اس وقت تھا کہ جب آپ نے پیچھے کی جانب دیکھنا ہوتا۔ دائیں یا بائیں طرف دیکھنے کے لیے صرف گردن بھی پھیر لیتے۔ الطرف کا معنی بصر آنکھ ہے اور چلتے ہوئے زمین پر نظر رکھتے۔ بہت کم آسمان کی جانب نگاہ اٹھاتے کیونکہ آپ ہمیشہ مراقبہ میں رہتے۔ اور مسلسل فکر میں مشغول۔ بنے! کیونکہ اوپر دیکھنے سے مراقبہ و فکر میں خلل واقع ہونے کا خطرہ رہتا ہے۔ یہ اس وقت ہے کہ جب آپ خاموش ہوتے اور گفتگو کے دوران

marfat.com

اوپر بھی دیکھتے جیساکہ ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ جب گفتگو فرماتے تو اکثر آسمان کی جانب نگاہ اٹھتی۔ لیکن حالتِ نماز میں کبھی اِدھراُدھر یا اوپر نہ دیکھتے جب یہ آیت نازل ہوئی۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ[1]
ترجمہ:۔ اور جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں۔

امام مناوی نے کہا میں نے حافظ مغلطائی کے خط کو دیکھا ابن ظفر نے ذکر کیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس ایک راہب کتاب لایا جو اسے اپنے آباؤ اجداد سے ورثے میں ملی تھی۔ اور اسے اصحابِ مسیح علیہ السلام نے لکھا اس میں لکھا تھا۔

الحمد للہ الذی قضی فیما قضی وسطر فیما سطر انہ باعث فی الامیین رسولا لا فظ ولا غلیظ ولا صخاب فی الاسواق ولا یجزی السیئۃ بالسیئۃ ولکن یعفو ویصفح امتہ الحمادون نظرہ الی الارض اکثر من نظرہ الی السماء۔ (ص۶۸)

ترجمہ:۔ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے فیصلہ کیا جس میں فیصلہ اور لکھا جس میں لکھا بے شک وہ ان پڑھوں میں ایسا رسول بھیجنے والا جو نہ متفرق کرنے والے نہ سخت مزاج اور نہ بازاروں میں گھومنے والے ہیں اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے ہیں بلکہ معاف اور درگذر کرتے ہیں آپ کی امت بہت حمد کرنے والی ہے آپ کی نگاہ زمین کی طرف زیادہ رہتی بنسبت آسمان کے۔

آپ جلی نظر سے دیکھتے اور اپنے اصحاب کو اپنے آگے چلاتے اور خود ان کے پیچھے چلتے یہ بطور تواضع اور تعلیم اُمّت کے لیے تھا کہ راہنما کو پیچھے چلنا چاہیئے یا کہ ان کے حالات کی معاش میں ملاحظہ کرے اور اپنے بھائیوں کا مشاہدہ اور جو تربیت کا مستحق ہو اس کی تربیت کرے۔ جو محتاجِ تکمیل ہو اس کی تکمیل جو مستحقِ عتاب ہو اس پر عتاب اور جو لائق ادب ہو اس کا ادب کرے یہ شان سربراہ کی اپنی رعیت کے ساتھ ہے یا اس لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پیچھے چلتے کہ فرشتے وغیرہ آپ کے پسِ پُشت چلتے۔

marfat.com

[1] پارہ نمبر ۱۸، سورہ المؤمنون آیت ۲۔

وكان صلى الله عليه وسلم اذا مشى لم يلتفت۔ ترجمہ: رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب چلتے تو نہ رکتے یا دائیں بائیں متوجہ نہ ہوتے۔

اسے حاکم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

امام مناوی اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔ لم یلتفت اس لیے آپ مسلسل سفر کرتے۔ سُستی وکاہلی اور توقف ترک کرتے، اور جو دائیں بائیں متوجہ ہوتا ہے تو اس کی رفتار میں کاہلی لازمی آجاتی ہے۔ تاکہ آپ کا دل اپنے سے پچھوں والوں کی طرف مائل نہ ہو اور تاکہ اپنے اصحاب اور ان کے احوال سے مطلع نہ ہوں۔ یہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتِ شان ہے۔

وكان صلى الله عليه وسلم اذا مشى اسرع حتى يهرول الرجل وراءه فلا يدركه (رواه ابن سعد عن يزيد بن مرثد مرسلا) ترجمہ: سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جب چلتے تو تیز رفتاری سے چلتے، یہاں تک کہ آپ کے پیچھے چلنے والے شخص تکلف سے تیز چلنے کے باوجود آپ کو چھو نہیں سکتا تھا۔

امام مناوی نے کہا زمخشری نے کہا یعنی سُست رفتار سے ذرا تیز قرآن حکیم کے حکم کے مطابق

وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ[1] اور میانہ چال چل۔

دو رفتاروں (کاہلی وسستی اور بہت زیادہ تیز رفتاری) کے درمیان یعنی سُست رفتار والوں کی طرح آہستہ آور نہ اچھل اچھل کر تیز چلنے والوں کی طرح تیز رفتار چلتے۔

شمائل ترمذی میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ سبک رفتار کسی کو نہ دیکھا گویا کہ آپ کے لیے زمین لپیٹ دی گئی ہے۔ ہم بڑی کوشش سے آپ کو پہنچتے، جب کہ آپ بڑے اطمینان و وقار کے ساتھ چلتے تھے جتنا سفر دوسرے لوگ بسیار کوشش سے طے کرتے ہیں اتنا آپ بغیر کوشش کے بآسانی طے کر لیتے۔

ابن عساکر نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ ایسی رفتار سے چلتے کہ اس میں عُجلت ہوتی نہ کاہلی۔

امام مناوی رقمطراز ہیں کہ سبک رفتاری تھی اس کے باوجود آپ نہایت اطمینان سے چلتے اور تیز چلنے کی کوشش نہ کرتے۔

---

[1] پارہ ۲۱، سورۃ لقمان، آیت ۱۹۔

marfat.com

آپ کے کلام میں ترتیل تھی

ابوداؤد میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس کلام میں ترتیل یا ترسیل تھی۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ کے کلام میں ترتیل تھی یعنی ٹھہر ٹھہر کر اس طرح کلام فرماتے ہیں کہ اس کے حروف وسکنات واضح سمجھ میں آتے اس طرح کہ سامعین کلام کے حروف کو شمار کر سکتے تھے۔ یا ترسیل یہ عطف تفسیری ہے یا راوی کو شک لاحق ہوا کہ ترتیل فرمایا یا ترسیل۔

مسئلہ اس سے ایک جماعت نے یہ اخذ کیا کہ ترتیل سے تھوڑی تلاوت زیادہ تلاوت سے فضیلت رکھتی ہے۔ کیونکہ تلاوت سے مقصد فہم وتدبر ہے اور بعض علماء نے کہا، زیادہ تلاوت کرنا اگرچہ اس میں ترتیل نہ ہو افضل ہے انہوں نے اخبار کثیرہ سے استدلال کیا۔

ابن قیم نے کہا صواب یہ ہے کہ ترتیل سے قرأت اور تدبر ارفع الشان ہے اور کثیرۃ قرأت کا ثواب زیادہ ہے۔ پہلے کی مثال کہ اس نے ایک جوہر عظیم صدقہ کیا اور دوسرے کی مثال جیسا کہ اس نے دنانیر صدقہ کر دیا۔

آپ کو پسینہ بہت آتا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے امام مسلم نے روایت کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بہت پسینہ والے تھے۔ العرق کا معنی ہے انسان کی جلد سے جو گرم ہونے پر قطرات ٹپکتے ہیں۔

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا آپ کے پسینے کو جمع کرتیں اور بطور خوشبو استعمال کرتیں۔ کہ اس سے بہت مہک آتی تھی۔

آپ کا کلام صاف اور واضح ہوتا

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ابوداؤد نے روایت کیا۔ کہ آپ کا کلام واضح فاصل ہوتا کہ ہر ایک سامع اسے سمجھ لیتا۔

فصلاً کا معنی ہے کہ حق وباطل کے درمیان امتیاز کرنے والا کہ کسی پر التباس نہ ہے۔ بلکہ ہر سامع اسے سمجھ لے۔ یہ کمال فصاحت اور ایضاحِ کلام پر قدرت کی دلیل ہے۔

اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بطور استعجاب کہا کہ آپ ہم میں رہے کہیں باہر

marfat.com

نہیں گئے۔ اس کے باوجود آپ ہم سب سے کہیں زیادہ فصیح و بلیغ ہیں تو آپ نے فرمایا کہ لغتِ اسماعیل علیہ السلام مٹ چکی تھی۔ جبریل امین اسے میرے پاس لائے تو میں نے اسے محفوظ کر لیا۔

روایت میں آتا ہے کہ آپ اہل فارس کے ساتھ فارسی میں گفتگو فرماتے۔

زمخشری نے کہا مغالطہ ڈالنے والوں کو آپ نے لاجواب کر دیا کہ وہ مبہوت و متھور ہو گئے اور تعجب کرنے لگے۔

خالق کائنات نے عربی لسان کو سب سے زیادہ قوت عطا کی اور اس کا زبدہ رسولِ پاک صلے اللہ علیہ وسلم کو عطا کر دیا۔ لہٰذا عرب و عجم میں سے کوئی خطیب آپ کے سامنے نہ ٹھہر سکا۔ مسجع۔ عبارت پیش کرنے والا آپ کے سامنے خاموش ہو گیا۔ آپ کا کلام لوگوں کے کلام میں وہی حیثیت رکھتا جو گھوڑے کے رنگ میں اس کی پیشانی پر سفید بالوں کی ہے۔

ابن قیم نے کہا کہ آپ فصیح الخلق شیریں کلام اس کی ادائیگی میں سریع گویائی میں صاحبِ حلاوت تھے کہ آپ کا کلام دلوں کو گرفتار، رُوحوں کو قیدی بنا لیتا جس کی شہادت اعداء نے بھی دی۔ آپ کے موجز و معجز کلام پر کثیر تصانیف تالیف کی گئیں۔

آپ کا رُخ انور مستدیر اور روشن تھا

امام مسلم نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہٗ سے روایت کیا۔ کہ آپ کا رُخ انور آفتاب و ماہتاب کی طرح اور مستدیر تھا۔

روشنی میں آفتاب حسن و ملاحت میں ماہتاب کی مانند تھا کیونکہ سورج کو پوری طرح دیکھا نہیں جا سکتا۔

آپ کذب کو بہت قبیح خیال کرتے

بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ اخلاق میں سے کذب و جھوٹ کو سب سے برا سمجھتے۔

سب سے قبیح خلق جھوٹ اس لیے ہے کہ اس میں کثرتِ ضرر اور اس پر مفاسد و فتن بکثرت مترتب ہوتے ہیں۔ اور آپ رضا و ناراضگی میں حق کے سوا کچھ نہ فرماتے اسی لیے آپ اپنے اصحاب اور اہل بیت کو جھوٹ پر بہت زجر فرماتے کیونکہ اس پر ایسے امور مترتب ہوتے ہیں جس سے لوگوں

marfat.com

کو نقصان و ضرر ہوتا ہے۔

بعض حکما کہتے ہیں کہ جب سفیر نے جھوٹ بولا تو اس کی تدبیر ختم ہو گئی۔

جب مال آتا تو آپ اسے فوراً تقسیم کر دیتے

بیہقی اور خطیب نے حسن بن محمد بن علی سے مرسلاً روایت کیا کہ رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جب مال آتا تو رات اور قیلولہ سے قبل تقسیم کر دیتے۔

اگر مال دن کے آخری حصہ میں آتا تو رات سے قبل تقسیم کر دیتے۔ اور اگر صبح کے وقت آتا تو دوپہر سے قبل مستحقین میں تقسیم کر دیتے۔ رات یا دوپہر تک نہ روکے رکھتے۔ بریں بنا کہ احسان صدقہ میں جلدی کرنے سے شرح صدر پاکیزگی نفس اور منعم قلب ہوتا ہے۔ کیونکہ صدقہ و انفاق کو شرح صدر میں تاثیر عجیب ہے۔

جب کوئی خوش کن بات سنتے تو سجدہ شکر ادا کرتے

اور داؤد اور ابن ماجہ نے ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی مسرت کی بات سنتے تو سجدہ شکر ادا کرتے۔

سجدۂ شکر مستحب ہے

اسی لیے مستحب ہے کہ جب کسی نعمت کا حصول یا کسی مصیبت کا اندفاع ہو تو بارگاہ الٰہی میں سجدۂ شکر ادا کرے۔ کہ بندہ کے لیے انتہائی تواضع سجدہ ہے کہ اپنے مکارمِ رخ کو زمین پر رکھتا ہے۔ اور اپنے جوارح کو جھکا دیتا ہے۔ بندہ کے لائق و مناسب ہے کہ جتنا اسے قربِ الٰہی نصیب ہو گا، اتنی ہی تذلل میں لذت و راحت بڑھے گی۔ اس میں جلب و ربط نعمت ہے۔ جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:۔

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ[1] ترجمہ:۔ اور یاد کرو اگر احسان مانو گے تو میں تمہیں اور دوں گا۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق میں سے سب سے زیادہ انعاماتِ الٰہیہ کے شاکر ہیں کہ آپ کا یقین محکم ہے لہٰذا آپ سب سے زیادہ سجدہ ریز ہوتے۔

اس میں امام شافعی کے لیے حجت ہے کہ حصول سرور یا دفع ضرر پر سجدۂ شکر مستحب ہے۔

---

[1] پارہ ۱۳ سورہ ابراھیم، آیت ۷

marfat.com

آپ کی آواز دورانِ خطبہ بلند ہوجاتی

ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دیتے تو آپ کی چشمان سُرخ اور آواز بلند اور غضب سخت ہوجاتا، گویا کہ آپ لشکر کو ڈرانے والے ہیں جو کہتا ہے۔

امام نووی نے کہا کہ سخت غضب کی وجہ آپ کا کسی امرِ عظیم سے ڈرانا تھا (آخرہ)

یہ ابن ماجہ وغیرہا کی حدیث کا ایک قطعہ و حصّہ ہے آپ نے فرمایا میں اور قیامت اس طرح ہیں جیسی یہ دو انگشت ہیں اور انگشت سبابہ اور وسطی کو ملایا، پھر فرماتے اما بعد! بے شک بہتر امور اللہ کی کتاب اور بہتر ہدی محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ہے سب سے بُرے اُمور محدثات ہیں۔ اور ہر بدعت (سیئہ) گمراہی ہے بمسلم کی روایت میں خیر الحدیث کتاب اللہ۔ (بہتر حدیث اللہ کی کتاب ہے۔

ابن قیم نے کہا رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم زمین، منبر اور اُونٹ پر خطبہ ارشاد فرماتے اور ہر خطبہ اللہ کی حمد وثناء سے شروع کرتے قول کثیر میں ہے کہ خطبۂ استسقاء استغفار سے شروع کرتے اور اکثر و بیشتر قرآن کریم سے خطبہ ارشاد فرماتے اور ہر وقت حسب موقعہ وضرورت خطبہ دیتے اور جب آپ گھر سے نکلتے تو آپ کے ہاتھ عصا نہ ہوتا۔ ایمرا لجفسی خطبہ، خطبہ راتبہ سے طویل ہوتا۔

آپ ازواجِ مُطہرات کے ساتھ میانہ روی سے پیش آتے

ابن سعد اور ابن عساکر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا، کہ جب آپ اپنی ازواج کے پاس تشریف لاتے تو سب سے زیادہ نرم مزاج اور سب سے زیادہ متبسم اور خُوش ہوتے۔

یہاں تک کہ ایک بار حضرت عائشہ کے ساتھ دوڑے تو حضرت عائشہ سبقت لے گئیں۔ جیسا کہ ترمذی نے روایت کیا۔

ابن قیم نے کہا کہ آپ کی ان کے ساتھ عنایات اور شفقتوں میں سے ہے کہ جب رات کو ان کے پاس تشریف لے تو اس انداز سے سلام کہتے کہ بیدار شخص سُن لے اور سویا ہوا

marfat.com

بیدار نہ ہو اس کو مسلم نے روایت کیا۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی سہیلیوں کا خیال فرماتے

امام مسلم نے حضرت عائشہ سے روایت کیا کہ جب آپ بکری ذبح کرتے تو فرماتے کہ اس سے خدیجہ کی سہیلیوں کو پہنچاؤ۔

اس حدیث سے عہد کا لحاظ، حسن محبت اور دوست واقربا اگرچہ فوت شدہ ہوں۔ ان کا احترام ثابت ہوتا ہے۔

بوقت تبسم آپ کا چہرہ چاند کی مانند چمکتا

امام بخاری و مسلم نے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، کہ سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم مسرور ہوتے تو آپ کا رُخ انور چاند کی مانند چمک اُٹھتا۔

امام مناوی اس کی شرح میں رقمطراز ہیں کہ یہ تمثیل شعراء کی عادت کے مطابق ہے ورنہ کوئی چیز آپ کے حُسن کے مساوی نہیں ہو سکتی۔

طبرانی میں جبیر بن مطعم سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف ایسے رُخِ انور کے ساتھ متوجہ ہُوئے جو چاند کا ٹکڑا تھا یہ متوجہ ہوتے وقت کی صفت پر محمول ہے۔

بزار کی روایت میں ہے گویا کہ چاند کا حلقہ ہے۔

مدینہ منورہ کے بچے نمازِ فجر کے بعد حصُول تبرک کیلیے پانی لاتے

امام احمد و مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہُ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم جب نمازِ فجر سے فارغ ہوتے تو آپ کے پاس مدینہ منورہ کے بچے پانی کا برتن اٹھائے ہُوئے آتے تو آپ ان برتنوں میں اپنا ہاتھ ڈال دیتے۔ نماز غد سے مُراد نماز فجر ہے اور پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنا برکت کے لیے ہے اس میں لوگوں کے ساتھ نیکی اور احسان ہے۔ اور آپ کا لوگوں کے ساتھ قرب ہے تا کہ ہر حق والے کو اس کا حق ملے اور جاہل کو علم ہو جائے اور تا کہ آپ

marfat.com

کے افعال کی اقتدا کرے۔ اسی طرح آپ کے بعد آئمہ کرام کو کرنا چاہیئے۔

ابن عسا کر نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ فجر پڑھانے کے بعد لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور فرماتے کیا تم میں کوئی مریض ہے کہ اس کی میں عیادت کروں۔ اگر صحابہ کرام کہتے نہیں تو فرماتے کوئی جنازہ ہو تو اس کے ساتھ چلیں اگر اصحاب کہتے نہیں تو فرماتے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہو تو وہ بیان کرے۔

مناوی رقمطراز ہیں یَقُصُّھَا ہم سے ذکر کرے تاکہ ہم اس کی تعبیر بیان کریں۔

حکیم ترمذی نے کہا احلام و رؤیا (خواب) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک عظیم الشان ہے اسی لیے روزانہ اصحاب سے دریافت فرماتے کہ یہ غیب سے ملکوت کی اخبار ہیں اور اس میں لوگوں کے لیے بشارت، انذار اور عتاب وغیرہ سے امردین میں نفع ہے۔

قرطبی نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اصلاح و صدق کے لیے دریافت فرماتے اور معلوم ہو جائے کہ ان کے رؤیا صحیح ہیں۔ ان سے کثیر مغیبات کی اطلاع ہو جاتی ہے۔ اور اصحاب کے لیے رؤیا کے ساتھ اعتنا اور ان کے فوائد کے لیے شوق بڑھانا مسنون ہے نیز کیفیت تعبیر کی تعلیم دیتے۔

ابن حجر نے کہا کہ صبح نماز فجر کے بعد رؤیا بیان کرنا مسنون ہے، جیسا کہ اس حدیث سے مستفاد ہو رہا ہے۔

طبرانی اور بیہقی نے دلائل میں ذکر کیا ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم جب صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تو ارشاد فرماتے کہ آپ میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے۔ جب کوئی شخص کہہ دیتا کہ میں نے دیکھا ہے تو فرماتے کہ تو بھلائی پائے اور شر سے محفوظ رہے۔ بھلائی ہمارے لیے اور شر اعداء کے لیے اور سب تعریفیں اللہ کے واسطے۔ اپنا خواب بیان کر۔ (الحدیث)

اگر کوئی شخص تین دن تک نظر نہ آتا تو اس کے متعلق دریافت فرماتے

ابو یعلیٰ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا،

marfat.com

کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ اگر کوئی شخص تین دن تک غائب رہتا تو اس کے متعلق دریافت فرماتے کہ وہ کہاں ہے اور کیوں نہیں آیا۔ اگر غائب ہوتا تو اس کے لیے دُعا کرتے، اگر موجود ہوتا تو اسے ملتے، اگر مریض ہوتا تو اس کی عیادت فرماتے۔

امام مناوی اس کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ امام کے لیے ضروری ہے کہ اپنی رعیت کا خیال رکھے ان کی شان کی اصلاح اور ان کے اُمور کی تدبیر کرے۔ اسی سے ماخوذ ہے کہ استاذ کے لیے مناسب ہے کہ بعض طلباً عادت اور چھٹی سے زیادہ غائب رہیں تو ان کے متعلق دریافت کرے اگر ان کے احوال معلوم نہ ہو سکیں تو کسی کو بھیج کر یا بذاتِ خود اس کے گھر جائے یہ افضل ہے اگر مریض ہو تو اس کی عیادت کرے۔ اگر کسی غم میں مبتلا ہے تو اس کو خفیف کرے یا کسی ایسے امر میں مبتلا ہے جس میں مدد کی ضرورت ہے تو اس کی اعانت کرے۔ یا مسافر ہے اپنے اہلِ خانہ سے دُور ہے۔ تو اس کے اہل کی ضروریات معلوم کر کے حسبِ استطاعت پورا کرنے کی کوشش کرے ورنہ ان سے محبت کرے۔ اور ان کے حق میں دُعا کرے۔

جندب بن کلیث سے امام بغوی نے روایت کیا کہ جب رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی وفد آتا تو آپ اچھا لباس پہنتے اور اپنے اصحاب کو بھی اس کا حکم دیتے۔

امام مناوی اس کی شرح میں رقمطراز ہیں۔ الوفد وفد کی جمع ہے۔ جب کوئی شہنشاہ کی طرف نکلتا تو کہا جاتا وفد اچھا لباس پہننے کی وجہ سے دشمنِ اسلام کے سامنے عظمت کا اظہار اور اسے سرنگوں کرنا مقصود ہے یہ اعلاءِ کلمۃ اللہ، نصرتِ دین اور غیظ اعداء کو متضمن ہے۔ یہ حدیث دوسری جز۔ "البذ اذۃ من الایمان" سادگی ایمان سے ہے) کے متناقض نہیں کہ فخریہ تجمل ممنوع ہے اور یہ اس قبیل سے نہیں۔

سفر سے واپسی پر اہلِ بیت کے صبیان سے پہلے ملتے

مسند امام احمدؒ مسلم اور ابو داؤدؒ میں عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو پہلے اہلِ بیت کے بچوں سے ملاقات فرماتے۔

پوری حدیث جو امام احمد اور مسلم نے حضرت عبد اللہ بن جعفر سے مروی ہے کہ ایک

marfat.com

بار فخر موجودات صلے اللہ علیہ وسلم سفر سے واپس تشریف لائے تو میں سب سے پہلے آپ کے آگے ہوا تو آپ نے اپنے ہاتھوں پر مجھے اٹھا لیا۔ پھر امام حسین و حسن ابنانِ فاطمۃ الزہرا ی میں سے لائے گئے تو ان کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھا لیا۔ اس طرح ہم تین میل سے مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔

طبرانی کی روایت جس کے ثقہ راوی ہیں کہ آپ سفر سے واپسی پر فاطمہ سلام اللہ علیہا سے ملے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے طبرانی نے اوسط میں روایت کیا کہ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم جب کوئی چیز ناپسند فرماتے، تو اس کا اظہار آپ کے رُخ انور سے ہوتا۔ اس لیے کہ آپ کا رُخ انور آفتاب و مہتاب کی مانند تھا۔ جب کسی چیز کو ناپسند کرتے تو کساد کا سایہ ہو جاتا۔ جیسے آفتاب و مہتاب پر بادل آجائیں۔ یہ آپ نہایت حیا کی بنا پر صراحت نہ کرتے اور چہرہ اقدس سے اظہار کرتے۔ جیسا کہ صحیحین میں ہے کہ آپ ایک کنواری باحیا لڑکی سے بھی زیادہ باحیا تھے۔ جب کسی شے سے کراہت فرماتے۔ تو اسے ہم آپ کے چہرہ مقدس سے معلوم کر لیتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہٗ سے ابن سعد نے روایت کیا کہ جب آپ کے اصحاب میں سے کوئی آپ سے ملتا اور آپ کا دستِ مُبارک پکڑ لیتا تو آپ اس سے اپنا دست نہ چھڑاتے یہاں تک کہ وہ خود نہ چھوڑ دیتا، اگر کوئی کان پکڑتا اسے بھی نہ چھوڑاتے جب تک کہ وہ خود نہ چھوڑ دے۔

ابوداؤد نے اس کا بعض حصّہ ذکر کیا۔ ابن مُبارک نے حضرت انس رضی اللہ عنہٗ سے ایک روایت میں کچھ اضافہ ذکر کیا کہ آپ رُخ انور کو نہ پھیرتے جب تک وہ نہ پھیرتا۔

مناوی رقمطراز ہیں کان پکڑنے سے متبادر معنی یہ ہے کہ اگر کوئی خفیہ بات کرنے کے لیے منہ آپ کے کان کے قریب کرنا چاہتا تو آپ اپنا کان اس کے قریب کر دیتے اور اپنا کان اس کے منہ سے دُور نہ کرتے جب تک کہ وہ اپنا منہ دُور نہ کرتا۔ یہ حُسنِ اخلاق اور کمالِ اخلاق پر دال ہے۔ کہ کیوں نہ ایسے ہوتے کہ آپ متواضعین کے سردار ہیں۔ لہٰذا مخلوق کو آپ کے حُسنِ اخلاق پر عمل پیرا ہونا چاہیئے۔

marfat.com

آپ آنے والے صحابی سے مصافحہ کرتے

نسائی میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب کوئی صحابی آپ کے پاس آتا تو اس سے مسح کرتے اور اس کے لیے دُعا فرماتے۔

امام مناوی اس کی شرح میں رقمطراز ہیں کہ مسح سے مُراد ہاتھ سے ہاتھ ملانا یعنی مصافحہ کرنا ہے۔

امام مالک کے نزدیک معانقہ مکروہ ہے

اس سے امام مالک نے استدلال کیا ہے کہ آنے والے سے معانقہ کرنا اور تقبیل ید (ہاتھ چُومنے) مکروہ ہیں جب اس کے خلاف استدلال پیش کیا گیا کہ جب جعفر طیار رضی اللہ عنہ حبشہ سے تشریف لائے تو آپ نے ان سے معانقہ کیا۔ اس کے جواب میں امام مالک نے فرمایا یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے۔

سفیان نے جواب دیا کہ کوئی وجہ تخصیص معلوم نہیں۔ اسی طرح قاضی عیاض کی تالیف کتاب مطامح الافہام میں مذکور ہے۔

آپ بچوں اور اپنی عیال کے ساتھ نہایت رحیم تھے

ابن عساکر نے حضرت انس رضی اللہ عنہُ سے روایت کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بچوں اور اپنی عیال کے ساتھ نہایت درجہ رحیم وشفیق تھے۔

امام نووی نے کہا کہ العیال کا لفظ مشہور ہے عباد (بندوں) کا لفظ بھی مروی ہے۔ دونوں صحیح اور واقع ہیں۔ عیال سے مُراد اہل بیت اور جس کی معونت انسان کے ذمہ ہے۔

زین عراقی نے کہا ہم نے فوائد ابی دحداح میں حضرت علی مرتضٰے کرم اللہ وجہہٗ سے روایت کیا کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم بندوں پر بہت مہربان تھے اور عیال پر رحیم تھے۔

طیالسی نے اسے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور امام سیوطی نے اس کی صحت کی طرف اشارہ کیا یعنی آپ رقیق القلب، فضل واحسان کرنے والے اور مہربان تھے۔

صحیح مسلم میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رحیم ورفیق تھے یہ لفظ عمران بن حصین سے مروی ہے کہ ثقیف بن عقیل کے حلیف تھے۔ ثقیف نے صحابہ سے دو شخص قید کر

marfat.com

لیے اصحاب نے بنی عقیل کا ایک شخص قیدی بنالیا۔ اسے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی پہ باندھ کر حضور اقدس کی خدمت میں لائے، تواس نے کہا اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) آپ نے مجھے کس وجہ سے گرفتار کیا ہے؟ آپ نے فرمایا تیرے حلیف ثقیف کے جرم کے عوض، جب آپ واپس ہوئے تو کہنے لگا یا محمداہ (صلی اللہ علیہ وسلم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحیم و رفیق تھے آپ نے مڑ کر فرمایا تیرا کیسا حال ہے؟ اس نے کہا میں مسلمان ہوں آپ نے فرمایا اگر تو یہ کہہ دیتا، کہ آپ اپنے امر کے مالک ہیں تو یقیناً مکمل فلاح پالیتا۔

صحیحین میں مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو بیس رات تک آپ کے پاس مقیم رہے اور رحیم و شفیق تھے جب آپ نے محسوس فرمایا کہ ہم اپنی اہل وعیال کے مشتاق ہیں۔ تو فرمایا اپنے گھروں کو واپس چلے جاؤ۔ تم سے ایک اذان دے اور تم سے بڑا امامت کرائے۔

آپ ایفائے عہد کرتے

امام بخاری نے الادب المفرد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم رحیم تھے، اگر آپ نے کسی سے عہد کیا تو اسے پورا کرتے۔

یعنی آپ اعدائے کے رحیم تھے جب فتح مکہ کے موقع پر قریش آپ کے پاس لائے گئے وہ اس وقت مسجد حرام میں بیٹھے تھے اور آپ کے اصحاب آپ کے حکم کے منتظر تھے کہ کس کس کو قتل کیا جائے وغیرہا۔ تو آپ نے قریش سے فرمایا کہ تمہارا کیا خیال ہے کہ میں تمہارے ساتھ کس قسم کا سلوک کرنے والا ہوں؟ توانہوں نے جواب دیا، خیر و بھلائی کا گمان رکھتے ہیں۔ کہ آپ کریم بھائی کریم باپ کے بیٹے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا آج میں وہی کہتا ہوں جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا۔

لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ[1] ترجمہ: "آج تم پر کچھ ملامت نہیں"۔

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ فلک سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی فلک وسیع نہیں کہ آپ کے حسن اخلاق و معارف۔ محبت و مودت اور اُفق کا احاطہ کر سکے۔

---

[1] پارہ نمبر ۱۳، سورہ یوسف، آیت ۹۲۔

marfat.com

وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا [1] ترجمہ: "آپ مومنوں پر مہربان تھے"۔

اور امور الٰہیہ کے متعلق آپ سے بڑھ کر کوئی سخت بھی نہ تھا، قرآن مجید میں ہے۔
جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ [2] ترجمہ: "کافروں اور منافقوں پر جہاد کرو"۔

قولہ وعدہ الجزلہ یعنی اگر آپ کے پاس ہوتا ورنہ قرض لینے کا حکم دیتے۔

ترمذی شریف میں ہے کہ ایک شخص آیا اور کچھ عطا کرنے کا سوال کیا تو فرمایا میرے پاس اب تو کچھ نہیں البتہ کچھ دیر انتظار کرو اگر کچھ آگیا تو تجھے دے دیا جائے گا۔ تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو تکلیف و پریشانی تو نہیں دی، تو آپ کو یہ بات ناگوار ہوئی۔ ایک انصاری نے عرض کیا، آپ خرچ کرتے رہیے، اللہ تعالیٰ سے اقلاس کا خوف نہ رکھیے، آپ نے خوشی سے تبسّم فرمایا اور چہرۂ انور سے خوشی کے آثار نمایاں ہوئے اور فرمایا مجھے یہی حکم ہوا ہے۔

حضرت انس سے حاکم نے روایت کیا کہ جب بھی آپ سے کچھ مانگا گیا تو آپ نے عطا کیا ورنہ خاموش رہے۔

یعنی اگر پاس ہوتا تو عطا کر دیتے ورنہ خاموش رہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص سے کچھ مانگا جائے اگر اس کے پاس ہو تو دے ورنہ خاموش رہے یہ مسنون طریقہ ہے تاکہ انکار سے سائل شرمندہ نہ ہو، البتہ اگر کسی کو خاموشی سے سمجھ نہ آئے تو پھر تصریح کر دینا چاہیے۔

طبرانی میں حضرت طلحہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب بھی سوال کیا تو آپ نے اسے ضرور پورا فرمایا۔

مناوی اس کی تشریح میں رقمطراز ہیں۔ آپ سے کسی قسم کا سوال کیا گیا، خواہ متاعِ دنیا کا ہی کیوں نہ ہو تو آپ نے جودت سخاوت کی بنا پر ضرور دیا، اگر آپ کے پاس وہ نہیں تھا۔ تو آپ نے وعدہ دیا یا خاموشی اختیار کی۔ اس کے ہم معنی یہ صحیح میں حدیث ہے کہ آپ نے کسی سائل کے جواب میں لا نہیں، فرمایا۔

آپ نے کبھی لا نہیں کہا

ابن سعد نے محمد بن علی سے مرسلاً روایت کیا آپ

[1] پارہ نمبر ۲۲، سورۂ احزاب، آیت ۴۳۔ [2] پارہ نمبر ۲۸، سورۂ تحریم، آیت ۹۔

marfat.com

نے کبھی "نہیں" نہیں کہا - اگر پاس ہوتا تو دے دیتے ورنہ خاموش یا وعدہ فرما لیتے۔

امام احمد نے ابی اسید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ نے کبھی سائل کو منع نہیں کیا۔

یعنی آپ کی عطا ایسی تھی کہ کبھی آپ نے فقر سے خوف نہ کیا۔

ابن قیم نے کہا کہ عطا کرنے سے آپ سائل سے زیادہ خوش ہوتے۔

کئی رات تک آپ رات کو کچھ نہ کھاتے

امام احمد ترمذی اور ابن ماجہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مسلسل کئی رات تک آپ اور آپ کے اہل خانہ بھوکے رہتے کھانے کے لیے کچھ نہ ہوتا تھا اور اکثر آپ جو کی روٹی تناول فرماتے تھے۔

طاویا کا معنی خالی پیٹ بھوکا۔ اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ آپ کی عادت دنیا سے قلیل اشیا استعمال کرنے اور بھوک پر صبر کرنے کی تھی۔

ترمذی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلسل دو رات جَو کی روٹی سیر ہو کر نہ کھائی، یہاں تک کہ دُنیا سے رخصت ہو گئے۔

بخاری و مسلم میں ان ہی سے روایت ہے۔ کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو اس وقت میرے پاس چند جَو کے سوا آپ کے کھانے کے لیے کچھ نہ تھا۔

آپ کا دروازہ بالکل آہستہ کھٹکھٹایا جاتا

حاکم نے کُنیٰ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دروازہ آہستہ سے دستک دیا جاتا۔ یعنی انگلیوں کے پوروں سے دستک دی جاتی تاکہ آواز زیادہ بلند نہ ہو اور احترام رسُول صلے اللہ علیہ وسلم میں فرق نہ آئے۔

زمخشری نے کہا کہ اس حدیث سے عقلا کے لیے ثمرات اور محاسن آداب ہیں یہ تقریر مناسب اور لائق ہے۔

سُہیل کا قول ناخنوں سے دروازے کو دستک دینے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے دروازے کا حلقہ نہ تھا۔

marfat.com

ابن حجر نے اس کا رد کیا ہے کہ تعظیم و توقیر مصطفےٰ علیہ السلام کے سبب یوں کرتے تھے۔

ابن عربی نے کہا کہ بخاری شریف میں حضرت جابر کے قصہ میں دروازے کو دستک دینے کی مشروعیت موجود ہے۔

لیکن بعض صوفیہ نے کہا فقیر کے دروازے کو زور سے دستک دینے سے احتراز کرا یہ تلوار سے اسے مارنے کے مترادف ہے کہ ان کے دل جنابِ الٰہی میں مشغول ہوتے ہیں۔

بعض نے کہا فقیر کے دروازے نہ کھٹکھٹا کہ بسا اوقات وہ حالتِ قہر میں ہوتا ہے۔ تو اس وقت لوگوں کی ملاقات سے مطلقاً منع کرتا ہے

آپ کی آنکھیں سوتی تھیں اور دل بیدار رہتا تھا۔

كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنَامُ عَيْنَاهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ۔

ترجمہ: نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں سوتی اور دل بیدار رہتا تھا۔

اسے حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہُ سے روایت کیا۔

یعنی آپ کا قلبِ اطہر بیدار رہتا تاکہ حالتِ نوم میں جو وحی ہو اسے محفوظ کرلے تاکہ انبیا علیہم السلام کے رؤیا وحی ہیں۔

سوال وادی میں آپ پر نیند غالب ہوئی اور نمازِ فجر قضا ہوگئی۔؟

جواب قلب ان محسوسات کا ادراک کرتا ہے جس کا اس کے ساتھ تعلق ہے۔ مثلاً حدث اور تکلیف وغیرہ نہ جن کا تعلق آنکھ سے ہو، نیز آپ کا قلبِ اطہر اس وقت وحی میں مستغرق تھا۔

آپ کا خلق قرآن تھا

امام احمد، مسلم اور ابو داؤد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خُلق قرآن تھا۔ الخلق خا کی ضمہ کے ساتھ امام راغب نے فتحہ کے ساتھ دونوں کا معنے ایک ہے لیکن مفتوح الہیات اور صُور مُبصرات کے ساتھ مخصوص اور مضموم سجایا اور ان قویٰ کے ساتھ مخصوص ہے جو بصیرت سے تعلق رکھتی ہیں۔ القرآن یعنی اوامر، نواہی، وعدہ وعید

marfat.com

جن پر قرآن کریم مشتمل ہے۔

قاضی عیاض نے کہا ماحصل قرآن کا مجموعہ یعنی جس کو قرآن کریم نے مستحسن کہا، اس کی تعریف اور جس کی طرف بُلایا اس کو آپ نے اپنایا جس کو مکروہ قبیح اور ممنوع کہا، اسے ترک کر دیا تو قرآن کریم آپ کے خُلق کا بیان ہے۔ (الی آخرہ)

دیباچ میں کہا اس کا معنی ہے کہ اس پر عمل کرنا اس کی حدود پر مطلع ہونا۔ اس کے آداب سے متادب ہونا امثال۔ قصص، عبرت حاصل کرنا اور حُسن تلاوت۔

امام سہروردی نے عوارف میں کہا کہ اس میں باریک رمز اور خفی اشارہ ہے اخلاق ربانیہ کی طرف۔ تو راوی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت الٰہیہ کا احترام کرتے متخلق باخلاق اللہ نہیں کہا، اور حضرت سبحانہٗ تعالیٰ کے سبحات کا احترام کرتے ہوئے آپ کے اخلاق کو قرآن کہہ دیا۔ اس سے راویہ کا دفور عقل اور کمالِ ادب کی معلوم ہو رہا ہے

تو اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے خُلق کے کمالات غیر متناہی ہیں اور ان جزئیات کا انحصار بشر کی طاقت سے ماوری ہے۔

پھر آپ کو تمام کمالات اخلاق اکتساب و ریاضت سے حاصل نہیں ہوئے۔ انعام الٰہی اور مدد ربانی سے اصل خلقت میں رکھے گئے جس کے انوار آپ کے قلب اطہر میں روشن ہونے میں یہاں تک نہایت و غایت درجہ پر پہنچ گئے۔

آپ سخت گیر تھے

ابن سعد نے محمد بن علی سے مرسلاً روایت کیا کہ۔

كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَدِيْدَ الْبَطْشِ۔ (مختصر) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت گرفت والے تھے!

یعنی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم میں گرفت و جماع کے اعتبار سے چالیس مردوں کی قوت تھی۔ جیسا کہ طبرانی میں ابن عمر و اور مسلم شریف میں حضرت براء سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ بخدا میدانِ جہاد میں جب دشمن کا ہم پر ہجوم اور بظاہر غلبہ ہوتا تو ہم آپ کے توسل سے بچتے اور جو آپ کے ساتھ ثابت قدم رہتا وہ ہم سے سب سے زیادہ شجاع ہوتا۔

ابو الشیخ کی روایت میں عمران سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا

marfat.com

جس دشمن سے کبھی سامنا ہوا تو پہلے آپ کی طرف وار ہوتا۔

ابوالشیخ نے حضرت علی مشکل کشا سے روایت کیا کہ رسولِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم اگرچہ سب سے زیادہ سخت گیر تھے۔ اس کے باوجود سخت گیری آپ کی رحمت سے خالی نہ ہوتی کیونکہ آپ متخلق با خلاق تھے۔

خالق کائنات کی کوئی وعید ایسی نہیں کہ جس میں رحمت و شفقت نہ ہو۔ اسی لیے حضرت بایزید بسطامی نے سنا کہ ایک شخص یہ آیت پڑھ رہا ہے۔

اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ [1] ترجمہ: "بے شک تیرے رب کی گرفت بہت سخت ہے"۔

تو فرمایا میری گرفت اس سے سخت ہے کیونکہ مخلوق کی گرفت میں رحمت و نرمی نہیں ہوتی۔ جس کی وجہ ہے کہ مخلوق تنگ مزاج ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جلّ وعلا کی گرفت اگرچہ سخت سے سخت تر ہے لیکن پھر بھی اس میں رحمت و شفقت ضرور ہوتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ تمام مخلوق سے کہیں زیادہ رحیم وکریم ہیں لہٰذا آپ کی سخت گیری بھی کبھی رحمت سے خالی نہیں ہوتی۔

آپ بہت کم تبسّم فرماتے

امام احمد نے جابر بن ثمرہ سے روایت کیا۔

كَانَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَوِيْلَ الصَّمْتِ قَلِيْلَ الضِّحْكِ۔ ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ خاموش اور بہت کم تبسم فرماتے۔

کیونکہ کثرت سکوت اعلیٰ اسباب توقیر سے ہے اور یہ حکمت و دانائی ہے، اور لغزش سے محفوظ رہنے کا بہترین سبب ہے یہ مشہور مقولہ ہے کہ "جو کم گفتگو کرتا ہے" اس سے لغزشیں بھی کم ہوتی ہیں اور یہ غور وفکر کو جمع کرنے والا ہے۔

آپ کا بستر اُون کے سخت کپڑے کا تھا

شمائل ترمذی میں حضرت حفصہ سے مروی ہے کہ رسولِ پاک صلے اللہ علیہ وسلم کا بستر ٹاٹ کا ہوتا۔

الیشخ میم کے کسرہ کے ساتھ اُون کا ٹاٹ یا اُون کا سخت کھردرا کپڑا جس کے اُوپر

[1] پارہ نمبر ۳۰، سورہ بروج، آیت ۱۲

marfat.com

اوڑھنے والی چادر منسوب ہوتی ہے یا سیاہ کپڑے جنہیں راہب و زاہد لوگ پہنتے ہیں۔ بقیہ حدیث یہ ہے کہ ہم دو تہہ والی چادر نیچے بچھاتے، ایک رات میں نے خیال کیا کہ اگر چار تہہ بنا دوں۔ تو بستر نرم ہو جائے گا۔ چنانچہ چادر تہہ بنا دیں تو صبح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آج رات بستر کس چیز کا بچھایا، تو میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا بستر تو وہی ہے جو سابقہ راتوں کو بچھایا جاتا تھا مگر آج رات اس کی چار تہہ کر دی تھیں تاکہ کچھ نرم ہو جائے تو آپ نے فرمایا، بستر کو پہلے کی طرح کیا جائے، اس نرم بستر نے تو مجھے آج رات نوافل سے محروم رکھا۔

آپ کا تکیہ چمڑے کا تھا

امام احمد، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ سے ابن عساکر سے روایت کیا کہ آپ کا تکیہ جس کو آپ سوتے وقت استعمال کرتے تھے چمڑے کا تھا جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے۔

اُدُم دونوں کے فتحہ کے ساتھ ادمۃ یا ادیم کی جمع ہے۔ سرخ یا سیاہ رنگ کے چمڑے کو کہتے ہیں۔ اللیف کھجور کے پتوں کو کہتے ہیں۔

اس حدیث سے آپ کا دنیا سے کمال زہد اور اس کے متاع و انعامات سے اعراض کی طرف اشارہ ہے۔

خطیب اور ابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ میں قلیل دُعابہ (بہت خوش طبعی کرنے والے) تھے۔

زمخشری نے کہا دعب یدعب کا مزح یمزح کے ہم معنی و ہم وزن ہے (یعنی باب سمع یسمع سے ہے) یعنی آپ بہت کم مزاح فرماتے۔

دُعابۃ۔ ایسی چیز جس سے ملاحت حاصل کی جاتی ہے۔ اسے دُعابۃ کہتے ہیں۔

شیخ محی الدین ابن عربی رقمطراز ہیں آپ کے مزاح کا سبب یہ ہے کہ آپ شدید غیرت والے تھے اس لیے آپ سعادت سے زیادہ غیرت سے اپنی خوبی بیان کی کر مبالغے کا صیغہ غیور بیان کیا غیرت محبت کے وصف سے ہے اور لوگ اسے ظاہر نہیں کرتے۔ پس حضور

marfat.com

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت چھپایا اور جو مزاج میں وجد اور چھوٹے کے ساتھ پیار ہے۔ اور ازواج، ابناء اور اصحاب سے جو محبّت ہے اس کا اظہار کرنا اور آپ نے فرمایا، بے شک میں بشر ہوں اور خود کو مجبین سے نہیں کہا اور لوگ آپ کے مزاج سے نا واقف رہے۔ اور حضرت عائشہ نے خیال کیا کہ آپ ان کے ساتھ ہیں جب دیکھا کہ آپ اس کی محبّت میں چل رہے ہیں اور اسے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ سب کچھ امرِ محبوب سے ہو رہا ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے۔ کہ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ حسنین کریمین سے محبّت کرتے ہیں اور جمعہ کے روز جب مسجد میں حسنین گھسٹتے ہوئے آئے تو آپ نے خطبہ ترک کر کے منبر سے اُتر کر انہیں ہاتھوں پر اُٹھا لیا۔ یہ تمام بابِ غیرت سے ہے اور یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مناسب و موزوں ہے۔

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ خوش طبع اور پاکیزہ نفس تھے"۔ طبرانی نے ابُوامامہ سے اسے روایت کیا۔

امام مناوی رقم طراز ہیں کہ یہ حدیث دوسری روایت کہ آپ صرف تبسم فرماتے کیونکہ اکثر و بیشتر تبسّم ہی فرماتے تو جس نے اس کی روایت کی تو اس نے اکثر احوال سے روایت کی۔ جس نے ضحک روایت کی تو اس نے بعض اوقات سے کی، آپ بعض اوقات ضحک فرماتے کہ آپ کی نواجذ (سامنے والے دانتوں کے دائیں بائیں دو دو داڑھوں کو نواجذ کہتے ہیں) تو یہ اختلافِ روایت اختلافِ زمان و مکان کے اعتبار سے ہے۔ کبھی ابتداءِ امر میں ضحک فرماتے کہ نواجذ ظاہر ہو جاتی اور پھر بعد میں تبسّم ہی فرماتے (صرف سامنے والے دانت ہی نظر آتے) اس کے باوجود دُنیا کی طرف کسی قسم کا میلان نہ تھا۔ اور نہ ہی کوئی شغل باری تعالیٰ سے مشغول کر سکا بلکہ محبّتِ الٰہیہ میں مستغرق رہتے بسا اوقات یہ خطرہ لاحق ہو جاتا کہ محبّتِ باری تعالیٰ سے قلب اقدس جل نہ جائے اور جسدِ اقدس منہدم نہ ہو جائے۔ اسی لیے بعض اوقات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ران پر ہاتھ رکھ کر فرماتے کہ ہم سے کوئی بات کرو تاکہ اس سے وہ امرِ عظیم جس کی جسم میں برداشت کرنے کی صلاحیت نہیں اس میں کچھ افاقہ ہو اور آپ کی طبع شریف اللہ سے مانوس تھی اور مخلوق سے عارضی

marfat.com

تھی اپنے جسد پر رفقت ہوئے۔ اسے امام غزالی نے بیان کیا۔

آپ صرف تبسم فرماتے

امام احمد نے ابو داؤد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ گفتگو کرتے وقت صرف تبسم فرماتے۔

تبسم کہتے ہیں بغیر آواز کے قلیل ضحک کو مصباح میں ہے کہ بغیر آواز کے ضحک کو تبسم کہتے ہیں۔

کشاف میں ہے کہ تمام انبیأ علیہم السلام کا ضحک ایسے ہی تھا۔

طبرانی نے جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ضحک کبھی کبھار ہوتی۔

لا ینبعث اسے لا یستری یعنی ضحک دراز اور طویل وقت تک نہ ہوتا بلکہ کبھی کبھی ہوتا وہ سبیل الوقار اور اطمینان کیونکہ اکثر و بیشتر آپ غموں میں متفکر رہتے اور کبھی آپ سے غم جُدا نہ ہوتا۔ اسی لیے بخاری شریف میں ہے آپ کو زیادہ ہنستے ہوئے نہ دیکھا گیا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ خوش مزاج تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ابن عساکر نے روایت کیا۔

یعنی جب اپنی ازواج مطہرات اور عیال کے پاس بیٹھتے۔ الفکاھۃ کا معنی مزاح ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے۔ انہوں نے حضرت سودہ کا چہرہ رنگ دیا اور جناب سودہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ کا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھ کر مسکراتے رہے۔ اسے زبیر بن بکار نے کتاب الفکاھۃ اور ابو یعلیٰ اسناد جید کے ساتھ روایت جیسا کہ حافظ عراقی نے بیان کیا۔

آپ تہمت قبول نہ فرماتے

ابونعیم نے حلیہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی تہمت کو قبول نہ کرتے۔ اور نہ کسی پر کسی کے قول کا اعتبار کرتے۔

القرف بروزن فعل کا معنی تہمت ہے اور کسی پر کسی کے قول کا قبول نہ کرنا

marfat.com

عدل و انصاف کے ساتھ مطلع ہونے کی وجہ سے کیونکہ جو اس پر مرتب ہوتا ہے وہ معتبر ذرائع کے ساتھ ثبوت پر موقوف ہے۔

رسُول خدُا تکیہ لگا کر کچھ تناول نہ فرماتے

امام احمد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ کہ آپ تکیہ لگا کر کچھ تناول نہ فرماتے، اور نہ ہی آپ کے پیچھے دو شخص چلتے۔

یعنی کسی پہلو کی طرف مائل ہو کر کسی چیز کو مسند بنا کر۔ اس کی کراہت کی حکمت یہ ہے۔ کہ یہ متکبرین کا اشعار ہے۔ اور آپ کے پیچھے دو یا زیادہ اشخاص چلتے جیسا کہ بادشاہوں کا وطیرہ ہے۔ کہ خدّام کی مانند لوگ ان کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں۔

زین عراقی رقم طراز ہیں کہ ابن ضحاک نے شامل میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم جب کھانا تناول فرمانے کے لیے بیٹھتے تو بائیں گھٹنے کو بچھاتے اور داہنے گھٹنے کو کھڑا کرتے جیسا کہ غلاموں کا طریقہ ہے۔ ابو الشیخ نے جید سند کے ساتھ ابی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، کہ آپ دو زانو بیٹھتے اور تکیہ نہ لگاتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدفائل نہ نکالتے

حکیم ترمذی اور بغوی نے حضرت بریدہ اسلمی سے روایت کیا، کہ رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم بد فال نہ نکالتے۔ لیکن اچھی نکالتے

لا یطیّر۔ یعنے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بدگمانی نہ کرتے اور اس کی قضا و قدر سے نہ بھاگتے اور نہ ہی عرب کی رسم و رواج کے مطابق حصُولِ مکروہ میں اسباب کی تاثیرات کا خیال فرماتے۔ لیکن جب کوئی اچھا کلام سُنتے تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسُنِ ظن رکھتے اس سے برکت حاصل کرتے۔

مصباح میں ہے الفال بر وزن فعل کا معنی ہے کوئی اچھا کلام سُن کر اس سے برکت حاصل کرنا اگر گفتگو اور کلام قبیح ہو تو اسے طیرۃ کہتے ہیں۔ ابو زید نے فال دونوں کلاموں کے سماع میں تعبیر کیا ہے۔ قرطبی نے کہا کہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فال سے خوش ہوتے کہ اس سے انشراحِ نفس اور حسُنِ ظن باللہ ہوتا ہے۔ اور طیرہ سے کراہت

marfat.com

فرماتے کہ وہ مشرکین کا عمل اور سوءِ ظن باللہ کا مظہر ہے۔

آپ کوئی چیز ذخیرہ نہ فرماتے

ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کل کے لیے کوئی چیز بچا کر نہ رکھتے۔ یعنی ذخیرہ نہ کرتے۔ سخاوتِ نفس، دستِ اقدس کی فیاضی، اور اپنے خدا پر کامل یقین کی بنا پر یہ روایت اس کے منافی نہیں کہ آپ اپنی عیال کے لیے ایک سال تک کا ذخیرہ کرتے۔ کیونکہ آپ خازن و قاسم ہیں۔ جب آپ کے پاس مال آیا تو تقسیم کرتے ہوئے دوسروں کی طرح اپنی عیال کو بھی دیا۔ بایں وجہ کہ مالِ فئی میں ان کا بھی حق ہے اور ان کے نفوس مال کے جمع کرنے سے مطمئن ہوتے ہیں۔ پس وہ فوق طاقت کے مکلف نہیں۔ اگرچہ آپ اور دیگر انبیاءؑ علیہم السلام نے جمع کیا۔ اس لیے کہ ان کی خواہشات ختم ہو چکی ہیں اور ان کے نفوس مطمئنہ ہیں۔ ذخیرہ اندوزی وہ ممنوع ہے۔ جو اپنی ذات کے لیے ہو کر اس میں اپنی جیب پر تکیہ اور فیض کے لیے علوم تعرض کی طرف مشیر ہے اور یہ چیز انبیاءؑ علیہم السلام میں منقش ہے کہ ان کے قلوب تو واحدیت سے منور ہیں اور ان کے تو اس خیال اس کی محبت میں مشغول ہیں۔ اور ان کے افکار شان ارزاق سے مرتفع، ان کے قلوب اپنے خالق کے ساتھ معلق ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اپنے سے دور نہ کرتے

طبرانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہُ سے روایت کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اپنے سے دور نہ فرماتے اور نہ ہی مارتے"۔

یہ کمال درجہ کی تواضع اور بڑائی و کبر و تکبّر سے برأت پر دال ہے جو کہ شہنشاہوں اور ان کے متبعین کا شیوہ ہے۔

ایک روایت میں ہے، کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اونٹنی پر سوار دیکھا کہ آپ نے اسے نہ مارا اور نہ تنہا چھوڑا۔

سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے طہور (وضو) میں کسی سے استعانت نہ لیتے

marfat.com

اور نہ صدقہ دینے میں۔ ابن عباس سے ابن ماجہ نے روایت کیا۔ طَہُور طا کے فتح کے ساتھ کا معنی پانی ہے جس سے طہارت وپاکیزگی حاصل ہوتی ہے اس میں دوسرے پر بھروسہ نہ کرتے کیونکہ دوسرا شخص کبھی سستی اور کاہلی میں کرسکتا ہے کہ غیر طہور پانی بھی لا سکتا ہے اس طرح بعض اشراح نے تقریر کی ہے۔

لیکن غسلِ اعضائیں بلاعذر استعانت مکروہ ہے اعضا پر پانی انڈیلنے میں خلافِ اَوْلیٰ پانی لانے میں کراہت نہیں باقی صدقہ میں بھروسہ اعتماد تو اس کی وجہ یہ ہے کہ صدقہ کم دینے یا غیر مستحق کو دینے کا احتمال ہے۔ دوسری وجہ خود اپنے ہاتھ دینا کمالِ تواضع اور محاسنِ اخلاق سے ہے۔

آپ سب لوگوں سے زیادہ نمازی اور ذاکر ہیں۔

ابو نعیم نے حلیہ،

خطیب اور ابن عساکر نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، کہ آپ سب سے زیادہ نماز پڑھنے والے اور ذاکرین میں سے سب سے زیادہ ذکر کرنے والے تھے۔

ایسے کیوں نہ تھے جب کہ آپ سب سے زیادہ عالم باللہ تھے یہی وجہ ہے کہ آپ نماز میں اتنا طویل قیام کرتے کہ قدمین شریفین میں سوزش ہوگئی اور آپ سے عرض کیا گیا۔ کہ آپ تو مغفور ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کی مغفرت کا وعدہ کیا ہے تو پھر آپ اتنا طویل قیام کیوں کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا میں خدا کا شکر گزار بندہ ہوں۔

ترمذی وغیرہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ ایک رات میں نے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (فرض کے علاوہ یعنی نفلی) نماز پڑھی آپ نے اتنا لمبا قیام کیا کہ میرے دل میں بُرا خیال آنے لگا۔ آپ سے پوچھا گیا وہ کیا خیال تھا تو ابن مسعود نے کہا وہ یہ تھا کہ آپ کو چھوڑ کر بیٹھ جاؤں۔

كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُوَاجِهُ اَحَدًا فِيْ وَجْهِهٖ بِشَيْءٍ يَكْرَهُهٗ۔ (رواہ البخاری فی الادب)

ترجمہ: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی شخص سے ایسی صورت میں متوجہ نہ ہوتے جب اس سے کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھتے۔

marfat.com

اسے امام بخاری نے ادب میں ابوداؤد اور نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا یعنی آپ کسی شخص میں کوئی مکروہ چیز دیکھتے تو اس کی طرف متوجہ نہ ہوتے۔ کہ آپ کی مواجہت سے بسا اوقات کفر واقع نہ ہو جائے بایں وجہ جو آپ کو پسند نہیں اس سے منع کریں تو وہ اس پر عمل کا عناداً انکار کر دے گا جس سے کفر لازم آئے گا اس سے عذاب اور آفت سماویہ کے نزولِ عام کا خدشہ ہے تو مواجہت کے ترک کرنے میں مصلحت ہوئی اور آپ بڑے وسیع القلب اور بہت زیادہ باحیا تھے۔

نکتہ اس حدیث سے بعض اکابرین سلف نے یہ مسئلہ استخراج کیا ہے کہ جب اپنے کسی مسلمان بھائی کو نصیحت کرنی ہو تو وہ لکھ کر اسے بھجوا دے۔ جیساکہ شعب الایمان میں ہے۔

احیاء (احیاء العلوم) امام غزالی کی کتاب میں ہے کہ آقا علیہ السلام کے حیاء سے ہے کہ آپ اپنی نظر کسی کے چہرہ پر نہ جماتے تھے کہ یہ حیاء کے نامناسب ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی دوست سے ایسی کوئی چیز ملاحظہ کرے جو اسے پسند نہیں تو وہ اپنے دوسرے احباب اور گھر کے افراد کو بیان کرے اور نہ کسی دوسرے کے بارے غیر پسندیدہ چیز سننا گوارا کرے اگر وہ اس کے کتنے گہرے دوست کیوں نہ ہوں بالفرض اس کے اظہار میں مصلحت بھی ہو پھر بھی اظہار نہ کرے اس میں فسادات بپا ہوں گے فساد وفتنہ سے بچنا مصلحت سے زیادہ بہتر ہے۔

حدیث کا شانِ نزول ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ اس کے ہاتھ رنگے ہوئے جب وہ چلا گیا تو آپ نے فرمایا اسے کہہ دینا کہ اسے دھولے۔

آپ کمزور اور غریب مسلمانوں کی عیادت فرماتے

طبرانی نے حضرت سہل بن حنیف سے روایت کیا کہ آپ غریب مسلمانوں کے پاس تشریف لاتے ان کے بیماروں کی عیادت کرتے اور ان کے جنازوں میں شرکت فرماتے۔"

یعنی ان کے تالیف قلوب اور تسکین کے لیے آپ غریب بیمار مسلمانوں کی بیمار داری

marfat.com

کرتے تو مریض کے بالکل قریب ہو کر سرہانے کے پاس بیٹھتے اور اس کی کیفیت دریافت فرماتے۔ ان کے جنازوں میں شریک ہوتے اور نمازِ جنازہ پڑھاتے اور اُمت کو تاکید فرماتے ہیں کہ ہر مسلمان کے جنازہ میں شریک ہونا چاہیئے امیر ہو یا غریب جو قوم نمازِ جنازہ سے جُدا رہتی ہے وہ بہت سی بھلائیوں سے محروم رہتی ہے اگرچہ انہیں کوئی ایک آدھ بھلائی جنازہ کی شرکت سے مانع ہو۔

كَانَ يُؤْتَى بِالصِّبْيَانِ فَيُبَرِّكُ عَلَيْهِمْ وَيُحَنِّكُهُمْ وَيَدْعُولَهُمْ۔

ترجمہ:۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بچے لائے جاتے تو آپ ان کے لیے دُعائے برکت فرماتے اور تحنیک دُگُگی

اسے امام بخاری، مسلم ابوداؤد نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا۔ یبرک علیھم کا معنی یدعولھم بالبرکۃ ان کے حق میں دُعائے برکت کرنا۔ یہ معنی قاضی عیاض نے ذکر کیا ہے۔

بعض نے کہا اس کا معنی ہے کہ آپ یہ دُعا کرتے بَارَكَ اللهُ عَلَيْكُمْ اور مدینہ منورہ کی کھجوریں جن کی برکت اور فضیلت کی آپ نے شہادت دی ہے سے ان سے گڑھتی دیتے اور نیک شریف ہونے کی دُعا کرتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سرِاقدس اور ریش مُبارک پر کستوری لگاتے

ابویعلیٰ نے سلمہ بن رکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ:۔

كَانَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذُ الْمِسْكَ فَيَمْسَحُ بِهِ رَأْسَهُ وَلِحْيَتَهُ۔

ترجمہ:۔ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے سرِاقدس اور ریش مُبارک کو کستوری لگاتے ؛

حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس حدیث اور دوسری حدیث کہ آپ اپنے ریش مُبارک کے طول وعرض سے بال درست کرتے" سے یہ گمان نہ کرے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم دوسروں کی مانند لوگوں کے لیے بطور زینت استعمال کرتے تھے۔ بلکہ دوسروں

marfat.com

کے طور پر اور فرشتوں سے مشابہت کی بنا پر استعمال کرتے کیونکہ آپ تبلیغ پر مامور تھے اور تبلیغ کے اصول سے ہے ایسا طریقہ اور خود کو اس طرح رکھے کہ لوگ اس کی طرف مائل ہوں اور تبلیغ باحسن وجوہ سر انجام پا سکیں بلکہ یہ روش ہر مبلغ اسلام کے لیے لازم ہے کہ خود کو اس طرح رکھے کہ لوگ اس کی طرف مائل ہوں تاکہ تبلیغ کا فریضہ سرانجام دے سکے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ تناول فرماتے اور صدقہ قبول نہ کرتے

امام احمد اور طبرانی نے سلمان سے ابن سعد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور ابو داؤد نے ابو ہریرہ سے روایت کیا کہ:

كَانَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذُ الْهَدِيَّةَ وَلَا يَأْكُلُ الصَّدَقَةَ۔

ترجمہ: رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرماتے اور صدقہ نہ کھاتے۔

بریں بنا کہ ہدیہ لینے والے کی عزت و تکریم اور صدقہ میں دینے والے کی توقیر ہوتی ہے۔ اس لیے آپ کی خصوصیات میں سے ہے آپ پر مطلقاً صدقہ حرام ہے۔

امام احمد، بخاری، ابو داؤد اور ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا۔ کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرماتے اور اس پر صلہ عطا کرتے" البتہ کبھی کسی عذر شرعی کی وجہ سے واپس کر دیتے جیسا کہ صعب بن جثامہ نے نیل گائے پیش کی تو آپ نے یہ کہہ کر واپس کر دی کہ ہم حالتِ احرام میں ہیں۔ حالت احرام میں ہونے کی تصریح اس لیے کہ دینے والے کی دل شکنی نہ ہو۔

یثیب علیھا کا معنی ہے کہ ہدیہ کے عوض میں کچھ دینے والے کو کچھ عطا فرماتے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی دوست ہدیہ دے تو مستحب ہے اس کے عوض کچھ دیا جائے مگر جب مہدی یہ گمان کرے کہ میرے ہدیہ کا معاوضہ حیا کی وجہ سے دیا ہے یا اس کے مدمقابل تو پھر قبول کرنا جائز نہیں۔ بعض مالکیوں نے ظاہر حدیث کو دیکھتے ہوئے کہا کہ ہدیہ کے عوض کچھ دینا واجب ہے جب کہ اس کا صلہ دیا جا سکتا ہے۔

آقا علیہ السلام صرف ہدیہ قبول فرماتے کہ اس سے مراد دنیا کا صلہ اور ثواب ہے اور

marfat.com

اس کا معاوضہ میں دینا کہ احسان ختم ہو جائے اور صدقہ میں آخرت کا ثواب مُراد ہوتا ہے اور وہ لوگوں کی میل ہوتی ہے اس لیے آپ نے قبول نہ کیا۔

ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ مومن و کافر دونوں کا ہدیہ قبول کر لیتے۔ جیساکہ سیرت کی کتب میں درج ہے کہ آپ نے مقوقس وغیرہ شہنشاہوں کا صدقہ قبول کیا۔

آپ کمزوروں کو اپنے پیچھے سوار کر لیتے

ابو داؤد اور حاکم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہُ سے روایت کیا کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سفر میں کمزور شخص کو سواری پر اپنے پیچھے سوار کرتے اور ان کے لیے دُعا فرماتے۔ یعنی اپنی سواری کے جانور پر پیچھے بٹھاتے اُسکی اعانت فرماتے اور اُن کے لیے دعا کرتے۔

نکتہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر لشکر کے لیے مستحب ہے کہ وہ سفر میں نرمی اختیار کرے تاکہ کمزور اور ضعیف بھی قدرت رکھیں ان کی سواریاں اور سامان کم ہونے سے محفوظ رہیں نیز ان کے احوال کا لحاظ کرے ان کے عاجز کی مدد کرے۔ مال، سامان اور ہر طرح سے ان کی مدد کرے۔

حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہُ سے روایت کیا کہ آقا علیہ السلام اپنے پیچھے کسی کو بٹھاتے زمین پر کھانے تناول فرماتے، غلام کی دعوت قبول کرتے، اور گدھے پر سواری کرتے۔

یعنی آپ اپنے پیچھے اپنے اہل بیت یا اصحاب میں سے کسی کو ردیف بٹھاتے تواضع اور انکساری کے اظہار کے لیے تھا۔ کبھی کبھی خود پیچھے بیٹھ جاتے اور دوسرے کو آگے سوار کرتے چنانچہ ایک بار تین اشخاص کو ایک اُونٹ پر اپنے آگے سوار کیا۔ اور ازواج مطہرات میں سے کسی کو ردیف کر لیتے۔ حضرت اسامہ عرفہ سے مزدلفہ تک اور مزدلفہ سے منیٰ تک حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو سوار کیا۔ جیساکہ بخاری شریف میں ہے۔

مسئلہ اس سے دو آدمیوں کا ایک سواری پر بیٹھنے کا جواز ثابت ہو رہا ہے بشرطیکہ جانور میں دو آدمیوں کے اٹھانے کی صلاحیت ہو۔ کھانا زمین پر رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ زمین پر بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے۔ بادشاہوں کی طرح کوئی خاص دسترخوان کا اہتمام نہ کیا جاتا۔

marfat.com

مملوک کی دعوت قبول کرنے کا معنی ہے غلام کی دعوت اس کے آقا کی اجازت سے قبول کرتے جیسے دعوتِ ولیمہ وغیرہ۔ یا آزاد شدہ غلام مراد ہے اس میں اُمّت کی ہدایت مقصود ہے کہ غریب سے غریب تر کی بھی دعوت قبول کر لینی چاہیے۔ گدھے پر سواری سے مقصد ہے۔ اس سے منصب وجاہ ومرتبہ میں کوئی خلل نہیں آتا۔

کبھی جانور کی ننگی پشت پر سواری فرماتے

ابن سعد نے حضرت حمزہ بن عبداللہ بن عتبہ بروایت مرسل ذکر کیا۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم گدھے کی ننگی پشت پر سواری کرتے اس پر کچھ نہ ہوتا۔ یعنی جُل وغیرہ کچھ نہ ہوتی تواضع وانکساری اور تعلیم اُمّت کے لیے تھا۔

ابن قیم نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر گھوڑے اور اونٹ پر سواری کرتے تھے۔

اپنا جوڑا خود گانٹھتے اور قمیص کو پیوند لگاتے

ابن عساکر نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْكَبُ الْحِمَارَ وَيَخْصِفُ النَّعْلَ وَيُرَقِّعُ الْقَمِيْصَ وَيَلْبَسُ الصُّوْفَ وَيَقُوْلُ مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ۔

ترجمہ: آپ گدھے پر سواری کرتے اپنا جوڑا گانٹھتے اور قمیص پر پیوند لگا لیتے اُون کا کپڑا پہنتے اور فرماتے جو میری سُنّت سے اعراض کرے تو وہ مجھ سے نہیں:

فَلَيْسَ مِنِّيْ کا معنی ہے کہ میرے طریقے پر عمل پیرا نہیں یہ آپ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی بھی سُنّت ہے۔

حاکم اور بیہقی اپنی کتاب شعب میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ انبیاء علیہم السلام اُون پہننے، بکریوں کا دُودھ دوہنے اور گدھے پر سواری کو پسند فرماتے تھے۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام نے فرمایا کہ قسم اس کی جو میں تمہیں بیان کرتا ہوں۔ جو شخص جنّتُ الفردوس کا طلب گار ہے اسے جَو کی روٹی کھانا چاہیے اور جَو کے ساتھ کوڑا کرکٹ کے ڈھیروں پر سونا چاہیئے۔

marfat.com

نکتہ اس سے اپنے نفس کی خدمت کا استحباب ثابت ہوتا ہے اور اس میں کوئی قباحت نہیں۔

طبرانی نے سندِ حسن کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم زمین پر بیٹھتے زمین پر کھاتے، بکری کا دُودھ دوہتے، اور غلام کی جو کی روٹی کی دعوت قبول فرماتے"۔

یعنی آپ زمین پر کوئی کپڑا وغیرہ بچھا کر بیٹھ جاتے اور بغیر دستر خوان و خوانچہ کے زمین پر بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے۔ اس میں اشارہ ہے کہ انسان کو ظاہری سہولیات کی بجائے اُمور باطنیہ و طہارتِ قلوب کی طرف توجہ دینی چاہیے اور اس پر اصحابِ کبار رضوان اللہ علیہم نے عمل کیا۔ کہ وہ مساجد میں زمین پر نماز پڑھتے، راستوں میں ننگے پاؤں چلتے اور زمین پر سو لیتے تھے۔

امام غزالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ آج حالت اس کے برعکس ہے کہ صوفیہ کا ایک گروہ صفائی کا بڑا اہتمام کرتے ہیں دین کی اساس قرار دیتے ہیں اور زیادہ وقت صفائی اور نظافت ظاہریہ میں ضائع کر دیتے ہیں مثلاً بالوں میں کنگھا کرنے میں بہت سا وقت برباد کر دیتے ہیں) حالانکہ ان کا باطن خراب ہے اور اسے معیوب بھی نہیں سمجھتے۔ اگر کوئی ننگے پاؤں زمین پر چلے یا بغیر مُصلّے وجا نماز کے نماز پڑھے تو اس پر قیامت ٹوٹ پڑتی ہے اور اسے قذر دگندا، کہا جاتا ہے اور اسے اپنے حلقے سے نکال دیتے ہیں تو امر منکر محبوب اور پسندیدہ امر معیوب بن گیا ہے۔ یعتقل کا معنی ہے بکری کے پاؤں میں اپنا پاؤں دے کر اس کا دودھ دوہنا۔ یہ تواضع اور ترکِ کبر کی علامت ہے "غلام کی جو کی روٹی پر دعوت قبول فرماتے"۔ اور ایک نسخہ میں "والاھالۃ السنخۃ" ایسا گھی جس کا ذائقہ تبدیل ہو چکا ہو ایسی اشیاء پر بھی انکار نہ فرماتے۔ یہ آپ کی کمال درجے کی تواضع اور انکساری ہے۔

آپ گفتگو ٹھہر ٹھہر کر فرماتے

امام بخاری و مسلم ابو داؤد نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح ٹھہر ٹھہر کر گفتگو فرماتے کہ اگر کوئی آپ کے حروف کو شمار کرنا چاہے تو گن سکتا تھا"۔ یعنی کلام کے الفاظ اور حروف کو بڑی آسانی سے شمار کر سکتا تھا۔

marfat.com

نکتہ اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ مدرس اور اُستاد کے لیے بہتر ہے کہ دوران تدریس آہستہ آہستہ آرام سے بولے تاکہ خود اور سامعین اس میں تفکر و تدبر کر سکیں جب ایک مسئلہ سے فارغ ہو جائے تو کچھ دیر رک کر دوسرا مسئلہ شروع کرے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھریلو کام کاج بھی کرتے تھے

امام احمد قدس سرہٗ نے حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کپڑے خود سی لیتے، جوتے گانٹھ لیتے اور جو کام لوگ اپنے گھروں میں کرتے ہیں وہ آپ بھی کام کرتے تھے باوجودیکہ آپ اشرف المخلوقات امام الانبیاء ہیں۔ گھر کا کام کاج خود کرتے تھے یہ تواضع انکساری کی ایک اکمل مثال ہے۔

حاکمِ وقت کے لیے یہ نمونہ ہے کہ اپنے کام اپنے ہاتھ سے کرے۔ نیز سلف صالحین کا بھی یہی طریقہ ہے۔

ابونعیم نے حلیہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کپڑوں کو خود پیوند لگاتے۔ بکری کا دُودھ دوہتے اور اپنا کام خود کرتے۔

شارح فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی یوں تاویل کریں گے کہ بعض اوقات اس طرح کرتے تھے کیونکہ بالتحقیق ثابت ہے کہ آپ کے غلام تھے اور ان سے کام بھی کرواتے تھے لیکن کبھی کبھی خود بھی کر لیا کرتے تھے اور کبھی خُدام کے ساتھ مل کر کام کرتے۔

نکتہ اس سے یہ استحباب ثابت ہوتا ہے کہ انسان اگرچہ کتنا جلیل القدر کیوں نہ ہو اُسے اپنا کام خُود کرنا چاہیئے۔

آپ بچوں کو سلام کہتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہٗ سے امام نسائی روایت کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انصار سے ملتے، ان کے بچوں کو سلام کہتے اور ان کے سروں پر دستِ شفقت رکھتے۔

اس میں حسن کی تردید ہے کہ وہ بچوں کو سلام کہنے سے منع کرتے ہیں وَیَمْسَحُ صِبْیَانَھُمْ (ان کے بچوں کے سروں پر ہاتھ پھیرتے) انصار کے بچوں کا ذکر ان کی عظمت اور پیار کی وجہ

سے ہے ورنہ ہر کسی کے بچوں کو نہ صرف سلام کہتے بلکہ ان کو اپنے ہاتھوں پر اٹھا بھی لیتے تھے۔
اسی طرح اپنے اصحاب سے وعدہ کرتے اور ان کے گھروں میں تشریف لے جاتے تھے۔

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس میں اشارہ ہے کہ یہ کام آپ نے بار ہا کیا یعنی بچوں کو سلام کہنے کی مشروعیت بہتر ہے اس سے کہ بچے کو سلام کہنا امر واقعہ ہے۔

ابن بطال نے کہا کہ بچوں کو سلام کہنے میں ان کی تدریب اور مشق عمل ہے تاکہ وہ آداب دینیہ سے متعارف ہو کر عمل پیرا ہو سکیں۔

نیز اس سے بڑوں سے کبر و نخوت نکلتا ہے نرم گفتگو اور تواضع کا درس ملتا ہے البتہ بلوغ کے قریب عمر کے لحاظ سے بچہ کو پہلے سلام عموماً نہ کہا جائے خصوصاً مراہق بچہ کو تاکہ انہیں سلام میں پہل کرنے کی عادت پڑے۔

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ:

كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمُرُّ بِالصِّبْيَانِ فَيُسَلِّمُ عَلَيْهِمْ۔

ترجمہ: "آپ بچوں کے پاس سے گزرتے تو انہیں سلام کہتے"

حضور علیہ السلام عورتوں کو سلام کہتے

مسند امام احمد میں حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

وَكَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمُرُّ بِنِسَاءٍ فَيُسَلِّمُ عَلَيْهِنَّ۔

ترجمہ: "آپ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے پاس سے گذرتے تو انہیں سلام کہتے"

فَيُسَلِّمُ عَلَيْهِنَّ۔ انہیں سلام کہتے تھے خواہ نوجوان اور حسینہ وجمیلہ عورتیں ہوں کیونکہ محرم کی طرح ہیں (نبی اُمت کے لیے باپ کی مانند ہوتا ہے۔ نیز نبی معصوم ہوتا ہے) لیکن غیر معصوم اجنبی کے لیے عورتوں کو ابتدائً سلام کہنا یا سلام کا جواب دینا مکروہ ہے۔ یہ امن وسلامتی کی صورت میں ہے بصورت دیگر حرام ہے۔

marfat.com

آپ بلّی کے بچے ہوئے پانی سے وضو کر لیتے تھے

اوسط میں طبرانی اور حلیہ میں ابو نعیم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا۔

كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْغِيْ لِلْهِرَّةِ الْإِنَاءَ فَتَشْرَبُ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ بِفَضْلِهَا۔

ترجمہ: آپ صلے اللہ علیہ وسلم بلی کے لیے برتن جھکا دیتے کہ وہ اس سے پانی پی لے پھر اس کے بچے ہوئے پانی سے وضو فرما لیتے۔

بلی کو پانی پینے کی سہولت کے لیے برتن کو جھکا دیتے۔

مسئلہ نمبر ۱ اس سے بلّی اور اس کے جوٹھ کا پاک ہونا ثابت ہو رہا ہے یہ عام علماٗ کا قول ہے لیکن حضرت امام اعظم کے نزدیک بلّی کے جوٹھے پانی سے وضو مکروہ ہے اور آپ کے اصحاب نے آپ سے اختلاف کیا ہے اسی طرح بلی کا فروخت کرنا بھی جائز ہے اور اس سے نفع حاصل کرنا جائز ہے۔ عالم دین کے لیے مناسب ہے امر مباح کا تقرر کرے جب کہ بعض کے نزدیک مکروہ ہو تاکہ اس کا جواز ظاہر ہو جائے۔

مسئلہ نمبر ۲ حیوانات پر احسان اور رحم کرتے ہوئے ان کو پانی پلانا مستحسن ہے۔

حسنین کریمین حالتِ نماز میں آپ کی پُشت پر سوار ہو جاتے تھے۔

حلیہ میں ابو نعیم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ

كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ يَلْعَبَانِ وَيَقْعُدَانِ عَلٰى ظَهْرِهٖ۔

ترجمہ: رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تو امام حسن اور امام حسین کھیلتے کھیلتے آپ کی پُشت پر سوار ہو جاتے۔

آپ کا ذریّت سے کمال درجہ کی شفقت و رافت ہے۔

سوال بعض نے کہا کہ نماز محلِ اخلاص اور خشوع ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

marfat.com

تمام مخلوق سے زیادہ نماز کی محافظت فرمانے والے تھے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

مَاجَعَلَ اللّٰہُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَیْنِ[1] ترجمہ: اللہ نے کسی کے سینہ میں دو دل نہیں بنائے۔

اور حسنین کا پشت پر سوار ہونا شغل ہے۔

جواب آپ نے یہ صرف تشریح اور بیان جواز کے لیے کیا۔

آپ جس راستہ سے گذرتے اس سے خوشبو آتی

ابن سعد ابراہیم نے مرسلاً روایت کیا ہے۔

کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جدھر سے گذر ہوتا اس راہ سے خوشبو آتی اور معلوم ہو جاتا کہ آپ یہاں سے گزرے ہیں۔

آپ کی خصوصیات سے ہے کہ ہمیشہ آپ سے خوشبو آتی رہتی اگرچہ خوشبو نہ لگائی ہو اور جس راہ سے گزر ہوتا وہ معطر ہو جاتا۔

آپ قوم کے شریر کے ساتھ نرمی سے گفتگو کرتے

طبرانی نے عمرو بن العاص سے روایت کیا کہ

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم قوم کے بدبخت شراتی سے نرمی سے گفتگو کرتے اور اس کی طرف متوجہ بھی ہوتے۔ یہ فعل اس کی تالیف کے لیے تھا۔

یُوَانِسُہٗ بعض نسخوں میں یُوَانِسُھُمْ جمع کا صیغہ ہے ان کو اپنی طرف مانوس کرنے کے لیے تھا تاکہ اسلام کی طرف ان کی رغبت پیدا ہو۔

بعض احادیث میں ہے جو ان کے پاس بیٹھے وہ بھی انہیں کی طرح ہے۔ یہ اس وقت ہے کہ جب کوئی ضرورت نہ ہو اور مذکورہ بالا میں اقبال بوجہ ضرورت ہے۔

آپ راتوں کو اتنا طویل قیام کرتے کہ پاؤں مبارک پھٹ جاتے

بخاری و مسلم و ترمذی

---

[1] پارہ ۲۱، سورۃ الاحزاب۔ آیت ۴

نسائی اور ابن ماجہ میں حضرت مغیرہ سے روایت ہے کہ۔

كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْمُ مِنَ اللَّيْلِ حَتّٰى تَنْفَطِرَ قَدَمَاهُ۔ ترجمہ: رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم رات کو اتنا طویل قیام کرتے کہ پاؤں مُبارک پھٹ جاتے۔

ایک روایت

حَتّٰى تَتَوَرَّمَ قَدَمَاهُ کہ آپ کے پاؤں مبارک پر سوزش آجاتی۔

ترمذی نے مزید لکھا ہے کہ آپ سے دریافت کیا گیا کہ آپ اتنا طویل قیام کیوں کرتے ہیں کہ اللہ تعالٰے نے آپ سے مغفرت کا وعدہ نہیں کیا تو آپ نے جواب دیا کہ میں اللہ کا عبدِ شاکر (شکر کرنے والا بندہ) نہ بنوں یعنی میں کیوں نہ اس کی نعمتوں کا شکر ادا کروں۔ کہ اس نے مجھے دارین کی نعمتوں سے نوازا ہے۔

نسائی اور حاکم نے ابن ابی اوفی سے اور حاکم نے ابو سعید سے رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ ذکرِ الٰہی بکثرت کرتے اور دل لگی کی مزاحیہ باتیں بہت کم، نماز طویل کرتے اور خطبہ مختصر دیتے صرف انگلیوں پر بُوجھ ڈال کر نہ چلتے اور مسکین اور غلاموں کے ساتھ جا کر ان کی حاجات پوری کرتے۔

بخاری کی روایت میں ہے کہ اگر کوئی کنیز آپ کا بازو پکڑ کر کہتی کہ میرے ساتھ چلئے کہ آپ اس کے ساتھ چلتے جہاں تک کہ وہ چاہتی اور اس کی ضروریات پوری کر دیتے۔

ترمذی و مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ ایک عورت آپ کے پاس آکر کہنے لگی کہ مجھے آپ کے ساتھ ایک کام ہے تو آپ نے فرمایا کہ مدینہ منورہ کی جس گلی میں تو چاہے میں تیری بات سُننے اور تیری حاجت پوری کرنے کے لیے تیار رہوں۔

نکتہ آپ کی ذات اقدس ایسی تھی ہر شخص بلا جھجک بات کر سکتا اور اپنی حاجت پوری کروا لیتا تھا اور آپ اپنے اقوال و افعال اور سخت تکالیف پر صبر سے لوگوں کی راہنمائی فرماتے۔

بچیوں سے کھیل کی باتیں کرتے

الضیأ نے حضرت انس رضی اللہ عنہُ

marfat.com

سے روایت کیا کہ آپ اُمّ المومنین اُمِ سلمہ کی بیٹی زینب سے لعب فرماتے ہُوئے کہتے یا زینب یا زوینب"۔

یقیناً اللہ تعالیٰ نے شقِ صدر کے ذریعے آپ کے قلبِ اطہر کو ہر قسم کی ناپسندیدہ خصلت مثلاً تکبر، فحش وغیرہا اور ہر اس جبلت سے پاک کر دیا جس پر عام انسان کی خلقت ہوئی ہے۔ اور انوار و حکمت اور علوم کثیرہ سے پُر کر دیا۔

آپ کا آخری کلام

ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے روایت کیا کہ آپ کا آخری کلام تھا نماز نماز اور اپنے مملوکوں کے بارے اللہ سے ڈرتے رہنا۔

الصلوٰۃ الصلوٰۃ۔ نماز نماز کا مطلب ہے کہ اس کی محافظت کرو۔ اس کے ضائع کرنے سے بچو اور ضائع کرنے پر جو عذاب مرتب ہوگا اس سے ڈرتے رہو اور مملوکوں کے بارے وصیت کو نماز کے ساتھ متصل لانے میں اشارہ ہے کہ آقا پر غلام کے حقوق کی رعایت بھی واجب ہے۔ جس طرح نماز واجب ہے۔ علماٗ کہتے ہیں کہ یہ حدیث جوامع الکلم سے ہے کہ اس میں نماز کی وصیت کا ذکر ہے جو کہ ہر عاقل و بالغ مسلمان پر فرض ہے کہ انسان کو بُرائی اور بے حیائی سے محفوظ رکھتی ہے اور مملوک کے حقوق کا ذکر ہے۔

بیہقی نے حضرت عبیدہ بن جراح سے روایت کیا آپ کا آخری کلام تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کو اس لیے برباد کیا کہ انہوں نے انبیاٗ علیہم السلام کی قبور کو مساجد بنا لیا عرب کی سرزمین پر دو دین باقی نہیں رہیں گے۔

یہ کلام اپنے اہل اصحاب اور والیانِ امور کے حق میں آخری تھا ورنہ دوسری حدیث میں ہے کہ آپ کا آخری کلام یہ تھا۔

جَلَالُ رَبِّیَ الرَّفِیْعِ۔ میرے بلند رب کی جلالتِ شان۔

اتخذوا قبور انبیاءھم مساجد علامہ بیضاوی کہتے ہیں اس لیے کہ انبیاء کی قبور کو تعظیماً سجدہ کرتے تھے اسی لیے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو اس سے منع کر دیا۔

marfat.com

ولی کے قرب میں مسجد بنانا جائز ہے

اگر کوئی شخص کسی مرد صالح کی قبر کے نزدیک مسجد بناتا ہے۔ یا اس کے مقبرہ میں اس کی رُوح سے استفادہ اور وصول فیض کے لیے نماز پڑھتا ہے نہ کہ تعظیم کے لیے تو یہ جائز ہے اور اس میں کوئی قباحت نہیں۔

جیسا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قبر انور میں حطیم کعبہ میں ہے اور اس جگہ نماز پڑھنا افضل ہے اور مقبرہ میں نماز کی ممانعت، وہ ایسے کہ مقبرہ کے ساتھ مخصوص جو کہ قبریں گرا اگرا کر بنایا گیا ہو۔ آپ کا قول بارض الحجاز اور ایک روایت میں ہے بجزیرۃ العرب۔ تو اس روایت سے واضح ہو گیا کہ زمین سے مُراد پورا عرب کا علاقہ ہے کہ اس علاقہ میں دو مذہب قائم نہیں ہو سکتے کیونکہ ان میں تخالف اور تضاد ہونے کی وجہ سے۔

آئمہ کرام نے اس حدیث سے اخذ کیا اور کہا کہ جزیرۃ العرب سے ہمارے دینِ اسلام کے سوا تمام دین ختم ہو جائیں گے۔ البتہ غیر مسلم بطور مسافر آ سکتا ہے۔ یہ قول امام شافعی اور امام مالک کا ہے لیکن امام شافعی حجاز کے ساتھ مخصوص کرتے ہیں وہ مکہ مکرمہ مدینہ منورہ اور یمامتہ سوائے یمن کے۔

حاکم نے حضرت انس سے روایت کیا کہ جب آپ کا وصال شریف ہوا تو اس وقت آپ کی زبان اقدس پر۔

جلال ربی الرّفیع ۔ میرے رب بلند و بالا جلال۔

یہ سابق حدیث کے منافی نہیں کہ وہ آخری قضایا اور احکامات بیان کرنے کے لحاظ سے ہے اور یہ آخری نطق ہے جس کے بعد آپ کا وصال ہو گیا۔

سہیلی نے کہا کہ اس کلمہ کے اختیار کرنے میں حکمت یہ ہے کہ یہ توحید اور ذکرِ قلبی کو متضمن ہے۔ اور ذکر لسانی شرط نہیں۔ بالفرض اگر زبان سے کوئی اور کلمہ بھی جاری ہو تو وہ ذکر قلبی کے منافی نہیں۔

اس حدیث کا اصل صحیحین میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے حالت صحت میں فرمایا تھا کہ کسی نبی کا وصال نہیں ہوتا مگر وہ اس

marfat.com

سے قبل جنت میں اپنا مقام دیکھ لیتا ہے پھر اسے اختیار دیا جاتا ہے پھر جب آپ کے وصال کا وقت آیا تو اس وقت آپ کا سر اقدس میری گود میں تھا آپ پر غشی ہوئی پھر آفاقہ ہوا تو نگاہ کو مکان کی چھت کی طرف پھیرا اور فرمایا۔

اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلیٰ۔ ترجمہ: اے اللہ میں نے افضل دوست کو پسند کیا۔

تو مجھے یقین ہوگیا اب آپ ہمیں کبھی پسند نہیں کریں گے اور مجھے وہ حدیث یاد آئی جو آپ نے پہلے بیان فرمائی تھی اور اس حدیث محبوب کی طرف رغبت و میلان کا اشارہ ہے وہ ہی صورت میں ہوسکتا ہے کہ رفیق اعلیٰ کو پسند کرتے ہوئے اس دنیا فانی سے رحلت فرمائیں جو کہ محبوب کی ملاقات کے منافی ہے۔

سہیل نے واقدی سے ذکر کیا کہ آپ نے دنیا میں جلوہ افروز ہوتے وقت سب سے پہلا کلمہ یہ پڑھا تھا۔

جَلَالُ رَبِّیَ الرَّفِیْعُ۔ ترجمہ: میرے پروردگار کا بلند و بالا جلال۔

لیکن عائذ نے روایت کیا کہ جب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ کے شکمِ اطہر سے اس دُنیا میں ظہور پذیر ہوئے تو آپ کی زبان اقدس پر یہ کلمات جاری تھے۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا وَّسُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا۔ ترجمہ: اللہ سب سے بہت بڑا ہے اور تمام تعریفیں کثرت سے اور اللہ کی پاکیزگی صبح و شام۔

امام مناوی کے جواہرات میں سے اس حدیث کی شرح جو امام بخاری نے ادب میں اور بیہقی نے حضرت انس سے، اور طبرانی نے معاویہ سے اور حاکم نے بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

لَسْتُ مِنْ دَدٍ وَلَا الدَّدُ مِنِّیْ وَلَسْتُ مِنَ الْبَاطِلِ وَلَا الْبَاطِلُ مِنِّیْ۔ ترجمہ: کھیل اور کود سے میرا کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی کھیل کود میرے شایانِ شان ہے۔

marfat.com

(کا لہو کھیل اور باطل سے مُراد لعب ہے اور یہ دوسری حدیث کہ آپ مزاح بھی فرماتے تھے۔ کے منافی نہیں کیونکہ آپ کا مزاح بھی حق اور سچ تھا۔

قرطبی وغیرہ نے اس سے استدلال کیا ہے کہ غنا حرام ہے کہ آپ نے اس سے بیزاری کا اظہار کیا ہے اور جس سے برأت کا اظہار فرمائیں وہ حرام ہوتی ہے۔ یہ استدلال درست نہیں۔ اس لیے کہ ہر لہو ولعب حرام نہیں ہوتا۔ جس کی دلیل اہل حبشہ کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں مسجد نبوی میں کھیل وکود (لہو ولعب) ہے (جس سے انہوں نے اپنی فن کاری اور سپہ گری کا اظہار کیا تھا۔)

امام مناوی کے جواہرات میں سے حدیث جسے امام احمد ترمذی ابن ماجہ اور ابن حبان نے حضرت انس رضی اللہ عنہُ سے روایت کیا۔ مجھے اللہ تعالیٰ کی وجہ سے اتنی تکالیف دی گئیں جتنی کسی کو بھی نہیں ملی۔ تیس دن اور رات میرے پاس آتی ہیں مگر میرے اور بلال کے لیے صرف اتنا ہی ہے۔ جو بلال کی بغل چھپ جائے۔

ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہُ سے ان الفاظ میں ذکر کیا۔

مَا اُوْذِيَ اَحَدٌ مَا اُوْذِيْتُ فِي اللّٰهِ۔ ترجمہ: اللہ کی راہ میں جتنی مجھے تکالیف دی گئیں اتنی کسی کو نہیں ملیں۔

ابن قیم نے کہا کہ فِي اللّٰهِ کے الفاظ کثیر احادیث میں موجود ہیں جس کے دو معنے ہو سکتے ہیں۔

نمبر ۱۔ اللہ تعالیٰ کی رضا خوشنودی اور طاعت کے تو یہ اختیاری اعمال میں ہوگا (اللہ کی رضا اور اس کی اطاعت کے لیے میں نے بہت زیادہ تکالیف شاقہ برداشت کیں اور ارادہ و اختیار سے تھیں۔

نمبر ۲۔ دوسرا معنے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وجہ سے مجھے تکالیف پہنچیں تو یہ غیر اختیاری میں ہوگا۔

آپ نے بہت زیادہ مصائب برداشت کیے

رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو جو مصائب و آلام برداشت کرنے پڑے ان کا شمار نہیں ہو سکتا۔

بخاری شریف میں ہے کہ ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں نماز پڑھ رہے

marfat.com

تھے کہ عقبہ بن ابی معیط نے آپ کی گردن میں کپڑا ڈال کر کھینچا اور سخت گلا دبا دیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کی طرف روتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے دوڑے۔

اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰہُ [1] ترجمہ: کیا تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔

اسی طرح ایک اور مرتبہ عقبہ نے نماز پڑھتے ہوئے آپ کے گلے میں کپڑا ڈال کر اتنے زور سے کھینچا کہ آپ گھٹنوں کے بل گر گئے تو لوگوں نے شور مچا دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عقبہ کو پیچھے دھکا دے کر آپ کو بازوؤں سے پکڑا۔

مسند ابویعلیٰ اور بزاز میں صحیح سند کے ساتھ حدیث ہے کہ کفار مکہ نے آپ کو اتنا سخت پیٹا کہ آپ پر غشی طاری ہو گئی تو ابوبکر صدیق یہ پکارتے ہوئے آپ کے پاس حاضر ہوئے۔

اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰہُ [2] ترجمہ: میرا رب اللہ ہے، کہنے والے شخص کو تم قتل کرنا چاہتے ہو۔

بزاز میں ہے ایک دفعہ حضرت علی المرتضٰے نے فرمایا، سب لوگوں سے زیادہ بہادر کون ہے؟ تو لوگوں نے عرض کیا، اے امیر المومنین آپ ہیں۔ تو فرمایا، میں نے جس کا فرسے مقابلہ کیا اس کے دو ٹکڑے کئے لیکن ابوبکر مجھ سے بھی بہادر ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ کفارِ قریش آپ کو پکڑ کر کھینچ رہے اور کہتے تھے تو نے تمام خداؤں کو ایک بنا دیا بخدا مسلمانوں میں سے ابوبکر کے سوا آگے ہونے کی کسی کو ہمت نہ ہوئی۔

اسی طرح ایک بار انہوں نے نماز کے دوران آپ پر اونٹ کی اوجڑی رکھ دی۔ آپ کے مصائب و آلام کا ذکر بہت طویل ہے جو مزید دیکھنا چاہے وہ سیرت کی کتب کا مطالعہ کرلے۔

لَقَدْ اَتَتْ عَلَیَّ ثَلَاثُوْنَ کی تشریح میں ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ مال و متاعِ دنیا کی وسعت و کشادگی کا اختیار دیا گیا۔ جیسا کہ ترمذی شریف میں ہے آپ نے فرمایا مجھ پر بطحاء مکہ کو سونا بنا کر پیش کیا گیا تو میں نے انکار کر دیا۔

---

[1] پارہ ۲۴، سورہ مومن، آیت ۲۸۔ [2] ایضاً۔

marfat.com

امام مناوی فرماتے ہیں "جتنی مجھے اللہ کی راہ میں تکالیف پہنچیں کسی کو نہ پہنچیں"۔ میں فی اللہ یعنی اللہ کی رضا یا اللہ کی وجہ سے کہ میں نے لوگوں کو اس کی عبادت کے اقرار کی دعوت دی اور اس کے ساتھ کسی کو شریک بنانے سے منع کیا۔ یہ کمال درجہ کا لطف ہے جس سے آپ کے مقامات میں روز افزوں ترقی ہوتی جائے گی۔

ابن عطاؒ کہتے ہیں کہ اصفیا پر تکالیف و بلائیں اس لیے نازل ہوتی ہیں تاکہ کسی چیز کی طرف ان کا قلبی میلان نہ ہو اور کوئی شے اللہ سے انہیں مشغول نہ رکھے۔

ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس حدیث پر دوسری روایت سے اشکال ہوتا ہے۔ جس میں آتا ہے صحابہ کرام کو بہت زیادہ مصائب اور تکالیف پہنچیں۔ اگر ثابت ہے تو وہ محمول ہے حدیث انس کے معنی پر۔

لَقَدْ اُوْذِیْتُ فِی اللّٰہِ مَا یُؤْذٰی اَحَدٌ۔ ترجمہ: مجھے اللہ کی راہ میں ضرر و تکالیف پہنچیں جو کسی کو دی جا سکتی ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ابن اسحاق نے روایت کیا بخدا ان سے اگر کسی کو پیٹتے اور پیاسا رکھتے یہاں تک کہ شدت تکلیف سے کھڑا نہ ہو سکتا تو اسے کہتے کہ کہہ لات عزیٰ تیرے سچے معبود ہیں تو وہ جواب دیتا کہ احد احد (اللہ ایک ہے اللہ ایک ہے)

ابن ماجہ اور ابن حبان نے ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کیا سب سے قبل سات اشخاص نے اپنے اسلام کا اظہار کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ابو بکر صدیق، عمار ان کی ماں سمیہ، صہیب رومی، بلال حبشی اور مقداد، لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ان کے چچا ابو طالب کے ذریعہ محفوظ رکھا ابو بکر صدیق اپنی قوم کی وجہ سے محفوظ رہے باقی حضرات کو مشرکین نے بہت ستایا ان کو لوہے کی وزنی وزنی زرعیں پہناتے گرم دھوپ میں اور تپتی ریت پر لٹاتے۔ الخ۔

اس کا جواب یہ ہے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی اس سے تکلیف ہوئی تھی۔ کہ ان کو آپ کی وجہ سے مبتلائے عذاب کیا جاتا تھا۔

اشکال ایک اور اشکال ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی تکالیف میں سے قتل ہے جیسا

marfat.com

کہ حضرت ذکریا اور ان کے صاحبزادے حضرت یحییٰ علیہما السلام کو شہید کیا گیا۔

جواب: اس سے مراد جسم سے روح جدا کرنے کے علاوہ دیگر تکالیف ہیں۔

بعض نے جواب دیا کہ بلا کثرتِ اتباع کے تابع ہے کیونکہ آپ انبیاء سے کہیں زیادہ کثیر الاتباع ہیں جن کو مبتلائے عذاب رکھا گیا آپ انبیاء علیہم السلام سے زیادہ مبتلائے عذاب ہوئے۔ جب آپ کا دین مکمل ہوا تو عذاب اور مصائب و تکالیف کی بھی تکمیل ہو گئی۔ تو ھار و ذی الخ کا معنی ہو گا کہ آپ کی دعوت عامہ ہے تو جمیع امت کی ابتلاء اور آزمائش کو محیط اور مشتمل ہے۔ تو جس طرح آپکا دین مکمل ہے تو ہر وہ بلاء و مصیبت جو مختلف امتوں میں متفرق تھی وہ آپ میں جمع ہو گئی اور آپ کے ساتھ مبتلا ہوئے۔

حضرت علی الخواص فرماتے ہیں کہ رسول خدا المصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم جب کسی نبی علیہ السلام کے بارے میں کوئی تکلیف سنتے تو وہ خود میں موجود پاتے تھے۔

مَا اُوْذِیَ اَحَدٌ مَا اُوْذِیْتُ فَقَدْ	ترجمہ: کسی کو تکلیف نہیں پہنچی جتنی مجھے
آذَا قَوْمُهٗ اَذًی لَا یَحْتَمِلُ	پہنچی اس کی قوم نے وہ تکلیف دی جو
وَلَا یُطَاقُ حَتّٰی رَمَوْهُ بِالْحِجَارَةِ	برداشت نہیں کر سکتے تھے یہاں تک
اِلٰی اَنْ اِدْمُوْا رِجْلَیْهِ فَسَالَ مِنْهُمَا	کہ انہیں پتھر مارے گئے کہ ان کے پاؤں
الدَّمُ حَتّٰی بَلَّتْ نَعْلَیْهِ وَنَسَبُوْهُ	رنگین ہو گئے اور خون سے ان کے جوتے
اِلَی السِّحْرِ وَالْکِهَانَةِ۔	پُر ہو گئے انہیں سحر کہانت اور جنوں
	سے منسوب کیا گیا۔

ان سے بہت مشہور ہیں اور آپ کے لیے مصائب سے آشنا کافی ہے جو طائف میں آپ کو مصائب تکالیف پہنچیں وہی کافی ہے۔

اس سے صوفیا کرام نے استنباط کیا کہ تکالیف انسانوں اور جنات وغیرہ سے ضروری ہے وہ کہتے ہیں صاحبِ حال میں سے جو کمزور ہیں جب انہیں کسی سے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ خود پر ملامت کرتے ہیں لیکن کامل اور قوی حضرات برداشت کر لیتے ہیں اور لوگوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتے کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں کیونکہ لوگوں میں یہی مشہور ہے کہ کامل اور

ولی درویش وہ ہوتا ہے جو صاحب کرامت ہو مثلاً جو اس کے مال کی چوری کرے وہ جل جائے وغیرہ لیکن قوی شارع علیہ السلام کے حال سے استدلال کرتے ہوئے خود پر ملامت نہیں کرتا۔

قولہ جو تکلیف برداشت کرتا ہے کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو اور تکلیف دینے والے سے مقابلہ نہیں کرتا۔ پس صوفیا کے نزدیک کامل وہ شخص ہے جو تکلیف برداشت کرے اسے مار پیٹا جائے اس کی خوب تذلیل کی جائے۔ تو وہ اس سے متاثر نہ ہو۔

ہمارے شیخ شعرادی نے کہا کہ ہمارے ایک دوست شیخ احمد کعکی کے ساتھ ایک واقعہ پیش آیا کہ ان کے پڑوسیوں نے اسے بہت زیادہ ستایا تو ان کے گھر کیڑوں سے بھر گئے روٹی اور پانی میں بھی کیڑے ہی نظر آتے تو وہ مجبور ہو کر مکان چھوڑ گئے میں نے ان سے کہا فقیر لوگ تو مصائب اٹھاتے ہیں اور دوسروں کو نہیں تو انہوں نے جواب دیا یہ تمہارے ابدالوں کا خاصہ ہے اور ہماری قوت اس کی متحمل نہیں، تاکہ لوگ ایک دوسرے پر زیادتی نہ کریں۔

امام مناوی کے جواہرات میں سے اس حدیث کی تشریح :۔

لَوْ نَزَلَ مُوْسٰی فَاتَّبَعْتُمُوْهُ وَتَرَ كْتُمُوْنِیْ لَضَلَلْتُمْ اَنَا حَظُّكُمْ مِنَ النَّبِیِّیْنَ وَاَنْتُمْ حَظِّیْ مِنَ الْاُمَمِ۔	ترجمہ: اگر موسیٰ علیہ السلام تمہارے پاس تشریف لائیں تو مجھے چھوڑ کر ان کی اتباع کرو گے تو تم گمراہ ہو جاؤ گے انبیاء سے میں تمہارا حصہ اور اُمتوں سے تم میرا حصہ ہو“

اسے بیہقی نے حضرت عبداللہ بن حارث سے روایت کیا۔ تضللتم کا معنٰی ہے۔ تم راہِ حق سے پھر جاؤ گے کہ میرا شریعت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دین کی ناسخ ہے۔

اس حدیث کا سبب یہ ہے جس طرح اس کے راوی حضرت عبداللہ بن حارث نے بیان کیا کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ تورات کا کچھ حصہ لے کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر کہنے لگے۔ کہ اسے میں اہل کتاب کے ایک شخص سے لایا ہوں تو آپ نے فرمایا مجھ پر پیش کر حضرت عمر پڑھنے لگے تو آپ کا رُخ انور متغیر ہو گیا۔ اور یہ حدیث بیان کی۔

marfat.com

امام مناوی کے جواہرات میں سے وہ حدیث جسے بخاری و مسلم، امام احمد اور نسائی نے عبداللہ بن زید مازنی سے اور ترمذی نے حضرت علی اور ابو ہریرہ سے روایت کیا۔

مَابَیْنَ بَیْتِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِّیَاضِ الْجَنَّۃِ۔ ترجمہ: میرے گھر اور منبر کے درمیانی جگہ جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے۔

بَیْتِیْ سے مراد قبر انور ہے کیونکہ روضہ انور آپ کے گھر میں ہے۔ روضہ جنت کے باغات کی طرح ہے نزولِ رحمت اور اس جگہ عبادت کرنے سے جنت میں پہنچنے کی وجہ سے یا حقیقت میں یہ حصہ جنت سے لایا گیا ہے۔ جیسے حجرِ اسود جنت سے لایا گیا یا یہ کہ جنت سے لایا جائے گا۔ جیسے استن حنانہ اس میں بلیغ تشبیہ مجاز پر محمول کیا جائے خواہ حقیقت پر۔ روضۃ کہتے ہیں ایسی جگہ کو جہاں پر پانی درخت اور پھول بکثرت ہوں بعض نے کہا اعلیٰ ترین اور نفیس ترین باغ کو کہتے ہیں اس وقت روضہ انور اور منبر کی درمیانی جگہ تقریباً ترپن گز ہے۔

نکتہ فضیلت مدینہ اس سے مدینہ منورہ کی مکہ مکرمہ سے فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ اس کا ایک حصہ جنت کا ٹکڑا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جنت تمہاری کمان کا ایک ٹکڑا اور حصہ ہے یقیناً دنیا و مافیہا سے بہتر ہے

جواب صرف اس جگہ کا شرف ثابت ہے جب کہ دعویٰ پورے مدینہ کی برتری کا ہے۔ اس طرح تو جحفہ بھی مدینہ سے افضل ہو جائے جب کہ وہ مکہ سے افضل نہیں تو پھر مدینہ منورہ بھی مکہ سے افضل نہیں۔

حدیث کا تتمہ مصنف نے ذکر نہیں کیا۔ آپ کا فرمان ہے:

وَمِنْبَرِیْ عَلٰی حَوْضِیْ۔ ترجمہ: میرا منبر میرے حوض کوثر پر ہوگا۔

جس طرح کہ مسلم وغیرہ کی روایت سے یہ الفاظ ثابت ہیں۔

امام سیوطی نے کہا کہ اصح یہ ہے کہ اس سے مراد بعینہ دنیا والا منبر حوض پر ہوگا بعض نے کہا وہ وہاں کا منبر ہوگا بعض نے بیان کیا کہ اس کا معنیٰ ہے کہ اگر وہاں پہنچنا چاہے اور وہاں سے شراب پینا چاہے تو اسے نیک عمل کرنا چاہیئے۔

امام مناوی کے جواہرات میں سے وہ حدیث جسے امام بخاری اور امام احمد نے حضرت

marfat.com

ابوہریرہ سے روایت کیا۔

مَامِنْ نَبِيٍّ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ اِلَّا وَقَدْ اُعْطِيَ مِنَ الْاٰيَاتِ مَا مِثْلُهُ اٰمَنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ وَاِنَّمَا كَانَ الَّذِي اُوْتِيْتُ وَحْيًا اَوْحَى اللّٰهُ اِلَيَّ فَاَرْجُوْ اَنْ اَكُوْنَ اَكْثَرَ تَابِعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

ترجمہ:۔ ہرنبی کو معجزات عطا ہوئے ان کو دیکھ کر لوگ ایمان لائے اور میری طرف خصوصیت سے وحی ہوئی (جو سب کو جامع ہے) مجھے امید ہے کہ روز قیامت سب سے زیادہ صاحب اتباع ہوں گا۔

یعنی ہر نبی کو کچھ نہ کچھ معجزات عطا ہوئے جن کے مشاہدہ سے مشاہدہ کرنے والا ایمان لانے پر مجبور ہوگیا۔ جو زمانہ کے گذرنے کے ساتھ ساتھ معجزات ختم ہوگئے اور آپ کے اعظم معجزات سے وحی الٰہی یعنی قرآن کریم ہے ورنہ آپ کے معجزات غیر متناہی ہیں۔ لیکن قرآن کریم ایسا مہتم بالشان معجزہ ہے جو بکثرت مرور زمانہ سے ختم ہونے والا نہیں بلکہ ہمیشہ رہنے والی کتاب ہے جو ہمیشہ کے لیے نفع بخش ہے۔ دوسری کتب سے اس طرح بھی ممتاز ہے۔ کہ اس کا اعجاز صرف نظم اور بلاغت پر ہی مشتمل نہیں جو زمانہ کے گذرنے سے ختم ہو جائے بلکہ یہ تغیر و تبدل سے محفوظ رہے معاندین کو مقابلہ کا چیلنج ہو۔ جس کا جواب آج تک کوئی نہیں دے سکا۔ مزید برآں یہ ایسا معجزہ ہے جو بذاتِ خود بے شمار معجزات پر مشتمل ہے اس کی ایک مثال یہ آیت ہے:۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ [1]

ترجمہ: ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ یاد کیا جائے تو ان کے دل ڈر جائیں۔

المؤمنون سے کامل ایمان والے مراد ہیں اس طرح بہت مثالیں ہیں۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہر سلام بھیجنے والے کے سلام کا جواب دیتے ہیں

امام مناوی کے جواہرات میں سے اس حدیث کی شرح جسے ابوداؤد نے ابوھریرہ سے روایت کیا۔

[1] پارہ ۹، سورۂ انفال، آیت ۲۔

مَا مِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰہُ عَلَیَّ رُوْحِیْ حَتّٰی اَرُدَّ عَلَیْہِ السَّلَامَ ۔ ترجمہ: جو مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ میری روح کو واپس بھیج دیتا ہے اور میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں ۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے ۔ علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں ۔ رَدَّ اللّٰہُ عَلَیَّ رُوْحِیْ کا معنی ہے اللہ تعالیٰ مجھے بولنے کی اجازت مرحمت فرماتا ہے کیونکہ سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کے لیے زندہ ہیں اور آپ کی رُوح اقدس جسدِ اطہر سے کبھی جُدا نہ ہوتی ۔ اس لیے کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ تمام انبیاءؑ علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں ۔

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

قولہ حَتّٰی اَرُدَّ عَلَیْہِ السَّلَامَ یہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ظاہر واضح ہے ۔ بریں بنا کوئی لمحہ اور گھڑی ایسی نہیں جب کوئی سلام نہ بھیجتا ہو ۔ جو شخص رَدّ کو زیارت کے ساتھ مخصوص کرتا ہے (آپ اس شخص کا جواب دیتے ہیں جو روضۂ انور پر حاضری دیتے ہوئے سلام عرض کرتا ہے) تو اس کے لیے بیان یعنی تخصیص لازم ہے ۔

ابن ملقن وغیرہ نے کہا کہ رُوح سے مُراد مجازاً نطق ہے اور علاقہ مجازیہ ہے کہ رُوح کے لوازمات سے نطق کا بالفعل یا بالقوۃ پایا جانا ہے ۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم عالمِ برزخ میں احوال ملکوت میں مشغول اور اس کے مشاہدات میں مستغرق ہیں جس وجہ سے نطق کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے ۔

اس لیے ابن حجر فرماتے ہیں کہ حضورِ فکر کے ساتھ رُوح کی تاویل کرنا احسن ہے جس طرح لیغان علی قلبی ۔ کی تاویل کی گئی ۔

گنبد خضریٰ کی زیارت سے آپ کی شفاعت لازم ہوجاتی ہے

امام مناوی کے جواہرت میں سے یہ حدیث جو ابن عدی اور بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ ۔

مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَہٗ ترجمہ: جس نے میرے روضہ کی زیارت کی

marfat.com

شَفَاعَتِیْ - اس کے لیے میری شفاعت لازم ہوگئی۔

بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہٗ سے ان الفاظ سے روایت کیا۔

مَنْ زَارَنِیْ بِالْمَدِیْنَةِ مُحْتَسِبًا ترجمہ: جس نے مدینہ میں میری زیارت
کُنْتُ لَهٗ شَهِیْدًا وَشَفِیْعًا حصولِ ثواب کے لیے کی تو میں اس کے
یَوْمَ الْقِیَامَةِ - لیے روزِ محشر گواہ اور شفیع ہوں گا۔

وَجَبَتْ لَهٗ یعنی ثابت اور لازم ہوگئی اور میرا اللہ تعالیٰ سے سوال ہوگا اس کی خطائیں معاف فرمادے۔ سُبکی نے کہا احتمال ہے کہ اس سے مُراد زائرین کے ساتھ خصوصیت ہو جو دوسروں عموماً یا خصوصاً حاصل نہ ہو یا اس سے مُراد جو دوسروں کے لیے حاصل ہے اس سے جُدا ہوں گے ان کا یہ افراد و تنہا ہونا تشریف و بزرگی کے لیے ہوگا۔ یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جو دوسروں کے لیے شفاعت ہوسکتی ہے وہ ان کے لیے واجب ہو۔ زیارت کی برکت کی وجہ سے اور اس میں ان کے لیے یہ خوشخبری ہے کہ وہ دُنیا سے باایمان جائیں گے۔

حاصل مرام زیارت کا فائدہ کہ ان کی موت مطلقاً ایمان پر ہوگی یا ان کے لیے شفاعت مخصوص ہوگی جیسا کہ شفاعتی میں آپ نے اپنی طرف سے اضافت کی ہے اس لیے ملائکہ اور خواص انسان بھی شفاعت کریں گے۔ لیکن زائرین کے لیے حضور علیہ السلام کی بھی سفارش ہوگی۔

لفظ زیارت سے امام مالک علیہ الرحمہ کے قول کی بھی تردید ہوتی ہے کہ آپ فرماتے ہیں۔ کہ زُرْنَا قَبْرَ النَّبِیِّ کہنا مکروہ ہے دوسری حدیث مَنْ زَارَنِیْ بالمدینۃ جس نے مدینہ میں میری زیارت کی میری زندگی یا وصال کے بعد محتسبا زیارت سے اللہ کی رضا اور ثواب مقصود ہو کنت لہٗ شہیدًا میں اس مطیع کے لیے گواہ اور گنہگار کے لیے سفارشی ہوں گا۔ یہ شہادت عام اُمّت پر گواہی سے علیحدہ اور مخصوص ہوگی۔

صوفیا کے نزدیک زیارت روضۃ النبی فرض ہے

علمائے فرماتے ہیں کہ گنبد خضریٰ کی زیارت سے حج کامل ہوتا ہے بلکہ صوفیا کے نزدیک تو فرض ہے آپ کے لیے آپ کے روضہ کی طرف میت کی مانند ہے اور روضہ کی حیات حیات ہے جس سے زائر کو زندگی میسر ہوتی ہے۔

marfat.com

علامہ حکیم ترمذی لکھتے ہیں کہ آپ کے روضہ کی زیارت کے لیے جانا ہجرت ہے جس سے زائرین خائب و خاسر نہیں رہتے بلکہ آقا علیہ السلام کی شفاعت لازم ہو جاتی ہے۔

علامہ نبہانی کہتے ہیں میں نے یہ تمام احادیث الجامع الصغیر اور امام مناوی کی اس پر شرح سے یہ کلام منتخب کیا ہے روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے ثواب مزید تفصیل دیکھنا چاہے وہ میری کتاب "شواھد الحق فی الاستغاثہ بسید الحق" کا مطالعہ کرے۔

اس میں فضائل آپ سے استغاثہ پر دلائل اور متبدعین کے سوالات کے جوابات پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔

marfat.com

جواہرات

الامام الربّانی مجدّد الف ثانی الشیخ احمد الفاروقی السرھندی النقشبندی المتوفی ۱۰۳۴ھ

marfat.com

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے جواہرات میں سے مکتوبات میں سے چالیسواں مکتوب ہے جو سرورِ کائنات خیرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں ہے جسے آپ نے السید النقیب شیخ فرید بخاری کی طرف ارسال کیا۔

آپ فرماتے ہیں کہ آپ کی تصدیق کرنے والے خیرِ امم سے ہیں اور تکذیب کرنے والے اولادِ آدم سے بدترین ہیں اور آپ سنّت سنیہ کی اتباع کی ترغیب میں آپ کا مکتوب شریف بہت اچھے وقت ملا اور اس کو پڑھ کر مسرت ہوئی۔ میراثِ فقیر محمدی علیہ وآلہ الصلوات والتسلیمات سے جو آپ کو حصہ ملا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے اور فقرا کی محبت اور ان کی صحبت اسی فقر کا ثمرہ ہے اس کے جواب میں کیا لکھوں سوائے اس کے کہ ایک عربی عبارت نقل کر دوں جو کہ آپ کے جدِ امجد سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل میں ہے اور اس مکتوب کو نجاتِ اُخروی کا وسیلہ بنا لے۔ اس سے میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف نہیں کر رہا بلکہ اس سے تو میرے کلام کی تعریف ہوگی۔ یہ آقا علیہ السلام کی ثنا میں لکھا گیا ہے۔

مَا اِنْ مَدَحْتُ مُحَمَّدًا بِمَقَالَتِیْ — میں نے اپنے کلام سے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف نہیں کی۔

وَلٰکِنْ مَدَحْتُ مَقَالَتِیْ بِمُحَمَّدٍ — لیکن میں نے تو آپ کے ذریعہ اپنے کلام کی مدح کی ہے۔

فضیلتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ کی عصمت و توفیق کے ساتھ کہتا ہوں یقیناً محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اولادِ آدم کے سردار اور بروزِ حشر تمام اولین و آخرین سے زیادہ مکرم ہیں سب سے قبل آپ کی قبرِ انور شق ہوگی آپ ہی پہلے سفارش کرنے والے ہیں جن کی سفارش قبول ہوگی آپ ہی سب سے قبل جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے تو آپ کے لیے بابِ جنت کھلے گا۔ آپ کے دستِ اقدس میں حمد کا جھنڈا ہوگا جس کے نیچے حضرت آدم اور دیگر تمام نوعِ انسان ہوں گے آپ نے ہی فرمایا ہے کہ ہم بروزِ حشر آخر اور سابقین ہوں گے اور میں ایسی بات کہہ رہا ہوں جو فخریہ طور پر نہیں۔

اَنَا حَبِیْبُ اللّٰہِ وَاَنَا قَائِدُ الْمُرْسَلِیْنَ ترجمہ: میں اللہ کا حبیب مرسلین کا قائد

وَلَا فَخْرَ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَلَا فَخْرَ اور انبیا کا خاتم ہوں اور اس پر فخر نہیں۔

marfat.com

میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم، بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں تحقیق اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا۔ تو مجھے بہتر خلق میں بنایا پھر ان کے گروہ بنائے تو مجھے بہتر گروہ میں رکھا۔ پھر قبیلوں میں تقسیم کیا تو مجھے افضل قبیلہ میں رکھا۔ تمہارے خاندان بنائے تو مجھے بہترین خاندان میں پیدا کیا تو میں ان سے خاندان اور ذات کے اعتبار سے افضل ہوں۔ جب مخلوق دوبارہ اٹھائی جائے گی تو میں سب سے پہلے اٹھوں گا۔ جب چلیں گے تو میں ان کا قائد ہوں گا، جب خاموش ہوں گے تو میں ان کا خطیب جب محبوس ہوں گے تو ان کا سفارشی اور جب مایوس ہوجائیں گے تو میں ان کو نوید سُنانے والا ہوں گا۔ کرم کا عَلَم اور خزانوں کی چابیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی۔ اور لوأالحمد بھی میرے ہی ہاتھ میں ہوگا۔

میں اپنے رب کے پاس تمام اولادِ آدم سے زیادہ محترم ہوں۔ میرے ارد گرد ایک ہزار خادم ہوں گے۔ گویا کہ وہ مخفی انڈے ہیں اور قیامت کے روز میں نبیوں کا امام اور خطیب اور صاحبِ شفاعت ہوں گا۔ اور اس میں کوئی فخر نہیں۔

حضور علیہ السلام باعثِ ایجاد و کون و مکان ہیں

اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی نہ ہوتی تو اللہ تعالےٰ مخلوق کو پیدا نہ کرتا اور نہ اپنی ربوبیّت کا اظہار فرماتا۔

آپ تخلیقِ آدم علیہ السلام سے پہلے نبی تھے۔

حضور علیہ السلام اس وقت بھی نبی تھے جب آدم علیہ السلام ابھی آب و گِل میں تھے۔

فضیلت اُمّتِ محمّدیہ علیٰ صاحبہا التسلیم۔

جن کا امام مقتدی ایسا معصوم اور بے مثل اور تمام نبیوں کا پیشوا ہو کر یقیناً اس کی اُمّت تمام اُمّتوں سے بہتر و برتر ہوگی۔

اللہ کا فرمان :-

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ۔[1] ترجمہ :- تم بہتر ہو ان تمام اُمّتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں۔[1]

---

[1] پارہ ۴، سورت آلِ عمران، آیت ۱۱۰۔

اس کی تائید اور وصف بیان کر رہا ہے اور آپ کی نبوت و رسالت اور آپ کے پیغامات کا برملا انکار اور تردید کرنے والا بدترین انسان ہوگا۔ جیسا کہ قرآن مجید کا ارشاد ہے۔

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ کُفْرًا وَّ نِفَاقًا[1] ترجمہ: گنوار کفر اور نفاق میں زیادہ سخت ہیں۔

ان کی حالت بیان کر رہا ہے۔

وہ شخص کتنا خوش نصیب ہے جسے آپ کی سنتِ سنیہ کی اتباع میسر ہوگئی اس دورِ حاضر میں دینِ اسلام پر ایمان و یقین رکھتے ہوئے اگر تھوڑا عمل بھی کیا جائے تو وہ عملِ کثیر کی جگہ مقبول ہوگا کہ آپ کو معلوم نہیں کہ اصحاب کہف کی ایک نیکی یعنی معاندینِ دین کی استیلاء کے وقت یقین کے ساتھ اللہ کے دشمنوں سے ہجرت کرنا تمام نیکیوں پر حاوی ہوگئی اس کی مثال یوں سمجھیئے کہ اعداءِ دین کے غلبہ کے وقت لشکرِ اسلام کی نقل و حرکت اور مقابلہ کرنا دیگر تمام حسنات پر غالب ہو جاتا ہے۔ جو کہ حالتِ امن و اطمینان میں کی گئی ہوں۔

جب آپ محبوب رب العالمین ہیں تو آپ کی متابعت کی بنا پر آپ کے تابعین بھی مقامِ محبوبیت پر فائز ہوں گے کیونکہ محب جب اپنے محبوب کی ادا و خصلت کسی شخص میں دیکھتا ہے۔ تو ان خصائل و عادات کی وجہ سے اس شخص سے بھی محبت ہو جاتی ہے۔ اسی پر مخالفین کا قیاس کر لے۔

رَئِیْسُ جَمِیْعِ الْعَالَمِیْنَ مُحَمَّدٌ تمام جہانوں کے سردار محمد کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔

عَلٰی رَأْسِ اَعْدَاءِ حَصًا وَّتُرَابٌ (آپکے) دشمنوں کے سروں پر گرد و غبار ہو۔ ۵

شیخ مجدد علیہ الرحمہ نے مکتوبات میں جو احادیث بیان کی ہیں۔ شیخ محمد مراد منزلادی نے اس کے حاشیے پر ان کی تخریج کی ہے جو دیکھنا چاہے اصل کتاب کی طرف رجوع کرے۔ یہ مکہ مکرمہ سے طبع ہوئی ہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کا ایک سو اکیسواں[12] مکتوب جسے مولانا حسن دہلوی کی طرف ارسال کیا تھا۔

---

[1] پارہ ۱۱، سورہ توبہ، آیت ۹۷۔

marfat.com

حقیقتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا التسلیمات

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ سب تعریفیں اللہ کے لیے اور سلام اس کے برگذیدہ بندوں پر۔

یقین رکھ حقیقتِ محمدیہ پہلا ظہور اور تمام حقیقتوں کی حقیقت ہے یعنی تمام حقائق خواہ وہ انبیأ کے حقائق ہوں یا ملائکہ کے یہ سب سایہ کی مانند ہیں اور حقیقتِ محمدیہ ان سب کی اصل ہے۔ جیسا کہ آپ کی حدیث میں ہے۔ کہ

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ۔ سب سے قبل اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو تخلیق کیا۔

دوسری حدیث میں فرمایا :۔

خُلِقْتُ مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ مِنْ نُوْرِیْ۔ "میں اللہ کے نور سے پیدا ہوا اور مؤمنین میرے نور سے "

اس سے بدیہی طور پر واضح ہوگیا آپ کی حقیقت اللہ اور مخلوق کے حقائق کے مابین واسطہ ہیں تو ظاہر ہے واسطہ کے بغیر خالق کائنات تک پہنچنا محال ہے تو لامحالہ آپ نبی الانبیأ والمرسلین ہوئے اور آپ کا مبعوث ہونا تمام کائنات کے لیے رحمت ہیں اسی وجہ سے اولوالعزم انبیأ علیہم السلام حقیقتاً رسول اور نبی ہونے کے باوجود آپ کے اُمتی ہونے کی تمنا کی جیسا کہ روایات سے ثابت ہے۔

سوال انبیأ علیہم السلام کا دولتِ نبوت سے سرفراز ہونے کی وجہ آپ کے اُمتی ہونے میں کمال درجہ کا ربط نہیں ہوسکتا۔

جواب وہ کمال کیا ہے حقیقت الحقائق کے ساتھ وصول اور اس کے ساتھ متحد ہونا ہے۔ اور یہ دونوں ہی تبعیت اور وراثت پر موقوف ہیں بلکہ کمال نفس پر موقوف ہیں۔ کیونکہ یہ آپ کی اُمت میں سے اخص الخواص کا حصہ ہے اور جو آپ کی اُمت سے نہیں وہ اس دولتِ عظمیٰ کو حاصل نہیں کرسکتا اور اس کے حق میں حجاب اُٹھ سکتا ہے کیونکہ وہ اس اتحاد سے آسان ہوجاتا ہے۔ شاید اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

marfat.com

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ ؎ ترجمہ: تم بہتر اُمت ہو۔

پس آقا علیہ السلام جس طرح انبیاؑ و ملائکہ کے ہر فرد سے افضل ہیں اسی طرح کل من حیث الکل سے بھی افضل ہیں کیونکہ اصل کو سایہ پر برتری حاصل ہوتی ہے خواہ وہ سایہ آگے ہزار، دس سایوں پر مشتمل اور متضمن ہو لہٰذا مبدٔ فیاض یعنی اللہ تعالیٰ سے ظل کی طرف فیضان اصل کے توسط اور وسیلہ سے ہوتا ہے۔ اس فقیر (حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی) نے اپنے رسائل میں اس کی تحقیق کی ہے کہ نقطہ فوقانیہ کو نیچے والے تمام نقطوں پر فضیلت ہوتی ہے۔ اور وہ تمام نقطے نقطہ فوقانیہ کی نسبت ظل اور سایہ کی مانند ہیں۔ اور عارف (اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والا ولی کامل جسے عارف باللہ کہا جاتا ہے) اس نقطہ فوقانیہ جو کہ اصل ہے۔ اور تحتانی نقطوں جو کہ ظل وسایہ کی مانند ہیں سے زیادہ ہے۔

سوال اس بیان سے تو خواص اُمت محمدیہ کی انبیاؑ علیہم السلام پر برتری لازم آتی ہے۔

جواب برتری بالکل لازم نہیں آتی ہے بلکہ اس فضل و کمال میں انبیا کے مشارکت ہوتی ہے جب کہ انبیاؑ علیہم السلام کو نبوت و رسالت کی وجہ سے اور بھی کثیر کمالات و درجات صرف حاصل ہیں جو کہ صرف اور صرف انبیاؑ کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اس اُمت کے اخص الخواص انتہائے درجہ کی ترقی بھی کرلیں تو پھر بھی انبیاؑ کے ادنیٰ قدم کے سِرے تک نہیں پہنچ سکتے مساوات یا فوقیت کیسے ہوسکتی ہے۔ اس کے بعد (مجدد نے فرمایا) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ ؎ ترجمہ: بے شک ہمارا کلام گذر چکا ہے ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے لیے۔

سوال پھر فرمایا کہ یہاں ایک سوال ذہن میں آتا ہے کہ حقیقتِ محمدیہ علی صاحبہا التسلیم جو حقیقت الحقائق ہے اور اس کے اوپر کوئی حقیقت نہیں تو اس حقیقتِ محمدیہ سے ترقی کرنا ممکن ہے یا نہیں۔

؎ پارہ ۴، سورۂ آل عمران، آیت ۱۱۰۔
؎ پارہ ۲۳، سورۃ الصافات، آیت ۱۷۱۔

marfat.com

جواب اس سے ترقی کرنا ممکن نہیں۔ اس لیے کہ اس کے اُوپر مرتبہ لاتعین[1] ہے اور اتباع کرنے والوں کا وہاں تک وصول اور لحوق ناممکن ہے جس سے معلوم ہُوا کہ حقیقتِ محمدیہ سے ترقی نہیں ہو سکتی۔ بلکہ عقلاً اور شرعاً ناجائز ہے۔

سوال اس تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ترقی کا تو حقیقتِ محمدیہ کے لیے بھی وقوع نہیں ہو سکتا۔

جواب ہاں رسُول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم باوجود علوِشان اور رفعت و عظمتِ مدارج و مراتب کے حدِ امکان سے نہیں نکل سکتے اور حد وجوب میں داخل نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ وجوب صرف الوہیّت کا خاصہ ہے کسی دوسرے کے لیے تحقیق اور جواز ماننے سے شرک لازم آتا ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ بلند و بالا ہے۔

اشعار (امام بوصیری کے)

دَعْ مَا ادَّعَتْهُ النَّصَارٰی فِیْ نَبِیِّهِمْ　　وَاحْکُمْ بِمَا شِئْتَ مَدْحًا وَّاحْتَکِمِ

نصاریٰ اپنے نبی کی طرف نسبت اور دعویٰ کیا اسے چھوڑ دے　　(اس کے سوا) جو چاہتا ہے تعریف کر اور حکم لگا۔

فَاِنَّ فَضْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ لَیْسَ لَہٗ　　حَدٌّ فَیُعْرِبُ عَنْہُ نَاطِقٌ بِفَمِ

یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کی کوئی حد نہیں۔　　جس کو کوئی بولنے والا عبور کر سکے یا وہاں تک پہنچ سکے۔

---

[1] مرتبہ لاتعین صُوفیہ کی ایک اصطلاح ہے جس کا استعمال ذاتِ خداوندی پر کرتے ہیں کہ وہ حد تعین میں نہیں کیونکہ تعین کہتے ہیں جس پر جہات ستہ فوق تحت یمین یسار امام۔ خلف کا اطلاق ہو سکے اور اللہ تعالیٰ کی کوئی حد نہیں اس کا آگا پیچھا دایاں بایاں اُوپر نیچے کچھ نہیں۔ (مترجم)

marfat.com

جواہرات

الامام العلامة الشیخ محمد المہدی الفاسی

شارح دلائل الخیرات

marfat.com

حضرت علامہ شیخ محمد مہدی کے جواہرات میں سے جو کہ شرح دلائل الخیرات سے ماخوذ ہیں۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اسمِ گرامی خاتم الانبیاء کی شرح ہے۔

خاتم الانبیاءؐ

خاتم الانبیاءؐ کا معنی جو انبیاءؐ کو ختم کرے یعنی سب سے آخری پیغمبر یا جس سے انبیاءؐ ختم ہوں۔ جیسے خاتم وطابع کی مانند ہیں۔ (خاتم ما یختم بہ یا الذی یختمھم اور طابع بمعنی مطبوع کے ہیں) پس آپ کے بعد کوئی آ سکتا ہے اور نہ ہی اس کے ساتھ۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَخَاتَمُ النَّبِیّٖنَ [1] ترجمہ: اور سب نبیوں سے پیچھے۔

اسی طرح حضورؐ علیہ السلام کا حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے فرمانا۔

اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اِلَّا اِنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ۔ ترجمہ: تیری میرے سے وہی نسبت ہے جو حضرت ہارون کی موسٰی علیہ السلام سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اسے شیخین (بخاری و مسلم) نے روایت کیا مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ مخلوق کی تقادیر کو زمین و آسمان کی تخلیق سے پچاس ہزار سال قبل پیدا کیا۔ اس وقت اس کا عرش پانی پر تھا۔ ان تقادیر میں سے جنہیں کتاب میں ذکر کیا اور وہ اُمّ الکتاب یہ ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث ہیں۔

آپ کا دین دائمی ہے

آپ کی وجوہِ مدح میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کی شریعتِ مطہرہ دائمی ہے۔ کہ آپ کی رسالت و نبوت دائمی ہے اور اس میں آپ کی غایت درجہ تعظیم پائی جاتی ہے۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام کا زمین پر نزول اس کے منافی نہیں کہ آپ شریعت محمدیہ پر ہوں گے باوجود اس کے کہ انہوں نے سب سے آخر آپ کی آمد کی خوشخبری سنائی۔

---

[1] پارہ ۲۲، سورہ الاحزاب آیت ۴۰۔

marfat.com

بعض نے کہا کہ اہل بصائر فرماتے ہیں کہ شرع دین کا مقصد مخلوق کو حق کی دعوت، جائز اور بہتر معاش اور معاد کی راہنمائی کرنا اور ان اُمور کی اطلاع دینا جن سے ان کے عقول عاجز ہیں۔ اور دلائل قاطعہ کی تقریر ہے ان تمام اُمور کو شریعت مطہرہ مشتمل اور ان کی متضمن ہے۔ ان امُور کو ایسے احسن طریقہ سے بیان کیا کہ جس سے مزید وضاحت کی گنجائش ہی نہیں رہی قرآنِ مجید اس کی شہادت دے رہا ہے۔ ترجمہ: ر

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا[1]

"آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا۔ اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا۔"

لہٰذا آپ کے بعد کسی نبی کی بعثت کی ضرورت ہی نہیں رہتی لہٰذا آپ پر نبوت ختم ہوئی اور نزول عیسٰی علیہ السلام اور ان کا آپ کی ملتِ بیضا کا تبع ہونا بھی آپ کی نبوت کی تاکید و تائید کرتا ہے۔

خاتم کی تشریح شیخ عبدالجلیل قصری کی شعب الایمان میں اس اسم پاک (خاتم الانبیاء) کی تشریح میں درج ہے کہ ختم یختم ختما کا معنی ہے طبع مہر لگانا ختم کا معنی طبع ہے ہر شے کا خاتم سب سے آخری ہوتا ہے۔ خاتم بالفتح وہ چیز خاتم پر رکھی جاتی ہے مثلاً وہ مٹی جس کے ساتھ خاتم بنائی جاتی ہے اسی طرح محاورہ ہے ختم زرعہ یہ اس پر مستعمل ہوتا ہے جو پہلے ڈول سے پانی کاشت اور فصل کو دیا جائے گویا کہ اس نے اوّل میں ایسا پانی دیا جو آخر تک کافی رہا یہ تمام اوصاف مصطفٰی علیہ السلام کے ساتھ مخصوص ہیں اور تمام مخلوق پر فضیلت و برتری حاصل ہے جب تو ختم بمعنی طبع کہے گا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق پر مُہر لگا دی ان اوصاف کے ساتھ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوئے۔ وہ دیگر کسی فرد کو مل سکتے ہی نہیں۔ اور جب ختم بمعنی ختم زرعہ اے ستاہ اول سقیۃ کے ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ رسُولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نبوت و رسالت میں

---

[1] پارہ نمبر ۶، سورت المائدہ، آیت ۳۔

marfat.com

تمام سابق درجات موجود ہیں اور مخصوص فضائل کے مقادیر مخفی ہیں جس سے تمام اولین و آخرین پر فوقیت رکھتے ہیں یعنی نبوت کا جو حصہ پہلے کسی نبی کو حاصل ہے وہ آپ کی ہی نبوت کا حصہ ہے۔ اور جب خاتم بفتح تاء ہو یعنی مایوضع علی الخاتم الی الطین الذی یختم بہ تو اس کا مطلب ہوگا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ برتن اور ظرف ہیں جس میں تمام اجزاء نبوت رکھے گئے ہیں اور اس سے دوسروں کو اجزاء دیئے گئے جتنے کے وہ متحمل تھے اور جمیع کے ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر کوئی متحمل نہیں ہوسکتا۔ جب تمام اجزاء نبوت کے آپ جامع ہیں تو خاتمیت بھی کمال درجہ کی ہوگی۔ جیسا کہ خط وغیرہ لکھنے اور اسے لپیٹنے کے بعد اس پر مُہر لگا دی جاتی ہے۔ جو کچھ اس میں ہو اسے چھپا دیا جاتا ہے۔ آپ کے سوا کسی اور کو خاتم نہیں بنایا گیا کہ وُہ درجہ غایتِ کمال تک ترقی نہ کرسکا۔

خاتم الانبیائؑ کا دوسرا معنی

پھر فرمایا ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ خاتم بکسر تاء (بروزن فاعل صیغہ اسم فاعل کا ہو۔) تو معنی ہوگا آخر اور رُوحِ معنی اس میں یہ ہے کہ وہ شے کا اتمام اور اس کا کمال ہے اگر وہ نہ ہو۔ تو شے میں نقص ظاہر اور واضح ہو جائے لہٰذا ہمارے پیارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم تکمیل اور تمام کرنے والے ہیں کہ رُوحِ معنی کو وہ درجہ و کمال حاصل کیا کہ اس سے زیادہ اب تکمیل و تتمیم ہو ہی نہیں سکتی۔

اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء علیہم السلام کے فضائل کا تذکرہ فرمانے کے بعد فرمایا کہ مجھ پر نبوت ختم ہوگئی اور میں خاتم النبیین ہوں اور یہ آپنے مدح و تعریف کے طور کلمات ارشاد فرمائے۔

تیسری وجہ

ختم نبوت کی تیسری وجہ یہ ہے کہ پہلے انبیاء علیہم السلام ایک ایک وقت میں کئی کئی تشریف لاتے رہے اور ایک دوسرے کی مدد کرتے اس کے باوجود تمام لوگوں کو تبلیغ نہ پہنچی اور بہت کم لوگ ایمان لائے لیکن محبوب رب العالمین علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم تنہا تشریف لائے کوئی دوسرا نبی مدد کے لیے نہیں آیا۔ آپ تنہا ہی تبلیغ حق کے لیے کمربستہ ہوئے دنیا کے کونے کونے تک تبلیغ کی آواز پہنچ گئی اور اتنی کثرت

marfat.com

میں لوگ ایمان لائے پہلے جمیع انبیا کے اُمتی ملا کر بھی اتنے نہیں بنتے یہ ایسا فضل وکمال ہے جس کے قریب بھی کوئی دوسرا کمال نہیں پہنچ سکتا تو یقیناً آپ خاتم الانبیاؑ ہوئے خاص عام کو مستلزم ہوتا ہے بغیر عکس کے۔

اسمِ گرامی الداعی کی شرح

امام فاسی کے جواہرات سے اسم الداعی کی توضیح ہے۔ اس کے معنی میں دو احتمال ہیں۔

نمبر۱: جسے اللہ تعالیٰ بلائے تو وہ جواب دے اور اس کی طرف مائل ہو یا اس کی عبادت میں معروف ہو جائے جس کی طرف یہ آیت مشیر ہے۔

وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ یَدْعُوْهُ كَادُوْا یَكُوْنُوْنَ عَلَیْهِ لِبَدًا قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّیْ۔ الآیۃ[1] ترجمہ: اور یہ کہ اللہ کا بندہ اس کی بندگی کرنے کھڑا ہوا تو قریب تھا کہ وہ جن اس پر ٹھٹھ کے ٹھٹھ ہو جائیں تم فرما دو میں تو اللہ کی بندگی کرتا ہوں۔

دوسرا معنی ہے کہ مخلوق کو خالق کی طرف بُلانا تاکہ وہ اس کے احکامات پر عمل کریں جس کی طرف اس آیت سے اشارہ ملتا ہے۔

وَدَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ۔[2] ترجمہ: اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا ہے۔

دوسری جگہ فرمایا:

وَاَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰهِ۔[3] ترجمہ: اور اللہ کے منادی کی بات سنو۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ۔[4] ترجمہ: تم فرماؤ یہ میری راہ ہے اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔

نیز فرمایا:

وَالرَّسُوْلُ یَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ[5] ترجمہ: حالانکہ یہ رسول تمہیں بلا رہے ہیں کہ اپنے اللہ پر ایمان لاؤ۔

ایضاً فرمایا:

وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ[6] ترجمہ: اور اپنے رب کی طرف بلاؤ

---

[1] پارہ ۲۹، سورہ جن، آیت ۱۹، ۲۰۔ [2] پارہ ۲۲، سورہ الاحزاب، ایت ۴۶۔ [3] پارہ ۲۶ سورہ احقاف، آیت ۳۱۔ [4] پارہ ۱۳، سورہ یوسف، آیت ۱۰۸۔ [5] پارہ ۲۷، سورہ الحدید، آیت ۸۔ [6] پارہ ۲۰، سورہ قصص، آیت ۸۷۔

marfat.com

مزید فرمایا :۔

وَادْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ۔ ترجمہ:۔ اور اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ۔

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی تقادیر پیدا کرنا چاہا تو زمین و آسمان سے قبل مخلوق کو حباب کی مانند صورتوں میں تخلیق کیا اور اپنی ملکوت اور جبروت کی توحید میں منفرد تھا تو اس کے نور سے ایک نور جدا ہوا اور اس کا ایک حصہ خوب چمکا اور بلند ہوا پھر ان صور خفیہ کے وسط میں جمع ہو گیا تو وہ ہمارے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا :۔

اَنْتَ الْمُخْتَارُ الْمُنْتَخَبُ۔ ترجمہ:۔ تو مختار منتخب نبی ہے۔

تیرے پاس میرا نور اور میری ہدایت کا خزانہ امانت ہے تیری وجہ سے ہیں۔ میں وادیوں کو ہموار کروں گا پانی رواں آسمان کو بلند کروں گا۔ ثواب عقاب جنت اور دوزخ بناؤں گا۔ پھر اللہ نے اسے اپنے غیب میں مخفی کر دیا اور غیب اس کے علم میں مستور ہے پھر جہاں بنانے زمانے کو دراز کیا پانی رواں کیا مخمن کو جوش دلایا اور ہوا چلائی تو اس کا عرش پانی پر تھا پھر پانی پر زمین کی سطح بنائی تو اسے اپنی اطاعت کی طرف بلایا تو اس انسان نے لبیک کہا۔ پھر فرشتوں کو اپنے نور سے بنایا اور اپنی توحید کو نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مقرون کیا۔ تو آپ کی نبوت زمین پر بعثت سے قبل آسمانوں پر مشہور تھی۔ تو جب آدم علیہ السلام کو پیدا کر کے ان کو ملائکہ پر برتری بخشی اور حضرت آدم علیہ السلام کو وہ علم اسماء اشیاء جو اللہ تعالیٰ نے بالخصوص دیا تھا وہ ملائکہ کو بتایا تو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو محراب، کعبہ، دروازہ اور قبلہ بنا دیا جس کی طرف ابرار صاحب روحانیت اور انوار نے سجدہ کیا۔ پھر جناب آدم علیہ السلام کو مسجود اور امام ملائکہ بنانے کے بعد اس امانت پر متنبہ اور امانت کے خطرے سے آگاہ کیا پس حضرت آدم حالت نبوت و امانت میں خیر سے محفوظ ہوئے اور اللہ تعالےٰ نے اس نور کو میزان کے تحت ہمیشہ مخفی رکھا یہاں تک کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں

لہ پارہ ۱۴، سورہ النحل، آیت ۱۲۵۔

marfat.com

جلوہ افروز ہوئے اور آپ نے لوگوں کو ظاہراً و باطناً ہر طرح سے دعوت دی۔ اعلانیہ اور خفیہ طور پر انہیں سمجھایا ظہورِ دنیا سے قبل والے عہد و وفا کو نہ بھُولیئے پس جس نے اس نورِ متقدم سے قبل حصّہ لے لیا تھا۔ جسے اس راز کی ہدایت نصیب ہو گئی اور اس کا واضح اور روشن ہے۔ اور جو غفلت میں رہا وہ ناراضگی کا مستحق ٹھہرا۔

شیخ ابو محمد عبد الجلیل قصری نے اپنی شعب میں تجھے بتا دیا کہ ہمارے پیارے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کو ہر چیز کی تخلیق سے قبل نبوت عطا ہو چکی تھی تو آپ کی رُوح نے مخلوق کو خلقتِ ارواح اور انوار کے ابداع و خلق کے وقت اللہ کی طرف بلایا جس طرح آخر میں آپ کے جسدِ اقدس نے مخلوق کو حق کی طرف دعوت دی۔ اسی لیے فرمایا۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ ترجمہ: اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا اور

لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ۔ ۱؎ الآیہ۔ تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔

تو کل مسلمان ہو گئے۔ لہٰذا آدم الارواح اور ان کے سردار بنے جس طرح حضرت آدم ابو البشر ہیں۔ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو پڑھ۔

تَبَارَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ ترجمہ: بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندے

عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ پر جو سارے جہان کو ڈر سنانے والا ہو

نَذِيْرًا ۲؎

عالمون وہ تمام مخلوق ہے تو آپ نے تمام مخلوق کو ڈر سنایا تو اولیت و آخریت میں تمام آپ کے ساتھ ایمان لائی اور نورِ مبارک جمیع عالم میں صلب طاہر سے دوسری پاک پُشت کی طرف منتقل ہوتا رہا۔

شیخ تاج الدین سبکی نے اس معنی میں بہت طویل کلام کیا ہے۔ پھر فرمایا اس پر ہمارے پاس احادیث ہیں۔

پہلی حدیث :

بُعِثْتُ اِلَى النَّاسِ كَافَّةً۔ ترجمہ: میں تمام لوگوں کی طرف مبعوث ہوا ہوں۔

۱؎ پارہ ۳، سورت بقرہ، آیت ۸۱، ۲؎ پارہ ۱۸، سورہ الفرقان، آیت ۱۔

marfat.com

جس سے عیاں ہوتا ہے کہ آپ کا زمانہ قیامت تک ہے۔ الناس میں اولین و آخرین سب کو شامل ہے۔

دوسری حدیث :-

كُنْتُ نَبِيًّا وَّ آدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ ۔ ترجمہ:- میں نبی تھا جب کہ آدم علیہ السلام ابھی رُوح اور جسم کے درمیان تھے۔

اس سے ہمیں یقیناً معلوم ہو گیا نبوت وصف ہے جو کہ ذات سے زائد ہوتی ہے۔ (انتہی) شیخ ابو عثمان فرغانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ابتداءً سے انتہا تک حقیقت میں کوئی داعی نہیں مگر حقیقت محمدیہ جو کہ جمیع انبیاء کی اصل ہے اور وہ اجزائے حقیقت کے اور تفاصیل کی مانند ہیں تو ان کی دعوت من حیث الجزئیۃ اور نائب ہونے کی حیثیت سے ہے اور آپ کی دعوت کل کی اجزاء یا کل کی جزئیات کے لیے ہے اور اس کی طرف اشارہ اس آیت میں ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ[1] ۔ ترجمہ: اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر سارے انسانوں کے لیے۔

تمام انبیاء و رسل ان کی تمام امتیں اور تمام اولین و آخرین کافۃ للناس میں داخل ہیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اصل اور حقیقت میں داعی ہیں اور جمیع انبیاء و مرسلین آپ کی اتباع اور نیابت میں مخلوق کو حق کی طرف دعوت دیتے رہے۔ (انتہی)

قصیدہ بردہ میں ہے۔

كُلُّ اٰيٍ اَتَى الرُّسُلُ الْكِرَامُ بِهَا ۔ فَاِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُّوْرِهٖ بِهِمِ

ترجمہ: تمام معجزات جو انبیاء علیہم السلام لے کر آئے وہ آپ کے نور سے انہیں ملے۔

فَاِنَّهٗ شَمْسُ فَضْلٍ هُمْ كَوَاكِبُهَا ۔ يُظْهِرْنَ اَنْوَارَهَا لِلنَّاسِ فِي الظُّلَمِ

تحقیق آپ فضل و شرف کے سورج ہیں اور انبیاء علیہم السلام ستارے ہیں جو لوگوں کو تاریکیوں میں روشنی عطا فرماتے رہے ہیں۔

---

[1] پ ۲۲، سورہ سبا، آیت ۲۸ -

marfat.com

شیخ محمد فاسی علیہ الرحمۃ کے جواہرات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسمِ گرامی مدعو ہے۔

آپ کا اسمِ گرامی مدعو

پہلا معنی

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک نام نامی مدعو ہے۔ یعنی بلایا ہوا جتنے بھی پکارے گئے ان میں سے سب سے اعلیٰ و اشرف طریق سے آپ کو خطاب کیا گیا ہے کہ قرآن کریم میں کہیں بھی آپ کو اصل نام سے مخاطب نہیں کیا گیا۔ بلکہ یا ایھا النبی یا ایھا الرسول وغیرہ جیسے افضل ناموں سے خطاب کیا گیا اور آپ کی اُمت کو بھی تشریفی خطابات سے مخاطب کیا گیا مثلاً یا ایھا الذین آمنوا اور پہلی اُمتوں کو یا ایھا المساکین کے الفاظ سے، اور ان دونوں خطابات میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

دوسرا معنی یا اس سے آپ کو آسمان کی طرف بلانا مراد ہے کہ جبریل امین علیہ السلام آپ کو آسمان کی طرف لے گئے۔

تیسرا معنی یا اس سے مراد معراج میں بلانا ہے نور میں چلے تو ستر ہزار حجاب اٹھ گئے جس کا ایک حجاب دوسرے حجاب سے مختلف ہے۔ کسی ملک یا انس کی حس وہاں تک نہیں پہنچ سکتی جیسا کہ ابن سبع نے اپنی شفا میں حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔ انتہائی بلندی سے ندا آئی کہ۔

اُدْنُ یَا خَیْرَ الْبَرِیَّۃِ اُدْنُ یَا اَحْمَدُ اُدْنُ یَا مُحَمَّدُ۔ ترجمہ: اے مخلوق سے افضل قریب آئیے احمد قریب آئیے محمد قریب آئیے۔

چوتھا معنی یا اللہ تعالیٰ سے لقا مراد ہے جیسا کہ حضرت جعفر صادق علیہ السلام سے بیہقی نے روایت کیا کہ جبریل امین کا قول ہے۔

اِنَّ اللہَ قَدِ اشْتَاقَ اِلٰی لِقَائِکَ۔ ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ آپ کی ملاقات کا مشتاق ہے۔

یہ ملک الموت نے آپ کو دنیا میں رہنے کا اختیار دیتے وقت کہا تو حضور علیہ السلام نے جواب دیا کہ اے عزرائیل جس کا تجھے حکم ہوا ہے اس پر عمل کیجیے۔

بیہقی نے کہا کہ ان اللہ اشتاق الیٰ لقائک کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی لقا کا ارادہ

marfat.com

کیا ہے آپ دنیا سے معاد کی طرف پلٹ آئیں اس میں آپ کی کرامت و شرافت بدرجہ اتم ہے۔

پانچواں معنی یا اس کا معنی ہے آپ کو مخلوق کی شفاعت کی طرف بلانا کہ مخلوق آپ سے شفاعت کی طلب گار ہو گی اور خالق سے اس کے اذن و اجازت کی طرف بلاتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ۔ ترجمہ: وہ کون ہے جو اس کے یہاں سفارش کرے بے اس کے حکم کے

چھٹا معنی اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا اس وقت آپ کو ان الفاظ سے مخاطب کرنا مقصود ہے۔

اِرْفَعْ رَأْسَکَ یَا مُحَمَّدُ وَ اشْفَعْ۔ الحدیث۔ ترجمہ: اے محمد سجدے سے سر اٹھائیے اور سفارش کیجئے۔

دوسری حدیث جسے طبرانی نے حضرت حذیفہ سے روایت کیا۔ ابن مندہ نے کہا اس کی صحت پر اتفاق ہے اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ مَدْعُوٍّ یَوْمَ یَجْمَعُ النَّاسُ فِیْ صَعِیْدٍ وَاحِدٍ یَحْمَدُ اللّٰہَ وَیُثْنِیْ عَلَیْہِ۔ ترجمہ: بے شک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے قبل پکارے جائیں گے۔ جب تمام مخلوق ایک جگہ جمع ہو گی تو آپ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کریں گے۔

ساتواں معنی یا اس سے مراد جنت کی طرف ہے کہ آپ سب سے قبل جنت کی طرف بلائے جائیں گے۔ واللہ اعلم۔

شیخ محمد فاسی کے جواہرات میں سے آقا علیہ السلام کا اسم پاک مفضل ہے۔

اسمِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم مُفَضَّل

حضور علیہ السلام کے اسم پاک مفضل کی شرح میں لکھتے ہیں یہ اسم مفعول کا صیغہ ہے جس کا معنی ہے جس کو دیگر پر فضیلت دی جائے اور اسے فاضل بنایا جائے اس میں کوئی خفا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شرف و بزرگی کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ کہ تمام مخلوق سے بہتر خصوصاً انبیا و رسل اور ملائکہ سے ممتاز ہیں اور اس

لہ پ ۳، سورۃ بقرہ، آیت ۲۵۵۔

marfat.com

میں کوئی شک نہیں۔

شیخ ابو عبداللہ بھی فرماتے

ملائکہ اور انبیاء و رسلانِ عظام سے افضل ہونے کی دلیل

ہیں کہ ملائکہ سے افضل ہونے پر دلیل نقل صحیح پر اجماع ہے۔ لیکن انبیاء و رسلانِ عظام علیہم السلام سے افضل ہونے کی کئی وجوہ ہیں۔

پہلی دلیل

قرآن کریم میں ہے کہ :-

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ[1] ترجمہ :- تم بہتر ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں۔

یہ آیت آپ کی اُمت کے تمام اُمتوں سے افضل ہونے پر نص ہے۔ اور اُمت کی افضلیت نبی کی افضلیت اور برتری سے ہوتی ہے لہٰذا آپ علیہ السلام خیر الانبیاء ہونا ثابت ہو گیا

دوسری دلیل

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف ہے کہ۔

اَنَا سَيِّدُ وَلَدِ اٰدَمَ وَلَا فَخْرَ۔ ترجمہ: میں اولادِ آدم سے افضل ہوں اور اس میں کوئی فخر نہیں۔

سوال اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اولادِ آدم پر برتری ہے اور خود آدم علیہ السلام اس میں شامل نہیں۔

جواب نمبر ۱۔ حضرت آدم علیہ السلام بھی اس میں شامل ہیں اور ادباً آپ نے ذکر نہیں فرمایا

نمبر ۲۔ وَلَدِ اٰدَم سے تعمیم مُراد ہے تمام جنس انسانی مُراد ہے۔

نمبر ۳۔ اس حدیث سے حضرت موسیٰ، عیسیٰ اور ابراہیم پر سیادت ثابت ہے۔

تیسری دلیل کامل دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ذات میں کامل اور غیر کو مکمل کرنے والی

---

[1] پارہ ۴، سورۂ آل عمران آیت ۔ ۱۱۰۔

marfat.com

نہ ہو دوسری غیر کو بھی تکمیل دینے والی اور دوسرا افضل ہے پھر جس کے ساتھ دوسرے کی تکمیل ہوتی ہے وہ علم ہے یا عمل۔

تمام مراتب علم سے اللہ کے متعلق علم جسے علم باللہ کہتے ہیں افضل ہے تمام اعمال سے افضل عمل طاعتِ الٰہی ہے جس کی ان دونوں کے لحاظ سے تکمیل ہوگی۔ وہ سب سے افضل ہوگا۔ اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں میں کامل ومکمل ہیں کیونکہ آپ جامع کلمہ والے اور محیطِ رسالت کے مالک ہیں جس طرح کہ آپ کی اُمت میں ظاہر ہوا اور علم باللہ اور اعمال کو ان میں نشر کیا جیسا کہ نماز، زکوٰۃ اور حج سے عیاں ہوا جو کہ دوسروں سے ممکن نہ تھا۔ حاصل کلام یہ ہوا کہ آپ اعلیٰ کمال اور تکمل کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اور جو بھی اعلیٰ کمال وتکمیل کے ساتھ مخصوص ہو وہ افضل ہوتا ہے لہٰذا آپ تمام مخلوق اور انبیاء سے افضل وبرتر ہوئے یہ بُرہانِ[1] جلی اور بدیہی ہے کہ اس کا واسطہ علم اور وجود میں علت ہے۔ اس کے مقدمات ہم نے اُوپر تفصیل سے بیان کر دیئے ہیں۔

مُحدّث کے دلائل احادیث ہوتی ہیں جن کا ذکر اُوپر ہوچکا ہے۔

صوفیأ کے نزدیک افضلیّت پر دلیل

صُوفی سابقہ دلائل ذکر کرتا ہے۔ اور مزید بھی بیان کرتا ہے جو ہر لحاظ سے مفید اور فائدہ پہنچانے والا ہو وہ فائدہ حاصل کرنے والے سے اعلیٰ ہوتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر لحاظ سے فائدہ دینے والے ہیں کہ آپ کے نُور سے تمام انوار نکلے جس طرح کہ خود آپ نے ارشاد فرمایا:

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ وَمِنْ نُوْرِیْ خَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ۔

ترجمہ: سب سے پہلے اللہ نے میرے نُور کو تخلیق کیا اور میرے نور سے سب مخلوق کو پیدا ہوا۔

---

[1] برہان کہتے ہیں جس کے تمام مقدمات یقینی ہوں اس کی دو اقسام ہیں۔ برہان انی۔ برہان لمی۔ معلول سے علت کی طرف استدلال ہو۔ اور لمی۔ علت سے معلول کی طرف استدلال ہو۔

برہان کے مقدمات اگر نظری ہوں تو یہ بھی نظری ہوتا ہے۔ مقدمات اگر بدیہی ہوں تو برہان بھی بدیہی ہوتا ہے۔ (مترجم)

marfat.com

انوار کی دو اقسام ہیں طبیعیہ اور روحانیہ روحانیہ کی بھی دو قسمیں ہیں۔ علوم اور اخلاق بلاشک وشبہ آپ کے علوم اور اخلاق سے مخلوق نے علوم و اخلاق کا استفادہ کیا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ[۱] ترجمہ: بیشک تمہاری خو بڑی شان کی ہے۔

اور فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ[۲] ترجمہ: اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے۔

اسی لیے آپ نے فرمایا:

اَنَا یَعْسُوْبُ الْاَرْوَاحِ اَصْلُھَا۔ ترجمہ: میں ارواح کی اصل ہوں۔

اور فرمایا:

کُنْتُ نَبِیًّا وَّاٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ۔ (صفحہ ۱۹۷) ترجمہ: میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے مابین تھے

خلاصہ مرام کہ آپ صاحب وسیلہ، درجہ رفیعہ اور صاحب مقام محمود ہیں۔ ان سب کی بنا اسی پر ہے کہ تمام کی ابتدا آپ سے ہیں اور آپ کی وہ خاصیت ہے جس کی حقیقت کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

یَا اَبَابَکْرٍ وَالَّذِیْ بَعَثَنِیْ بِالْحَقِّ لَمْ یَعْلَمْنِیْ حَقِیْقَۃً غَیْرُ رَبِّیْ۔ ترجمہ: اے ابوبکر! میری حقیقت کو میرے رب کے سوا کوئی نہیں جانتا:

اسی فضیلت و شرافت کی وجہ سے اولوالعزم پیغمبروں نے آپ کے امتی ہونے کی التجا کی۔ جیسے ابراہیم اور موسیٰ علیہما السلام جو حدیث شریف میں انبیا علیہم السلام کی ایک دوسرے پر فضیلت دینے کی ممانعت آئی ہے۔ محققین کے نزدیک وہ خصائص اور قیاس کے ساتھ تفصیل پر محمول ہے کہ یہ تفصیل کے متقاضی نہیں بلکہ وہ محض اللہ کے فضل اور اس کے

---

[۱] پارہ ۲۹، سورۃ القلم آیت ۴ [۲] پارہ ۱۷، سورہ انبیاء، آیت ۱۰۷۔

marfat.com

اختصاص کے ساتھ جو اس کی مشیت ابدی ازلی کے حکم پائی گئی ۔ کسی علت سے نقص وکمی یا کوئی سبب فاضل پا یا گیا اور مفضول میں موجود نہ ہو ۔ ایسی کوئی بھی وجہ نہیں کیونکہ ہر نبی نے اللہ کے احکام کی کما حقہ تعمیل کی اور اس میں ذرہ برابر تقصیر نہیں کی لہٰذا شرف وفضیلت دلائل سمعیہ سے ہوگی جو کہ قرآنِ حکیم میں موجود ہے ۔

وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّينَ عَلٰى بَعْضٍ[1] ترجمہ :۔ اور بے شک ہم نے نبیوں میں ایک کو ایک پر بڑائی دی ۔

دیگر مقام پر فرمایا :۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ (وَهُوَ مُوسٰى عَلَيْهِ السَّلَام) وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ[2] (وَهُوَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)۔

ترجمہ :۔ یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا ۔ ان میں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا ۔

آپ کی افضلیت مسلّمہ اور متفق علیہ ہے

تو آپ کی فضیلت مسلّمہ ہے کسی امام نے اس میں اختلاف نہیں کیا ۔ آپ کی افضلیت پر اتفاق کے بعد اس میں سلسلۂ گفتگو دراز کیا ہے کسی کا بالخصوص نام ذکر کر کے فضیلت بیان کرنی چاہیئے یا نہیں ؟ ادب کے تقاضا اور اس حدیث پر عمل کرتے ہیں اس طرح بیان نہیں کرنی چاہیئے آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ، مجھے موسٰی علیہ السلام پر فضیلت نہ دو ، کوئی یہ نہ کہے کہ میں یونس بن متّٰی سے افضل ہوں ۔ یہی مختار قول ہے اور دونوں دلیلوں پر عمل بھی ہو جاتا ہے ۔

شیخ محمد فاسی علیہ الرحمۃ کے جواہرات میں سے ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى صَاحِبِ الْمَكَانِ وَالْمَشْهُوْدِ

---

[1] پارہ ۱۵ ، سورۂ بنی اسرائیل ، آیت ۵۵ [2] پارہ ۳ ، سورۂ بقرہ آیت ۲۵۳ ۔

marfat.com

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی صَاحِبِ الْمَکَانِ الْمَشْھُوْدِ اے اللہ! مکان مشہود کے صاحب پر درود بھیج"۔ ہے مشہود شَہِدْتُ الشَّھُوْدَ اے حَضَرْتُہٗ سے مشتق ہے جس کا معنی ہے حاضر ہونا۔ مشہود کا معنی حاضر شدہ۔

صلاۃ سیدنا زین العابدین بن حسین بن علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ میں ہے کہ صاحب محفہ مشہود کی وجہ تسمیہ میں یہ احتمال ہے کہ یہ اس مکان کی طرف اشارہ ہو جہاں شب معراج عرش کے نیچے ٹھہرے اور اقلام کی آواز سماعت فرمائی وہ ایسا مکان ہے جہاں آپ کے سوا کوئی نہیں حاضر ہوا۔

یا اس سے مراد وُہ مقام ہے جس میں اوّلین و آخرین آپ کی ثنا کریں گے تو وہ اس مقام کا مشاہدہ کریں گے۔ جس طرح قرآن مجید میں ہے۔

وَ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ۱ ترجمہ: اور وہ دن حاضری کا ہے۔

یعنی اس میں حساب کے لیے اوّلین و آخرین سبھی یکجا و جمع ہوں گے۔

یا اس سے مراد عرش و کرسی پر آپ کا بیٹھنا ہے یا عرش کی داہنی جانب آپ کا کھڑا ہونا مراد ہے۔

یا اس سے مراد بُراق پر سوار ہو کر ستر ہزار ملائکہ کی جلو میں حشر میں تشریف لانا اور آپ پر جنت اعلیٰ کا بہترین لباس ہوگا۔ آپ کے نام سے پکارا جائے گا۔ آپ کے دستِ اقدس میں لوائُ الحمد ہوگا۔ اس دن آپ انبیاء کے امام، خطیب اور قائد ہوں گے۔

یا اس سے مراد آپ جبریل امین اور خالق تعالیٰ کے درمیان ہوں گے جسے دیکھ کر تمام اہلِ محشر غبطہ کریں گے۔ یا اس سے مخلوق اور خالق کے درمیان آپ کا وسیلہ و واسطہ ہونا مراد ہے۔ کہ جنت میں آپ کے واسطہ کے بغیر کوئی نہیں جا سکے گا۔ آپ ایک جگہ کھڑے ہو کر تمام اہلِ محشر کو مشاہدہ فرما رہے ہوں گے اور تمام آپ کو دیکھ رہے ہوں گے۔

یا آپ کے اسمِ پاک صاحب المحشر کی طرح ہو جب ہم مکان کا نام ہونے پر محمول کریں۔ تو مکان مشہود محشر ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

---

۱ پ ۱۲ سورت ہود آیت ۱۰۳

marfat.com

ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ [1] ترجمہ: وہ دن حاضری کا ہے۔

لیکن آپ کو اسم پاک میں صاحبِ محشر لیں گے تو اس سے مُراد حاشر (بمعنی اسم فاعل کے ہوگا) یہ سب آخرت میں ہوگا۔

اس سے آپ کا اس ظاہری دُنیا کا مکان مُراد ہو کہ وہاں ملائکہ حاضر ہوتے ہیں۔ جس طرح ابن مُبارک اپنی کتاب فائق اور ابو نعیم نے حلیہ میں کعب احبار سے روایت کیا کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہُوئے تو رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوا تو حضرت کعب نے کہا کہ فجر کے وقت ستر ہزار ملائکہ اُترتے ہیں اپنے پَروں سے روضہ پاک کو ڈھانپ لیتے ہیں اور شام تک درُود شریف پڑھتے رہتے ہیں۔ اسی طرح شام کو اور ستر ہزار فرشتے آجاتے ہیں جو صبح تک اسی طرح صلوٰۃ پڑھتے رہتے ہیں۔ یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ اور جب قبر سے نکلیں گے تو ستر ہزار فرشتے آپ کی تعظیم و تکریم کے لیے موجود ہوں گے۔

اس سے آپ کی قبر انور بھی مُراد لی جاسکتی ہے کہ وہاں لوگوں کی حاضری اور فرشتوں کی حاضری ہوتی رہتی ہے یہ صرف آپ کی قبر انور کے ساتھ مخصوص ہے۔ دیگر انبیا میں سے کسی کی قبر کی تعین صحیح نہیں۔

یہ احتمال بھی ہے جس کی طرف حسن بصری علیہ الرحمہ نے اشارہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم کے ساتھ مختار کیا۔ آپ پر کتاب اُتاری۔ تمام مخلوق کے لیے رسُول بنایا۔ پھر دُنیا میں وہ جگہ عطا کی جسے اہلِ دنیا دیکھے اور قوّت عطا فرمائی۔ پھر فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ [2] ترجمہ: بے شک تمہیں رسُول اللہ کی پیروی بہتر ہے۔

یا اس سے مُراد وہ مقام جو دنیا و آخرت میں آپ کا ہے۔ یہ سب آپ کو شامل ہے۔ یہ تمام احتمالات درُست ہیں کچھ لفظ کے قریب ہیں اور کچھ بعید۔ واللہ اعلم بالصواب۔

---

[1] پارہ ۱۲ سورہ ہود آیت ۱۰۳

[2] پارہ ۲۱، سورہ الاحزاب، آیت ۲۱۔

marfat.com

شیخ محمد فاسی علیہ الرحمۃ کے جواہرات میں سے اس درود شریف کی تشریح ہے۔ درود شریف

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ بَحْرِ اَنْوَارِكَ وَمَعْدَنِ اَسْرَارِكَ وَلِسَانِ حُجَّتِكَ وَعَرُوْسِ مَمْلَكَتِكَ وَاِمَامِ حَضْرَتِكَ وَطِرَازِ مُلْكِكَ وَخَزَائِنِ رَحْمَتِكَ وَطَرِیْقِ شَرِیْعَتِكَ اَلْمُتَلَذِّذِ بِتَوْحِیْدِكَ اِنْسَانِ عَیْنِ الْوُجُوْدِ وَالسَّبَبِ فِیْ كُلِّ مَوْجُوْدٍ عَیْنِ اَعْیَانِ خَلْقِكَ الْمُتَقَدِّمِ مِنْ نُوْرِ ضِیَائِكَ صَلٰوةً تَدُوْمُ بِدَوَامِكَ وَتَبْقٰی بِبَقَائِكَ لَا مُنْتَهٰی لَهَا دُوْنَ عِلْمِكَ صَلٰوةً تُرْضِیْكَ وَتُرْضِیْهِ وَتَرْضٰی بِهَا عَنَّا یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ ۔

ترجمہ: اے اللہ! درود بھیج ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو تیرے انوار کے سمند تیرے اسرار کی کان تیری حجت کی زبان تیرے ملک کی دولہن (دولہا) تیری بارگاہ کے امام۔ تیرے ملک کے طراز (کپڑا) عربی۔ رحمت کے خزانہ۔ تیری شریعت کی راہ تیری توحید سے لطف اندوز ہونے والے وجود کی آنکھ کے پوتے۔ ہر موجود کا سبب۔ تیری مخلوق کے سرداروں کے سردار، تیرے نور کے پہلے ضیا حاصل کرنے والے ہیں۔ ان پر ایسا درود جو تیرے دوام کے ساتھ دائمی رہے تیری بقا کے ساتھ باقی رہے تیرے علم کے سوا اس کی کوئی انتہا نہ ہو۔ ایسا درود بھیج جو تجھے اور انہیں پسند ہو، اور بہت پسندیدہ درود ہماری طرف سے بھیج اے ساری کائنات کے پالنے والے۔

؎ طراز علم الثواب (کپڑا) ملک کو کپڑے سے اس کے بننے اس کی تحسین و تزئین کی وجہ سے تشبیہ دی لازم کے اثبات سے جو کہ طراز ہے۔ کی دلیل سے اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے مستعار ہے کہ آپ جامع زینت ہیں کپڑے کے طراز اور زینت کی طرف آنکھیں مشتاق ہوتی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وجودِ عالم کے لیے اللہ کی زینت ہیں کائنات کی روح، سرِ بہجت، نور اور اس کی ذات ہیں۔ صلاۃِ مفردہ میں ہے۔

marfat.com

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی عَیْنِ الْعِنَایَۃِ — ترجمہ: اے اللہ درود شریف بھیج عنایت

وَطِرَازِ الْحُلَّۃِ وَعُرُوْسِ — پوشاک کی زینت مملکت کی دلہن حجت کی

الْمَمْلَکَۃِ وَلِسَانِ الْحُجَّۃِ — زبان ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم

سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِہٖ — اور آپ کی آل پر ذکر کرنے والے کے ذکر

عَدَدَ مَا ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ — اور غفلت کرنے والے کی غفلت

وَغَفَلَ عَنْ ذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ۔ — کے مطابق۔

سیدی علی بن وفا کی صلاۃ میں عَیْنِ الرَّحْمَۃِ الرَّبَّانِیَۃِ۔ وَبِجَۃِ الاختراعات الاکوانیۃ کے الفاظ ہیں۔ وَخَزَائِنِ الرحمۃ خزانہ کی جمع خزائن کے کسرہ کے ساتھ جس میں سامان مال اوراوراق جمع کیے جائیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی رحمت کے خزانہ جو کہ کائنات میں تقسیم ہو رہی ہے لہٰذا رحمتِ الٰہی سے جس کسی کو بھی جو کچھ مل رہا ہے وہ آپ کے دستِ حق پرست سے مل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ شیخ محمد بکری پر رحم وکرم فرمائے اپنے عنایت سے مزید نوازنے دد کتے ہیں۔

مَا اَرْسَلَ الرَّحْمٰنُ اَوْ یُرْسِلُ — مِنْ رَحْمَۃٍ تَصْعَدُ اَوْ تَنْزِلُ

رحمٰن نے جو بھیجا یا بھیج رہا ہے — اپنی رحمت سے جو بلند ہو یا اترے

فِیْ مَلَکُوْتِ اللّٰہِ اَوْ مُلْکِہٖ — مِنْ کُلِّ مَا یَخْتَصُّ اَوْ یَشْمَلُ

اللہ کے ملکوت و ملک میں — ہر اس سے جو مخصوص ہو یا عام ہو

اِلَّا وَطٰہٰ الْمُصْطَفٰی عَبْدُہٗ — نَبِیُّہٗ مُخْتَارُہُ الْمُرْسَلُ

مگر چودھویں کا چاند مصطفیٰ اسکا عبد خاص — اس کا نبی مرسلین سے مختار

وَاسِطَۃٌ فِیْھَا وَاَصْلٌ لَّھَا — یَعْلَمُ ھٰذَا کُلُّ مَنْ یَّعْقِلُ

اس میں واسطہ اور پہنچانے والے وسیلہ میں — جسے ہر ذی شعور جانتا ہے۔

تمام خزانے تابع ہیں کیونکہ قرآن مجید میں ہے۔

قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِکُوْنَ خَزَائِنَ رَحْمَۃِ رَبِّیْ[1] — ترجمہ: تم فرماؤ اگر تم لوگ میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوجاؤ۔

---

[1] پ ۱۵، سورہ بنی اسرائیل، آیت ۱۰۰

marfat.com

آگے فرمایا :۔

أَمْ عِندَهُمْ خَزَائِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ [1] ترجمہ: یا ان کے پاس تیرے رب کی رحمت کے خزانے ہیں۔

دونوں آیات میں مختلف اقسام و انواع اور کثرت سے مال و متاع ارزاق حسیہ و معنویہ جمع ہو گئیں۔

ابن عطیہ کہتے ہیں والخزائن رحمت کے لیے استعارہ ہے گویا کہ آپ ایسی جگہ ہیں جہاں وہ تمام ذخائر موجود ہیں جن کو بشر محتاج ہے جو رحمت میں خطاب کیا گیا مختلف لحاظ سے۔

وطریق شریعتک۔ وہ راہ جو شریعت کی طرف پہنچانے والی ہے آپ سے احکام اوامر و نواہی حاصل ہوتے ہیں۔ کہ آپ نبی و رسول تیرے مترجم اور تیرے احکام مخلوق تک پہنچانے کے لیے وسیلہ ہیں۔

المتلذذ لذت اس کا معنی معلوم ہے۔ بتوحیدک اس چیز کے ساتھ جو تیری توحید پر دال ہے۔ قول لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللهِ وغیرہا سے اس کا معنی ہوگا کہ آپ توحید الٰہی پر شیفتہ ہیں۔ اس سے لذت اندوز ہوتے ہیں اور یہ آپ کی عادتِ کریمہ تھی۔ یہ لوگوں کے اسلوب بیان کے مطابق ذکر کیا کہ وہ کہتے ہیں کہ فلاں شخص فلاں کے ذکر سے لذت اندوز ہوتا ہے اور ایک ان میں سے اپنے محبوب سے کہتا ہے کہ یقیناً میں تجھ سے محبت رکھتا ہوں۔ تیرے ذکر سے لطف حاصل کرتا ہوں۔ تیرے کلام سے خوش ہوتا ہے۔ اگر توحید کو ایمان باللہ کے اَمر بالحق کا ذات صفات اور افعال کے ساتھ افراد جدا کرنا۔ پر محمول کیا جائے تو یہ صحیح نہیں اس سے مُراد آپ کی وصف اس کے مطلق وجدان لذت کا ادراک ہوگا۔ کہ اگرچہ بعض اقویا اُمت کو یہ لذت حاصل ہے مگر وہ آپ کے حق میں قلیل اور آپ کے مقام سے تنزل کے مترادف ہے تو آپ ایسی صفت سے کیسے موصوف ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا اس سے امر خاص اس سے زائد پس یا تو باب تفعل برائے کثرت ہوگا اور کثرت بھی آپ کی شان

---

[1] پ ۲۳، سورۂ ص، آیت ۹

marfat.com

کے مناسب یا اس میں خاصہ صیرورت ہوگا جس طرح تحجر کا معنی ہے کہ وہ پتھر بن گیا تو پھر اس کا معنی ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عین لذت ہو گئے اس میں اشارہ ہے کہ آپ توحید میں ایسے رنگے گئے۔ کہ غیر کا شعور تک نہ رہا یہ وجہ آپ کے ساتھ ہی مخصوص ہے مخلوق میں سے کسی اور کو نصیب نہیں ہوئی بلکہ ہر ایک کو اس کے حال کے مطابق نصیب ہوئی۔ واللہ اعلم۔

انسان عین الوجود جس پر انسان کی مدار ہے اور اسی کے ساتھ ہی دیکھ سکتا ہے۔ انسان العین وہ مثال کہ اس کی سیاہی میں سے دیکھتا ہے اور اسی کے ذریعے نظر آنکھ کے وسط عدسہ کی مقدار ہے۔ اسے ذباب العین کہا جاتا ہے۔ جس طرح انسان یعنی آنکھ کی سیاہی آنکھ کا ستر اور اس کی زینت ہے اس کے ذریعہ جسم اپنے منافع تک رسائی حاصل کرتا ہے اور اپنی جائے رشد تک رسائی حاصل کرتا ہے اگر یہ نہ ہو تو آنکھ میں نور ہو نہ ہی دیکھ سکے اور جسم ایک شبح بغیر روح کے اور صورت بغیر معنی کے ہو اس لیے نابینا مردہ ہے اگرچہ قبر میں داخل نہیں ہوا۔ اسی طرح سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم روح کائنات اس کی حیات اور اس کے موجود ہونے کا راز اور ستر ہیں اگر آپ نہ ہوتے تو کائنات میں نور ہوتا اور نہ دلالت ہدایت بلکہ وہ ہمیشہ متلاشی ہی رہتا اور اسے وجود نصیب نہ ہوتا جس طرح سیدی عبدالسلام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہر چیز اس کے ساتھ معلق ہے اگر واسطہ نہ ہوتا تو وہ ختم ہو جاتے۔ جس طرح الموسوط (واسطہ بنایا ہوا) کہا گیا ہے۔

سیدی علی بن وفا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

رُوْحُ الْوُجُوْدِ حَیَاۃُ مَنْ ھُوَ وَاجِدٌ	لَوْلَاہُ مَا تَمَّ الْوُجُوْدُ لِمَنْ وَجَدَ
وجود کا روح حصا وجود کے لیے زندگی ہے۔	اگر یہ نہ ہوتا حصا الوجود کا وجود مکمل نہ ہوتا۔

اپنی صلاۃ میں کہا۔

نُوْرُ کُلِّ شَیْئٍ وَھُدَاہُ وَسِرُّہٗ	ہر شے کا نور اور اس کی ہدایت ہر راز
کُلِّ سِرٍّ وَسَنَاہُ۔	کا راز اور اس کی اصل۔

پھر فرمایا کہ انسان مظاہر الٰہیہ کا عین ہے اور لطیفہ بارگاہ قدسیہ سے جو ہمیں حاصل ہوا۔ امداد کی مدد اور وجود کا بھی وجود احاد کا واحد اور وجود کا ستر تیرا ستر اور راز جو کہ

marfat.com

منزہ ہے۔ عالم کی تمام جزئیات وکلیات علویات سفلیات جو ہر وعرض اور وسائط میں سرایت کیے ہوئے ہے پھر فرمایا کہ میں اس کے کثیر بھید و راز معلوم کرتا ہوں ایک بھید اس عالم بودمیں ہے اور اس کا معنیٰ حسین پیشانیوں میں روشن ہے۔

شیخ شمس الدین عبد وسی نے صلاۃ میں کہا۔ جو دکلی وجزئی کے بھید کے منظہر وجود علوی و سفلی کی آنکھ کی پتلی کونین کے جسم کی روح اور حیاتِ دارین کی آنکھ۔

اور بعض نے فرمایا۔

كُلُّ الْمَكَارِمِ تَحْتَ طَيِّ بُرُوْدِهٖ	وَلَقَدْ اَضَاءَ الْكَوْنَ عِنْدَ وُرُوْدِهٖ
تمام اچھے اخلاق آپ کے ظہور سے ظاہر ہونے لگے۔	یقیناً آپ نے ظہور کے وقت عالم کو روشن کردیا۔
وَالْبَحْرُ يَقْصُرُ عَنْ مَوَارِدِ جُوْدِهٖ	اَنْسَانُ عَيْنِ الْكَوْنِ سِرُّ وُجُوْدِهٖ
سمندر آپ کی سخاوت کے مواقع سے قاصر ہے۔	جہاں کی آنکھ کی پتلی اس کے موجود ہونے کا راز ہے۔

وجود اصل میں مصدر ہے بمعنی اسم مفعول یعنی موجودیت اور اس پر الف لام مضاف الیہ کے عوض ہے۔ یعنی وجود الکون عالم کا موجود ہونا اور اس سے مراد خود عین ذات ہے۔ حادث میں وجود عین موجود ہے۔ تمام متکلمین اہل سنت اور شیخ اشعری کے قول قدیم کے مطابق۔

والسبب فی کل موجود

اس کی دلیل حضرت جابر بن عبداللہ کی حدیث ہے۔ جو مسند امام عبدالرزاق میں مروی ہے کہ تمام مخلوق آپ کے نور سے تخلیق ہوئی ہے اسی طرح حدیث ابی مروان طبنی جسے اپنے فوائد میں حضرت ابن عباس ابن عمر اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم سے روایت کیا۔ حدیث عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جو بیہقی نے اپنی دلائل میں روایت کی۔ اور حاکم نے اسے صحیح کہا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کا فرمان :۔

لَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُكَ۔ ترجمہ :۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔

دوسری حدیث میں یوں روایت ہے۔ کہ

لَوْلَاهُ مَا خَلَقْتُكَ وَلَا خَلَقْتُ ترجمہ :۔ اگر وہ نہ ہوتے تو میں نہ تجھے پیدا

marfat.com

سَمَاءً وَلَا اَرْضًا - کرتا اور نہ زمین و آسمان کو۔

ابن عساکر نے حضرت سلیمان سے روایت کیا۔

قَالَ هَبَطَ جِبْرِيْلُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اِنَّ رَبَّكَ يَقُوْلُ لَكَ اِنْ كُنْتُ اِتَّخَذْتُ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا فَقَدْ اِتَّخَذْتُكَ حَبِيْبًا وَمَا خَلَقْتُ خَلْقًا اَكْرَمَ عَلَيَّ مِنْكَ وَلَقَدْ خَلَقْتُ الدُّنْيَا وَاَهْلَهَا لِاُعَرِّفَهُمْ كَرَامَتَكَ وَمَنْزِلَتَكَ عِنْدِيْ وَلَوْلَاكَ مَا خَلَقْتُ الدُّنْيَا -

ترجمہ: راوی نے کہا کہ حضرت جبریل امین رسُولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ سے فرماتا ہے کہ اگر میں نے ابراہیم کو اپنا خلیل بنایا تو تجھے حبیب بنایا اور تجھ سے اپنے نزدیک زیادہ محترم کسی کو نہیں بنایا۔ میں نے دنیا و مافیہا کو اس لیے پیدا کیا کہ انہیں تیرے مرتبہ و مقام کا تعارف کراؤں جو کہ تیرا میرے ہاں ہے اگر تجھے پیدا نہ کرتا تو دنیا کو پیدا نہ کرتا۔

امام بوصیری نے کہا۔

لَوْلَاهُ لَمْ تَخْرُجِ الدُّنْيَا مِنَ الْعَدَمِ -

ترجمہ: اگر آپ نہ ہوتے تو دنیا عدم سے وجود میں نہ آتی۔

عَيْنُ اَعْيَانِ خَلْقِكَ - عین کے کئی معانی ہیں ان میں سے ایک معنی آنکھ ہے۔ اس کی جمع اَعْيَان (بروزن افعال) اَعْيُنٌ (بروزن افعل) عُيُوْن (بروزن فعول) آتی ہیں۔ دوسرا معنی افضل شی اور قوم کا بڑا۔ اعیان خلق سے مراد انبیاء، مرسلین، مقربین فرشتے اور تمام صالحین بندے ہیں۔

تو جس طرح مذکورہ بالا تمام مخلوق سے افضل، بہتر اور ان کے سردار ہیں نیز ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہیں۔ ان کے وجود کا راز ہیں۔ اسی طرح رسُولِ پاک صلے اللہ علیہ وسلم ان سے افضل بہتر ان کے سردار اور ان کی آنکھ ہیں جن سے یہ حضرات دیکھتے ہیں۔ اور ان کے وجود کا راز ہیں یہ احتمال بھی ہے کہ مضاف (عین) بمعنی معانی مذکورہ (آنکھ

افضل القوم) اور بمضاف الیہ (اعیان) بمعنی افضل اور کبیر القوم کے معنی میں ہو اور بہتر یہ ہے۔ دونوں (یعنی عین اور اعیان) بمعنی آنکھ کے لیے جائیں۔ واللہ اعلم۔

سیدی علی بن وفا فرماتے ہیں۔

عِیْسٰی وَآدَمُ وَالصَّدُوْرُ جَمِیْعُهُمْ ۔ هُمْ اَعْیُنٌ هُوَ نُوْرُهَا لِمَا وَرَدَ

حضرت عیسٰی اور آدم اور تمام سردار یعنی انبیا علیہم السلام سب آنکھیں ہیں اور آپ اُن آنکھوں کا نور ہیں۔ اس لیے کہ یہ ثابت ہے۔

شیخ ابو محمد عبدالحق بن سبعین صاحب العزوج والا خلاص ہیں رقمطراز ہیں کہ آپ اعیان کی آنکھ تعینات (مخلوق) کا سراسرار کا کنز وخزانہ اور تجلیاتِ الٰہی کا آئینہ ہیں۔

علامہ شیخ فاسی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ خلاصہ کلام اولیاء اللہ کا کلام اس پر متفق ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تمام مخلوق پر ہے اور اللہ کا راز ارواح مخلوق میں پھیلا ہوا ہے اپنی خوشبو وعنبریں سمیت جو کہ مخلوق کی حیات اور زندگی ہے۔

سیدی عبدالنور یعنی شریف عمرانی قدس سرہٗ نے اپنے شیخ ابوالعباس صحامی کی معرفت ان کے شیخ ابو عبداللہ بن سلطان علیہ الرحمہ سے نقل کیا۔

ابو عبداللہ بن سلطان کا خواب میں سرورِ عالم علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہونا

وہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا تو میں نے عرض کیا، میرے آقا اے اللہ کے رسول آپ انبیاء ومرسلین اور ملائکہ کی مدد ہیں تو آپ نے مجھ سے فرمایا میں ملائکہ، انبیاء ومرسلین اور تمام مخلوق کی مدد ہوں اور میں اصل موجودات ومبدأ اور ان کا منتہی ہوں۔ مجھ تک ہی ان کی انتہا ہے کوئی مجھ سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔

دوسرا خواب

میں نے ایک اور بار آقا علیہ السلام کے شرفِ دیدار سے مشرف ہوا تو میری زبان پر یہ جاری ہو گیا کہ میں آپ کو یوں سلام عرض کروں۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا عَیْنَ الْعُیُوْنِ یَا مَعْدَنَ السِّرِّ الْمَصُوْنِ ۔

ترجمہ: سرداروں کے سردار مخفی راز کی کان آپ پر سلام ہو۔

marfat.com

المتقدم مِنْ نُوْرِ ضِيَائِكَ - نور اور ضیا مضاف الیہ ہیں۔ دونوں ہم معنی اور مترادف ہیں۔ (یہ اضافت بیانیہ ہے) بعض تقویت اور مبالغہ کے لیے یہی معنی قرین قیاس کے زیادہ قریب ہے۔

یہ احتمال بھی رکھتا ہے کہ اصل کی فرع کی طرف اضافت ہو تو معنی ہوگا نورُ یعنی ذاتِ نورُ ضیاء اس کی شعاعیں جو منتشر اور پھیل رہی ہیں۔

امام اشعری علیہ الرحمۃ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نورٌ ہے جو انوار کی طرح نہیں۔ رُوح نبویہ قدسیہ اللہ کے نور ایک شعاع اور لمعہ ہے اور ملائکہ ان انوار کے چنگارے اور شرارے ہیں۔

رُسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سب سے قبل اللہ تعالیٰ نے میرے نورُ کو پیدا کیا اور میرے نورُ سے تمام مخلوق کو تخلیق کیا۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث اس کے ہم معنی ہیں۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ سب سے پہلی خلق بلا واسطہ آپ کی ہوئی۔ یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ اسے اُلٹ دیا جائے یعنی ضیا نورك یعنی آپ کے نورُ کی روشنی۔ واللہ اعلم۔

نسخہ سہیلہ وغیرہا میں واقع ہے۔ المتقدم میم کے ساتھ۔ تَقَدَّمَ سے جو کہ تاخر کی ضد ہے اور بعض نسخوں میں المتقدح حا کے ساتھ عبارت موجود ہے یہ صلاۃ مفردہ میں واقع ہے جس کی طرف پہلے اشارہ ہو چکا ہے۔ جس کا معنی ہے چقماق سے آگ نکالنے والا یا اس کا معنی ہے چلو بھرنے والا۔ اساس (لغت کی کتاب کا نام ہے) قدح النار من الزند واقتدحها ۔ اس نے چقماق سے آگ نکالی۔ قدح المرقہ واقتدحھا اغترفھا بالمقدح ۔ المقدحۃ اس نے چمچ سے شوربا نکالا۔ قدح الماء من اسفل البئر ۔ اس نے کنوئیں کی گہرائی سے پانی نکالا۔ انتھی

اہلِ علم کیلئے ضیاء القرآن پبلی کیشنز کی ایک اور عظیم علمی پیشکش

قرآن حکیم ہی نظریاتی خلفشار کے موجودہ تاریک دور میں بنی نوع انسان کو ایک باوقار مستقبل کی راہ دکھاتا ہے

قرآنی علوم کا بیش بہا خزینہ

تفسیر الحسنات

مؤلفہ

مفسرِ قرآن علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کلام مجید کو سمجھنے میں تفسیر الحسنات آپ کی صحیح راہنمائی کرے گی

مکمل سیٹ سات جلدیں

ضیاء القرآن پبلی کیشنز ○ لاہور

marfat.com

ہماری نئی مطبوعات

میلاد رسول اعظم ﷺ	مؤلف:۔ شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی
جمال قرب الٰہی	مرتبہ:۔ سید غلام دستگیری زیدی نقشبندی
جمال ذکر الٰہی	مرتبہ:۔ سید غلام دستگیر زیدی نقشبندی
زہد کی حقیقت	مؤلف حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ
مراقبہ کی حقیقت	مؤلف:۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ
توبہ کی حقیقت	مؤلف حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ
علم کی حقیقت	مؤلف:۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ
تذکرۃ الروح	مؤلف:۔ حضرت علامہ جلدل الدین سیوطی
تذکرۃ الموت	مؤلف:۔ حضرت علامہ جلدل الدین سیوطی
تذکرۃ القبر	مؤلف:۔ حضرت علامہ جلدل الدین سیوطی
علم و عرفان	مؤلف:۔ مولانا محمد شریف نقشبندی
عاشورہ	مؤلف:۔ شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا گنج بخش روڈ، لاہور۔ فون:۔ 7221953

marfat.com

ادارہ ضیاء القرآن کی طرف سے بچوں کیلئے

سبق آموز کہانیاں

امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن	مؤلف:۔ محمد اسلم فراق
دس اسلامی کہانیاں بچوں کیلئے	مصنف:۔ محمد اسلم فراق

فارسی ادب کی شاہکار کتب سے ماخوذ دلچسپ اور سبق آموز کہانیاں بچوں اور بڑوں کیلئے یکساں مفید۔

مثنوی مولائے روم	مترجم:۔ رضا محمد قریشی
قصص القرآن	مترجم:۔ رضا محمد قریشی
کلیلہ ودمنہ	مترجم:۔ رضا محمد قریشی
مرزبان نامہ	مترجم:۔ رضا محمد قریشی
سندباد نامہ	مترجم:۔ رضا محمد قریشی
شیخ عطار	مترجم:۔ رضا محمد قریشی
گلستان	مترجم:۔ رضا محمد قریشی

marfat.com